تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ۔ڈی اُردو

اردو لغت (تاریخی اصول پر): تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ

UQAABI 03551985

محقق

بی بی امینہ

46-FLL/PHDURDU/F14

نگران

پروفیسر ڈاکٹر نجیبہ عارف

شریک نگران: ڈاکٹر رؤف پاریکھ

شعبہ اُردو

کلیہ زبان و ادب

بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد

۲۰۱۸ء

فہرست

ابواب	صفحہ نمبر
سخنِ مختصر	
بابِ اوّل:	

لغت نویسی: آغاز وارتقا	۱
۱-۱ لغت	۱
۱-۲ قسمیاتِ لغت	۴
۱-۲-۱ زبان کی بنیاد پر	۷
۱-۲-۲ مشمولات کی بنیاد پر	۹
۱-۲-۳ ساخت یا ترتیب کی بنیاد پر	۱۱
۱-۲-۴ وقت کی بنیاد پر	۱۲
۱-۲-۵ وسائل وذرائع کی بنیاد پر	۱۳
۱-۲-۶ صارفینِ لغات کے استعمال کی بنیاد پر	۱۴
۱-۲-۷ درسی ضروریات کی بنیاد پر	۱۵

UOAABI 03051998538

۱-۲-۸ ضخامت کی بنیاد پر ۱۷

۱-۲-۹ امثال کی بنیاد پر ۱۸

۱-۳ دیگر اقسام: ۱۹

۱-۳-۱ قاموس ۱۹

۱-۳-۲ فرہنگ ۲۰

۱-۳-۳ مخزن ۲۰

۱-۳-۴ اشاریہ ۲۱

۱-۳-۵ تطابق/توافق/سجع ۲۱

۱-۳-۶ معجم البلدان ۲۱

۱-۴ علم لغت اور لغت نویسی ۲۲

۱-۴-۱ علم لغت ۲۲

۱-۴-۲ لغت نویسی ۲۵

۱-۵ لغت نویسی کا آغاز و ارتقا ۲۸

۱-۶ اردو لغت نویسی کا آغاز و ارتقا ۳۴

۱-۶-۱ اردو۔انگریزی اور انگریزی۔اردو لغت (۱۸۱۸ء) ۳۶

۱-۶-۲ ہندوستانی اور انگریزی لغت (۱۸۴۸ء) ۳۷

۱-۶-۳ نئی ہندوستانی۔انگریزی لغت (۱۸۷۹ء) ۳۸

۱-۶-۴ اردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی لغت (۱۸۸۴ء) ۴۰

۱-۶-۵ فرہنگ ہابسن۔جابسن (۱۸۸۶ء) ۴۲

۱-۶-۶ فرہنگِ آصفیہ (۱۸۸۸ء-۱۹۰۱ء) ۴۵

۱-۶-۷ لغات کشوری (۱۸۹۱ء) ۴۷

۱-۶-۸ امیر اللغات (۱۸۹۱ء) ۴۸
۱-۶-۹ نور اللغات (۱۹۲۴ء۔۱۹۳۱ء) ۵۰
۱-۶-۱۰ فیروز اللغات (۱۹۲۵ء) ۵۱
۱-۶-۱۱ جامع اللغات (۱۹۳۵ء) ۵۲
۱-۶-۱۲ فرہنگِ عامرہ (۱۹۳۷ء) ۵۴
۱-۶-۱۳ جامع نسیم اللغات (۱۹۵۰ء۔۵۱ء) ۵۶
۱-۶-۱۴ مہذب اللغات (۱۹۵۸ء۔۱۹۸۹ء) ۵۶
۱-۶-۱۵ لغت کبیر (۱۹۷۳ء۔۱۹۷۵ء) ۵۸
۱-۶-۱۶ علمی اردو لغت (۱۹۷۶ء) ۶۰
۱-۶-۱۷ فرہنگِ تلفظ (۱۹۹۵ء) ۶۲
۱-۶-۱۸ اردو لغت (تاریخی اصول پر) (۱۹۵۸ء۔۲۰۱۰ء) ۶۳

بابِ دوم:

اردو لغت بورڈ کے اصول لغت نویسی: جدید اصول لغت کے تناظر میں ۷۸
۲-۱ اردو لغت بورڈ کی مختصر تاریخ ۷۸
۲-۱-۱ انتظامیہ ۸۷
۲-۱-۲ کتب خانہ ۸۸
۲-۱-۳ اشاعت وطباعت ۸۸
۲-۱-۴ ادارتی عملہ ۸۹
۲-۲ جدید اصول لغت نویسی ۹۱
۲-۲-۱ اندراجات کے اُصول ۹۱

۲-۲-۲ ترتیب اندراجات کے اُصول ۹۴
۲-۲-۳ املا کے اُصول ۹۵
۲-۲-۴ تلفظ کے اُصول ۹۶
۲-۲-۵ قواعدی حیثیت سے متعلق اُصول ۹۸
۲-۲-۶ تذکیر و تانیث کے اُصول ۱۰۰
۲-۲-۷ معنی کے تعین/توضیح/تشریح سے متعلق اُصول ۱۰۲
۲-۲-۸ اسناد و امثلہ کی پیش کش کے اُصول ۱۰۴
۲-۲-۹ لسانی ماخذ اور اشتقاق کے اُصول ۱۰۵
۲-۳ اردو لغت بورڈ کے متعین کردہ اُصولوں کی تفصیل ۱۰۸
۲-۳-۱ اصولِ اندراجات ۱۰۸
۲-۳-۲ اُصولِ ترتیب و تسویدِ اندراجات ۱۱۰
۲-۳-۳ اُصولِ املا ۱۱۲
۲-۳-۴ اصولِ تلفظ ۱۱۳
۲-۳-۴-۱ اعراب ملفوظی ۱۱۴
۲-۳-۴-۲ اعراب مکتوبی
۱۱۶
۲-۳-۵ قواعدی نوعیت سے متعلق اصول
۱۱۶
۲-۳-۶ اُصولِ تذکیر و تانیث ۱۱۷
۲-۳-۷ معنی کے تعین سے متعلق اُصول ۱۱۷
۲-۳-۸ اسناد کی پیش کش کے اُصول ۱۱۹

۲-۳-۹ لسانی ماخذ اور اشتقاق کے اُصول ۱۲۱

باب سوم:

اردو لغت (تاریخی اصول پر) (جلد ۱تا۲۲) کے اندراجات
کا تنقیدی محاکمہ: جدید اصول لغت کی روشنی میں ۱۳۴

۳-۱ اندراجات کی نوعیت اور اقسام ۱۳۴

۳-۲ ترتیبِ اندراجات

۱۴۸

۳-۳ املا کا تعین ۱۵۴

۳-۴ تلفظ کی وضاحت ۱۶۶

۳-۵ قواعدی حیثیت کا تعین ۱۶۹

۳-۶ تذکیر و تانیث ۱۷۷

باب چہارم:

اردو لغت (تاریخی اصول پر) (جلد ۱تا۲۲) کے
اندراجات میں معنوی و تاریخی حقائق کا تجزیہ ۲۰۰

۴-۱ معنوی وضاحت ۲۰۰

۴-۲ اسناد و امثلہ ۲۱۸

۴-۳ لسانی ماخذ و اشتقاق ۲۳۴

بابِ پنجم:

اردو لغت (تاریخی اصول پر): اعتراضات اور ان کا

تنقیدی محاکمہ ۲۵۵

۵-۱ اردو نامہ، کراچی ۲۵۵

۵-۲ مشفق خواجہ ۲۶۳

۵-۳ ڈاکٹر شوکت سبزواری ۲۶۵

۵-۴ رشید حسن خاں ۲۶۷

۵-۵ شمس الرحمٰن فاروقی ۲۷۲

۵-۶ ڈاکٹر مسعود ہاشمی ۲۷۷

۵-۷ ڈاکٹر عبدالرشید ۲۸۱

ماحصل ۲۹۹

کتابیات ۳۱۰

ضمیمہ جات ۳۲۰

ضمیمہ ۱: مقالے میں مستعمل انگریزی مصطلحات کے تراجم

۳۲۰

ضمیمہ ۲: اکابرینِ اردو لغت بورڈ، کراچی ۳۲۷

ضمیمہ ۳: اردو لغت بورڈ، کراچی اور اردو لغت (تاریخی اصول پر) ۳۳۱

ضمیمہ ۴: الف۔ اردو لغت بورڈ، کراچی میں محفوظ کیے گئے کورپس ۳۳۴

ب۔اردو لغت کے لیے استعمال کیے جانے والے مآخذ
کے مصنفین کا اشاریہ ۳۳۵
ج۔اردو لغت کے مشمولات کو مائیکروفلم میں محفوظ
کرنے کے لیے تیار کی گئی فائل کا عکس ۳۳۶

سخنِ مختصر

اردو لغت(تاریخی اصول پر)اردو لغت بورڈ، کراچی کی ایک ایسی ضخیم لغت ہے، جسے اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (OED) کی نہج پر لغت نویسی کے جدید اصولوں کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔چوں کہ یہ لغت نویسی کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ایک معیاری اور منفرد تاریخی لغت تصور کی جاتی ہے، لہٰذا اسی انفرادیت اور افادیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے زیرِ نظر مقالے میں اس لغت کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ کیا گیا ہے۔

یہاں اس امر کا اعتراف ضروری ہے کہ اردو لغت نویسی کے مطالعے میں راقمہ کو،اس کی وسعت اور کثرت کے باعث،دشواریوں کا احساس ہمہ وقت رہا ہے اور پہلے پہل تو اطلاقی لسانیات سے متعلق اس موضوع کو سنبھالنا اس قدر مشکل لگا کہ میرؔ کی طرح پکار اُٹھی:

ابتداے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا

جوں جوں قدم منزل کی طرف بڑھتے گئے، آگہی کے در واہوتے گئے اور اس عمل سے گزرنے کے بعد مجھے یہ کہتے ہوئے خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ اب، ایک طالب علمانہ کاوش ہونے کے باوجود، میرا شمار ان خوش نصیبوں میں کیا جائے گا، جنھوں نے جدید لغت نویسی کے عمیق سمندر میں غوطہ زن ہو کر اس کے پیچیدہ نظام کو سمجھنے کی طرف اپنا پہلا قدم بڑھایا ہے۔ اس ضمن میں جس استاد کے چراغِ فکر نے راہ دکھائی ہے وہ میری عزیز ترین استاد ڈاکٹر نجیبہ عارف ہیں، جو اگر میرے لیے خصوصی میدان کی صورت یہ راستہ منتخب نہ کرتیں تو یقیناً میں اس پر کبھی گامزن نہ ہوتی۔ چناں چہ ان کی ہدایات کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیر نظر مقالے کو چھ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ **باب اوّل** میں علم لغت اور لغت نویسی کے علاوہ لغت کی اقسام اور لغت نویسی کے آغاز و ارتقا سے بحث کرتے ہوئے اردو زبان و ادب کی معروف لغات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ **باب دوم** اردو لغت بورڈ، کراچی کی مختصر تاریخ، جدید اصول لغت نویسی اور بورڈ کے اصول لغت نویسی کے تقابل سے متعلق ہے۔ **باب سوم** جدید اصول لغت کی روشنی میں اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی تمام جلدوں کے اندراجات کا تنقیدی محاکمہ پیش کرتا ہے۔ **باب چہارم** اس لغت کے اندراجات کے معنوی اور تاریخی حقائق کو موضوع بناتا ہے۔ **باب پنجم** ان اعتراضات سے بحث کرتا ہے، جو مختلف ادوار میں بورڈ کی لغت پر کیے گئے ہیں اور **باب ششم** لغت سے متعلقہ مذکورہ بالا تمام مباحث کا ماحصل ہے۔

اس مقالے کی تکمیل کے بعد مجھ پر کچھ شکریے بھی واجب ہیں چناں چہ اس سلسلۂ تشکر کا آغاز اللہ تعالیٰ کے با برکت نام سے ہوتا ہے، جس نے انسان کو نطق کے ساتھ ساتھ خامہ فرسائی کی قوت بھی عطا کی۔ پھر میرے والدین اور تمام گھر والوں کے لیے میرا دل تشکر کے جذبات سے لبریز ہے، جنھوں نے نہ صرف انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا بل کہ مقالے کے سفر میں بھی قطبی ستارے کی طرح قدم قدم پر میری راہ نمائی کرتے رہے۔ چناں چہ آج ان کی دعاؤں اور ہم راہی سے میں اپنے تعلیمی سفر کو کامیابی سے ہم کنار کر سکی ہوں۔

جہاں موضوع کے حوالے سے میں نے اپنے آپ کو بخت آور قرار دیا ہے وہاں اساتذہ کی بابت بھی یہ خوش قسمتی میرے ساتھ رہی ہے۔ اس ضمن میں، میں سب سے پہلے ایک بار پھر اپنی نگران ڈاکٹر نجیبہ عارف کی بے حد ممنون ہوں، جنھوں نے نہ صرف موضوع کے تعین میں میری مدد فرمائی بل کہ ایک مشفق اور پُر خلوص استاد کی طرح بے لوث تعاون اور اعانت کو ہم رکاب کیا۔ انھوں نے مواد کے حصول میں راہبری کی اور اپنے ذاتی کتب خانے تک بھی رسائی دی۔ مزید برآں پروف ریڈنگ سے لے کر مقالے کو حتمی شکل دینے تک کے مراحل میں بھی ان کی اتنی ہی عرق ریزی شامل ہے

جتنی کہ میری۔ چناں چہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ میری پہلی تحریر سے لے کر (جو کبھی لکھی تھی) اپنی آخری تحریر تک (جو کبھی لکھوں گی) میرے تمام حروف انھی کی حوصلہ افزائی کی دَین ہیں اور رہیں گے اور اس کے لیے محض 'شکریہ' ناکافی ہے۔ اگر کبھی وضعِ اصطلاح کی ہمت پیدا ہوئی، تو کوشش ہو گی کہ کوئی ایسا لفظ تشکیل دے سکوں، جو ان کی محبتوں اور خلوص کا متبادل ثابت ہو سکے اور متبادل تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا، اس لیے پیشگی معذرت!!!

مقالے کی تحریر و تسوید سے متعلق مختلف النوع امور میں دیگر اساتذہ کرام میں ڈاکٹر رؤف پاریکھ، ڈاکٹر شجاع احمد، ڈاکٹر محمد شیر از دستی، ڈاکٹر اسلم ادیب، ڈاکٹر عبد الرشید، پروفیسر چودھری محمد اکرم، پروفیسر سید ماجد شاہ اور جناب انیس رحمٰن کی بروقت معاونت کے لیے نہ صرف ان کی شکر گزاری واجب ہے بل کہ بین الاقوامی اسلامی یونی ورسٹی، اسلام آباد، ادارۂ فروغِ قومی زبان اور اکادمی ادبیاتِ پاکستان کے کتب خانوں کے ساتھ ساتھ اردو لغت بورڈ، کراچی بھی میرے شکریے کا حق دار ہے، جس کے موجودہ مدیرِ اعلیٰ سید عقیل عباس جعفری، نائب مدیر ڈاکٹر شاہد الدین ضمیر اور بورڈ کے تمام عملے نے بھی راقمہ کی معاونت، اعانت اور میزبانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور بورڈ کی کلاں اردو لغت کی ۲۲ جلدوں سمیت اہم معلومات اور مواد بہم پہنچانے میں نمایاں کردار ادا کیا، جس کے لیے ان کا جتنا بھی شکریہ ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ آخر میں بالخصوص محترمہ عاصمہ نذیر اور میرے تمام رفقائے کار سمیت ان تمام افراد کا بھی شکریہ، جن کا مقالے سے کوئی تعلق نہیں رہا، لیکن انھوں نے ناامیدی اور نارسائی کے ہر لمحے میں میری آس بندھائی۔ اُمید ہے کہ وہ مجھے آئندہ بھی ایسے ہی نوازتے رہیں گے۔

بی بی امینہ
اگست ۲۰۱۸ء

بابِ اوّل:

لغت نویسی: آغاز وارتقا

باب اوّل:

لغت نویسی: آغاز و ارتقا

۱-۱ لغت (Dictionary)

'لغت' عربی زبان کا لفظ ہے لیکن اس کے متعلق ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ لفظ غیر عربی ہے اور یونانی لفظ 'لوگوس' (logos) کا معرب یا اس کا ہم معنی ہے،[۱] جسے 'لفظ'، 'بول چال'، 'دلیل و حجت' اور 'وضاحت' کے معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔[۲] اسی سے *log*، *logo* اور *logy* بھی بنے ہیں، جن میں سے *log* کے معنی 'لفظ'، 'کلامیہ' یا 'مطالعہ' کے ہیں، [۳] logo 'لفظ'، 'بول چال' اور 'کلامیہ' جب کہ *logy* 'بول چال کا طریقہ'، 'علم'، 'نظریہ' اور 'مطالعہ' کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔[۴] تاہم یونانی زبان میں لغت کے لیے *lexicon* مستعمل ہے جو انگریزی میں قدیم زبانوں کی لغت کے لیے بھی استعمال کیا جاتا رہا ہے،[۵] لیکن اب اس کے لیے 'ڈکشنری' کا لفظ رائج ہے جو 'لغت' کا ہم معنی ہے۔ تاہم موضوع پر مزید بحث کرنے سے پہلے اس امر کا فیصلہ ضروری ہے کہ 'لغت' کو مذکر لکھا جائے یا مؤنث؟ یہ

ایک ایسا لفظ ہے، جس کی تذکیر و تانیث آج بھی زیر بحث ہے، لیکن راقمہ نے زیر نظر مقالے میں اسے بہ طور 'لفظ' مذکر اور بحیثیت 'کتاب' مؤنث تحریر کیا ہے اور اس کے لیے سہ ماہی اردو نامہ کے شمارہ نمبر ۲۶ میں بیان کیے گئے جناب شان الحق حقی کے جن دلائل کو بنیاد بنایا ہے وہ درج ذیل ہیں:

الف۔ اردو زبان میں تذکیر و تانیث کا تعین محض سماعی اور بے قاعدہ ہے، لیکن پھر بھی لغت بالاصل مؤنث ہے۔

ب۔ اردو میں 'لغت' کے وزن پر جتنے بھی لفظ داخل ہیں، چند مستثنیات مثلاً 'جگت' کے علاوہ باقی مؤنث بولے جاتے ہیں مثلاً 'صفت'، 'جہت'، 'نیت'، 'صحت' وغیرہ تو یہ مذکر کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ 'جگت' بھی بضم اوّل مؤنث
ہی ہے۔

ج۔ اکثر فصحا لغت کو لفظ کے معنوں میں مذکر بھی بولتے ہیں، لیکن اہل لکھنؤ نے، غالباً لغت ہی کے قیاس پر، اسے لفظ کے معنی میں مؤنث بھی لکھا ہے۔

د۔ چوں کہ تذکیر و تانیث کا فیصلہ نوع یا نفس کی بنیاد پر بھی کیا جاتا ہے اور لغت ایک کتاب ہے، اس لیے بھی لغت کو مؤنث قرار دیا جانا چاہیے۔

ہ۔ مولوی احتشام الدین اور مولوی عبدالحق جیسے ماہرین بھی اسے مؤنث ہی بولتے اور لکھتے رہے۔

و۔ میر امن کے ہاں یہ 'لفظ' کے معنوں میں مؤنث ہے، لیکن بہ طور لفظ اب مذکر پر اتفاق ہے اور اس کی امثال بھی موجود ہیں جب کہ بہ طور کتاب امثال سے یہ لفظ مؤنث ثابت ہے۔[۶]

اب اگر اصطلاح پر بات کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ 'ڈکشنری' کی اصطلاح پہلی بار غالباً تیرھویں صدی عیسوی میں قرون وسطیٰ کی لاطینی زبان میں لاطینی اسم صفت *Dictionarius* کی بنیاد پر گھڑی گئی، جس کے معنی 'الفاظ کا/الفاظ کے متعلق' (of words) کے ہیں۔ یہ لفظ لاطینی لفظ *Dictio* سے ماخوذ ہے جس کے معنی لاطینی زبان میں 'بات' کے یا قرون وسطیٰ کی لاطینی زبان میں 'لفظ' کے ہیں۔ انگریزی میں یہ لفظ نسبتاً تاخیر سے استعمال کیا گیا۔ اس بابت اس کا پہلا تذکرہ ولیم بوڈ (William Boude) کی تصنیف *The Pilgrimage of Perfection* (۱۵۲۶ء) میں ملتا ہے۔ علاوہ ازیں فرانسیسی لغت نویس پیئرے برشے (Pierre Bercheur: ۱۲۹۰ء۔ ۱۳۶۲ء) نے اپنی لغت میں بھی اس کا تذکرہ کیا۔ لاطینی لفظ *dictio* کے متعلق، جو کہ انگریزی لفظ diction کا ماخذ بھی ہے، یہ

بھی کہا جاتا ہے کہ یہ فعل *dicere* سے لیا گیا ہے جس کے معنی 'کہنا' کے ہیں۔اس کے اصل معنی 'کہنا' یا 'اظہار کرنا' کے بجائے 'نشان دہی کرنا' کے تھے ،جس کا اندازہ اس کے مشتق *Indicare* سے بھی ہوتا ہے جو انگریزی لفظ *indicate* کاماخذ ہے۔[۷]

بہ طورِ عنوان لفظ 'ڈکشنری' پہلی بار سر ٹامس ایلیٹ(۱۴۹۰ء۔۱۵۴۶ء:Sir Thomas Elyot)کی لاطینی۔انگریزی ڈکشنری (لندن:۱۵۳۸ء)میں استعمال ہوا۔اس طرح سولھویں صدی سے یہ لفظ ہر قسم کی حوالہ جاتی کتب کے لیے استعمال ہونے لگا[۸] اور اب بھی یہ کسی زبان کے الفاظ کی حوالہ جاتی کتاب کی طرف اشارہ کرتا ہے، جسے متعلقہ زبان سے وابستہ لوگ مخصوص معلومات کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں۔

اوکسفرڈ کی جامع انگریزی لغت *Concise Oxford Dictionary for Current English* کی تعریف کے مطابق،''لغت ایک ایسی کتاب ہے جو ایک زبان کے انفرادی الفاظ سے یا اس کے ایک مخصوص حصے سے بنتی ہے ۔اس میں املا، تلفظ، مترادفات،اہمیت اور استعمال، ماخذ،تاریخ یا کم از کم ان میں سے کچھ معلومات کو لغت میں موجود اُن الفاظ کے حوالے کے لیے دیا جاتا ہے،جو کسی خاص ترتیب سے اس کتاب میں شامل ہوتے ہیں۔''[۹]

ایگر برخانوو(Igor Burkhanov)کے نزدیک،''کوئی بھی حوالہ جاتی کام،جو لسانیاتی معلومات یعنی تلفظ،املا،لغوی معنی،اشتقاق، استعمال کے مختلف پہلو اور انسائیکلو پیڈیائی معلومات یعنی سوانحی،جغرافیائی،تاریخی حقائق،سائنسی نظریات اور اصول و قوانین فراہم کرے،'' لغت کہلاتا ہے۔[۱۰]

جب کہ لیڈ سلوژ گوستا(۱۹۲۴ء۔۲۰۰۷ء:Ladislav Zgusta)کے الفاظ میں ''لغت منظم طریقے سے ترتیب شدہ ایک معاشرتی لسانی ہیئت یا ساخت کی فہرست ہے،جو ایک خاص بول چال کے حامل گروہ کی بول چال کی عادات سے ترتیب دی جاتی ہے اور مرتب اس پر اس طرح تبصرہ کرتا ہے کہ ایک ماہر قاری اس کے ہر حصے کو الگ الگ کو سمجھ سکتا ہے اور اس کے متعلق وہ تمام حقائق جو اس لسانی گروہ میں ان الفاظ کے تفاعلی کردار سے متعلق ہیں،جان لیتا ہے۔''[۱۱]

درج بالا تعریفات کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ لغت ایک خاص قسم کی معلومات کی فراہمی کا ایسا ذریعہ ہے جو فوری حوالے کے لیے ترتیب دیا جاتا ہے۔یہ کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کا جزوی یا عارضی ریکارڈ ہے جو املا، تلفظ، اشتقاق،

معنی اور استعمال وغیرہ کے حوالے سے اپنے اندر معلومات کا ایک وسیع ذخیرہ رکھتا ہے، جسے اس کی ساخت کے لحاظ سے دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

۱۔ میکرو اسٹرکچر (macro structure)، جسے 'ساختِ کبیر'[۱۲] بھی کہتے ہیں۔ یہ پیش لفظ، لغت کی خصوصیات کی تفصیل، صارفینِ لغت کے لیے دی جانے والی ہدایات، مخففات کی فہرست، تلفظ کی وضاحت کے طریقہ کار، کسی متعلقہ عنوان پر مضمون مثلاً زبان کی تاریخ وغیرہ، لغویہ کی فہرست (جو الف بائی اور موضوعاتی دونوں ہو سکتی ہے) اور ضمیمہ جات پر مشتمل ہوتا ہے۔[۱۳]

۲۔ مائیکرو اسٹرکچر (micro structure)، جسے 'ساختِ صغیر'[۱۴] کہتے ہیں، اندراجات کی معلومات کی ترتیب سے علاقہ رکھتا ہے۔ اس میں تلفظ، املا، قواعدی حیثیت، معنی، مترادفات، وضاحت، امثال، استعمال اور اشتقاقات سے متعلق معلومات شامل ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ لغات میں اضافی معلومات یا تصاویر وغیرہ بھی دی جاتی ہیں۔[۱۵]

یوں لغت کو الفاظ سے متعلق مختلف النوع لسانیاتی معلومات کے لیے ایک مفید حوالہ جاتی کتاب کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے، جو زیادہ تر املا، تلفظ، اشتقاق، قواعدی حیثیت، معنی اور استعمال وغیرہ سے متعلق ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو ایک لغت کسی زبان کے الفاظ کا گودام، مخزن یا گنجینہ ہے جس تک رسائی سب سے آسان ہے، لیکن اس بات سے بھی انکار ممکن نہیں کہ یہ صرف حوالہ جاتی کتاب نہیں بل کہ یہ بہت سی عملی ضروریات کو بھی پورا کرتی ہے اور اسے کئی اور مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، مثلاً لغت ایک راہ نما کے طور پر کسی لفظ یا الفاظ کے اچھے اور برے یا صحیح اور غلط استعمال کے مابین افتراق کو واضح کرنے کے لیے بھی استعمال کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ متعلقہ زبان، معاشرے اور اس میں گزاری جانے والی زندگی کے بارے میں معلومات کی فراہمی کا ذریعہ بھی ہے اسی لیے بو سونسن (پ ۱۹۴۱ء: Bo Svensen) اسے ثقافتی مظہر قرار دیتے ہیں کیوں کہ ان کے مطابق ''لغت کسی ثقافت کی پیداوار ہے جس میں وہ ترتیب دی جاتی ہے اور وہ اس ثقافت کے فروغ میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہے۔''[۱۶] چناں چہ اس کام کے لیے کسی بھی لغت میں الفاظ کے حوالے سے نہ صرف لسانیاتی بل کہ غیر لسانیاتی معلومات کا اندراج بھی ضروری ہے تاکہ وہ ایک اہم اور معتبر دستاویز کی صورت میں صارفینِ لغت کی راہ نمائی کا فریضہ انجام دے سکے۔

۱۰۲ قسمیاتِ لغت(Dictionary Typology)

قسمیات(Typology) سے مراد ایسا نظام ہے، جو کسی چیز کی درجہ بندی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔[۱۷] علم لسانیات میں یہ اصطلاح دیگر علوم کے علاوہ لغت کی اقسام کی درجہ بندی کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے۔ لغت نویسی کی ابتدا سے لے کر عہد حاضر تک اس کی کئی اقسام دیکھنے میں آتی ہیں، جن کے منظر عام پر آنے میں جہاں لغت نویسی کے مقاصد اور صارفینِ لغت کی دلچسپیوں کا ہاتھ ہے وہیں عہد بہ عہد ظہور پذیر ہونے والی تبدیلیاں اور جدید ٹیکنالوجی جیسے عوامل بھی اس ضمن میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ تاہم اقسام جتنی اور جیسی بھی ہوں ان کی درجہ بندی ممکن ہے۔ در حقیقت اس قسم کی درجہ بندی کا مقصد آئندہ صارفینِ لغت کو امتیازی خصوصیات کی حامل لغات کی ایسی تقسیم سے روشناس کروانا ہے جو:

الف۔ ممتاز حیثیت کی حامل لغات کی مختلف اقسام اور ذیلی اقسام کا ایک منظم جائزہ پیش کرتی ہے۔

ب۔ اشارہ کرتی ہے کہ ہر مرکزی اور ذیلی قسم کے مخصوص خدوخال کیا ہیں۔

ج۔ ممکن بناتی ہے کہ لغت کی مختلف اقسام اور ذیلی اقسام میں افتراقات اور ارتباط کی وضاحت کی جائے۔[۱۸]

چناں چہ ایسے ہی مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے بہت سے ماہرینِ لسانیات نے ،جن میں لوشیر با (۱۸۸۰ء۔۱۹۴۴ء:Lev Shcherba)،لیڈسلوژ گوستا(Ladislav Zgusta)،بوسونسن (Bo Svensen)، آر۔آر۔کے ہارٹ مین(پ۱۹۳۸ء:R.R.K.Hartmann)، گریگری جیمز (Gregory James)،پیٹ سوانیپول(Piet Swanepoel)،شالوم دیواپالا(Shalom Devapala)، بی۔ٹی۔اٹکنز (پ۱۹۳۰ء:B.T.Atkins) ،مائیکل رنڈل(Micheal Rundell) ،سید قدرت نقوی اور گیان چند جین کے نام بھی شامل ہیں،اس طرف توجہ کی ہے اور مختلف بنیادوں پر لغت کی تقسیم کو اپنا موضوع بنایا ہے، مثلاً روسی عالم شیر بانے نو اقسام کا ذکر کیا ہے، جن کی مختصر وضاحت درج ذیل ہے :

۱۔ حوالہ لغت(reference dictionary):اس میں کسی زبان کے ہر دور اور ہر علاقے کے الفاظ شامل ہوتے ہیں۔

۲۔ علمی لغت(academic dictionary):ان میں تمام علوم کی اصطلاحی لغات شامل ہیں۔

۳۔ قاموسی لغت(encyclopaedic dictionary): یہ ایسی لغات ہیں، جن میں اصطلاحات درج ہوتی ہیں۔

۴۔ مخزن(thesaurus):اس میں ہر لفظ کے مختلف مفہوم درج کیے جاتے ہیں، جس کا مقصد معنی کی وسعتوں کی تلاش ہے۔

۵۔ صراحتی لغت(explanatory dictionary): یہ یک لسانی ہوتی ہے، جس میں ہر لفظ کا مفہوم اسی زبان میں بیان کیا جاتا ہے۔

۶۔ دوزبانی لغت(bilingual dictionary):اس میں ایک لفظ کے معنی دوسری زبان میں دیے جاتے ہیں۔

۷۔ تصوراتی لغت(ideological dictionary):اس میں ایک تصوراتی گروہ کے تمام الفاظ کو ایک ہی جگہ درج کیا جاتا ہے، مثلاً اناج،اعضاے جسم سے متعلق الفاظ وغیرہ۔

۸۔ ہم عصری لغت(synchronic dictionary):اس میں ایک خاص عہد کے تمام الفاظ دیے جاتے ہیں۔

۹۔ عصریاتی لغت(diachronic dictionary): اس میں الفاظ کی تاریخ کا عہد بہ عہد جائزہ لیا جاتا ہے۔[19]

لیڈ سلوژ گوستا کے ہاں لغات کی درجہ بندی اندراجات و مشمولات، زبان، وقت اور وسعت کی بنیاد پر عمل میں آتی ہے، لیکن بنیادی طور پر وہ لغت کو دو حصوں یعنی لسانیاتی لغات(linguistic dictionaries)اور غیر لسانیاتی لغات(non linguistic dictionaries)میں تقسیم کرتے ہیں، جن میں سے لسانیاتی لغات 'ورڈ بک' (word book) یعنی 'الفاظ کی کتاب' کہلاتی ہیں، جب کہ غیر لسانیاتی لغات 'تھِنگ بُک'(thing book) یعنی 'اشیا کی کتابیں' ہیں، جن میں وہ قاموس یا انسائیکلوپیڈیا کو شمار کرتے ہیں۔[20]

بوسونسن لغات کو عمومی(general dictionaries)اور خصوصی لغات (specialized dictionaries) میں تقسیم کرتے ہیں ۔ان کے ہاں عمومی لغات کے ذیل میں زبان،ساخت،مقدار، معیار، وقت، ترتیب،استعمال اور وسائل جیسے عوامل زیر بحث آتے ہیں جب کہ خصوصی لغات کے ضمن میں وہ محاورات،مترادفات، تصاویر، اشتقاق،املا، ہجے اور غیر ملکی زبانوں کے الفاظ وغیرہ پر مبنی لغات کو پیش نظر رکھتے ہیں۔[21]

ہارٹ مین اور گریگری جیمز لغات کی درجہ بندی کے لیے روایتی خصائص کو بنیاد بناتے ہیں، جن میں ضخامت(size)، مشمولات(contents)، ساخت(format)، وسیلہ/واسطہ(medium)، استعمالات

(uses) ، پیش کش(presentation)،ہدفی صارف(target user)اور زبان(language)شامل ہیں۔ [۲۲]

پیٹ سوانیپول انسائیکلوپیڈیا اور لسانیاتی لغات میں موازنہ کرتے ہوئے لسانیاتی لغات (linguistic dictionaries)اور محدود لغات(restricted dictionaries) کو لغات کی دو بڑی قسمیں قرار دیتے ہیں ، جن کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے وہ تاریخی لغت،ہم عصری لغت اور درسی لغت وغیرہ کو' لسانیاتی لغات' کے تحت جب کہ بولی لغت، محاوراتی لغت، سلینگ، متضاد الفاظ اور مترادف الفاظ وغیرہ کی لغات کو'محدود لغات' میں شامل کرتے ہیں۔ [۲۳]

شالوم دیواپالا کے ہاں لغات کی تین بڑی اقسام دکھائی دیتی ہیں:

۱۔ خارجی(external)اور داخلی(internal) خصوصیات کی بنیاد پر ترتیب دی جانے والی لغات، جو بالترتیب عمومی اور خصوصی لغات کہی جا سکتی ہیں۔

۲۔ دائرہ کار(range)،نقطۂ نظر(perspective)اور پیش کش(presentation)کو مد نظر رکھ کر مدون کی جانے والی لغات۔

۳۔ ترجمے کے لیے مرتب کی جانے والی لغات ۔ [۲۴]

بی۔ٹی۔اٹکنز اور مائیکل رنڈل تقسیمات لغت کی آٹھ بنیادیں قائم کرتے ہیں، جو یہ ہیں:

۱۔ زبان(language)

۲۔ مشمولات(contents)

۳۔ ضخامت(size)

۴۔ وسیلہ/واسطہ(medium)

۵۔ ترتیب(organization)

۶۔ صارفینِ لغت(users)

۷۔ مہارتیں(skills)

۸۔ استعمالات(uses)[۲۵]

سید قدرت نقوی کے ہاں ان کی تقسیم یوں عمل میں آتی ہے:

ا۔ محدود لغت: یہ فرہنگ اصطلاحات اور محاورات جیسی موضوعی لغات ہوتی ہیں۔

۲۔ مختصر لغت: اس میں درسی لغات اور عمومی لغات شامل ہیں۔

۳۔ جامع لغت: یہ زبان کے تقریباً تمام ذخیرے پر مشتمل ہوتی ہے۔

۴۔ کامل لغت: یہ جامع لغت کی توسیعی صورت ہے، جس میں لفظ کی تشریح کا ہر پہلو شامل ہوتا ہے۔

۵۔ ذولسانی لغت: ان میں بنیادی اور تشریحی زبانیں الگ الگ ہوتی ہیں۔

۶۔ لغت الاعلام: اسے انسائیکلوپیڈیا بھی کہا جاتا ہے۔[۲۶]

جب کہ گیان چند جین نے درج بالا نوعیت ہی کی مختلف خصوصیات کی بنا پر لغات کو ۱۲ عام اقسام مثلاً ہم عصری لغت، عصریاتی لغت، بولی لغت، محاوراتی لغت وغیرہ میں تقسیم کرنے کے بعد دو خصوصی اقسام کا تذکرہ کیا ہے، جن میں قاموس (Encyclopedia) اور تطابق/توافق (Concordance) شامل ہیں۔[۲۷]

چناں چہ مذکورہ بالا ماہرین لغت کی تقسیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہم لغات کی مختلف اقسام کی درجہ بندی، مشترکہ خوبی یا خوبیوں کی بنا پر، درج ذیل عنوانات کے تحت کر سکتے ہیں جو باہم مانع و مزاحم نہیں: [۲۸]

۲-۱-۱ زبان کی بنیاد پر:

زبانوں کی تعداد کو مد نظر رکھتے ہوئے جو لغات مدون کی جاتی ہیں، ان کی مقبول ترین اقسام حسب ذیل ہیں:

الف۔ یک لسانی لغت (Monolingual Dictionay)

ایسی لغت جس کی لغوی اکائیاں اور ان سے متعلق معلومات ایک ہی زبان میں ہوں یک لسانی لغت کہلاتی ہے۔ اسے عمومی (Common) یا وضاحتی/صراحتی (Explanatory) لغت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اور یہ عموماً مقامی باشندوں کے استعمال کے لیے ترتیب دی جاتی ہے۔ اردو لغات میں اس قسم کی معروف لغات فرہنگ آصفیہ، نور اللغات، امیر اللغات، لغت کبیر فیروز اللغات اور اردو لغت (تاریخی اصول پر) ہیں۔

ب۔ذولسانی لغت(Bilingual Dictionary)

ایسی لغات میں ذخیرۂ الفاظ اور تشریحی معلومات کو دو مختلف زبانوں میں بیان کیا جاتا ہے۔یہ لغات یک لسانی لغات کے برعکس ہوتی ہیں اور مساوی معنی مہیا کرنے کی وجہ سے عموماً قارئین یامترجمین کے لیے غیر ملکی زبانوں کے تراجم کرنے یاپڑھنے میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔اسی لیے لغت نویسی کی تاریخ میں بھی ذولسانی لغات پہلے ملتی ہیں کیوں کہ یہ دو ثقافتوں کے درمیان پل کاکام بھی دیتی ہیں۔انگریزی زبان میں یہ ایکٹواور پیسولغات (Active & passive Dictionaries) کے نام سے بھی جانی جاتی ہیں جو مطالعے یاتحریری کاموں کے لیےاستعمال ہوتی ہیں۔اردو زبان میں ذولسانی لغات کے ضمن میں مستشرقین یعنی جان شیکسپیئر (۱۷۷۴ء۔۱۸۵۸ء John Shakespeare:)،ڈنکن فوربس(۱۷۹۸ء۔۱۸۶۸ء:Duncan Forbes)اورڈاکٹرایس ۔ڈبلیو۔ فیلن(۱۸۱۷ء۔۱۸۸۰ء :.Fallon Dr.S.W) کی اردو بہ انگریزی لغات دیکھی جاسکتی ہیں۔

ج۔کثیر لسانی لغت(Multilingual Dictionary)

یہ حوالہ جاتی کام کی ایک ایسی قسم ہے جس میں بہت سی زبانوں کے ذخائر الفاظ باہمی تعلق رکھتے ہیں۔ اردو میں ایسی لغت اشفاق احمد، محمد اکرام چغتائی اور فضل قادر فضلی کی مرتب کردہ ہفت زبانی لغت ہے جس میں اردو، بنگلہ، بلوچی، پشتو، پنجابی، سندھی اور کشمیری زبانوں کے الفاظ شامل ہیں۔[۲۹]

۲-۱-۲ مشمولات کی بنیاد پر:

مشمولات کی بنیاد پر جن لغات کی درجہ بندی کی جاتی ہے وہ درج ذیل ہیں:

الف۔عمومی لغت(General Dictionary)

ایسی لغت جو کسی زبان پر مختصر مگر جامع وضاحت فراہم کرتی ہے اور اس کی خاص توجہ ذخیرہ الفاظ اور ان کے عام و وسیع معنی پر مرکوز ہوتی ہے، عمومی لغت کہلاتی ہے۔اس کے بہت سے مقاصد ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ الفاظ کے معنی اور ان

کے ہجوں کے بارے میں معلومات کے ساتھ ساتھ الفاظ کے محاوراتی استعمال اور اسی قبیل کی بہت سی حوالہ جاتی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ اگرچہ اس لغت کے بہت سے خدو خال اور خصوصیات ذولسانی لغات سے ملتی ہیں، مگر بہ اعتبار نوعیت یہ یک لسانی ہوتی ہے۔

ب۔ خصوصی لغت(Specialized Dictionary)

یہ اصطلاحات ایسی لغات کے لیے استعمال ہوتی ہیں، جو کسی خاص گروہ کے لیے تشکیل دی گئی ہوں ۔ یہ موضوعاتی لغات ہوتی ہیں یا لسانیاتی معلومات کے کسی ایک پہلو پر مشتمل ہوتی ہیں اسی لیے اس میں محدود معلومات درج کی جاتی ہیں۔ ان میں محاوروں، ناموں یا پھر کسی خاص مضمون کی زبان، کسی کتاب کی فرہنگ، مخصوص تکنیکی اصطلاحات وغیرہ پر مبنی لغات شامل ہیں، جن میں سے معروف ذیلی اقسام درج ذیل ہیں:

i۔ لغت تلفظ(Pronuncing Dictionary)

یہ لغات نہ صرف الفاظ کے درست تلفظ کی طرف قارئینِ لغت کی راہ نمائی کرتی ہیں بل کہ تلفظ میں ہونے والی تبدیلیوں کی وضاحت بھی کرتی ہیں۔ اردو میں ایسی لغت کے لیے شان الحق حقی کی فرہنگ تلفظ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

ii۔ املائی/ہجائی لغت(Spelling Dictionary)

ان لغات میں املا اور ہجوں سے متعلق معلومات موجود ہوتی ہیں اور یہ عام طور پر حروفِ تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی جاتی ہیں۔

iii۔ اشتقاقی لغت(Etymological Dictionary)

لغت کی وہ قسم جس میں الفاظ کو ان کی ابتدائی صورت/اصل اور معنی کے حساب سے تشکیل دیا جاتا ہے، اشتقاقی لغت کہلاتی ہے۔ اشتقاقیات کی تفصیل خاص قسم کی تاریخی لغات میں بھی موجود ہوتی ہے ۔ اس قسم کی لغات میں زیادہ زور الفاظ کی ساخت(Form) پر دیا جاتا ہے، جسے لفظوں کی اصل یا لسانی ماخذ بھی کہا جاتا ہے۔

iv۔ صرفی/مارفیمیائی لغت(Morphological Dictionary)

یہ لغت الفاظ کی ساخت یا تشکیل کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہے۔ایسی مخصوص لغات میں گرامر اور اس کے استعمال کی تفاصیل شامل ہوتی ہیں۔ چناں چہ اس کی بنیادی معلومات کسی زبان کے حصہ صرف پر مشتمل ہوتی ہیں۔

v۔ محاوراتی لغت (Phraseological Dictionary)

اس لغت میں لغوی اکائیوں کے طور پر محاورات درج ہوتے ہیں جن کے معنی کی وضاحت کی جاتی ہے۔

vi۔ لغت اصطلاحات (Terminological Dictionary)

اس قسم کی لغات میں کسی علم، فن یا شعبے سے متعلق اصطلاحات اور ان کے معنی درج کیے جاتے ہیں جو متعلقہ قارئین کے لیے مخصوص معلومات فراہم کرتے ہیں۔ مثلاً فرہنگ اصطلاحات، فرہنگ اصطلاحاتِ کیمیا، فرہنگِ اصطلاحات لسانیات وغیرہ۔

vii۔ سلینگ لغت (Slang Dictionary)

سلینگ لغت کسی زبان کی عام اور بے تکلف بول چال کے الفاظ اور ان کی وضاحت پر مبنی ہوتی ہے۔ سلینگ انگریزی کا لفظ ہے، لیکن اردو میں بھی اس کے لیے سلینگ ہی استعمال ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح ان غیر رسمی لیکن اظہار وابلاغ سے بھرپور الفاظ و محاورات کے لیے استعمال کی جاتی ہے، جو کسی زبان کے معیاری، مستند اور ٹکسالی ذخیرۂ الفاظ کا حصہ نہیں سمجھے جاتے، لیکن بول چال میں بے تکلفی سے استعمال کر لیے جاتے ہیں۔[30] زبان کے اس حصے کو عامیانہ، سوقیانہ، بازاری یا مبتذل بھی قرار دیا جاتا ہے۔ اس کے باوجود یہ حصہ کثرت سے استعمال ہوتا ہے۔ اردو میں ایسی لغت کی مثال کے طور پر ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی اولین اردو سلینگ لغت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

viii۔ بولی لغت (Dialect Dictionary)

بولی لغت میں ایک یا ایک سے زیادہ زبانوں کے بارے میں معلومات موجود ہوتی ہیں۔ یہ تین طرح کی ہو سکتی ہے:

الف۔ کسی دور سے متعلق مثلاً قدیم اردو کی لغت۔

ب۔ علاقے سے متعلق مثلاً دکنی لغات، لغات گجری وغیرہ۔

ج۔ طبقاتی بولی کی لغات مثلاًکر خنداری اردو کی لغت، لغات النساء وغیرہ۔[۳۱]

تقریباً ہر زبان میں مقامی زبانوں کے الفاظ کی لغت کی روایت موجود ہے۔ بہت سی عام لغات میں علاقائیت کے عنصر کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔ تاہم زبانوں کو علاقائیت کی بنیاد پر شامل کرنے کا عمل انیسویں صدی تک رائج نہیں تھا۔ تقابلی لسانیات اور لوک روایات کے ماہرین نے مختلف زبانوں کو جاننے کے نظام کو منظم کیا اور اسے بہت سے ممالک میں رائج بھی کیا اور اس سے مخصوص قسم کی لغات کی روایت کا نہ صرف آغاز ہوا بل کہ اسے تقویت بھی ملی۔[۳۲]

۲-۱-۳ساخت یاترتیب کی بنیاد پر:

ساخت یاترتیب کے اعتبار سے لغات کی درجہ بندی کی جاسکتی ہے:

الف۔الف بائی/ابجدی لغت(Alphabetical Dictionary)

یہ لغات متعلقہ زبان کے حروف تہجی کی ترتیب کی بنیاد پر مدون کی جاتی ہیں۔اس میں تمام لغوی اکائیوں اور ان سے بننے والے مرکبات ، محاورات اور ضرب الامثال کو حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دے کر ان کے متعلق ضروری معلومات درج کی جاتی ہیں۔ یہ لغات کی ترتیب کا سب سے معروف طریقہ ہے یہی وجہ ہے دیگر زبانوں کے علاوہ اردو زبان کی تقریباً تمام ضخیم اور معروف لغات بھی اسی کے مطابق ترتیب دی گئی ہیں۔

ب۔ موضوعاتی لغات(Thematic Dictionary)

ایسی لغات میں موضوع یا کسی ایک اصول کو مد نظر رکھا جاتا ہے، جس کے مطابق لغت کی تدوین عمل میں لائی جاتی ہے۔اس میں الفاظ کو ان کے معنی یا باہمی تعلق کی بنیاد پر ترتیب دیا جاتا ہے۔الفاظ کا یہ تعلق ان کے معنی، خیالات اور لفظوں کی برادری کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ ان تعلقات کا اظہار عموماً مترادفات کے ذریعے کیا جاتا ہے۔اس قسم کی لغت کی مثال تھیسارس ہے جو مترادف الفاظ پر مبنی کتاب یا پھر مطلوبہ لفظ کی تلاش(word finding)کی لغت ہے اور جس میں مرکزی خیال کو حروفِ تہجی کی ترتیب پر ترجیح دی جاتی ہے۔

ج۔مادہ اساس لغت(Root-Based Dictionary)

بعض لغات ایسی ہوتی ہیں، جو لفظ کی اصل یا مادوں کو پیش نظر رکھ کر ترتیب دی جاتی ہیں۔ بالفاظِ دیگر ان میں کسی بھی لفظ کی تلاش کے لیے حروف تہجی یا لفظ کے پہلے حرف کے بجائے اس کے مادے(Root) کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ چوں کہ یہ طریقہ کار عموماً عربی لغات کی ترتیب وتدوین کے لیے اپنایا جاتا ہے اس لیے اس کی مثال کے لیے مولانا عبد الحفیظ بلیاوی کی مصباح اللغات کا حوالہ دیا جاسکتا ہے۔

د۔ معکوس لغت(Reverse Order Dictionary)

یہ ایسی لغت ہے، جس میں الفاظ کو حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا جاتا ہے، لیکن حروف تہجی کی یہ ترتیب پہلے سے آخری حرف کے بجائے، آخری حرف سے پہلے حرف کی طرف ہوتی ہے۔ چوں کہ یہ ترتیب الٹ ہوتی ہے اسی لیے اسے معکوس کہتے ہیں۔ ان میں وہ لغات شامل ہیں، جو لاحقوں یا قوافی کی ترتیب سے عموماً شعرا کی سہولت کے لیے ترتیب دی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اس کی ایک اور قسم تصورات کی بنیاد پر ترتیب دی جانے والی لغات ہیں، جن میں ایک ہی قبیل کے الفاظ کو ایک مقام پر جمع کر لیا جاتا ہے، مثلاً *anger* کے ذیل میں *offence*، *outrage*، *short tempered* اور *outcry* جیسے الفاظ دینا۔ اس کی مزید وضاحت کے لیے *The Oxford Reverse Dictionary* سے رجوع کیا جاسکتا ہے۔

۲-۱-۴ وقت کی بنیاد پر:

لغت کی درجہ بندی زمانی بنیاد پر بھی کی جاسکتی ہے، جس کی وضاحت بوسونسن کے ہاں یوں کی گئی ہے:

الف۔ دوزمانی لغت(Diachronic Dictionary)

دوزمانی لغت کسی طویل مدت میں کسی زبان کے ارتقا سے بحث کرتی ہے۔ اس قسم کی لغات کی تدوین کے لیے کسی خاص لسانی دور کا تعین ضروری ہے۔

ب۔ یک زمانی لغت(Synchronic Dictionary)

یک زمانی لغت کسی مخصوص یا محدود مدت میں کسی زبان کی کیفیت بیان کرتی ہے۔ کسی شاعر کے کلام کی فرہنگیں اس ذیل میں شمار کی جاسکتی ہیں۔

ج۔تاریخی لغت(Historical Dictionary)

تاریخی لغت ماضی یا کسی قدیم زمانے سے لے کر حال تک کی زبان کی کیفیت سے متعلق ہوتی ہے۔ چوں کہ اس میں الفاظ کے معنی،اس کی ساخت اور شکل میں تبدیلی کو بھی زیر بحث لایا جاتا ہے اس لیے اس کی ضخامت بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ۲۲ جلدوں پر مشتمل اردو لغت بورڈ، کراچی کی اردو لغت(تاریخی اصول پر)ایسی ہی لغت ہے۔

د۔ہم عصری لغت(Contemporary Dictionary)

اس میں اپنے دور یا اپنے عہد کی زبان کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔اس ضمن میں فیروز اللغـــات اور اس کی کئی ذیلی لغات کو پیش کیا جاسکتا ہے۔

تاہم بوسونسن کے ہاں یہ اقسام بس اسی پر ختم نہیں ہوتیں بل کہ انھوں نے مذکورہ بالا تمام اقسام کو باہم آمیز کرنے کے بعد وقت یا زمانے کے لحاظ سے لغت کی مزید اقسام بھی بیان کی ہیں ،جن میں یک زمانی تاریخی لغت،دو زمانی تاریخی لغت، یک زمانی ہم عصر لغت اور دو زمانی تاریخی ہم عصر لغت کو شامل کیا گیا ہے۔[۳۳]

۲-۱-۵ وسائل وذرائع کی بنیاد پر:

لغت کو صارفین و قارئین تک پہنچانے کے لیے کچھ وسائل سے بھی مدد لی جاتی ہے ،جن کی بنیاد پر لغت کی درجہ بندی یوں کی جاسکتی ہے:

الف۔ غیر مطبوعہ یا مخطوطاتی لغت(Non printed Dictionary)

وہ لغات جو طبع نہ ہوئی ہوں انھیں غیر مطبوعہ یا مخطوطاتی لغت کہا جاتا ہے۔دنیا میں لغت نویسی کے آغاز سے پندرھویں صدی عیسوی تک جتنی لغات یا الفاظ کی فہرستیں مرتب کی گئیں وہ تمام مخطوطات کی شکل میں تھیں کیوں کہ اس

وقت تک طباعت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔(ان کی تفصیل لغت نویسی کی تاریخ میں درج ہے۔ ملاحظہ کیجیے:۱-۵)ان میں سے کچھ لغات بعد میں مطبوعہ شکل میں سامنے بھی آئیں، لیکن بیش تر محفوظ نہیں رہ سکیں۔

ب۔ مطبوعہ لغت(Printed Dictionary)

کاغذ پر یا کتابی شکل میں جو لغات قارئین تک پہنچائی جاتی ہیں انھیں طباعت کی مناسبت سے کاغذی لغت (Paper dictionary)یا مطبوعہ لغت کہاجاتاہے۔ یہ لغات کی فراہمی کا روایتی طریقہ ہے جو صدیوں سے رائج ہے اور آج بھی مستعمل ہے۔

ج۔ برقی لغت(Electronic Dictionary)

عہد حاضر میں جدید ٹیکنالوجی نے جہاں باقی شعبوں میں انقلاب برپا کیا ہے وہیں لغات کے سلسلے میں بھی نمایاں تبدیلی رونماہوئی ہے۔ اس کا ایک مظہر برقی لغات ہیں، جس میں اسکرین پر معلومات فراہم کرنے کے لیے کمپیوٹر اور متعلقہ ٹیکنالوجی کا استعمال کیاجاتاہے۔ اردو لغت بورڈ، کراچی کی اردو لغت کا آن لائن ایڈیشن ایک برقی لغت ہے۔ علاوہ ازیں اس کی ایک مثال انٹر ایکٹو لغت(Interactive Dictionary) بھی ہے۔ یہ ایک ایسی لغت ہے جو نہ صرف ذاتی کمپیوٹر میں ضم ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے بل کہ دوسرے ذرائع مثلاً انٹرنیٹ وغیرہ ساتھ مل کر کام بھی کرتی ہے۔ اس لغت کا مقصد قواعدی، متنی اور لغوی تحقیقات کے حوالے سے انفرادی صارف کی ضروریات کو پورا کرنا ہے۔[۳۴] مشین ریڈیبل لغت(Machine readable dictionary) بھی اسی کے ذیل میں شمار کی جاتی ہے۔

۲-۱-۶ صارفینِ لغات کے استعمالات کی بنیاد پر:

کسی لغت کو ترتیب دیتے وقت ایک لغت نویس بعض اوقات لغت سے استفادہ کرنے والوں کی قابلیت، صلاحیت، مہارت یا استعمال کو بھی مد نظر رکھتا ہے جس کی بنا پر درج ذیل اقسام کی لغات منظر عام پر آتی ہیں:

الف۔ فاضلاتی لغت(Scholarly Dictionary)

اسے علمی / اکادمی لغت(Academy Dictionary) بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسی لغت ہے جو کسی علمی درس گاہ یا مرکزی حکومت کے زیر کفالت تیار کی جاتی ہے۔اس لغت کا کام ان ماہرین تعلیم یا ماہرین لغت کے توسط سے کیا جاتا ہے، جو کسی تحقیق یا منصوبے کا حصہ ہوتے ہیں۔ نوعیت کے اعتبار سے یہ ایک ثقافتی یا تاریخی لغت ہوتی ہے ، جس کا بنیادی مقصد ثقافتی ترقی ہے۔ چناں چہ علم تاریخ اور ثقافت سے متعلق لغات اس میں شامل ہیں۔

ب۔زبان سیکھنے والوں کے لیے لغت(Learner's Dictionary)

یہ ایسی لغات ہیں، جن کا مقصد غیر ملکی زبان سیکھنے والوں کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے۔ یہ عموماً ذولسانی لغات ہوتی ہیں جو بہ طور خاص صارفین کو مد نظر رکھ کر ترتیب دی جاتی ہیں اوران سے غیر ملکی زبانوں کا ترجمہ کرنے ، یاان زبانوں میں تحریر کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے۔ اس کی امثال کے طور پر برصغیر میں مستشرقین کی مرتب کردہ لغات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں ذولسانی تھیسارس بھی شامل ہیں جو مذکورہ بالا مقاصد ہی کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔

ج۔ تکنیکی لغت(Technical Dictionary)

یہ محدود لغات میں شمار ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا حوالہ جاتی کام ہے جو ایسی فنی یا تکنیکی زبان (Technical Language) کے اظہار کے لیے کیا جاتا ہے جس کا تعلق کسی خاص مضمون یا کسی خاص شعبے کے ساتھ ہوتا ہے۔ چوں کہ کسی خاص مضمون کی تکنیکی خصوصیات دوسرے مضمون سے مختلف ہوتی ہیں اس لیے ایسی لغت کی اشکال اور ساخت میں وسعت پائی جاتی ہے۔ انھیں عموماً ماہرین کے لیے مرتب کیا جاتا ہے چناں چہ ان میں اصطلاحات اور تصورات کو قدرے منظم طریقے سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس قسم کی لغات میں لغات قانونی کی مثال دی جاسکتی ہے۔

۲-۱-۷ درسی ضروریات کی بنیاد پر:

لغت کا استعمال سب سے زیادہ درسی معاملات میں کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وجہ ہے کہ کسی بھی زبان میں اس مقصد کے لیے مدون کی جانے والی لغات کی تعداد سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس قبیل کی لغات کی کچھ اقسام یہ ہیں:

الف۔ علمی /اکادمی لغت(Academy Dictionary)

ایسی لغت جو کسی علمی درس گاہ یا مرکزی حکومت کی زیر کفالت تیار کی جاتی ہے، علمی یا اکادمی لغت کہلاتی ہے۔ اسے قومی لغت (National Dictionary) یا فاضلاتی لغت (Scholarly Dictionary) بھی کہا جاتا ہے۔ نوعیت کے اعتبار سے یہ ایک ثقافتی یا تاریخی لغت ہوتی ہے، جس کا بنیادی مقصد ثقافتی ترقی ہے۔

ب۔ درسی لغت (Pedagogical Dictionary)

ایسا حوالہ جاتی کام، جس کا مقصد اساتذہ اور زبان سیکھنے والوں کی عالمانہ ضروریات کو پورا کرنا ہے، درسی لغت کہلاتا ہے۔ اردو زبان وادب کی بیش تر لغات اسی مقصد کے لیے تالیف کی گئی ہیں، جن میں سے لغات کشوری اور فیروز اللغات بہ طور خاص قابل ذکر ہیں۔

ج۔ بچوں کی لغت (Children's Dictionary)

یہ ایسی لغت ہے، جسے خاص طور پر بچوں کے لیے مدون کیا جاتا ہے۔ اس لغت میں ذخیرۂ الفاظ بنیادی نوعیت کے اور محدود ہوتے ہیں۔ اس میں اکثر تصاویر کی مدد سے بھی وضاحت کی جاتی ہے جو سمجھنے میں معاون ہوتی ہے، لیکن تعریفات کے بیان میں رسمی تعریفوں کے بجائے الفاظ کے معنی وضاحت سے بیان کیے جاتے ہیں۔ اردو میں ایسی لغت پروفیسر خلیل احمد صدیقی کی بچوں کی لغت ہے جو دسویں جماعت تک کے اردو کے طلبہ کی ضروریات کو مد نظر رکھ کر ترتیب دی گئی ہے۔ اردو لغت بورڈ، کراچی کی زیر نگرانی بھی ایک ایسا ہی منصوبہ زیر تکمیل ہے، جس کے جلد ہی منظر عام پر آنے کی توقع ہے۔

د۔ کالج لغت (College Dictionary)

اس قسم کی لغت کا مقصد سیکنڈری اسکولوں سے اوپر اور گریجویشن سے نیچے کی کلاسوں کے طلبا کو مستفید کرنا ہے۔ یہ متوسط درجے کی ہوتی ہے اور اس میں معلومات عام لغت ہی کی طرح ہوتی ہیں۔ اردو زبان میں ایسی لغت نسیم اللغات ہے، جو اسکولوں کے ساتھ ساتھ کالجوں کے طلبا کی ضروریات کی تکمیل کے لیے مدون کی گئی ہے۔

ہ۔ قواعدی لغت (Grammar Dictionary)

یہ محدود لغت کی قسم ہے۔ یہ ایسا حوالہ جاتی کام ہے جس میں قواعد سے متعلقہ معلومات موجود ہوتی ہیں۔ یہ کسی زبان کے حصہ صرف سے علاقہ رکھتی ہے اور اس میں قواعد کے مختلف حصے حروفِ تہجی یا پھر موضوعاتی ترتیب سے دیے جاتے ہیں۔

۲-۱-۸ ضخامت کی بنیاد پر:

لغات کی ترتیب میں کسی لغت کے حجم یا اس کی ضخامت کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ ایک زبان کی تمام لغات یکساں ضخامت یا جلدوں میں نہیں ہو سکتیں۔ ضروریات یا مقاصد ان کی ضخامت کا تعین کرتے ہیں جس کو پیش نظر رکھ کر لغات کی درجہ بندی کی ایک صورت یہ بھی ہو سکتی ہے:

الف۔ مختصر لغت (Abridge Dictionary)

یہ کسی زبان کی مختصر مگر جامع لغت ہوتی ہے جسے عموماً کسی ضخیم لغت کے خلاصے کے نتیجے میں تیار کیا جاتا ہے۔ اس میں محدود لغات کی نسبت زیادہ مواد ہوتا ہے۔ اس کی ایک صورت اوکسفرڈ انگریزی ڈکشنری کا مختصر مگر جامع ایڈیشن ہے۔ اس کے علاوہ محدود لغات بھی اس میں شامل کی جاسکتی ہیں۔

ب۔ جامع لغت (Concise Dictionary)

اس میں کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کی کثیر تعداد شامل کی جاتی ہے، جس میں محاورات، کہاوتیں، ضرب الامثال وغیرہ بھی شامل ہوتے ہیں اور ان میں امثال کے لیے عموماً ادبیات سے بھی کام لیا جاتا ہے لہٰذا ایسی لغات کا مرتب کرنا ایک دقت طلب کام ہے۔ اردو میں ایسی لغات اردو لغت، جامع اللغات، فرہنگ آصفیہ اور فیروز اللغات اردو (جامع) ہیں۔

ج۔ معیاری لغت (Standard Dictionary)

اسے ڈیسک ڈکشنری (Desk Dictionary) بھی کہتے ہیں۔ یہ عمومی لغت کی ایک قسم ہے، جسے کاروباری لغت یا کالج لغت کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

د۔ جیبی لغت(Pocket Dictionary)

یہ اپنے حجم کے اعتبار سے سب سے چھوٹی لغت تصور کی جاتی ہے۔اسی مناسبت سے اسے جیبی لغت کہا جاتا ہے۔ اپنی ضخامت کی وجہ سے یہ بآسانی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جاسکتی ہے لیکن اس کی یہی خوبی اس کی سب سے بڑی خامی بھی ہے کیوں کہ اس میں ذخیرۂ الفاظ بھی باقی لغات کی نسبت بہت ہی کم ہوتا ہے۔اردو زبان میں مختلف ناموں پر مبنی اس قسم کی لغات موجود ہیں لیکن وہ زیادہ معتبر نہیں۔تاہم انگریزی میں اوکسفرڈ انگریزی ڈکشنری کی جیبی لغت کی مثال دی جاسکتی ہے۔

۲-۱-۹ امثال کی بنیاد پر:

لغات کسی بھی زبان کے ذخیرۂ الفاظ سے متعلق معلومات کے حصول کے لیے استعمال کی جاتی ہیں۔چناں چہ ان میں کسی لفظ کی وضاحت اور امثال کے لیے مختلف طریقہ ہائے کار بروے کار لائے جاتے ہیں۔جن کی بنیاد پر لغات کی درجہ بندی درج ذیل ہے:

الف۔مثالی یا مفسر لغت(Illustrated Dictionary)

یہ بصری لغت کی پہلی قسم ہے۔اس میں کسی خاص لفظ، مرکبات یا محاورات کے بارے میں کچھ وضاحتیں شامل ہوتی ہیں۔یہ وضاحتیں عموماً کھینچی ہوئیں یا ہاتھ سے بنائی گئیں تصاویر کے ذریعے کی جاتی ہیں، جو کسی لفظ کی تعریف کی مزید توضیح کرتی ہیں۔اس لحاظ سے اس لغت میں تصویری مواد اضافی یا ضمنی حیثیت رکھتا ہے۔ان کا استعمال زیادہ تر تدریسی مقاصد کے لیے مرتب کی جانے والی لغات میں ہوتا ہے۔نسیم امروہوی کی رئیس اللغات ایسی ہی باتصویر لغت ہے۔

ب۔تصویری لغت(Pictorial Dictionary)

یہ بصری لغت کی دوسری قسم ہے، جسے تصویری لغت کا نام دیا گیا ہے۔اس میں تمام معلومات کو خصوصی طور پر بہ ذریعہ تصاویر قارئین لغت تک پہنچایا جاتا ہے۔مثالی لغات کے برعکس اس میں تمام معلومات کو منظم طریقے سے ظاہر کیا جاتا ہے۔اس کی ترتیب عموماً موضوعاتی اعتبار سے رکھی جاتی ہے۔نقشہ جات کی ترتیب کے لیے بھی اس قسم کو مد نظر رکھا جاتا

ہے۔ تاہم دونوں اقسام کی بصری لغات اگر برقی ہوں تو ان میں وضاحت کے لیے فلموں یا صوتی ریکارڈ کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔

۱۔۳ دیگر اقسام:

کچھ حوالہ جاتی منصوبے ایسے بھی ہیں جو لغت سے کسی قدر مماثلت رکھتے ہیں یا ان میں لغت کے بعض خصائص موجود ہوتے ہیں، لیکن اس کے باوجود انھیں لغت نہیں کہا جا سکتا کیوں کہ وہ حوالہ جاتی تدوین کے حوالے سے علیٰحدہ حیثیت و نوعیت کے حامل ہیں۔ ان میں سے اکثر کو لغت کے یا ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر جانا یا سمجھا جاتا ہے، لیکن ان میں واضح فرق ہے اور اس اختلاف کی تفہیم کے لیے ان کی صراحت از حد ضروری ہے جو ذیل کی سطور میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے:

۱۔۳۔۱ قاموس (Encyclopedia)

لغت کو 'الفاظ کی / کے متعلق کتاب' (book about words)، جب کہ قاموس کو 'اشیا کی / کے متعلق کتاب' (book about things) قرار دیا جاتا ہے۔[۳۵] قاموس کو 'دائرۃ المعارف' یا 'مجمع العلوم' بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے مراد وہ تالیف یا تصنیف ہے جس میں اہم اشیا، مشاہیر، تلمیحاتی اور تاریخی واقعات، مقامات اور علوم وفنون وغیرہ کے متعلق ہر قسم کی معلومات فراہم کی جائیں۔[۳۶] اس میں وسیع پیمانے پر حقیقی معلومات فراہم کی جاتی ہیں اور لفظ کے معنی کو عموماً نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اس میں موجود معلومات کو متعلقہ ماہرین سے اکٹھا کرنے کے بعد حروفِ تہجی کے لحاظ سے مرتب کیا جاتا ہے اور اس تمام سرگرمی کا مقصد ایک عام تعلیم یافتہ قاری کے لیے آسانی پیدا کرنا ہے اسی لیے قاموس میں مختلف چیزوں کے متعلق دی گئی تعریفیں عام لغات میں فراہم کی گئی تفصیل اور تعریفوں سے زیادہ واضح ہوتی ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا آف برٹینیکا اور انسائیکلو پیڈیا آف امریکانا اس کی معروف ترین امثال ہیں۔

۱۔۳۔۲ فرہنگ (Glossary)

اس میں کسی مخصوص تصنیف یا بولی کے الفاظ یا پھر کسی فن یا علم کی اصطلاحات[۳۷] حروفِ تہجی کی ترتیب سے اپنے معنوں کے ساتھ درج کی جاتی ہیں۔ یہ ذولسانی اور یک لسانی دونوں صورتوں میں مرتب کی جا سکتی ہے، لیکن اکثر اپنے حجم یا

ضخامت کے لحاظ سے محدود ہوتی ہے۔ بعض اوقات یہ کسی اور اشاعتی منصوبے مثلاً کسی اشاریے یا ضمیمے کا حصہ بھی ہوتی ہے۔اردو زبان میں اس کی مثالوں کے طور پر فرہنگ بابسن۔جابسن،فرہنگِ اصطلاحات لسانیات اور فرہنگ اصطلاحات کیمیا کو پیش کیا جا سکتا ہے۔

۱-۳-۳ مخزن(Thesaurus)

تھیسارس یونانی زبان کے لفظThesauros سے اخذ کردہ ہے جس کے معنی 'خزانہ' کے ہیں۔[۳۸] ڈاکٹر جمیل جالبی کے نزدیک اسے تصورات کی ترتیب بھی کہا جا سکتا ہے نیز یہ کسی زبان کے تمام الفاظ کو مختلف اجزا کی صورت میں اس طرح منظم کرنے کا انداز ہے کہ وہ نہ صرف باہم متعلق اور منسلک نظر آئیں بل کہ ان میں سے کسی بھی ایک لفظ یا ایک جزو کو دیکھتے ہوئے پورے ذخیرے یا کل کا اندازہ کیا جا سکے۔[۳۹] بالفاظ دیگر اس میں کسی زبان کے الفاظ کو کثیر معنوں، خاص کر کسی لفظ کے مترادف اور مساوی معنی کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔ چناں چہ مخزن میں معنی الفاظ سے زیادہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اگر ہم محض مفہوم، مترادفات، متضاد یا کسی اور وسیلے سے الفاظ تک رسائی حاصل کرنا چاہیں تو مخزن سے مدد لی جا سکتی ہے۔اسے سب سے پہلے ڈاکٹر پیٹر مارک راجٹ (Dr.Peter Mark Roget :۱۷۷۹ء۔۱۸۶۹ء)نے ۲۹ اپریل ۱۸۵۲ء کو متعارف کروایا، جسے انھوں نے راجٹ کا تھیسارس/راجٹس تھیسارس (Roget's Thesaurus)کا نام دیا۔ یہ کام امتیازی مترادف الفاظ کی فہرست کے بجائے جامع اور مجموعی مترادف الفاظ کی فہرست پر مبنی تھا۔اس میں ایک ہی صنف کے الفاظ کی گروہ بندی کی گئی تھی اور اس کی تدوین کا مقصد مترادف الفاظ کی گروہ بندی کر کے مصنفین کی مدد کرنا تھا۔اس طرح موجودہ دور کے مخزن کی بنیاد پڑی۔اس کے بعد سے دنیا کی مختلف زبانوں میں کئی مخزن مدون کیے جا چکے ہیں جن میں رفیق خاور کا اردو تھیسارس بھی شامل ہے۔

۱-۳-۴ اشاریہ(Index)

یہ عام طور پر کسی تحریر میں حروف تہجی کے اعتبار سے الفاظ اور علامات کی ایک فہرست ہے، جو اکثر کسی کتاب کے آخر میں شامل کی جاتی ہے۔اس میں ضروری جزئیات شامل کی جاتی ہیں اور ان جزئیات کی مدد سے کسی کتاب یا رسالوں وغیرہ میں شامل کسی مخصوص لفظ یا اصطلاح تک رسائی کو ممکن بنایا جاتا ہے۔[۴۰] یہ تطابق(Concordance)کے

برعکس ہے اُس میں الفاظ اور اس کے سیاق و سباق کی رسمی تفصیل دی جاتی ہے جب کہ اس میں صفحہ اور سطر نمبر تک کی وضاحت کی جاتی ہے جس کا مقصد اپنے صارفین کے لیے زیادہ سے زیادہ آسانی پیدا کرنا ہے۔

۱-۳-۵ تطابق/توافق/سجع (Concordance)

منظم ذخیرہ الفاظ کی ایسی فہرست جو کسی مصنف کی تحریر میں موجود ہوتی ہے اسے 'سجع'، 'توافق' یا 'تطابق'[۴۱] کہتے ہیں۔ چوں کہ یہ الفاظ کی رسمی تفصیل مہیا کرتا ہے اس لیے بعض اوقات اس پر اشاریے کا بھی گمان کیا جاتا ہے، لیکن اشاریہ اس سے الگ ہے، جس کی وضاحت کی جا چکی ہے۔ روایتی طور پر تطابق کو انجیل اور دوسری مذہبی تحریروں کے ساتھ ساتھ اعلیٰ پائے کے مصنفین کی تحریروں سے منسوب کیا جاتا ہے، لیکن اب ایک مصنف کے زیر استعمال تمام الفاظ کا اشاریہ اور وہ لفظ جس جملے یا مصرعے میں استعمال ہوا ہے اس کو بھی نقل کرنا تطابق/توافق/سجع کے ذیل میں آتا ہے۔[۴۲] اس ضمن میں انگریزی زبان سے ولیم شیکسپیئر (۱۵۶۴ء۔۱۶۱۶ء William Shakespeare:) کے تطابق کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔

۱-۳-۶ معجم البلدان (Gazetteer)

یہ ایک قسم کی ایسی حوالہ جاتی تدوین ہے جس میں حروف تہجی کے اعتبار سے شہروں اور مختلف جگہوں کے جغرافیائی نام اور ان کی تفاصیل شامل ہوتی ہیں۔[۴۳] اسی مناسبت سے اسے 'فرہنگ جغرافیہ' بھی کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات اس میں نقشہ جات بھی موجود ہوتے ہیں، جو مقامات سے متعلق تفصیلات کی بہتر تفہیم میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔

۱-۴ علم لغت اور لغت نویسی (Lexicology and Lexicography):

یوں تو لغت سے متعلق بہت سے موضوعات، مباحث اور مسائل ہیں، لیکن عصر حاضر میں ان میں سے دو موضوعات یا علوم کو بہ طور خاص اہمیت دی جاتی ہے جو علم لغت (Lexicology) اور لغت نویسی (Lexicography) ہیں۔ یہ دونوں علوم بالترتیب لغت نویسی کے نظری اور عملی پہلوؤں سے تعلق رکھتے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۴-۱-۱ علم لغت (Lexicology)

علم لغت نظریاتی لسانیات کی ایک شاخ ہے۔اس کے لیے انگریزی میں *Lexicology* کا لفظ مستعمل ہے،جو *lexico* (لفظ کا) اور *logy* (علم/مطالعہ) سے مل کر بنا ہے جس کے معنی 'لفظ کا علم/مطالعہ' کے ہیں۔ [۴۴]

اس کی کئی تعریفیں کی جاتی ہیں مثلاً علم لغت "الفاظ کی ساخت، معنی اور عمل کا مطالعہ ہے۔"[۴۵] "علم لغت لفظیات (lexicon) کا مطالعہ ہے۔"[۴۶] "علم لغت کسی زبان کے الفاظ یا لغوی اکائیوں کا مطالعہ ہے۔"[۴۷] یا "یہ لسانیات کی ایسی شاخ ہے جس کا تعلق ذخیرۂ الفاظ کی لغوی اکائیوں (Lexemes) کی ساخت، بناوٹ اور ان کے معنی سے ہوتا ہے۔"[۴۸] تاہم ایگر برخانوو (Igor Burkhanov) نے علم لغت کی جو تعریف کی ہے وہ نسبتاً زیادہ واضح اور جامع معلوم ہوتی ہے۔ان کے مطابق "علم لغت کو عموماً لسانیات کی اس شاخ کے طور پر متعارف کروایا جاتا ہے جو (کسی زبان کی) لغوی اکائیوں کے نظریاتی مطالعے سے، جس میں ان کی اصل، تاریخی ارتقا، ترتیبی ساخت اور مثالی اور نحویاتی پہلو میں ارتباط شامل ہے، متعلق ہوتی ہے۔"[۴۹]

ان تعریفات کو پیش نظر رکھا جائے تو علم لغت کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کی ساخت کے مطالعے کو کہتے ہیں۔اس میں ان کے تمام پہلوؤں مثلاً الفاظ اور ان کے معنی، لفظوں کے آپس میں تعلق، الفاظ کے آپس میں ملاپ اور الفاظ کا زبان کے دوسرے پہلوؤں یعنی فونیمیات، مارفیمیات اور نحویات کے ساتھ تعلق کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔اس طرح علم لغت ایک طرف تو تشکیل الفاظ اور معنی کے ساتھ علاقہ رکھتا ہے اور دوسری طرف اس کا ایک لغت کی تشکیل اور ان تمام لسانی پہلوؤں کے ساتھ بھی گہرا تعلق ہے، جو لغت کی تشکیل میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

علم الاصوات کے نقطۂ نظر سے ایک لفظ چند مخصوص آوازوں کا مجموعہ ہوتا ہے جس کی کچھ صوتی، قواعدی اور معنیاتی خصوصیات ہوتی ہیں۔علم لغت کسی لفظ کا مطالعہ اس کے ہر ممکنہ پہلو سے کرتا ہے جس میں اصوات اور مارفیمیات کے علاوہ اس کے معنیاتی خصائص اور سیاق و سباق کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔کیوں کہ کسی بھی لفظ کے معنی کو اس کا سیاق و سباق ہی سب سے زیادہ متاثر کرتا ہے۔یا پھر الفاظ کا ارتقا اور ان کا استعمال بھی معنی میں تبدیلی کی وجہ بنتا ہے۔اس کے علاوہ بھی تہذیبی، ثقافتی، سیاسی اور سماجی عوامل کی بنا پر ایک لفظ یا اس کے معنی میں تبدیلی واقع ہو سکتی ہے جس سے متعلقہ تمام مباحث علم لغت کے دائرہ کار میں داخل ہیں، لیکن یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ علم لغت ایک اکیلے با معنی لفظ ہی

سے بحث نہیں کرتا بل کہ اس کے مرکبات، محاورات اور ضرب الامثال بھی اس کا موضوع ہیں۔اس لحاظ سے علم لغت کا دائرۂ اقتدار عصریاتی (Diachronic) بھی ہے اور ہم عصری (Synchronic) بھی۔ عصریاتی نقطۂ نظر سے یہ کسی بھی مخصوص زبان کے الفاظ کی اصل،ان کی ساخت اور معنی کے ارتقا کا عہد بہ عہد جائزہ لیتا ہے، جب کہ ہم عصری نقطۂ نظر سے یہ کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کے مختلف پہلوؤں کا کسی خاص عہد کے تناظر میں مطالعہ کرتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ علم لغت میں کسی بھی لفظ کا لسانیات کے دوسرے شعبہ جات سے تعلق قائم کیے بغیر مطالعہ نہیں کیا جا سکتا۔ مزید بر آں علم لغت کے تحت کسی بھی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کا صرف عصریاتی اور ہم عصری ہی نہیں بل کہ عمومی یا خصوصی اور تقابلی یا تفریقی مطالعہ بھی کیا جا سکتا ہے۔اس طرح علم لغت لسانیات کی مختلف شاخوں مثلاً لغت نویسی، اشتقاقیات اور اسلوبیات کی بنیادی ضروریات کی تکمیل میں معاون ثابت ہوتا ہے۔[۵۰]

چوں کہ علم لغت زبانوں کے مطالعے کا ایک سائنسی اور منفرد پہلو ہے اس لیے اس علم کی اپنی اصطلاحات ہیں، جن میں سب سے اہم *lexeme* یعنی 'لغویہ' ہے۔یہ کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کے لسانی مطالعے کی بنیادی اکائی ہے [۵۱] اور ایک ایسا بامعنی لفظ ہے جس کی کوئی تصریف (inflexion) نہ ہوئی ہو۔[۵۲] بالفاظِ دیگر یہ کسی زبان کے معنوی جز کی ایک مفرد اکائی ہے جو خود تو اپنی ابتدائی صورت میں ہوتی ہے لیکن اپنی تمام تصریفی صورتوں سے معنی کی بنیاد پر مطابقت رکھتی ہے۔ مثلاً 'کتاب' ایک لغویہ ہے جو 'کتابوں' اور 'کتابیں' سے معنی کی بنیاد پر علاقہ رکھتا ہے۔اسی طرح 'کرسی' بھی ایک لغوی اکائی ہے، جو اپنی تصریفی اشکال 'کرسیاں' اور 'کرسیوں' سے معنی کی بنا پر باہم منسلک ہے۔

لیکسیم کے بعد دیگر اصطلاحات میں تین اصطلاحات کا استعمال زیادہ ہوتا ہے اور انھیں تقریباً ہم معنی بھی قرار دیا جاتا ہے لیکن ان تینوں میں فرق ہے۔یہ اصطلاحات *vocabulary*، *lexicon* اور *lexis* ہیں۔ان سب کو عموماً 'ذخیرۂ الفاظ' کے مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز نے اپنی لغت میں *vocabulary* کو کسی زبان کے تمام الفاظ، *lexicon* کو *vocabulary* اور *lexis* کو *lexicon* ہی کہا ہے۔[۵۳] پروفیسر عامر علی خان نے *vocabulary* کے لیے 'ذخیرۂ الفاظ' یا 'فرہنگ'، *lexicon* کے لیے 'لغت' اور *lexis* کے لیے 'لغات' کے اردو مترادفات استعمال کیے ہیں،[۵۴] لیکن ڈاکٹر رؤف پاریکھ ان میں موجود خفیف سے فرق کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ *vocabulary* کسی زبان میں موجود تمام الفاظ یا ان کا ذخیرہ ہے، جسے اردو میں 'ذخیرۂ الفاظ' کا نام دیا جا سکتا ہے۔*lexicon* کسی زبان، شعبۂ حیات یا کسی فرد کے دائرہ علم میں آنے والے الفاظ ہیں، جسے ہم

'لفظیات' کہہ سکتے ہیں۔جب کہ *lexis* کے معنی 'گفت گو، بولنے کا انداز یا لفظ' کے ہیں۔یہ 'ذخیرۂ الفاظ' اور 'لفظیات' کے بین بین ہے، جس کے لیے 'سرمایۂ الفاظ' یا 'مخزن الفاظ' جیسی اردو اصطلاحات استعمال کی جاسکتی ہیں۔[۵۵]

ان کے علاوہ بھی علم لغت کی کئی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں تاہم ان کا استعمال مذکورہ بالا اصطلاحات کے مقابلے میں زیادہ نہیں۔مثال کے طور پر کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کی ساخت اس زبان کا 'لغوی نظام' یعنی *lexical system* کہلاتا ہے۔اسی سے ملتی جلتی ایک اصطلاح *lexical set* بھی ہے جو لغوی اکائیوں کے ایک ایسے مجموعے کو کہتے ہیں جن میں معنوی اشتراکات ہوں، مثلاً اچھا، اچھے، اچھائی، اچھوں، اچھی وغیرہ مل کر ایک سیٹ بناتے ہیں جو سارے کے سارے بنیادی اکائی 'اچھا' سے اخذ کیے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک اصطلاح *lexical gap* یعنی 'لغوی خلا' بھی ہے جو اس غیر موجود لفظ کو کہتے ہیں جس کی کمی ہم کسی زبان میں اس وقت محسوس کرتے ہیں جب ایک لغوی نظام میں کسی کیفیت یا لفظ کے لیے ہمیں کوئی مناسب لفظ نہیں ملتا۔اس کی بہترین امثال ٹیلی فون، ٹیلی وژن اور کمپیوٹر جیسی سائنسی ایجادات ہیں، جن کے لیے اردو کے لغوی نظام میں کوئی مناسب یا عام فہم لفظ موجود نہیں۔اس کا ایک سبب ثقافتی افتراقات یا اختلافات بھی ہو سکتے ہیں، جس کی وجہ سے ترجمہ کرتے وقت اکثر یہ دقت پیش آتی ہے۔[۵۶]

Lexical selection یا 'لغوی انتخاب' اس معنیاتی ضرورت کو کہتے ہیں جس کے تحت کسی زبان کے الفاظ کو صرف مخصوص الفاظ کے ساتھ جوڑ کر ہی ان میں سے معنی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔بہ صورت دیگر اگر نحوی ترتیب درست بھی ہو تو لفظ اپنے معنی نہ دے سکے۔مثلاً اگر کہا جائے ''پانی رو رہا ہے'' تو نحوی اعتبار سے یہ جملہ درست ہوگا لیکن معنیاتی اعتبار سے اس کے کوئی معنی ظاہر نہیں ہوں گے کیوں کہ اس میں لغوی انتخاب کے اصولوں کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔

Lexical ambiguity سے مراد وہ 'لغوی ابہام' ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کوئی لفظ، اپنے نامکمل سیاق و سباق کی بنا پر ، بیک وقت دو یا دو سے زائد مختلف معنی دے۔ اس کے پس پشت کچھ سماجی ، سیاسی، تہذیبی، ثقافتی، لسانی، علاقائی یا ادبی عوامل بھی ہوتے ہیں، جو کسی لفظ کے معنی کے تعین میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ مثلاً اردو زبان میں لفظ 'گھر' عموماً انسانوں کی رہائش گاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے، لیکن 'پرندوں کا گھر'، 'چڑیا گھر' اور 'عجائب گھر' وغیرہ میں اس کے معنی مختلف ہو جاتے ہیں۔تاہم ان کے علاوہ جن جملوں میں ضمائر استعمال ہوتے ہیں وہاں بھی اکثر یہ صورت حال پیش آتی ہے۔

Lexicalisation کا مطلب 'لغویانا' ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جس کے تحت کسی دوسرے لغوی نظام میں موجود ایسی چیز، حالت یا کیفیت کے لیے، جسے عموماً تشریح و توضیح یا مرکبات کی مدد سے بیان کیا جاتا ہے، ایک لفظ تشکیل دے کر بیان کر دیا جائے۔ چناں چہ جب کسی بھی زبان میں موجود لغوی خلا کو پر کیا جاتا ہے تو *lexicalisation* عمل میں آتی ہے۔[۵۷]

۲.۱.۴ لغت نویسی(Lexicography):

لغت نویسی کا تعلق اطلاقی لسانیات سے ہے۔اس کے لیے انگریزی میں *lexicography* کی اصطلاح مستعمل ہے، جو *lexico* بمعنی 'لفظ کا'[۵۸] اور *graphy* بمعنی 'تحریر کرنا'، 'بنانا' یا 'وضاحت کرنا'[۵۹] کے امتزاج سے بنی ہے۔ یوں *lexicography* کے معنی 'لفظ کو تحریر کرنا' یا 'لفظ کی وضاحت کرنا' کے ہیں۔

اصطلاحاً یہ تین تصورات پر مبنی ہے:

الف۔ لغات مرتب کرنے کی سائنس جیسے میٹا لیکسیکو گرافی(meta lexicography)۔

ب۔ کسی مخصوص زبان کے لغویات کی تفصیل کی فراہمی کے لیے لغت ترتیب دینا۔

ج۔ کسی بھی زبان یا علم کی کسی شاخ سے متعلقہ لغات۔[۶۰]

ہیننگ برگن ہولٹز(Henning Bergenholtz)مزید وضاحت کرتے ہوئے اسے دو اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

الف۔ لغت کے ان نظریات اور تصورات کی ترویج جن کا تعلق لغات کے استعمال، ساخت و ترتیب اور مشمولات سے ہوتا ہے۔ لغت نویسی کے اس حصے کو میٹا لیکسیکو گرافی(Meta lexicography) یا نظریاتی لغت نویسی (Theoretical lexicography) کہتے ہیں۔

ب۔ اصل لغات کی منصوبہ بندی اور تدوین۔ اس حصے کو عملی لغت نویسی(Practical lexicography) یا عملِ لغت نویسی(lexicographic Practice) کہتے ہیں۔[۶۱]

اس کی رو سے دیکھا جائے تو علم لغت اور لغت نویسی دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں اور یہی قریبی تعلق بہت سے مباحث کو جنم دیتا ہے، جنھیں بو سونسن(Bo Svenson) کے مطابق تین زاویوں سے پرکھا جاسکتا ہے:

الف۔ علم لغت اور لغت نویسی ایک ہیں۔
ب۔ لغت نویسی، علم لغت کی ایک شاخ ہے۔
ج۔ علم لغت، میٹا لیکسیکو گرافی (لغت نویسی) کے برابر ہے۔

لیکن خود بو سونسن وضاحت کرتے ہیں کہ علم لغت ایک ایسا علم ہے جو کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کے مطالعے، اس کی ساخت اور دیگر خصوصیات سے علاقہ رکھتا ہے۔ یہ نہ صرف الفاظ کے معنی اور معنی کے آپس میں تعلق (معنیات) کا مطالعہ کرتا ہے بل کہ یہ مفردات کی تشکیل اور ان کی ساخت کا مطالعہ بھی ہے۔ اس طرح علم لغت، لغت نویسی یا میٹا لیکسیکو گرافی نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس قدر وسعت کا حامل ہے کہ لغت نویسی کو اس کی ایک شاخ قرار دیا جا سکے۔ تاہم یہ ضرور ہے کہ یہ لغت نویسی کے لیے اہم بنیادیں تشکیل دیتا ہے۔ [۶۲]

اگرچہ دونوں اصطلاحات الفاظ سے اپنے مشترکہ تعلقات کی بنا پر باہم متعلق ہیں، لیکن پھر بھی لغت سازی، علم لغت پر انحصار کرتی ہے یعنی علم لغت کی طرح لغت نویسی بھی کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ سے بحث کرتی ہے لیکن اس کا طریقۂ کار قدرے مختلف ہے۔ علم لغت الفاظ کی عمومی خصوصیات سے علاقہ رکھتا ہے جب کہ لغت نویسی کسی زبان کی لغوی اکائیوں کی انفرادی خصوصیات کو اپنا موضوع بناتی ہے اور ان کی اصل، املا، تلفظ، معنی اور استعمال سے متعلق ممکنہ معلومات فراہم کرتی ہے۔ [۶۳] اس طرح لغت نویسی کو لغات تحریر کرنے کا فن یا لغات مرتب و مدون کرنے کا علم قرار دیا جا سکتا ہے۔ جب کہ علم لغت کسی زبان کے الفاظ کا مطالعہ اس کے لغوی نظام کی مبادیات کے طور پر کرتا ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کوئی بھی لفظ مختلف خصوصیات کا حامل ہو سکتا ہے، لیکن ان تمام خصوصیات کی ایک لغت ساز کو ضرورت نہیں ہو سکتی کیوں کہ لغت نویسی کے حوالے سے اس کی ضروریات کا تعین ایک لغت کی تدوین کے مقاصد اور اس سے استفادہ کرنے والوں پر منحصر ہے۔ لہٰذا لغت کی تدوین کے لیے ایک لغت نویس اس کی عملی افادیت کو بھی پیش نظر رکھتا ہے کہ وہ حقیقی زندگی میں کس حد تک معاون ثابت ہو سکتی ہے۔ [۶۴]

لغت نویسی کے لیے معنیات بھی ایک بنیاد فراہم کرتا ہے لیکن اس سے یہ مراد ہرگز نہیں لی جا سکتی کہ لغت نویسی کو معنیات تک محدود کیا جا سکتا ہے۔ کیوں کہ لغت نویسی صرف لغات کی معنوی صفات کا اظہار نہیں بل کہ کچھ لغات لسانیات کی دیگر معلومات پر بھی مبنی ہوتی ہیں مثلاً تلفظ یا املا کو مد نظر رکھ کر ترتیب دی جانے والی لغات، اشتقاقی لغات وغیرہ۔ اس قسم کی لغات معنوی تفصیلات کے احاطہ کار سے الگ ہیں۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ لغت نویسی کا تعلق معنیات سے

ضرور ہے، لیکن یہ دونوں مکمل طور پر مترادف نہیں کہے جاسکتے۔اسی طرح کا ایک مغالطہ لغت نویسی اور لسانیات کے باہمی تعلق کے بارے میں بھی پایا جاتا ہے۔ بعض ماہرین اسے لسانیات کی ایک شاخ قرار دیتے ہیں جب کہ بوسونسن سمیت کئی ماہرین اسے ایک الگ شعبہ قرار دیتے ہیں۔تاہم اس بات پر عموماً اتفاق کیا جاتا ہے کہ لسانیات بھی لغت نویسی کے لیے اہم بنیادیں فراہم کرتی ہے اور اسی طرح لغت نویسی اور اس کے نتیجے میں ظاہر ہونے والا کام بھی لسانیاتی تحقیق میں معاون ثابت ہوتا ہے۔[۲۵]

لغت نویسی کی بابت ایک اہم مسئلہ لغت نویسی کے دائرۂ کار کا ہے۔لغت نویسی سے مراد لغت سازی کا عمل ہے اور لغت کو عموماً حروف تہجی کے اعتبار سے کسی زبان کے الفاظ کی ایک ایسی فہرست قرار دیا جاتا ہے، جو ان کے املا، تلفظ، ہجوں، تاریخ، استعمال، اسناد، متبادل الفاظ، ماخوذ الفاظ اور مترادفات سے متعلق معلومات فراہم کرتی ہے۔ لہٰذا اگر اس تعریف کو مد نظر رکھا جائے تو انسائیکلوپیڈیا اور تھیسارس وغیرہ اس کے دائرۂ اختیار سے باہر نکل جاتے ہیں۔اسی سوچ کی بنا پر مک آرتھر (McArthur) یہ تجویز دیتے ہیں کہ ہمیں اس ضمن میں مائیکرو لغت سازی اور میکرو لغت سازی میں فرق کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ کیوں کہ مائیکرو لغت سازی حروف تہجی کی ترتیب سے لغوی اکائیوں کی معلومات سے بحث کرتی ہے جب کہ میکرو لغت سازی کا دائرہ کار وسیع ہے۔یہ نہ صرف ہر طرح کا حوالہ جاتی کام اپنے دائرۂ اختیار میں شامل کر لیتی ہے بل کہ لغت اور انسائیکلوپیڈیا میں تفریق بھی روا نہیں رکھتی۔وسیع لغت سازی کا یہ نقطۂ نظر خالص مشرقی یا مرکزی یورپ کے نقطۂ نظر سے اخذ کردہ ہے، لیکن انگریزی بولنے والے گروہ اس نقطۂ نظر کے حامی ہیں کہ لغت ایسی حوالہ جاتی کتاب ہے جس میں ایک لفظ سے متعلق صرف لسانیاتی معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔اس طرح لغت انسائیکلوپیڈیا اور تھیسارس سے مختلف قرار پاتی ہے۔[۲۶]

درج بالا بحث کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ علم لغت کا تعلق نظریاتی لسانیات سے ہے جب کہ لغت نویسی اطلاقی لسانیات کے دائرہ کار میں داخل ہے۔ علم لغت، لغت نویسی کے لیے نظریاتی بنیاد فراہم کرتا ہے اور ترتیب وتدوین لغت اور علم لغت کا کام کئی پہلوؤں سے تقریباً ایک ہی نوعیت کا ہے، لیکن پھر بھی انھیں نظریہ بہ مقابلہ عمل تک محدود نہیں کیا جاسکتا۔یہ دونوں الگ اور خود مختار مضامین ہیں اور دونوں کا اپنا ایک الگ احاطہ ہے۔یہ دوسرے مضامین کے قواعد وضوابط اختیار کرتے؛ ایک دوسرے سے مدد لیتے اور ایک دوسرے کے لیے ارتقا کے لیے معاون ثابت ہوتے ہیں، لیکن پھر بھی وٹولڈ دوروزیوسکی(۱۸۹۹ء۔۱۹۷۶ء Witold Doroszewski:)کے نزدیک لغت نویسی، علم لغت سے ایک

بہتر شاخ ہے کیوں کہ مقاصد سے نتائج زیادہ اہم ہوتے ہیں اور نظریاتی اصولوں کی افادیت کا اندازہ اس کے نتائج سے ہی لگایا جاتا ہے۔[۶۷]

۱۔۵ لغت نویسی کا آغاز و ارتقا:

اگر لغت نویسی کی تاریخ کا نقطہ آغاز معلوم کیا جائے تو ہمیں ایسی لغات کی بابت معلومات حاصل ہوتی ہیں جو مختلف ادوار میں چین، ہندوستان، مشرق وسطیٰ، یونان، ایران، عرب، یورپ اور انگلستان میں مدون ہوئیں اور وسیع پیمانے پر استعمال کی گئیں۔ لغت کی اولین شکل مغربی ایشیا میں پائی جانے والی فہرست الفاظ ہیں، جس کا زمانۂ تالیف ۲۶۰۰ ق۔م بتایا جاتا ہے۔ لفظوں کی یہ فہرستیں اکادیوں اور بابلیوں کی مرتب کردہ تھیں اور دو متوازی کالموں میں اکادی اور سومیری الفاظ پر مشتمل تھیں۔ یہ میخ نی یا تکونی (cuneiform) رسم الخ ط میں مٹی کی تختیوں پر تحریر کی گئی تھیں جب کہ فہرستوں کے مشمولات کو تھیس سارس کی طرح موضوعاتی اعتبار سے ترتیب دیا گیا تھا۔ اسی زمانے یعنی دو ہزار سال قبل مسیح سے مذہبی مقاصد کے لیے لغات کی تدوین نے لغت کے ارتقا میں اہم کردار ادا کیا، مثلاً ہندوستان میں لغات مذہبی کتب کو سمجھنے کے لیے مدون کی گئیں؛ چین میں کنفیوشس (Confucius) کی تحریروں کو سمجھنے کے لیے لغات کی تدوین کا آغاز ہوا؛ عرب میں قرآن میں موجود نامانوس الفاظ کی تفہیم کے لیے تفاسیر کے ساتھ لغات وجود میں آئیں اور یورپ میں چرچ اور بائبل سے متعلق معلومات کے حصول کے لیے لغت نویسی کو فروغ دیا گیا، جن کی تفصیل آگے ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔[۶۸]

مغربی ایشیا کے بعد چین میں لغت سازی کی روایت ملتی ہے جو بہت قدیم ہے۔ وہاں لغت نویسی کا پہلا معلوم کام شیزُو (shizou) ہے، جس کا تعلق نویں صدی قبل مسیح سے ہے۔ بدقسمتی سے یہ کام محفوظ نہ رہ سکا، لیکن جو اہم کام سامنے آئے اس میں پہلا کام ایریا (Erya) ہے، جس کے معنی 'عمدہ الفاظ کا مخزن' کے ہیں۔ اسے پہلا معلوم تھیسارس کہا جاتا ہے[۶۹]، جو تیسری صدی ق۔م میں مرتب ہونے والا ان ۳۵۰۰ الفاظ پر مشتمل مخزن تھا، جو قدیم چینی تحریروں میں تلاش کیے گئے تھے۔ چوں کہ چینی الفاظ قواعد کی رو سے جامد ہیں اس لیے چینیوں نے قواعد پر بھی توجہ دی۔ اس کے بعد ان کے ذخیرۂ الفاظ میں ایک واضح تبدیلی دیکھنے کو ملی جس کا اظہار مختلف لغات میں بھی ہوا، جنھیں تین زاویوں سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

الف۔ بولی کے الفاظ کی جمع آوری جیسا کہ ینگ ژیونگ (۵۳ق م۔۱۸ء :Yang Xiong) کی فینگ ین

(Fang yan)میں ہے۔ یہ پہلی صدی ق۔م کی تالیف ہے۔

ب۔ تحریری الفاظ کی اصل اور تلفظ معلوم کرنا، مثلاً ژو شین(۵۸ء۔۱۴۸ء:Xu Shen)کی شُووین چیہزو (Shouwen Jeizi)میں، جو ۱۲۱ء میں مرتب ہوئی۔[۴۰] یہ لغت شاہی خاندان ہان (۲۰۶ق م۔۲۲۰ء :Han Dynasty) کے شہنشاہ کو پیش کی گئی تھی۔ اس کی مدد سے کلاسیکی متون سمجھے جاتے تھے تاہم اس کے سیاسی مقاصد بھی بتائے جاتے ہیں۔[۴۱]

ج۔ الفاظ کی صوت کی وضاحت اور قوافی کے لحاظ سے ان کی درجہ بندی کرنا، مثلاً ۶۰۰ء کی چیئیون(Qie Yun) اور ۷۵۰ء کی ٹینگ یُن(Tang Yun)وغیرہ۔

چناں چہ چینی لغت نویسی کے اس انقلاب کے بعد چنگ(Qing)اور منگ(Ming) کے ادوار میں ضخیم لغات اور قاموس بھی مرتب ہوئیں, جن میں یونگل انسائیکلوپیڈیا(Yongle Encyclopedia)اور کینگسی ڈکشنری(Kangxi Dictionary)ہی باقی رہیں۔[۴۲]

ہندوستان میں اولاً سنسکرت لغت نویسی کا ڈول ڈالا گیا۔ ۱۰۰۰ق۔م میں مبہم الفاظ کی جمع آوری سے لغت تشکیل دی گئی[۴۳] جس کی مثال کے طور پر نگھنٹو (Nighantu)کا نام لیا جاسکتا ہے۔ جس کے معنی *lexicon* یعنی 'لغت' کے ہیں۔ یہ فہرست الفاظ کے مجموعوں کا ایک ایسا سلسلہ تھا جس میں مشکل ویدک الفاظ شامل کیے جاتے تھے۔ ان میں متحد المعنی الفاظ، مختلف المعنی الفاظ اور ہم معنی مادوں اور دیوتاؤں کے نام اپنی وضاحت کے ساتھ شامل ہوتے تھے۔[۴۴] بعد ازاں تیسری سے دوسری صدی ق۔م میں ایک عالم یاسکا (Yaska) نے نگھنٹو میں موجود الفاظ پر اشتقاقی تبصرہ تحریر کیا ،جو نرُکت(Nirukta)کے نام سے موسوم ہوا۔ یہ سلسلہ مقبول ہوتا گیا اور بالآخر نرُکت(Nirukta) اور پدپتھ (Padapatha) سے ہوتا ہوا کوشوں(Koshas)پر ختم ہوا، جو منظوم فرہنگیں تھیں۔ یہ تمام حوالہ جاتی کام مسیحی دور کے آغاز سے لے کر پچھلے پندرہ سے سترہ سو سال کے درمیان مدون کیے گئے۔ اس وقت سے لے کر اب تک سنسکرت، پالی، پراکرت اور اپ بھرنش وغیرہ میں لاتعداد کوش اور فرہنگیں مرتب کی جاچکی ہیں جن میں سے سب سے وقیع کام ساتویں صدی عیسوی میں ایک عالم امر سنہا (۳۷۵ء:Amara Sinha)کا کوش ہے،[۴۵] جس کا نام انھوں نے اپنے ہی نام پر امر کوش(Amara kosha) رکھا۔ یہ دس صدیوں بعد تک مستعمل رہا اور بعد ازاں ۱۸۰۸ء میں اس کا انگریزی ترجمہ بھی کیا گیا جسے راجٹ نے اپنے تھیسارس کے لیے ایک اہم ماخذ کے طور پر استعمال کیا۔ اس کے

علاوہ کچھ لغات جزوی موضوعات سے متعلق تھیں جن میں ہماچندر (Hamachandra) کی ابھی دھن کنتا منی (Abhidhana Kintamani) اور دیشی نممل (Deshi namamala) شامل ہیں۔[۴۶] جب کہ بعض دھتو پتھ (Dhatupata)، ورگنپتھ (Ganapatha) جیسی تکنیکی فرہنگیں ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قدیم ہندوستانی لغات مختلف بنیادوں اور معیارات کو مد نظر رکھ کر تشکیل دی گئی تھیں، جن میں ساخت اور متن کی پیش کش کے لحاظ سے کہیں الف بائی یا ابجدی ترتیب اور کہیں معنیاتی ترتیب نظر آتی ہے۔ نگھنٹوؤں میں ویدک ادب میں موجود کسی لفظ کی تمام تشریحات درج کی گئیں۔ اُس ترتیب کو پریاے (paryay) کہا جاتا تھا جو قدیم ہندوستان میں لغت سازی کا لازمی حصہ تھی۔ اس کے علاوہ دو مزید ترتیبیں بھی رائج تھیں، پہلی نن ارتھ (Nanartha) تھی، جو الفاظ کے معنی پر مشتمل تھی اور دوسری لنگ (Linga) تھی، جس میں الفاظ کی جنس سے متعلق معلومات موجود تھیں۔ چناں چہ قدیم ہندوستان میں جنس، معانی اور استعمال یا تشریحات کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ ترتیب کی حامل مخصوص لغات موجود تھیں۔ پھر بھی کچھ لغات ایسی تھیں جو ان تینوں خصوصیات پر مشتمل تھیں۔ اس قسم کی لغت کی بہترین مثال امر کوش ہے، جو ایک ہی جلد میں تینوں قسم کی معلومات کو الگ حصوں میں بیان کرتی ہے۔ اسی خاصیت کی بنا پر اس لغت کو تری کنڈ (Trikanda) بھی کہا جاتا ہے جس کے معنی 'تین حصے' کے ہیں۔ تاریخی اعتبار سے یہ لغت ۴۰۰ سے ۶۰۰ عیسوی کے دوران مرتب ہوئی۔ سنسکرت لغات کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ منظوم تھیں اور ان میں حروف تہجی کی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا۔ لغت کو منظوم شکل میں ترتیب دینے کے لیے کچھ اصول وضع کیے گئے تھے اور یہ اصول نہ صرف قدیم ہندوستان میں بل کہ قرون وسطیٰ کے ہندوستان میں بھی کافی عرصے تک مستعمل رہے۔ کچھ مقامی زبانوں نے بھی ان اصولوں سے استفادہ کیا اور ہندوستان کی دیگر زبانوں کو، جن میں دراوڑی زبان کو بہ طور خاص اہمیت حاصل ہے، سنسکرت لغت نویسی کے ان اصولوں نے تقویت پہنچائی۔"

ایران میں لغات سازی کا فن قبل از اسلام عہد تک جاتا ہے۔ ان کی قدیم ترین لغات پہلوی لغات ہیں، جو تیسری سے ساتویں صدی عیسوی میں ساسانی دور حکومت کے دوران مدون کی گئیں۔ فارسی کی پہلی ادبی لغت ابو حفص کی تھی جو نویں سے دسویں صدی میں مرتب ہوئی، لیکن اب ناپید ہے۔ جب کہ پہلی جدید فارسی لغت، جو نویں صدی عیسوی ہی میں فارسی زبان و ادب کی ترقی کی وجہ سے مرتب ہوئی، لغتِ فرس ہے، جس کے مرتب ابو منصور علی ابن احمد اسدی طوسی (م ۱۰۷۲ء) ہیں۔ اسی صدی میں خوارزم کے ابوالقاسم نے مقدمات الادب کے عنوان سے فارسی۔ عربی لغت

ترتیب دی۔[۷۸] علاوہ ازیں فارسی لغت نویسی کی ایک روایت ہندوستان میں نویں صدی سے انیسویں صدی تک دیکھی جاسکتی ہے جس میں تقریباً ۱۳۰ سے زائد لغات مدون کی گئیں۔ ان میں سب سے زیادہ اہمیت محمد حسین تبریزی کی برہان قاطع کو حاصل ہے۔[۷۹] جب کہ پندرھویں صدی کے بعد فارسی۔ ترکی لغات بھی مرتب ہوئیں۔ اس طرح ایرانی لغت نویسی کو تین ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلا دور چودھویں صدی سے پہلے کا ہے جس میں ایران اور مشرق وسطیٰ لغت نویسی کے بڑے مراکز تھے۔ اس دور میں فارسی لغات فارسی بولنے والے علاقوں میں ترتیب دی جاتی تھیں، لیکن بعد ازاں فارسی زبان کے قریبی علاقوں میں پھیلنے اور برصغیر میں فارسی کے شاہی زبان کا درجہ حاصل کرنے کے بعد ہندوستان لغت نویسی کا بڑا مرکز بن گیا۔ یہی فارسی لغت نویسی کا دوسرا دور ہے، جو انیسویں صدی تک پھیلا ہوا ہے جب کہ انیسویں صدی کے بعد سے ایران میں لغت نویسی کا فن مستقل ترقی پذیر ہے۔ اس تیسرے دور میں کئی یک لسانی اور ذولسانی لغات منظر عام پر آئیں جن کی نمایاں خاصیت ان کی انسائیکلوپیڈیائی صفت ہے۔[۸۰]

یونان میں ہندوستان ہی کی طرح ابتدائی لغات فرہنگوں کی شکل میں تھیں، جو پانچویں صدی ق۔م میں کتب خانۂ اسکندریہ میں علمانے تیار کیں۔ یہ قدیم تحریروں کے الفاظ پر مشتمل تھیں جن میں ہومر کی تحریریں سرفہرست تھیں، لیکن ان میں سے بیش تر ضائع ہو گئیں۔ اس کے بعد اپالونیس (Apollonius) نے، جو پہلی صدی ق۔م کے قواعد نویس تھے، ہومر کی لفظیات مرتب کیں، لیکن یہ اور اس کے بعد کی فرہنگیں بھی محفوظ نہ رہ سکیں۔[۸۱] پھر دوسری صدی عیسوی میں اٹیک پسندی (Atticism) کے نتیجے میں یونانی لغت نویسی میں ارتقا ہوا اور ایسی لغت کی ضرورت محسوس ہوئی، جو یونانی زبان (Attic) کے ایسے درست الفاظ و اصطلاحات پر مشتمل ہو، جو دوسری صدی ق۔م تک ایتھنز کے عظیم ادبا استعمال کرتے رہے ہوں۔ چناں چہ دوسری صدی عیسوی میں بازنطینی عہد میں ایکلوگ (Ekloge) ترتیب دی گئی، جس کے معنی 'انتخاب' کے ہیں۔[۸۲] تاہم یونانی لغت نویسی کا سب سے وقیع کام دسویں صدی کے بازنطینی عہد کی لغت سُودا (Suda/Souda) ہے، جو ایک اشتقاقی اور صراحتی لغت مانی جاتی ہے۔ اس میں ہیلنیک اور بازنطینی عہد کی یونانی اور لاطینی زبان کے قدیم یونانی ادب کے تقریباً تیس ہزار اندراجات شامل ہیں۔[۸۳]

روم میں لغت نویسی کا قابل قدر کام یک لسانی لغت کی صورت میں سامنے آیا جو مارکس ویریس فلیکس (۵۵ ق م۔ ۲۰ء: Marcus Verrius Faccus) نے مرتب کی۔ یہ لغت اپنی اشتقاقی اور ثقافتی خصوصیات کی بنا پر معروف ہوئی۔ اہل روم نے ذولسانی لاطینی۔ یونانی لغات بھی ترتیب دیں، لیکن بد قسمتی سے وہ باقی نہیں رہیں۔[۸۴]

عربی اور عبرانی روایتیں لغت نویسی کی نسبت قواعد نویسی کے لحاظ سے زیادہ قوی ہیں۔ تاہم ساتویں سے تیرھویں صدی تک مختلف مقاصد کی بناپر بہت سی لغات مدون ہوئیں جن کا اہم ترین مقصد قرآن کی تفہیم تھا۔ یہ وہ دور ہے جب بغداد، بصرہ، غرناطہ اور اندلس علم کے فروغ میں کوشاں تھے۔ چناں چہ اسی کے زیر اثر عربی اور عبرانی لغت نویسی کا ارتقا عمل میں آیا۔ ابتدائی ادوار کے عرب نے الفاظ کی ترتیب سے متعلق بہت سے تجربات کیے، جن میں الجواہری کی الصحاح اور ابن منظور کی لسان العرب ملاحظہ کی جاسکتی ہیں، جو بالترتیب دسویں اور تیرھویں صدی کی لغات ہیں۔ اس کے علاوہ قرون وسطیٰ کی لغت میں سب سے اہم کام آٹھویں صدی عیسوی کے الخلیل ابن احمد کی کتاب العین ہے، جو کسی بھی زبان کی جامع لغت نویسی کے حوالے سے پہلا کام متصور ہوتا ہے۔[۸۵] عبرانی زبان مردہ تصور کی جاتی ہے اور اسے اب صرف قدیم ادب کی زبان قرار دیا جاتا ہے، لیکن دسویں صدی عیسویں میں اس میں بھی لغت نویسی کا پتا چلتا ہے۔ اس زبان میں سب سے اہم کام سعدیہ بن جوزف (۸۸۲ء۔ ۹۴۲ء: Sa'adiah ben Joseph) کا ہے، لیکن اس کے بیش تر کام ناپید ہیں۔ علاوہ ازیں کتاب جامع الالفاظ کے نام سے عبرانی۔ عربی لغت بھی ملتی ہے، جس کے مؤلف ابوالولید مروان ابن جناح ہیں۔[۸۶]

یورپ میں قرون وسطیٰ میں مذہب نے لغت نویسی کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ وہاں جس فہرست الفاظ کو لغت نویسی کی ابتدا کہا جاسکتا ہے وہ اینگلو سیکسن دور کے پادریوں اور استادوں کی بنائی ہوئی وہ لغات ہیں، جو لاطینی مسودات کو سمجھنے میں مشکل کے شکار افراد کے لیے ترتیب دی گئی تھیں۔ یعنی پادری چوں کہ مقامی بولی بولتے تھے اس لیے مذہبی متون میں شامل مشکل اور نامانوس الفاظ سمجھنے کے لیے انھیں لغات کی ضرورت تھی۔ اسی ضرورت کے پیش نظر انھوں نے فرہنگ کی صورت تشریحات لکھنے کا آغاز کیا، جو قرون وسطیٰ کی لاطینی زبان میں حاشیے کے اندر تحریر کی گئی ہیں، لیکن یہ تشریحات مقامی زبان میں بھی ملتی ہیں۔ اس قسم کی فرہنگوں میں معروف ترین آٹھویں صدی کی رائیشناؤ (Reichenau) ہے، جس میں تقریباً ایک ہزار الفاظ سینٹ جیروم کی ترجمہ کردہ انجیل (Vulgate Bible) سے لیے گئے ہیں۔[۸۷] تاہم یورپ میں لغت نویسی کا ارتقا تعلیم کے فروغ اور قومی زبانوں کے انضمام کے نتیجے کے طور پر دکھائی دیتا ہے، جس کے زیر اثر ۱۴۵۰ سے زائد ذولسانی لغات تعلیمی اداروں میں استعمال کی غرض سے مدون کی گئیں۔ یہ ابتداً لاطینی۔ جرمنی لغت یا لاطینی انگریزی لغت کی صورت مرتب ہوئیں۔ بعد میں یورپ کی جدید زبانوں میں بھی اسی قسم کی کاوشیں سامنے آئیں۔ جنوبی اور مشرقی یورپ کی کئی ریاستوں نے قومی اکادمیاں تشکیل دیں، جن کی ذمہ داری ایسی نمونہ

جاتی لغات کی تدوین تھی جس میں الفاظ کی تعریفات اور استعمالات کی مختلف صورتیں درج ہوں۔ اسپینش اکادمی کی لغت اور روسی اکادمی کی لغت اسی کی مثالیں ہیں۔[88]

انگلستان میں لغت نویسی کا عمل بھی یورپی روایت سے متاثر ہوا جس کا مقصد لاطینی مخطوطات کے مشکل الفاظ کی وضاحت تھا۔ اس کے بعد بھی کئی فرہنگیں مرتب ہوئیں جس کے نتیجے میں تکنیکی اصطلاحات، زرعی اصطلاحات اور طبی اصطلاحات کی جمع آوری کا کام بھی ہوا۔ آٹھویں اور نویں صدی میں لغت نویسوں نے الفاظ کو حروف تہجی کی ترتیب سے مدون کرنے کا بیڑہ اٹھایا؛ الفاظ کی جمع آوری کے کام میں وسعت پیدا ہوئی اور انگریزی۔ لاطینی فہرستیں مرتب ہونے لگیں، جس میں ۱۴۴۰ء میں مرتب ہونے والی جیفرے (Geoffrey) کی فہرست بھی تھی۔ ابھی تک تمام فہرستیں مخطوطات کی شکل میں تھیں، لیکن جب طباعت کا آغاز ہوا تو بیش تر فہرستیں طبع ہوئیں اور اسی زمانے میں سر ٹامس ایلیٹ (Sir Thomas Elyot) کی لاطینی ۔انگریزی لغت (۱۵۳۸ء) بھی سامنے آئی۔[89]

جدید زبانوں کی ذولسانی لغت نویسی کا آغاز جان پالز گریو (۱۴۸۵ء۔ ۱۵۵۴ء:John Palsgrave) کی انگریزی ۔فرانسیسی لغت کے ساتھ ۱۵۳۰ء میں ہوا۔ اسی دور میں انگریزی۔ ہسپانوی اور انگریزی۔ اطالوی لغات بھی مرتب ہوئیں۔ اب لغات میں حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب کو فروغ ملنے لگا اور ادب سے امثال کے اندراج کا سلسلہ بھی آغاز ہوا۔ جب کہ یک لسانی لغات کے ضمن میں رابرٹ کاڈرے (Robert Cawdrey)، جان بلوکر (۱۵۷۴ء۔ ۱۶۲۷ء:John Bullokar) اور ہنری کوکریم (۱۶۲۳ء۔ ۱۶۵۸ء:Henry Cockeram) کی حوالہ جاتی تدوین کو اہم گردانا گیا۔ تاہم پہلی لغت جس میں تقریباً تمام الفاظ اور ان کے معنی شامل تھے جان کرسے (۱۶۶۰ء۔ ۱۷۲۱ء:John Kersey) کی نئی انگریزی لغت (۱۷۰۲ء) تھی اور اس کے کچھ عرصے بعد ۱۷۲۰ء میں نتھینیل بیلے (م ۱۷۴۲ء:Nathanial Bailey) کی یونیورسل اشتقاقی انگریزی لغت شائع ہوئی، جو لغت نویسی کے ایک اور پہلو کی طرف مثبت قدم تھا۔ نتھینیل بیلے، سیموئل جانسن (۱۷۰۹ء۔ ۱۷۸۴ء: Samuel Johnson) کے لیے پیش رو ثابت ہوئے اور یوں ۱۷۵۵ء میں اس کی لغت *A dictionary of the English language* کے نام سے منصۂ شہود پر آئی، جو معیاری لغت نویسی میں املا، تلفظ اور معنی کے لیے سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے۔ چناں چہ لغت نویسی کے اس نمونے کو معیار تسلیم کرتے ہوئے، انیسویں صدی کے نصف اول میں، نوح ویبسٹر (۱۷۵۸ء۔ ۱۸۴۳ء: Noah Webster) اور جوزف ورسیسٹر (۱۷۸۴ء۔ ۱۸۶۵ء : Joseph

Worcester) نے اپنی لغات شائع کیں، جسے املا اور ہجوں کے طریقہ کار کی بنیاد پر امریکہ میں معیاری گردانا گیا۔ تاہم انگلستان میں لغت نویسی کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو راجـــــٹس تھیســـــارس (۱۸۵۲ء Roget's Thesaurus:) ، اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (۱۸۸۴ء۔۱۹۲۸ء:OED)، جوزف رائٹ (۱۸۵۵ء۔۱۹۳۰ء :Joseph Wright) کی انگریزی بولی لغت (۱۸۹۸ء۔۱۹۰۵ء English Dialect Dictionary:) کے علاوہ انیسویں صدی میں کلاسیکی زبانوں کی لغات اس کے نمایاں ترین کارنامے قرار دیے جا سکتے ہیں۔[۹۰]

۱-۶ اردو لغت نویسی کا آغاز وارتقا:

اردو لغت نویسی کی تاریخ کا جائزہ لیا جائے تو اس کے مختلف ادوار نظر آتے ہیں۔ جنھیں ڈاکٹر رؤف پاریکھ پانچ واضح ادوار میں تقسیم کرتے ہیں:

الف۔ اردو لغت نویسی کے ابتدائی نقوش

ب۔ منظوم لغات

ج۔ اردو بہ فارسی لغات

د۔ اردو بہ انگریزی لغات

ہ۔ اردو بہ اردو لغات[۹۱]

پہلا دور اُن عربی اور فارسی زبان کی کتب پر مشتمل ہے، جن میں اردو کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ ان میں طبقات ناصری، تاریخ فیروز شاہی، قرآن السعدین اور مفرح القلوب وغیرہ شامل ہیں۔ اگرچہ ان کتب کو باقاعدہ لغت نویسی کے ذیل میں شمار نہیں کیا گیا، تاہم اردو لغت کے ابتدائی نقوش ضرور تلاش کیے گئے ہیں۔ دوسرا دور قصیدہ در لغات ہندی، خالق باری اور لغات گجری جیسی ان منظوم لغات یا نصاب ناموں کا ہے، جن میں اردو الفاظ کے عربی اور فارسی مرادف کا اندراج ہے۔ دور سوم اردو بہ فارسی لغات کا ہے جس میں اردو الفاظ تو شامل ہیں، لیکن ان کی وضاحت یا مترادفات فارسی زبان میں دیے گئے ہیں۔ ایسی لغات میں غرائــــب اللغـــــات، کمـــــال عترت، عجائب اللغات، دلیل ساطع، نفائس اللغات اور نفس اللغہ وغیرہ کے نام لیے جا سکتے ہیں۔

چوتھے دور کا آغاز اس وقت ہوا جب انگریز ہندوستان میں بسلسلۂ تجارت وارد ہوئے اور اپنے سیاسی، سماجی اور تجارتی اور تبلیغی مقاصد کے لیے زبان سیکھنے کی طرف خصوصی توجہ کی۔ نتیجے کے طور پر قواعد اور دیگر کتب کے ساتھ مستشرقین کی کئی لغات بھی منصۂ شہود پر آئیں، جن میں جان شیکسپیئر (۱۷۷۴ء۔۱۸۵۸ء:John Shakespeare)، ڈنکن فوربس (۱۷۹۸ء۔۱۸۶۸ء:Duncan Forbes)، ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن (۱۸۱۷ء۔۱۸۸۰ء:Dr.S.W. Fallon) اور سر جان۔ ٹی۔ پلیٹس (۱۸۳۰ء۔۱۹۰۴ء:Sir John T.Platts) کی اردو بہ انگریزی لغات زیادہ اہم تصور کی جاتی ہیں۔ جب کہ پانچواں دور اردو بہ اردو لغات سے تعلق رکھتا ہے جس کی معروف لغات فرہنگ آصفیہ، نور اللغات، امیر اللغات، جامع اللغات، لغت کبیر اور اردو لغت (تاریخی اصول پر) قرار دی جاسکتی ہیں۔[۹۲]

درج بالا بحث کو پیش نظر رکھا جائے تو اردو لغت نویسی کا اصل آغاز مستشرقین کی لغات سے کیا جاسکتا ہے۔ در اصل جدید زبانوں نے ہندوستان میں فن لغت نویسی کی قدیم روایت کو نہیں اپنایا بل کہ مغربی ماہرین علم کی آمد نے ہندوستان میں لغت نویسی کی نئی روایت کی داغ بیل ڈالی۔ ان ماہرین لغت کے زیر اثر بہت سی ذولسانی اور سہ لسانی لغات کی تدوین ہوئی۔[۹۳] چناں چہ ان کے بعد مدون کی جانے والی لغات میں اندراجات، ان کی ترتیب، معنی کی وضاحت اور دیگر اصول مستشرقین کی لغات کے مطابق ہی رہے۔ اس لحاظ سے اردو کی بہترین لغات کے لیے دور چہارم اور دور پنجم کو مد نظر رکھا جاسکتا ہے، جس کی اہم لغات کا اجمالی جائزہ ذیل کی سطور میں پیش کیا گیا ہے:

۱-۶-۱ اردو۔انگریزی اور انگریزی۔اردو لغت (۱۸۱۸ء) از جان شیکسپیئر:

کپتان جوزف ٹیلر نے *A Dictionary,Hindoostanee and English* (ہندوستانی اور انگریزی لغت) کو اولاً اپنے ذاتی استعمال کے لیے مرتب کیا تھا، جسے بعد میں فورٹ ولیم کالج کے علما کی مدد سے نظر ثانی کے بعد ولیم ہنٹر نے اشاعت کے لیے تیار کیا۔ یوں یہ لغت پہلی بار ۱۸۰۸ء میں طبع ہوئی۔ جب مرتبین کی وفات کے بعد مذکورہ لغت کم یاب ہو گئی تو کپتان جوزف ٹیلر اور ولیم ہنٹر کے تیار کردہ مسودے پر مبنی جان شیکسپیئر کی زیر بحث لغت کی پہلی اشاعت لندن میں ۱۸۱۸ء میں منظر عام پر آئی۔ بعد ازاں اسے متعدد بہ اضافوں اور ضروری ترمیمات کے ساتھ از سر نو مدون کر کے ۱۸۳۰ء میں شائع کرتے ہوئے تیسری اشاعت میں ایک اشاریہ بھی شامل کیا گیا جس کی مدد سے اب

اس لغت کو اردو۔انگریزی لغت کے طور پر ہی نہیں بل کہ انگریزی۔اردو لغت کے طور پر بھی استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔[۹۴]

جان شیکسپیئر کی اس لغت کے لیے اسے ملٹری کے اس مدرسے سے گرانٹ بھی دی گئی، جہاں وہ زبان ہندوستانی کے معلم تھے۔ چوں کہ ٹیلر کی لغت کی چند ہی جلدیں ہندوستان آسکی تھیں اور وہ نایاب ہو چکی تھی اس لیے شیکسپیئر کی لغت کو ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، جس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ہزاروں جلدیں ایسٹ انڈیا کمپنی کے مختلف شعبوں میں خریدی گئیں اور انیسویں صدی کے نصف اول تک یہ طالب علموں تک بھی رسائی حاصل کر چکی تھی۔[۹۵]

اس لغت کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں:

۱۔ لغت میں زیادہ سے زیادہ قدیم وجدید دکنی الفاظ داخل کیے گئے ہیں، جو نئے یا پرانے مخطوطات اور مطبوعات لیکن معتبر ماخذ سے اخذ کیے گئے ہیں۔

۲۔ صرف ضبط تحریر میں ہی آنے والے نہیں بل کہ دکنی بولیوں کے الفاظ اور دکنی لہجے کو بھی اہمیت دی گئی ہے اور ایسے الفاظ کو بالخصوص نشان زد کیا گیا ہے۔

۳۔ لغت میں اعلام کی ایک بڑی تعداد درج کی گئی ہے۔

۴۔ ہر لفظ کی اصل بتائی گئی ہے اور اس کی نشان دہی کے لیے زبانوں کے ناموں کے پہلے حروف کو استعمال کیا گیا ہے۔ لیکن جہاں لفظ کی اصل معلوم نہیں وہاں 'u' لکھا گیا ہے، جو نامعلوم کی علامت ہے۔

۵۔ لغات کی قواعدی حیثیت کا تعین کیا گیا ہے اور اس مقصد کے لیے قواعدی اصطلاحات کے ابتدائی حروف استعمال کیے گئے ہیں مثلاً "v"، "adj" وغیرہ۔

۶۔ ضرب الامثال درج کر کے ان کی وضاحت کے لیے بھی اشعار اور دوہے وغیرہ دیے گئے ہیں، جن سے ان کی تفہیم میں مدد ملتی ہے۔

۷۔ تلفظ کے معاملے میں بھی لغت کا معیار بہتر ہے۔

۸۔ طلبہ اور قارئین کی سہولت کے لیے زیادہ سے زیادہ معنی درج کیے گئے ہیں۔

۹۔ آخر میں ۱۲۱۲ اشعار پر مشتمل ایک ضمیمہ دیا گیا ہے جس میں فارسی اور عربی اضافتوں اور ترکیبوں کے لیے مختلف

ادوار سے اشعار کی سند دی گئی ہے یعنی ان کے ثبوت کے لیے اساتذہ کا کلام پیش کیا گیا ہے۔[۹۶]

۱-۶-۲ ہندوستانی اور انگریزی لغت(۱۸۴۸ء)از ڈنکن فوربس:

ڈنکن فوربس کی یہ لغت پہلی بار ۱۸۴۸ء میں طبع ہوئی اور مؤلف کی نظر ثانی اور اضافوں کے ساتھ اس کی دوسری اشاعت ۱۸۶۶ء میں عمل میں آئی۔ یہ لغت دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ ہندوستانی اور انگریزی لغت اور دوسرا انگریزی اور ہندوستانی لغت پر مشتمل ہے۔ اس طرح یہ لغت دوہری اہمیت کی حامل ہے۔

ڈنکن فوربس صرف ایشیاٹک سوسائٹی کے رکن ہی نہیں تھے بل کہ وہ لندن کے ''کنگز کالج'' میں السنہ شرقیہ اور ادب کے استاد بھی تھے۔ لہٰذا مقصد تالیف بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہندوستانی زبان کے تیس سالہ تجربے نے انھیں مجبور کیا تھا کہ وہ طلبہ کی سہولت کے لیے ہندوستانی زبان کی ایک لغت ترتیب دیں۔[۹۷] چناں چہ ان کی یہ کاوش زیر بحث لغت کی صورت میں سامنے آئی، جس کی بنیاد انھوں نے ولیم ہنٹر کی ہندوستانی اور انگریزی لغت(۱۸۰۸ء) پر ضرور رکھی ہے، لیکن اردو اور عام ہندی الفاظ و محاورات، نئے الفاظ، فارسی اور عربی الفاظ (جو اس وقت ہندوستانی میں رائج تھے) اور خالص ہندی اور سنسکرت الفاظ و محاورات کے اندراج کے لیے، اس وقت دستیاب معتبر ماخذات کی مدد سے، تقریباً پندرہ ہزار لغات کا اضافہ کیا ہے۔[۹۸] اس طرح بلاشبہ اس کی ضخامت میں اضافہ ہوا ہے لیکن اس مسئلے کو وقت طباعت باریک حروف کی مدد سے حل کیا گیا ہے اور یہ خاصیت صرف اس لغت میں ہی نہیں بل کہ مستشرقین کی تمام لغات میں ملتی ہے۔

اس لغت کے بنیادی خصائص یہ ہیں:

۱۔ لغت میں مولف نے تقریباً وہ تمام اردو، ہندی اور سنسکرت الفاظ شامل کرنے کی بھی سعی کی ہے جو اس وقت تک ہنٹر کی لغت سمیت کسی بھی ماخذ میں نہیں تھے۔ یہاں تک کہ ایسے الفاظ بھی شامل لغت ہیں جو دوران تدریس ان کے سامنے آئے، لیکن ان کی وضاحت کہیں سے نہ مل سکی۔ لہٰذا اس یک جلدی لغت کی مدد سے طلبہ تک مطلوبہ مواد پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

۲۔ فارسی اور عربی الفاظ بھی مندرج ہیں جس کے لیے پروفیسر جانسن کی فارسی اور عربی لغت کے علاوہ گلستان سعدی سے بھی مدد لی گئی ہے۔

۳۔ لغت میں دکنی یا جنوبی ہندوستان کے الفاظ و محاورات کا کافی ذخیرہ ہے اس کے علاوہ اس میں عوامی بول چال اور مقامی الفاظ بھی درج کیے گئے ہیں۔

۴۔ دیگر لغات کی نسبت خالص ہندی الفاظ کے نئے معنی اور تعریفیں دی گئی ہیں۔

۵۔ عدالتی اور دفتری معاملات میں استعمال ہونے والے اردو، ہندی، عربی، فارسی اور سنسکرت الفاظ مندرج ہیں جو کسی اور لغت میں نہیں ملتے۔

۶۔ لغات کی وضاحت کے لیے پہلے مفردات اور پھر مرکبات دیے گئے ہیں لیکن مختلف المعنی یا مختلف الماخذ الفاظ کی وضاحت میں احتیاط نہیں برتی گئی انھیں ایک ہی لغت کے ذیل میں تحریر کیا گیا ہے۔

۷۔ سنسکرت اور ہندی الفاظ کو اردو کے علاوہ دیوناگری رسم الخط میں بھی دیا گیا ہے، البتہ عربی، فارسی اور دکنی الفاظ کو اردو میں لکھا گیا ہے۔

۸۔ تمام الفاظ کے تلفظ کی وضاحت رومن رسم الخط میں موجود ہے۔

۹۔ ہر لفظ کی اصل کی وضاحت کرتے ہوئے اس کے ماخذ تک پہنچنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۳۔۶۔۱ نئی ہندوستانی۔انگریزی لغت(۱۸۷۹ء)از ڈاکٹر ایس۔ڈبلیو۔فیلن:

ڈاکٹر ایس۔ڈبلیو۔ فیلن اردو لسانیات کے سائنسی مطالعات کے حوالے سے ہی نہیں بل کہ انگریزی اور اردو لغات کے حوالے سے بھی ایک معتبر نام ہے۔*A New Hindustani-English Dictionary* ان کی ایک ذولسانی لغت ہے[۹۹] جو پہلی بار فیلن کی وفات سے ایک سال قبل ۱۸۷۹ء میں Lazarus and Co.,Banaras- Trubner and Co.,London سے شائع ہوئی۔ بعدازاں اس کی ایک عکسی طباعت اردو سائنس بورڈ، لاہور نے ۱۹۷۶ء میں شائع کی جب کہ ایک اور عکسی نقل قومی کونسل برائے فروغ اردو، دہلی کے زیر اہتمام ۲۰۰۴ء میں منصۂ شہود پر آئی۔ تاہم یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مکمل جلد کی صورت میں طبع ہونے سے قبل یہ لغت مختلف کراسوں کی شکل میں بھی چھپتی رہی ہے۔[۱۰۰]

فیلن کی لغت ۱۲۱۶ صفحات پر مشتمل اردو۔انگریزی لغت ہے۔ اس کے آخر میں غلط نامہ بھی درج کیا گیا ہے۔ فیلن نے اس کی تدوین کے لیے صرف مطبوعہ اور دستیاب مواد پر ہی اکتفا نہیں کیا بل کہ ہندوستان کے دور افتادہ مقامات کا

دورہ کر کے اور اپنے مشاہدات کی بہ دولت ایسے نئے لغات اور نئی معلومات فراہم کی ہیں جو اس سے قبل کسی اور لغت میں نہیں ملتیں۔ یہی نہیں بل کہ بہتر نتائج کے لیے انھوں نے لغت کی تدوین کے لیے مقامی ماہرین پر مشتمل ایک اسٹاف مقرر کیا جن میں لالہ چوکھی لال، لالہ فقیر چند، منشی چرنجی لال، منشی سید احمد، منشی جگن ناتھ، منشی ٹھاکر داس، منشی لیاقت حسین، پنڈت شونرائن، منشی نہال چند، منشی بھشمبر ناتھ، منشی رام پرشاد، محمد محمود، رام ناتھ تیواری، منشی کشوری لال اور منشی احسان علی شامل تھے۔ لہٰذا اس سے ان کی سنجیدگی، لگن اور لغت کی افادیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جان۔ ٹی۔ پلیٹس اور مولوی عبد الحق نے اپنی لغات کے مقدموں میں الفاظ و محاورات کے استعمال کی سند میں عوامی گیتوں، ضرب الامثال، فقروں اور اساتذہ کے اشعار کی نقل کی بنا پر اس کی تعریف کی ہے[۱۰۱] جب کہ لغت میں موجود امثال اور اسناد کی انفرادیت اس بنا پر ہے کہ اس میں ایسے نادر الفاظ شامل ہیں جن میں سے اکثر اردو کی معروف اور متداول لغات میں بھی موجود نہیں۔[۱۰۲] تاہم پر تکلف ادبی اور فنی الفاظ و اصطلاحات کو جان بوجھ کر شامل نہ کرنے کے حوالے سے اس لغت پر اعتراضات بھی کیے گئے ہیں، لیکن اس نوعیت کے اعتراضات کے باوجود فیلن کی لغت کی اہمیت گھٹی نہیں بل کہ آج بھی ذولسانی لغات اور بالخصوص مستشرقین کی مدون کردہ لغات کے ضمن میں فیلن کی اس لغت کا بہ طور خاص ذکر کیا جاتا ہے، جس کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ ادب، گھریلو اور عملی زندگی میں استعمال ہونے والے، کھیل، شادی بیاہ، رسومات و توہمات، اخلاقیات، عبادات، مذہبی عقائد اور دیہاتی زندگی سے متعلق الفاظ کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ اصطلاحات شامل کی گئی ہیں۔

۲۔ عام بول چال کی زبان کے الفاظ کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے کیوں کہ فیلن کا خیال ہے کہ کسی زبان کا اصل سرمایہ عام بول چال کے الفاظ ہوتے ہیں۔ چناں چہ انھوں نے اس کے لیے نظیر اکبر آبادی اور بھگت کبیر کی زبان کو معیاری قرار دیا ہے۔ دراصل وہ نظیر کو یورپی شاعری کے معیار کا ایک سچا شاعر تسلیم کرتے ہیں، جس کے اشعار گلی کوچوں تک رسائی حاصل کر چکے ہیں۔[۱۰۳]

۲۔ چوں کہ مؤلف نے ناخواندہ افراد کی زبان کو حقیقت سے قریب قرار دیا ہے اس لیے ان کے الفاظ بھی اس میں کثرت سے ملتے ہیں۔

۳۔ ایسے الفاظ کو شامل نہیں کیا گیا جو ادبی تحریروں میں تو موجود تھے لیکن فیلن کے مطابق وہ فضیلت نمائی کے ذیل

میں آتے ہیں۔ اسی کی بنا پر پلیٹس نے اعتراض کیا تھا کہ یہ چیز اس کی لغت کی اہمیت کو گھٹانے کا سبب بنے گی۔[104]

۴۔ گارسیں دتاسی کے نزدیک لغت کی سب سے اہم خاصیت یہ ہے کہ اس میں حرم سرا کی عورتوں کی زبان کے خاص الفاظ شامل کیے گئے ہیں،[105] لیکن فیلن نے ان کے لیے حرم سرا کے نہیں بل کہ "ریختی" اور "زنانی بولی" کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔[106]

۵۔ لغات کی تشریح کے علاوہ اس کے مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔ فیلن نے الفاظ کی تحقیق کے بعد پہلے قریبی معنی اور پھر دیگر معنوں کا اندراج کیا گیا ہے۔ چناں چہ اس معاملے میں فیلن کے ہاں احتیاط دکھائی دیتی ہے۔

۶۔ لغات کی امثال لوک ادب، لوک ریت، ڈراموں، کھیلوں، کہاوتوں، ضرب الامثال اور اساتذہ کے اشعار سے درج کی گئی ہیں یعنی ان میں سے بیش تر کا تعلق عام بول چال کی زبان سے ہے جو ابھی ضبط تحریر میں نہیں آئی، لیکن اس کے الفاظ لوگوں کی زبانوں پر جاری ہیں۔

۷۔ لغات کا تلفظ رومن میں درج کیا گیا ہے۔

۸۔ الفاظ کی اصل کی نشان دہی کی گئی ہے اور اس کے لیے انگریزی حروف تہجی استعمال کیے گئے ہیں مثلاً ہندی الفاظ کے لیے H اور سنسکرت کے لیے S تحریر کیا گیا ہے۔

۱-۶-۴ اردو، کلاسیکی ہندی اور انگریزی کی لغت (۱۸۸۴ء) جان۔ ٹی۔ پلیٹس:

جان۔ ٹی۔ پلیٹس کی ذولسانی لغت پہلی بار ۱۸۸۴ء میں شائع ہوئی۔ اس کے متعلق لغت کے دیباچے میں ہی پلیٹس کا اعتراف موجود ہے کہ ان کے کام کی بیش تر خصوصیات جان شیکسپیئر کی لغت میں ملیں گی؛ مرکبات اور محاورات کے اندراج میں ڈنکن فوربس کے طریقۂ کار کو اپنایا گیا ہے؛ جب کہ الفاظ کے اندراج، زبانوں کے ناموں کی نشان دہی، الفاظ کے انتخاب اور قواعد وغیرہ کے سلسلے میں اس میں فیلن کی لغت کی خوبیاں موجود ہیں۔[107]

لیکن اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ پلیٹس نے انھی کی بنیادوں پر اپنی عمارت کی تعمیر کی ہے بل کہ انھوں نے اس میں خاطر خواہ اضافے کیے ہیں۔ یہ ۱۲۵۴ صفحات پر مشتمل ایک دو کالمی لغت ہے جس میں صحت نامے کے پانچ صفحات ملا کر ان کی تعداد ۱۲۵۹ ہو جاتی ہے۔[108] اس کی تدوین کے لیے پلیٹس نے کئی سال تک اردو اور ہندی کی نظم و نثر کی کتابوں

کے ساتھ ساتھ اخبارات کا مطالعہ کیا تاکہ ایسے الفاظ و محاورات اکٹھے کیے جاسکیں، جو اب تک کسی بھی لغت میں شامل نہیں ہو سکے۔ یہی نہیں بل کہ کئی سال تک ہندوستان میں رہ کر انھوں نے عام بول چال کی زبانوں سے بھی واقفیت حاصل کی جس کی بہ دولت انھوں نے لغت میں ہزاروں نئے الفاظ کے ساتھ دیگر لغات کے نئے معنوں کا بھی اضافہ کیا۔ اگرچہ پلیٹس کی اس قدر عرق ریزی کے باوجود جابر علی سید نے یاے مجہول کی جگہ یاے معروف کے استعمال، لغت کے اعرابی نظام، تعدد معنی، تعدیل الفاظ اور فیلن کے رد کردہ ادبی الفاظ کی حمایت اور پھر اپنی لغت میں ان کی عدم موجودگی جیسے مسائل کی بنا پر پلیٹس اور ان کی لغت کو تنقید کا نشانہ بنایا ہے۔[۱۰۹] تاہم ان کی لغت کی درج ذیل خصوصیات ایسی ہیں، جو متقدمین کی کسی حد تک پیروی کے باوجود جان۔ ٹی۔ پلیٹس کو نہ صرف ان کے ہم عصروں سے ممتاز کرتی ہیں بل کہ مقلدین کی لغات کے لیے بنیاد بھی فراہم کرتی ہیں، مثلاً:

۱۔ لغت میں بہت سے ایسے الفاظ کا اندراج ہے جو ادبی زبان کا حصہ نہیں، لیکن بول چال میں ضرور استعمال ہوتے ہیں۔

۲۔ اردو، عربی اور فارسی الفاظ اردو میں جب کہ ہندی، سنسکرت اور پراکرت الفاظ دیوناگری رسم الخط میں دیے گئے ہیں۔ تاکہ تمام زبانوں کے جاننے والے اپنی فہم کے مطابق استفادہ کر سکیں۔ تاہم مرکبات اور محاورات کے لیے رومن رسم الخط کا استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ معنی کے استعمال کی امثال اسناد نہیں دی گئیں تاہم معنی کے تعین میں کسی حد تک تفصیل کو مد نظر رکھا ہے۔ اس کی بہترین مثالیں لغت میں درج پرندوں اور جانوروں کی توضیحات ہیں۔

۴۔ ایسے الفاظ جو ہجے میں ایک جیسے ہیں، لیکن مختلف المعنی اور مختلف الماخذ ہیں ان کو جان شیکسپیئر کی طرح ایک ہی جگہ لکھنے کے بجاے انھیں ان کے لسانی ماخذ کے ساتھ الگ الگ درج کیا گیا ہے تاکہ ہر لغت کو ایک الگ لفظ کی حیثیت دی جاسکے۔

۵۔ تلفظ کی وضاحت رومن میں کی گئی ہے تاہم بہتر تفہیم کے لیے پلیٹس نے کچھ علامات بھی وضع کی ہیں، مثلاً 'ہمزہ' کی آواز واضح کرنے کے لیے اس کی جگہ حذفیہ (apostrophe) کے بعد سکتہ لگایا گیا ہے۔ جب کہ 'ع' کے لیے a کا استعمال کیا گیا ہے۔

۶۔ الفاظ و محاورات کی قواعدی حیثیت کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ قواعد کے لیے استعمال ہونے والی اصطلاحات کو دیباچے

میں واضح کیا ہے مزید برآں ان حروف جار کی نشان دہی بھی کی گئی ہے جن کی وضاحت کے بغیر افعال کے معنوں میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔

۷۔ ہندی عربی، سنسکرت، فارسی اور پراکرتی الفاظ کی تفصیل کے لیے معتبر ماخذات سے معلومات لی گئی ہیں۔

۸۔ لفظ کی اصل بتانے کے لیے ہر لغت سے پہلے زبانوں کے ناموں کے پہلے حروف لکھے گئے ہیں، مثلاً A، P، S وغیرہ۔

۹۔ الفاظ کے اشتقاق کا خاص خیال رکھا ہے اور اس ضمن میں ماہرین سے مدد لی گئی ہے۔

۱-۶-۵ فرہنگ ہابسن۔ جابسن (۱۸۸۶ء) از کرنل ہنری یول اور اے۔ سی۔ برنل:

فرہنگ ہابسن۔جابسن لسانیات کے باب میں ایک اہم اضافہ متصور ہوتی ہے نیز اسے اشتقاقی نقطۂ نظر سے اپنی طرز کی پہلی کتاب قرار دیا جاتا ہے۔[۱۰] "یہ تقریباً ڈھائی ہزار اینگلو انڈین الفاظ و تراکیب پر مشتمل ہے، جو ہندوستان میں برطانیہ کے دورِ اقتدار میں انگریزوں کی عام بول چال کا حصہ بن چکے تھے یا مغربی زبانوں سے ہندوستان کی زبانوں بالخصوص اردو یا ہندی میں استعمال ہونے لگے تھے۔ اس کے مؤلفین یعنی کرنل ہنری یول (۱۸۲۰ء-۱۸۸۹ء: Col.Henry Yule) اور اے۔ سی۔ برنل (۱۸۴۰ء-۱۸۸۲ء:A.C.Burnell) نے اسے Glossary یعنی "فرہنگ" کی حیثیت سے متعارف کروایا ہے اور سرورق پر اس کا مکمل عنوان "Hobson-Jobson: A Glossary of Anglo-Indian Words or Phrases and of Kindred Terms Etymological,Historical, Geographical and Discursive" درج کیا گیا ہے۔ یوں اسے " فرہنگ ہابسن۔جابسن: اینگلو انڈین الفاظ و تراکیب اور متعلقات مع اشتقاق، تاریخی و جغرافیائی معلومات، لسانی تغیرات مع استدلال" کہا جا سکتا ہے۔ یہ فرہنگ پہلی بار ۱۸۸۶ء میں طبع ہوئی، جسے کرنل ہنری یول نے اپنے بھائی سر جارج اُدنی یول (۱۸۷۱ء-۱۹۵۱ء:Sir George Udny Yule) سے منسوب کیا۔ ۱۹۰۳ء میں ولیم کروک (۱۸۴۸ء-۱۹۲۳ء:William Crooke) نے اس کا اضافہ شدہ ایڈیشن مع اشاریہ شائع کیا، جس میں کروک کی طرف سے قوسین میں اضافے کیے گئے ہیں۔

فرہنگ کی تدوین کے آغاز سے متعلق کرنل ہنری یول اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۷۲ء میں فرہنگِ ہابسن۔ جابسن کے دونوں مؤلفین کی ملاقات انڈیا آفس لائبریری میں ہوئی، جس میں اے۔ سی۔ برنل نے اینگلو انڈین الفاظ کی فرہنگ کی تیاری سے متعلق یول کو اطلاع دی۔ یول نے بھی آگاہ کیا کہ وہ بھی اسی قسم کے کام میں مصروف ہے۔ لٰہذا دونوں مؤلفین کی دلچسپی کے اشتراک کے سبب ان کے درمیان خط و کتابت کا آغاز ہوا، جس کے ذریعے انھوں نے الفاظ، معانی اور ان کے اشتقاق سے بحث کی۔ یہ سلسلہ برنل کے انتقال ۱۸۸۲ء تک جاری رہا اور اس کے بعد لغت کی مکمل تدوین یعنی اگلے چار سال تک یول نے تن تنہا اس کام کو جاری رکھا۔ تاہم برنل کی مدد سے لغت کا جس قدر بھی حصہ مرتب ہو سکا یول نے نہ صرف اسے قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا ہے بل کہ جا بجا اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔[۱۱]

جہاں تک فرہنگ کے عنوان کا تعلق ہے تو یہ نہ صرف اپنی ہم عصر لغات سے قدرے مختلف ہے بل کہ اس کے متعلق کئی توضیحات ملتی ہیں۔ خود یول اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چوں کہ وہ اپنی فرہنگ کو قارئین کے لیے پرکشش بنانا چاہتے تھے اور اسے محض *A Glossary* یا *A Vocabulary* کا نام نہیں دینا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے ہابسن ۔جابسن تجویز کیا۔ یہ نام اس لیے بھی مناسب ہے کہ اس سے کتاب کے دونوں مولفین کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے خیال میں اس فرہنگ کے لیے کوئی اور عنوان ہو ہی نہیں سکتا تھا۔[۱۲] تاہم آغا افتخار حسین اس عنوان کی ایک وجہ یول کے والد میجر ولیم یول کی حضرت علیؓ اور بعد ازاں حضرت حسینؓ اور حضرت حسنؓ سے عقیدت کو بھی قرار دیتے ہیں جو اس لغت کے عنوان کا سبب بنی۔[۱۳] یول نے عنوان کی مزید وضاحت کے لیے مختلف النوع حوالہ جات [۱۴] سے استفادہ کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ اصطلاح بہ طور خاص محرم کے ماتمی جلوس کے لیے استعمال ہوتی ہے جو "یا حسنؓ یا حسینؓ" سے اخذ کی گئی ہے۔ اپنی موجودہ شکل میں یہ تبدیل شدہ صورت ہے جسے برطانوی فوجیوں نے مسخ کیا۔ ان الفاظ کو محرم الحرام میں سینہ کوبی کے وقت دہرایا جاتا تھا۔ جس نے بعد ازاں مختلف ادوار میں *Hosseen-Gosseen*، *Hossy-Gossy* اور *Hossein-Jossen* کی شکل اختیار کر لی اور بالآخر *Hobson-Jobson* بن گئی۔[۱۵]

اس فرہنگ میں درج ذیل خصوصیات دکھائی دیتی ہیں:

۱۔ اس میں عام بول چال کے علاوہ انتظامی امور، سائنسی علوم، کلکتہ سے پشاور تک جنوبی ہندوستان کی زبانوں میں استعمال ہونے والے، فرانسیسی، چینی اور پرتگیزوں کی برصغیر آمد کے بعد ان کی زبان کی جنوبی ہند کی زبانوں سے

آمیزش کے نتیجے میں تیار ہونے والی زبان کے الفاظ و محاورات شامل ہیں۔

۲۔ ایسے ایشیائک الفاظ جو اب عام بول چال کی زبان میں شامل نہیں یا کبھی اس کا حصہ ہی نہیں رہے، لیکن مشرقی ادبا کی تخلیقات میں ملتے ہیں، شاملِ فرہنگ ہیں۔

۳۔ عربوں کی وجہ سے جو ہندوستانی الفاظ مغربی دنیا میں متعارف ہوئے فرہنگ میں ان کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔

۴۔ لغات کے اشتقاق کی طرف خصوصی توجہ دی گئی ہے اور ان کی تحقیق کے لیے انگریزی، فرانسیسی، ولندیزی، پرتگیزی، یونانی، عربی، فارسی اور سنسکرت کی تقریباً دو ہزار سال کی تحریروں سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۵۔ اس میں ہندوستان کی تہذیب و ثقافت پر ہونے والے مغربی اثرات کے بارے میں اہم تاریخی اور جغرافیائی معلومات لسانی حوالے سے پیش کی گئی ہیں۔

۶۔ ہر لفظ کے جدید معنی درج کرنے کے علاوہ معانی کا ارتقایعنی تاریخ کے مختلف ادوار میں ان کے استعمال کا مفصل حال بھی بیان کیا گیا ہے۔

۷۔ انگریزوں کے ہندوستان آنے کے بعد، الفاظ کے املا اور تلفظ کے حوالے سے، مقامی زبانوں میں ہونے والی عہد بہ عہد تبدیلیوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۸۔ الفاظ کی قواعدی حیثیت اور ان کی اصل کے متعلق بھی معلومات موجود ہیں۔

۹۔ اسناد و امثال کے لیے اردو اور ہندی کی ادبی کتب اور اخبارات سے اقتباسات شامل کیے گئے ہیں جس کے ساتھ ماخذ کے نام اور سنین کا اندراج کر کے ان کے اعتبار میں اضافہ کیا گیا ہے۔

۱-۶-۶ فرہنگِ آصفیہ (۱۸۸۸ء۔۱۹۰۱ء) از سید احمد دہلوی:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد جب اقتدار کی تبدیلی عمل میں آئی اور اس کے اثرات نمایاں ہونے لگے تو زبانِ دہلی بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ یہ صورت حال مولوی سید احمد دہلوی کے لیے، جو بسلسلۂ تدوین لغت ۱۸۷۳ء سے ۱۸۷۹ء تک ڈاکٹر ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن کی ملازمت میں رہے تھے اور اردو زبان کی ترقی و ترویج کے حامی تھے، قابل قبول نہ تھی کہ وہ اپنی زبان کے معیار اور خالص پن کو دوسری زبانوں میں ضم ہوتا دیکھیں لہٰذا زبان کے مسخ ہونے کے خوف سے

انھوں نے ۱۸۶۸ء میں دہلی کی اصل اور خالص زبان کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایا۔[۱۱۶] ان کی یہ کوشش ۱۸۸۸ء میں فرہنگ آصفیہ کی صورت میں سامنے آئی جسے اگلے تیرہ سالوں میں انھوں نے چار جلدوں میں مدون کیا۔[۱۱۷]

فرہنگ آصفیہ کو ابتدا میں ارمغان دہلی (۱۸۷۸ء) کے نام سے مرتب کیا گیا تھا، لیکن وسائل کی کمی کے باعث ارمغان دہلی کا خلاصہ کیا گیا اور اس کے کچھ حصے ہندوستانی اردو لغت کے نام سے ۳۹ رسائل کی صورت میں ماہوار شائع ہوئے۔[۱۱۸] ۱۸۸۸ء میں تاج دارِ دکن محمد مظہر الدین خاں۔ شملہ آئے تو انھوں نے تمام رسائل کا بہ غور مطالعہ کیا اس وقت تک شائع ہونے والے تمام نمبروں کی خریداری منظور فرمائی۔ یہ نمبر پہلی اور دوسری جلد میں منقسم کیے گئے۔ ۱۸۹۲ء تک مولوی صاحب نے لغت مکمل کر لی تو ان کے لیے پانچ ہزار روپے بہ طور انعام اور پچاس روپے ماہانہ وظیفہ مقرر کیا گیا، جس کے بعد انھوں نے سنجیدگی سے لغت کی طباعت پر غور کرنا شروع کر دیا۔ چناں چہ ۱۸۹۸ء میں تیسری اور ۱۹۰۱ء میں چوتھی جلد بھی آگئی۔ اب یہ مسئلہ درپیش تھا کہ پہلی اور دوسری جلد معمولی نوعیت کی تقطیع پر شائع کی گئی تھیں اس لیے تمام جلدوں کی ہم تقطیع کے خیال سے مکمل لغت کی از سر نو طباعت کا کام مختلف کاتبوں اور مطبع خانوں کے ذریعے لاہور میں شروع کیا گیا جس کے لیے مولوی صاحب نے بھی لاہور ہی کو اپنا مسکن بنالیا تاکہ وہ بآسانی طبع شدہ کاپیوں کی پروف خوانی کر سکیں۔ تین جلدیں چھپ چکی تھیں اس کی طبع شدہ کاپیاں لاہور سے لا کر دہلی میں (مولوی صاحب کے ذاتی کتب خانے میں) رکھی گئیں۔ ابھی چوتھی جلد کاتبوں سے لکھوائی جارہی تھی کہ ۸، فروری ۱۹۱۲ء کو مولوی صاحب کے گھر آگ لگ گئی جس میں کتب خانے میں موجود دیگر کتب کے ساتھ لغت کی کاپیاں بھی جل کر خاکستر ہو گئیں۔ بعد ازاں نظام دکن نواب میر عثمان علی خان نے اس لغت کی سرپرستی قبول فرمائی اور ان کی بہ دولت اس کی چاروں جلدیں ۱۹۱۲ء سے ۱۹۱۸ء کے درمیانی عرصے میں ایک بار پھر شائع کی گئیں۔

اب فرہنگِ آصفیہ چار جلدوں میں منقسم ہے جن میں تقریباً ساٹھ ہزار الفاظ مندرج ہیں۔ پہلی جلد میں دو مقدمات،[۱۱۹] مؤلف کا تعارف، اردو زبان کا آغاز و ارتقا، لغت کے سرپرستان کا تعارف اور اظہار تشکر، لغت کے استعمال کے لیے دی جانے والی ہدایات، قطعۂ تاریخ، اور لغت کے بارے میں صاحبان علم و فضل اور موقر اخبارات، رسائل اور جرائد کے خطوط اور تبصرے شائع کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ لغت کے وہ اہم خصائص درج ذیل ہیں جس سے اس لغت کے اعتبار میں نہ صرف اضافہ ہوا ہے بل کہ یہی وہ سبب ہے جس کی بہ دولت ایک صدی سے زائد عرصہ گزر جانے کے باوجود بھی اسے اردو زبان کا ایک اہم ماخذ سمجھا جاتا ہے:

۱۔ اس میں اردو، عربی، فارسی، ترکی، ہندی اور سنسکرت الفاظ، اردو میں مروج دوسری زبانوں کے محاورات، ہندوستانی ماحول میں رچ بس جانے والے اور اپنی زبان سے مغائرت حاصل کر کے اردو زبان کا حصہ بننے والے الفاظ، گفتگو کے الفاظ، لغات انگریزی مخلوط بہ اردو، اہل حرفہ و پیشہ کی ضروری اصطلاحات، لسانیات کی اصطلاحات، وجہ تسمیہ، عام محاورات، کہاوتیں، ضرب الامثال، تلمیحات، رسومات ورواجات، اور طبیعیات و فلسفہ کے مسائل سے متعلقہ لغات شامل ہیں۔

۲۔ بیگماتی محاورات، عورتوں کی زبان، عورتوں کے مہینے، گیت، بچوں کے کھیل، پہیلیوں، کہہ مکرنیوں، دو سخنوں اور جگتوں کو بھی لغت میں داخل کیا گیا ہے۔

۳۔ زبان میں مروج فصیح اور غیر فصیح الفاظ کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

۴۔ تاریخی واقعات کے ساتھ اولیا و فقرائے ہند کے اسمائے گرامی مع مختصر سوانح عمری درج کیے گئے ہیں۔

۵۔ تذکیر و تانیث کا تعین کیا گیا ہے۔

۶۔ صرف و نحو کو مد نظر رکھتے ہوئے الفاظ کی قواعدی حیثیت واضح کی گئی ہے۔

۷۔ قدیم وجدید تحقیقات کے اختلافات بھی مندرج ہیں۔

۸۔ اصطلاحات اور محاورات کے معنی کے بیان میں جابجا اساتذہ کے اشعار سے مدد لی گئی ہے۔

۹۔ جہاں تک ممکن ہو سکا لفظ کی اصل اور اس کے اشتقاق سے بحث کی گئی ہے۔

۱-۶-۷ لغات کشوری (۱۸۹۱ء) از مولوی سید تصدق حسین رضوی:

لغات کشوری کی پہلی اشاعت ۱۳۲۲ھ بمطابق ۱۸۹۱ء میں عمل میں آئی جو ۵۸۴ صفحات پر مشتمل تھی۔ اس کی تالیف کی وجہ بیان کرتے ہوئے مؤلف کا کہنا ہے کہ اس سے پہلے کریم اللغات کو درسی کتب کی تفہیم میں اعانت کے لیے استعمال کیا جاتا تھا جس سے طلبہ کو یہ شکایت بھی تھی کہ اس میں لغات کی تعداد بہت کم ہے نیز جو معنی دیے گئے ہیں ان کا بیان بھی ناکافی ہے۔ جب یہ شکایات منشی نول کشور تک پہنچیں، جو السنہ شرقیہ کی کتب کے بہت بڑے ناشر تھے، تو انھوں نے مولوی سید تصدق حسین رضوی کو ایک نئی اور مبسوط لغت کی تدوین کی ذمے داری سونپی۔ جنھوں نے تین سال کی

مدت قلیل میں اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور مرتب کردہ لغت کا نام منشی صاحب کے ہی نام پر لغـــات کشــــوری رکھا۔[120]

اب تک اس کی کئی اشاعتیں سامنے آچکی ہیں، جن میں سے اٹھارویں اشاعت اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس میں وقت کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اضافہ شدہ الفاظ کو ''تتمہ'' کے عنوان سے شامل کیا گیا، لیکن چوں کہ ترمیم و اضافے کا عمل اس کے بعد بھی جاری رہا اس لیے منشی نول کشور کے وارث منشی تیج کمار کے ایما پر اب نئی اشاعتوں کے آخر میں ''تتمہ جدیدہ'' کا اضافہ نظر آتا ہے جس کے تیار کنندہ عبدالمومن فاروقی ہیں۔[121]

مولوی صاحب کی اس لغت میں درج ذیل خصائص دکھائی دیتے ہیں:

۱۔ لغت کی تالیف میں لغات اور ان کے معانی کے لیے، طلبہ کی علمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے، اہم درسی کتب مثلاً گلستان، بوستان، یوسف زلیخا، سکندر نامہ، بہار دانش، مادھو رام، انشاے منیر، انشاے خلیفہ، انوار سہیلی، مینا بازار، ابو الفضل، انشاے طاہر وحید، توقیعات کسریٰ، گل کشتی، پنجر قعہ، سہ نثر ظہوری، رسائل طغرا، اخلاق ناصری، قصائد عرفی، مثل صراح، منتخب اللغات، کشف اللغات، موید الفضلا، برہان قاطع، غیاث اللغات، چراغ ہدایت اور بہار عجم جیسے معتبر مآخذ سے رجوع کیا گیا ہے۔

۲۔ ہر لغت کے حرف اول کو باب اور حرف ثانی کو فصل قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ طلبہ اور قارئین کی آسانی کے لیے مختلف زبانوں مثلاً عربی، فارسی، ترکی وغیرہ کے الفاظ پر اعراب کا التزام ہے۔

۴۔ لغت کی تالیف میں علوم و فنون کی کتب کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔

۵۔ اس نوعیت کی دیگر لغات کے مقابلے میں اس لغت میں الفاظ کی تعداد ان سے کئی زیادہ ہے۔ مثال کے طور پر غیاث اللغات کی نسبت اس میں ہزار الفاظ زیادہ درج کیے گئے ہیں۔[122]

۱-۶-۸ امیر اللغات (۱۸۹۱ء) از امیر مینائی:

۱۸۸۴ء میں سر آلفرڈ لائل نے، جو اس وقت لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی اور چیف کمشنر اودھ تھے، نواب کلب علی خاں بہادر سے اردو کی ایک جامع لغت کی فرمائش کی۔ نواب صاحب نے یہ کام امیر مینائی کے سپرد کیا۔ امیر مینائی

پہلے ہی لغت کی تالیف کے خواہش مند تھے لہٰذا انھوں نے فوراً ساڑھے چار سو لغات پر مشتمل ''آنکھ'' کے مرکبات اور محاورات کا نمونہ تیار کیا،[۱۲۳] جسے نواب صاحب نے جنرل محمد اعظم الدین خان بہادر کی وساطت سے سر آلفرڈ لائل کو بھیجا۔ انھوں نے اسے پسند کیا، لغت کی اشاعت کے لیے رقم کی فراہمی اور لغات کی خریداری کی یقین دہانی کرائی اور بسلسلہ تدوین لغت مزید ہدایات دیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ لغت کی تالیف کے ساتھ اس کا پروف پہلے چھپوالیا جائے جب اس پر آرا مل جائیں تو اسے شائع کروادیا جائے۔[۱۲۴] چناں چہ ہدایات کے پیش نظر امیــر اللغــات پہلے نمونـــہ امیـــر اللغـــات کے نام سے ۱۸۸۶ء میں شائع ہوئی۔[۱۲۵] اس سے قبل کہ یہ منصوبہ مکمل ہوتا نواب صاحب کی رحلت اور سر آلفرڈ لائل کی ہندوستان سے رخصت نے لغت کے کام کو التوا میں ڈال دیا، لیکن امیر مینائی نے ہمت نہ ہاری اور نواب محمد مشتاق علی خاں بہادر کی اعانت سے ۱۸۸۹ میں لغت کا دفتر کھول لیا۔ انھوں نے ایک مشاورتی کمیٹی بھی رکھی جس کے ارکان امیرؔ کے شاگرد تھے۔ اس دفتر میں دن کو لغات کے مسودات تیار کیے جاتے اور رات کو انھیں پڑھ کر سنایا جاتا اور ان پر بحث کی جاتی تھی، لیکن جب اس طرح کے مباحث کار آمد ثابت نہ ہوئے تو اراکین نے امیرؔ سے مسائل کے سلسلے میں اپنی رائے پر عمل کرنے کو کہا۔[۱۲۶] یوں امیر اجتہاد سے کام لیتے رہے اور لغت کا کام جاری رہا۔

یہاں تک کہ مارچ ۱۸۹۱ء میں اس کے پہلے حصے (الف ممدودہ) اور مئی ۱۸۹۳ء میں اس کے دوسرے حصے (الف مقصورہ) کی اشاعت عمل میں آئی، لیکن اس کے بعد بعض نامساعد حالات کی وجہ سے دفتر بند کرنا پڑا۔ قرضہ ملتے ہی ۱۸۹۷ء میں دوبارہ دفتر قائم کیا گیا اور لغت کا کام پھر سے آغاز کیا گیا اس دوران تین جلدیں مکمل ہو چکی تھیں اور باقی لغت پر کام جاری تھا کہ ۱۸۹۹ء میں آتش زدگی کا واقعہ ہوا اور امیر کا کتب خانہ اور اس میں موجود بیش تر کتب جل کر راکھ ہو گئیں، جس سے امیر رنجیدہ رہنے لگے۔ پھر اگست ۱۹۰۰ء میں آپ ترک سکونت کی غرض سے حیدر آباد روانہ ہو گئے[۱۲۷] اور وہیں اکتوبر کے مہینے میں آپ کا انتقال ہو گیا، جس کی وجہ سے لغت کا منصوبہ نامکمل رہ گیا۔ اب ۲۰۱۰ء میں پنجاب یونیورسٹی اور یہ ٹمنہ ٹل کالج نے اس کی تیسری جلد شائع کی ہے، جس کی تدوین و حواشی کا کام ڈاکٹر رؤف پاریکھ نے انجام دیا ہے۔ اس میں 'ب' سے شروع ہونے والے الفاظ ہیں۔ چوں کہ اب تک اس کی تین ہی جلدیں چھپ سکی ہیں اس لیے اس کی اہمیت کے باوصف اسے اردو کی نامکمل لغات میں شامل کیا جاتا ہے۔ تاہم لغت میں موجود مغربی اصول لغت نویسی کے التزام کی وجہ سے اس لغت کو فراموش نہیں کیا جاسکتا، جس میں درج ذیل صفات ہیں:

۱۔ لغت میں زبان دہلی اور لکھنؤ کے لغات، مرکبات، محاورات، امثال، مقولے، اصطلاحات، شان مثل، کنایات،

صفات، تشبیہات، استعارات، شعرا کے مستعملات، پیشہ ورانہ و قانونی و مذہبی اصطلاحات، بولیوں، فقرا کے الفاظ، عورتوں کی زبان، قسموں، دعاؤں، کوسنوں کے الفاظ، طبع زاد فقروں، انگریزی الفاظ، رسوم و رواجات، متضاد، مترادفات، شعرا کے مختصر حالات اور قدیم و حال کی زبان کا فرق مد نظر رکھا گیا ہے۔

۲۔ لغت کی ترتیب حروف تہجی کے مطابق رکھی گئی ہے، جس میں پہلے مفرد الفاظ پھر مرکبات اور پھر محاورات وغیرہ درج کیے گئے ہیں۔

۳۔ تلفظ کی وضاحت کے لیے مقامات مناسب پر اعراب یا پھر زیادہ معروف الفاظ کے ذریعے وزن بتادیا گیا ہے۔

۴۔ محاورات میں لفظ کے واحد یا جمع ہونے یا دہلی اور لکھنؤ کے اختلافات واضح کیے گئے ہیں۔

۵۔ تذکیر و تانیث میں جہاں دبستانوں کا اختلاف ہے وہاں شعرا کے کلام کو بطور سند استعمال کر کے تذکیر و تانیث کی وضاحت کی گئی ہے۔

۶۔ بھاکا اور سنسکرت کے وہ الفاظ جنھیں اوچھے اور گھٹیا سمجھ کر چھوڑ دیا جاتا تھا انھیں بھی شامل لغت کیا گیا ہے۔

۷۔ عام بول چال کے وہ الفاظ جو ترکیب کی رو سے درست نہیں لیکن کثرت سے استعمال ہوتے ہیں، وہ بھی لغت میں داخل ہیں۔

۸۔ ایسی جمعیں جو اپنے واحد کے معنوں کے علاوہ اور معنی بھی دیتی ہیں، ان کو علیٰحدہ قائم کیا گیا ہے۔

۹۔ ایسے لغات جو صرف شاعرانہ خیال ادا کرنے کے لیے استعمال ہوئے ہیں یا پھر بعض معنی میں بول چال میں اور بعض میں صرف نظم و نثر کے ساتھ مختص ہیں، ان کی وضاحت 'ظث' کی علامت کے ذریعے کی گئی ہے۔

۱۰۔ اس میں ایسے الفاظ اور معنی کی ایسی شقیں موجود ہیں جو کسی اور لغت میں نہیں ہیں۔[۱۲۸]

۱۱۔ الفاظ کی امثال کے لیے ایسی نادر اسناد دی گئی ہیں جو اردو لغت بورڈ کی لغت میں بھی نہیں ملتیں۔[۱۲۹]

۱-۶-۹ نور اللغات (۱۹۲۴ء۔۱۹۳۱ء) از مولوی نورالحسن نیر کاکوروی:

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ ۱۹۰۰ء میں امیر مینائی کی وفات کے بعد ان کی لغت امیر اللغـــات نامکمل رہ گئی تھی، جس کے متعلق مولوی نورالحسن نیر کا خیال تھا کہ صاحب امیر اللغـات کے صاحب زادوں یا شاگردوں میں سے کوئی اس کام کو مکمل کرے گا لیکن ایسا نہ ہوا۔ مولوی نورالحسن دلی طور پر یہ چاہتے تھے کہ اردو زبان کی کوئی مستند لغت مرتب

ہو۔ دوستوں اور مصاحبوں کے اصرار نے اس پر مہمیز کا کام کیا کہ ۱۹۱۴ء میں مولوی صاحب نے اردو زبان کی ایک معتبر لغت کی ترتیب وتدوین کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں ۱۹۲۴ء تا ۱۹۳۱ء نور اللغات کی چار جلدیں مدون ہوئیں۔[۱۳۰] چوں کہ یہ کام مکمل توجہ کا طالب تھا اس لیے آپ اس کی تکمیل کے لیے لکھنؤ آ گئے اور اس کے ساتھ ہی عوام الناس کو لغت سے متعارف کروانے کے لیے ادیب اردو کے نام سے ایک ماہنامے کا اجرا کیا۔ اس ماہنامے میں لغت کے اجزا شائع کر کے الفاظ و محاورات کی تصدیق کے لیے ماہرین سے رائے لی جاتی تھی۔ جب لغت کے مندرجات کا اعتبار حاصل ہوا تو آپ نے لغت کی طباعت کے لیے ذاتی مطبع "نیر پریس" کے نام سے قائم کیا۔ اسی سے لغت کی پہلی جلد شائع ہوئی۔ بعد ازاں تغیر حالات کے سبب آپ کو اپنا مطبع فروخت کر کے اور لکھنؤ کی سکونت ترک کر کے اپنے آبائی وطن کاکوری واپس جانا پڑا۔ اسی مطبع کے فروخت کی رقم سے لغت کی باقی جلدوں کی اشاعت عمل میں آئی۔[۱۳۱]

مولوی نور الحسن نیر نے اس لغت کی تالیف میں جن اصولوں کو مد نظر رکھا ہے اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اردو زبان میں نور اللغات کی تدوین تک جو تبدیلیاں ہوئی تھیں انھیں لغت میں ظاہر کیا گیا ہے۔

۲۔ لغت میں اردو، عربی، فارسی، ترکی، سنسکرت اور عورتوں کی زبان کے الفاظ شامل کیے گئے ہیں اور ان کے لیے اشارات بھی وضع کیے گئے ہیں۔

۳۔ اصل لغت کو جلی قلم سے اور اس کے ماتحت معانی، مرکبات، محاورات، روزمرہ وغیرہ کا اندراج خفی قلم سے کیا گیا ہے۔ تمام الفاظ کے اندراج میں اس وقت کی مرجہ زبان کا لحاظ رکھا گیا ہے۔

۴۔ شعرا کے کلام میں پائے جانے والے متروک یا قلیل الاستعمال الفاظ کو لغت کے دیباچے میں درج کیا گیا ہے۔

۵۔ لفظ کی اصل کا التزام موجود ہے۔

۶۔ لکھنوی اور دہلوی محاورات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور ہر محاورے کی فعل لازم اور متعدی کے ساتھ الگ الگ وضاحت کر کے ان کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

۷۔ تذکیر وتانیث کے دبستانوی اختلافات کو مستند شعرا کے کلام کی مدد سے دور کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

۸۔ صحت تلفظ کے لیے اعراب کے علاوہ مشہور الفاظ کے ذریعے وزن بتایا گیا ہے یا پھر اشعار کی مدد سے تلفظ کی وضاحت کی گئی ہے۔

۹۔ الفاظ مترادفہ کا فرق واضح کیا گیا ہے۔

۱۰۔ یاے معروف گول اور یاے مجہول آڑھی یا آدھی یا بے نقط لکھی گئی ہے۔

۱۱۔ انگریزی الفاظ جو اردو زبان میں داخل ہیں، انھیں مع تذکیر و تانیث کی وضاحت کے درج کیا گیا ہے۔

۱-۶-۱۰ فیروز اللغات (۱۹۲۵ء) از مولوی فیروز الدین:

فیروز اللغـــات کی پہلی طباعت ۱۹۲۵ء میں منظر عام پر آئی۔ چوں کہ یہ طلبہ کی ضروریات کی تکمیل کو مد نظر رکھتے ہوئے تالیف کی گئی تھی اور ہر خاص و عام کی دست رس میں تھی اس لیے نہ صرف تیزی سے مقبولیت کے منازل طے کرنے لگی بل کہ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۶۴ء کے درمیانی عرصے میں انیس بار طبع ہوئی۔

جب تک مؤلف لغت مولوی فیروز الدین حیات رہے، لغت کی نئی اشاعتوں میں ضروری اور اہم اصلاحات، ترامیم اور اضافوں کا عمل خود ہی انجام دیتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد بھی کئی اشاعتیں سامنے آئیں، لیکن زبان میں ہونے والی تبدیلیوں اور علمی و فنی اصطلاحات سے آگاہ ہونے کے باوجود نئی اشاعتوں میں اضافہ نہیں کیا جا سکا۔ یہی نہیں بل کہ لغت کی تالیف کے وقت مولوی صاحب کی شدید خواہش کے باوجود دکنی اور قدیم اردو الفاظ کو مجبوراً نظر انداز کرنا پڑا تھا کیوں کہ وہ زیادہ سے زیادہ رائج الوقت الفاظ کو شامل کرنے کے خواہش مند تھے،[۱۳۲] لیکن جب جامعات میں، کثیر تعداد میں، دکنی اور دیگر قدیم اردو تصانیف نصاب میں شامل ہونے لگیں تو پھر دکنی اور قدیم اردو الفاظ کو مزید نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لہٰذا ۱۹۵۸ء میں ایک مشاورتی کمیٹی تشکیل دی گئی، جس نے لغت نویسی کے مسائل پر غور کرتے ہوئے اپنے کام کی حدود متعین کیں اور لغت کو از سر نو ترتیب دینے کا کام اردو، فارسی، ہندی، عربی اور انگریزی زبانوں کے ماہرین کے سپرد کیا۔ یوں تقریباً ایک لاکھ کے قریب قدیم اور مروجہ الفاظ، مرکبات، محاورات، ضرب الامثال اور علمی و ادبی و فنی اصطلاحات پر مشتمل فیروز اللغـــات (جامع) کی ترمیم شدہ اشاعت ۱۹۶۴ء میں زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔[۱۳۳] بعد ازاں ۱۹۶۷ء میں اسی لغت پر دوبارہ نظر ثانی کی گئی، جس پر اس وقت کے مرکزی اردو بورڈ کے ڈائریکٹر جناب احمد الدین (اے۔ڈی) نے سب سے زیادہ ہندی حروف کو علیٰحدہ کرنے پر خوشی کا اظہار کیا اور بورڈ کی طرف سے سند خوشنودی بھی عطا کی۔ اس کے بعد بھی اس کی کئی اشاعتیں آئیں اور آج تک یہ لغت متواتر شائع ہو رہی ہے۔ اس لغت کے اہم خصائص درج ذیل ہیں:

۱۔ لغت میں ایک لاکھ پچیس ہزار قدیم و جدید الفاظ، مرکبات و محاورات، ضرب الامثال، علمی، ادبی، فنی، دفتری، سائنسی، تکنیکی اور پیشہ ورانہ اصطلاحات، انگریزی الفاظ اور کلاسیکی متون کو سمجھنے کے لیے متروک الفاظ شامل ہیں۔

۲۔ الفاظ کے معنی کے بیان کے لیے شرح کا طریقہ کار اپنایا گیا ہے۔

۳۔ تلفظ کے لیے اعراب کا انگریزی طریقہ استعمال کیا گیا ہے یعنی اجزا الگ الگ کر کے ان کی صوتی صورت واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

۴۔ مفرد اور مرکب حروف کے لیے الگ الگ لغات کا اہتمام کیا ہے لیکن مرکب حروف کو الگ حرف کی حیثیت نہیں دی گئی۔

۵۔ مشتقات کو ضمنی لفظ قرار دینے کے بجائے الگ لفظ کی حیثیت دی گئی ہے۔

۶۔ ہر لفظ کی اصل اور قواعدی حیثیت کا تعین کیا گیا ہے۔

۷۔ اشخاص و اماکن کی وضاحت موجود ہے۔

۸۔ انگریزی الفاظ کی بہتر تفہیم کے لیے انھیں اردو کے علاوہ انگریزی میں بھی تحریر کیا گیا ہے۔

۱-۶-۱۱ جامع اللغات (۱۹۳۵ء) از خواجہ عبدالمجید:

اردو زبان و ادب کی کبیرہ لغات میں ایک خواجہ عبدالمجید کی جامع اللغات بھی ہے، جو پہلی بار جنوری ۱۹۳۵ء میں چار جلدوں میں شائع ہوئی لیکن اب اردو سائنس بورڈ نے اسے یہ دو جلدوں میں تقسیم کر دیا ہے۔[۱۳۴] موجودہ لغت ابتدائی لغت کا خلاصہ ہے جسے دو جلدوں میں مدون کرنے کے لیے اس میں سے غیر معروف اور غیر اہم علاقوں، شہروں، جغرافیائی منطقوں اور افراد کے اسمائے گرامی حذف کر دیے گئے ہیں۔ تاہم جن اشخاص و اماکن کا تعلق براہ راست تاریخ ادب سے ہے ان کا ذکر موجود ہے۔[۱۳۵]

جامع اللغات کی تالیف کا کام اتفاقیہ آغاز ہوا۔ ۱۹۲۹ء میں خواجہ عبدالمجید کے عزیز دوست نواب ممتاز علی آف کرنال کے بھائی لاہور تشریف لائے۔ ایک دن وہ خواجہ صاحب کے ساتھ اردو زبان و ادب کی ایک عمدہ لغت کی تلاش میں نکلے لیکن سارا دن گزرنے کے باوجود بھی مراد پوری نہ ہو سکی۔ خواجہ صاحب نے از راہ مذاق خود ان کے لیے لغت مرتب

کرنے کا کہا تو نواب صاحب نے اس قدر بے ساختگی سے بسم اللہ کرنے کو کہا کہ خواجہ صاحب لغت کی تدوین کے لیے تیار ہو گئے۔[۱۳۶] مسلسل چار سال کے قلیل عرصے میں آپ نے تن تنہا اپنے فرائض منصبی کے ساتھ ساتھ لغت کی بھی تکمیل کی اور جنوری ۱۹۳۳ء میں اس کی طباعت کا کام شروع ہو گیا۔ نور اللغات کی طرح اسی صفحات پر مشتمل اس کا ایک حصہ ہر ماہ چھپتا۔ یوں لغت کی مکمل طباعت تک اس کے بتیس (۳۲) کراسے منظر عام پر آئے۔[۱۳۷]

اسی زمانے میں یو۔ پی اور پنجاب کے ادبا کی چشمک کا آغاز ہوا اور ''خاکساران لکھنؤ'' اور ''زندہ دلان لاہور'' کے نام سے اپنا اپنا دفاع کیا جانے لگا۔ چوں کہ مذکورہ لغت کے مؤلف کا تعلق بھی لاہور سے تھا اس لیے ان کی لغت بھی اسی چشمک کی نذر ہوئی اور لغت کے ساتھ ساتھ اس کے مؤلف کی قابلیت کو بھی شک کی نظر سے دیکھا گیا۔[۱۳۸] تاہم اس کے بنیادی خصائص کی وجہ سے یہ زیادہ دیر تک صاحبان علم کی نظر سے دور نہ رہ سکی، جن کا اجمالی جائزہ درج ذیل ہے:

۱۔ اس کی ابتدا میں اردو زبان کے آغاز و ارتقا سے متعلق اہم معلومات پر بحث کی گئی ہے۔

۲۔ اس لغت میں دوسری ضخیم لغات کی نسبت تقریباً سات فیصد سے زائد الفاظ موجود ہیں، جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ الفاظ جو اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں بھی شامل ہونے سے رہ گئے ہیں وہ اس میں شامل ہیں۔[۱۳۹]

۳۔ لغت میں صرف عربی، فارسی اور ہندی الفاظ کو ہی درج نہیں کیا گیا بل کہ سنسکرت، ترکی اور عبرانی کے بھی ایسے الفاظ درج کیے گئے ہیں جو اردو میں مستعمل ہیں یا پھر اہل علم نے انھیں اپنی تصانیف میں استعمال کیا ہے۔

۴۔ حروف تہجی کے اس وقت کے مروجہ چھتیس حروف اور ان کی ہائیہ اصوات میں سے چونتیس حروف کے الفاظ لغت دیے گئے ہیں۔ ہمزہ کو الف کے ذیل میں شامل رکھا گیا ہے جب 'ڑ' سے کوئی لفظ شروع نہیں ہوتا اس لیے اس کے لغات موجود نہیں۔

۵۔ قارئین کی آسانی کے لیے امثال اور اقوال علیٰحدہ درج کیے گئے ہیں، جن کی تعداد ۲۵ ہزار سے زائد ہے۔

۶۔ چوں کہ اسماء الرجال کے ناموں میں لقب، تخلص اور کنیت سب کا لحاظ رکھا گیا ہے اس لیے کسی بھی نام کی تلاش کے لیے سب کو دیکھ لینا چاہیے۔

۷۔ مشتقات، مرکبات، محاورات اور ممالک اور براعظموں کے نام مندرج ہیں۔

۸۔ اردو الفاظ کے آخر میں اس کا مادہ دیا گیا ہے۔

۹۔ ایک ہی لفظ جو مختلف مادوں سے آیا ہے اس کے مادے الگ الگ لکھ دیے گئے ہیں۔

۱۰۔ مشاہیر کے ناموں کے آگے سنہ ولادت اور وفات درج ہیں۔

۱۱۔ تلفظ کے لیے اعراب کا استعمال کیا گیا ہے۔

۱۲۔ الفاظ کے معنی بیان کرنے کے لیے مترادفات کے بجائے تعریف دی گئی ہے، لیکن یہ تعریفیں عربی، فارسی اور ہندی الفاظ میں کم اور اردو الفاظ میں زیادہ ملتی ہیں۔

۱۳۔ علمی الفاظ کی تشریح و توضیح اور اصطلاحات علمیہ کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔

۱۴۔ لغت کے آخر میں نہ صرف سنہ ہجری اور عیسوی کا جدول [۱ھ (۶۲۲ء) تا ۱۴۰۰ھ (۱۹۷۹ء)] دیا گیا ہے بل کہ وزن، زمین، رقبے اور کپڑے کے پیمانوں اور وقت، گنتی، کاغذ، دیسی نقدی اور انگریزی نقدی سے متعلق معلومات

بھی درج کی گئی ہیں۔

۱-۶-۱۲ فرہنگِ عامرہ (۱۹۳۷ء) از محمد عبداللہ خان خویشگی:

فرہنگِ عامرہ پہلی بار ۱۹۳۷ء میں مرتب کی گئی اور نظر ثانی اور اضافے کے بعد محمد عبداللہ خان خویشگی ہی کے ہاتھوں اس کی دوسری اشاعت ۱۹۵۷ء میں سامنے آئی۔ محمد عبداللہ خان خویشگی نے یہ لغت اس لیے مرتب کی کہ ان کے دور تک جتنی بھی فارسی لغات تھیں ان میں تلفظ کے بجائے معانی کی نشان دہی پر زور دیا گیا تھا۔ علاوہ ازیں پرانی فارسی فرہنگیں کسی بھی قسم کی تہذیب و تجدید نہ ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کے تراجم یا کورانہ تقلید میں شمار ہوتی تھیں۔[۱۴۰] جب کہ دوسری اشاعت کی وجہ بتاتے ہوئے ان کا کہنا ہے کہ قیام پاکستان کے وقت اردو زبان میں کثرت سے ہندی الفاظ داخل ہو گئے ہیں جب کہ عربی اور فارسی الفاظ اسلامی تہذیب و ثقافت کا حصہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ زیادہ سے زیادہ عربی اور فارسی الفاظ کو اپنی بول چال اور استعمال میں رواج دیا جائے۔[۱۴۱] چناں چہ کہا جا سکتا ہے کہ محمد عبداللہ خان خویشگی کی یہ کاوش قدیم فارسی فرہنگوں کو جدید قالب میں ڈھالنے کی سعی ہے، جس کی مدد سے عربی، فارسی اور ترکی الفاظ کے درست تلفظ اور مفاہیم تک رسائی ممکن ہے۔ اس لحاظ سے یہ ایک فارسی۔ اردو لغت ہے لیکن اس کا شمار اردو لغات میں اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اس میں وہ اردو، عربی اور فارسی الفاظ داخل کیے گئے ہیں جو زبانِ اردو میں مستعمل ہیں۔ یوں یہ

لغت فارسی اور عربی کے ساتھ ساتھ اردو کے قارئین اور طلبہ کے لیے بھی یکساں مفید ہے جس کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ لغت میں تلفظ کی وضاحت اور ادائیگی کے لیے اعراب اور علائم ترکیبی کا مکمل التزام کیا گیا ہے۔

۲۔ فارسی مصادر کے مضارع اور اس کے سماعی اور قیاسی مشتقات درج ہیں۔ طلبہ کی سہولت کے لیے قلیل الاستعمال مصادر بھی داخل کیے گئے ہیں۔

۳۔ بے رواج اشیا کے ناموں کی جگہ عہد حاضرہ کے مروجہ الفاظ درج کیے ہیں۔

۴۔ اعضائے جسمانی، طب کی اصطلاحات جیسے دیگر لغات ضروریہ کے علاوہ مخرب الاخلاق تشبیہات و استعارات سے اجتناب کیا گیا ہے۔

۵۔ اشیا کی ماہیت اور معانی کے ضمن میں نئی تحقیقات اور انکشافات کو مد نظر رکھا ہے۔

۶۔ افسانوی کردار یا تاریخی شخصیات کے تعارف میں تاریخی حقائق کو مد نظر رکھتے ہوئے حقیقی اور غیر حقیقی کا امتیاز روا رکھا ہے۔

۷۔ لغات کے معانی کے بیان میں مجلسی رواداری پیش نظر رہی ہے۔

۸۔ معنی کے ساتھ مترادفات بھی درج کیے گئے ہیں۔

۹۔ اسمائے حیوانات کے معنی کے ساتھ ان کے حالات بھی دیے گئے ہیں۔

۱۰۔ ۱۹۵۷ء تک کی سیاسی تحریکات کی اصطلاحی تعریف بھی لغت میں موجود ہے۔

۱۱۔ فرہنگ کے اختتام پر ضمیمے میں ایک ہزار سے زائد اردو زبان کے مصنفین اور ان کی کتب سے متعلق معلومات درج کی گئی ہیں، جن سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی کتب میں برصغیر پاک و ہند کے کون سے حصے اور کس عہد کی زبان ہے۔

۱-۶-۱۳ جامع نسیم اللغات (۱۹۵۰ء۔۵۱ء) از سید قائم رضا نسیم امروہوی۔ سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی:

نسیم اللغات سید قائم رضا نسیم امروہوی اور سید مرتضیٰ حسین نے ۱۹۵۰ء۔۵۱ء میں شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشر اور بک سیلر کی فرمائش پر اسکولوں اور کالجوں کے طلبہ کے لیے ایک مختصر لغت کے طور پر مرتب کی تھی۔ چوں کہ مصنف

نے اس کی ترتیب و تنظیم اور لغات کی تشریح و توضیح میں جامعیت اور مانعیت دونوں کو ملحوظ رکھا تھا اس لیے جلد ہی اسے قبول عام حاصل ہوا،[۱۴۲] لیکن اگر لغت کے اندراجات کو دیکھا جائے تو طلبہ اور عام کاروباری افراد کی ضروریات کے لیے ترتیب دی جانے والی یہ لغت اتنی بسیط نہیں ہے جتنا ایک جامع اردو لغت کو ہونا چاہیے۔ تاہم کسی لفظ کے متعلق بنیادی معلومات کی فراہمی کے نقطۂ نظر سے اسے آسانی سے دستیاب ہونے والی لغات میں شمار کیا جا سکتا ہے، جس میں درج ذیل خصائص موجود ہیں:

۱۔ لغت میں درس و تدریس اور کاروباری ضروریات سے متعلقہ تقریباً تمام لغات کا اندراج کیا گیا ہے۔
۲۔ الفاظ کی تشریح میں مناسب طوالت کا خیال رکھا گیا ہے۔
۳۔ مترادفات کا فرق واضح کرنے کے لیے اساتذہ کے اشعار یا اقتباسات درج کیے گئے ہیں۔
۴۔ لفظ کی اصل و نسل کا التزام موجود ہے۔
۵۔ محاورات اور ضرب الامثال کے علاوہ پیشہ ورانہ اصطلاحات کی تشریح بھی شامل ہے۔
۶۔ عام تراکیب کے علاوہ ایسی تراکیب بھی درج کی گئی ہیں، جنھیں اساتذہ نے کسی خاص مفہوم یا مقصد کے لیے استعمال کیا ہے۔

۱-۶-۱۴ مہذب اللغات (۱۹۵۸ء-۱۹۸۹ء) از سید محمد میرزا مہذب لکھنوی:

مہذب اللغات لکھنؤ کے الفاظ و محاورات اور تصرفات کی ایک جامع لغت ہے، جو ۱۴ جلدوں میں منقسم ہے۔ یہ اردو لغت بورڈ، کراچی کی لغت کے بعد اردو کی دوسری ضخیم لغت ہے،[۱۴۳] جس کی پہلی جلد ۱۹۵۸ء میں شائع ہوئی جب کی چودھویں اور آخری جلد ۱۹۸۹ء میں طبع ہوئی۔

مقصد تالیف پر بات کی جائے تو جس طرح سید احمد دہلوی فرہنگ آصفیہ کے ذریعے دہلی کے الفاظ و محاورات کو محفوظ کرنا چاہتے تھے اسی طرح زمانے کے روز افزوں انقلابات کو دیکھ کر مہذب لکھنوی کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر حالات کی یہی روش رہی تو اردو زبان محفوظ نہیں رہ سکے گی اس لیے اردو کی ایک ایسی لغت مرتب کی جائے، جس میں لکھنؤ کی زبان محفوظ کی جا سکے؛ دہلی اور لکھنؤ کی زبانوں کے تصرفات واضح ہوں اور فصیح اور غیر فصیح، مذکر اور مؤنث اور عوام و خواص کی زبان میں امتیاز روا رکھا جا سکے۔[۱۴۴]

مہذب لکھنوی نے ۱۹۳۸ء یا اس سے کچھ قبل ہی لغت کی تدوین کے کام کا آغاز کر دیا تھا، جس میں راجہ محمد امیر احمد خان المعروف راجہ صاحب آف محمود آباد (اودھ) نے ان کی اعانت فرمائی۔[۱۴۵] شروع میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ لغت کو قسط وار شائع کیا جائے گا اور پھر اس کی جلدیں مرتب کی جائیں گی۔ چناں چہ ۱۹۵۶ء میں ۸۲ صفحات پر مشتمل لغت کی پہلی قسط شائع ہوئی اور بعد ازاں ہزار صفحات کے بجائے پانچ سو صفحات بااقساط شائع کرنے کے بعد ان کی ایک جلد ترتیب دی گئی اور اس کے بعد کی دوسری جلدیں قسط وار شائع ہونے کے بجائے مکمل جلد کی صورت میں طبع ہوئیں۔

اس لغت کی نمایاں خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ لغت میں اردو کے الفاظ، محاورات، مصطلحات، ضرب الامثال، شخصیات، مقامات اور مشہور واقعات سے متعلق لغات کا اندراج کیا گیا ہے۔

۲۔ فصیح اور غیر فصیح زبان کے امتیازات واضح کرنے کے لیے خصوصی کاوش کی گئی ہے۔ چوں کہ یہ لکھنو کی لغت ہے اس لیے فصاحت کا معیار لکھنوی زبان ہے۔ جب کہ غیر فصیح زبان سے مراد وہ الفاظ ہیں جن کے استعمال سے فصحا احتیاط برتتے ہیں یا پھر وہ دیگر زبانوں کے الفاظ ہیں اور اردو بولنے والے خاص گروہ مثلاً علیٰ عربی دان طبقے میں مستعمل ہیں لیکن اردو کی عام فہم زبان کے لیے ان کی ثقالت قابل قبول نہیں۔

۳۔ زیادہ تر معنی کی وضاحت مترادفات کے ذریعے کی گئی ہے لیکن کہیں کہیں لغت کو کامل بنانے کے لیے الفاظ کی تشریح میں کسی حد تک طوالت سے کام لیا گیا ہے۔ تاہم جن لغات کے لیے بیک وقت مترادفات اور وضاحت دونوں دیے گئے ہیں وہاں پہلے مترادفات اور پھر لفظ کی وضاحت ملتی ہے۔

۴۔ اس لغت کی سب سے نمایاں خاصیت "قول فیصل" ہے۔ لغت میں کسی بھی لفظ کی تشریح اور سند کے اندراج کے بعد اس کے فصیح یا غیر فصیح متروک یا رائج ہونے کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے جس کے متعلق ڈاکٹر مسعود ہاشمی کی یہ رائے ہے کہ اس وصف کی بنا پر یہ لغت تدوین کے دائرے سے نکل کر تنقید کے دائرے میں داخل ہو گئی ہے۔[۱۴۶]

۵۔ مؤلف نے لغت میں فرہنگ آصفیہ اور نور اللغات کے اندراجات درج کر کے ان کے مروج ہونے سے متعلق اپنی ذاتی رائے دی ہے جس کی بنا پر اسے مذکورہ لغات کا محاکمہ قرار دیا جا سکتا ہے۔[۱۴۷]

۶۔ لغت میں ہر لفظ کی تذکیر و تانیث کی وضاحت موجود ہے۔

۷۔ تلفظ کی وضاحت کے لیے اعراب کے ساتھ ساتھ ہم وزن یا مساوی الحرکات الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ نہ صرف مختلف المعنی اور جداگانہ تلفظ رکھنے والے الفاظ کا الگ الگ اندراج کیا گیا ہے بل کہ قواعدی حیثیت کے اختلاف کے اعتبار سے بھی ایک لغت کو ایک سے زائد مرتبہ درج کیا گیا ہے۔

۱-۶-۱۵ لغت کبیر (۱۹۷۳ء۔۱۹۷۵ء) از ڈاکٹر مولوی عبدالحق:

اردو قواعد اور لغت نویسی سے ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی دلی وابستگی محتاج بیان نہیں۔ انھوں نے اپنی جن کاوشوں سے اردو زبان وادب کی جو خدمت کی ہے وہ تواریخ زبان وادب میں ان کا نام زندہ رکھنے کے لیے کافی ہے۔ انھی کاوشوں میں سے ایک ان کی معروف مگر نامکمل لغت لغت کبیر ہے جس کی تالیف کا خیال ہمیشہ سے ان کے دل میں تھا۔ دراصل جس زمانے میں لغت کبیر کی تدوین کا آغاز ہوا اس وقت تک اہل علم کی انگریزی۔ اردو لغات کے علاوہ فرہنگ آصفیہ، نور اللغات اور امیر اللغات سے آشنائی ہو چکی تھی۔ مولوی صاحب بھی ان کے محاسن و معائب سے باخبر تھے اس لیے ان کی اشاعت کے بعد بھی وہ یہی چاہتے تھے کہ کوئی ایسی لغت ترتیب دی جائے، جس میں الفاظ کی اصل اور گذشتہ تاریخ کو تحقیق کے ساتھ لکھا جائے اور قدیم وجدید اصطلاحات اور وہ الفاظ جو دیگر لغات میں متروک سمجھ کر چھوڑ دیے گئے ہیں یا اردو زبان میں مرکب الفاظ سے پیدا ہونے والے نئے معنی جنھیں اکثر و بیش تر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے، ان سب کو لغت میں شامل کیا جانا چاہیے۔[۱۴۸] چناں چہ ۱۹۱۸ء میں انھوں نے انجمن ترقی اردو (ہند) کے زیر اثر اپنے اس منصوبے کی تکمیل کی کوشش کی، لیکن وسائل کی کمی نے اس پر عمل کرنے نہیں دیا۔ تاہم جب ۱۹۳۰ء میں مولوی وحید الدین سلیم کی وفات کے بعد حکومت حیدر آباد نے انھیں جامعہ عثمانیہ کے صدر شعبۂ اردو کے عہدے پر فائز کیا اور ایک جدید، مکمل اور ضخیم لغت کی تدوین و ترتیب کے لیے دس برس کے لیے بارہ ہزار روپے سالانہ (سکۂ عثمانیہ) کی امداد بھی منظور کر دی تو انھوں نے اپنے منصوبے کی تکمیل پر کام کا آغاز کر دیا۔ اس مقصد کے لیے اورنگ آباد میں لغت کی نظر ثانی کے لیے ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ مولوی صاحب، ڈاکٹر عبدالستار صدیقی، پنڈت کیفی، پنڈت ونشی دھر اور سید ہاشمی فرید آبادی اس کے ارکان تھے جب کہ مولوی احتشام الدین ان کے مددگار مقرر کیے گئے۔[۱۴۹] جس پر بعد ازاں یہ تنازعہ بھی سامنے آیا کہ لغت کبیر کا اصل کام مولوی احتشام الدین دہلوی نے انجام دیا تھا جسے مولوی عبدالحق نے اپنے نام سے شائع

کروایا۔[150] تاہم مولوی صاحب نے دن رات کی محنت سے اس قدر سرمایہ اکٹھا کر لیا کہ لغت کی تکمیل یقینی نظر آنے لگی، لیکن اسی اثنا میں فسادات کا آغاز ہوا اور حادثات و واقعات کے ساتھ حیدر آباد میں لغت کے دفتر کی تباہی بھی عمل میں آئی۔اس تباہی نے لغت کے مسودات اور بیش تر کتابیں تلف کر دیں۔۱۹۴۹ء میں مولوی صاحب اس کا کچھ سرمایہ بچا کر کراچی لانے میں کامیاب ہو گئے اور یہاں انجمن ترقی اردو، کراچی کے تحت دوبارہ کام کا آغاز کیا۔اب انجمن کے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا کہ معاونین رکھے جاتے لہٰذا دفتر کے کاموں سے فراغت کے بعد جو بھی وقت ملتا مولوی صاحب لغت کی تالیف میں صرف کرتے۔ یہاں تک کہ لغت کے دو ہزار صفحات مرتب ہوئے جس میں 'الف'، 'ب' اور 'بھ' ہی مکمل کیے جا سکے۔[151] اس دوران ایک اہم پیش رفت یہ ہوئی کہ ۱۹۵۸ء میں کراچی ہی میں، اردو کی ایک کلاں لغت کی تکمیل کے لیے، ایک آزاد اور خود مختار ادارے کی حیثیت سے، ''ترقیٔ اردو بورڈ'' کا قیام عمل میں آیا۔ مولوی صاحب کو اس کا مدیر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔بورڈ کے پاس لغت کے لیے کتابیں اور کارڈ وغیرہ نہیں تھے لہٰذا ابتدائی کام مولوی صاحب کے تیار کردہ مسودات اور انجمن کی کتب کی مدد سے ہوتا رہا،[152] لیکن ۱۹۶۱ء میں وہ بورڈ کے حالات سے دل برداشتہ ہو کر اپنے عہدے سے مستعفی ہو گئے اور اسی سال ان کا انتقال ہو گیا۔ان کی وفات کے بعد انجمن ترقی اردو، کراچی نے لغت کبیر کی پہلی جلد کا حصہ اول ۱۹۷۳ء میں شائع کیا اور اس کا حصہ دوم ۱۹۷۵ء میں منظر عام پر آیا۔یہ دونوں حصے الف ممدودہ کے لغات اور ۸۹۴ صفحات پر مشتمل ہیں اور اس میں لغت نویسی کے جدید تقاضوں پر مشتمل مولوی صاحب کا ایک بسیط مقدمہ بھی شامل ہے۔جب کہ دوسری جلد (الف مقصورہ کے کچھ اجزا) ۱۹۷۷ء میں چھپی جس کے ۳۶۰ صفحات ہیں۔ مولوی صاحب نے 'بھ' تک جو مسودات ترتیب دیے تھے امید ہے کہ اگر انجمن اپنے اشاعتی منصوبوں پر از سر نو غور کرے تو ان کی اشاعت بھی عمل میں آ جائے گی۔تاہم مذکورہ دونوں جلدوں میں لغت کی جو خصوصیات نظر آتی ہیں درج ذیل ہیں:

۱۔ لغت میں اردو کے علاوہ اردو میں دخیل دوسری زبانوں کے مفرد الفاظ، مرکبات، محاورات، ضرب الامثال اور علوم و فنون اور پیشہ ورانہ اصطلاحات داخل ہیں۔

۲۔ تحریر کے ساتھ ساتھ بول چال میں استعمال ہونے والے الفاظ اور عورتوں کی زبان کے الفاظ بھی شامل کر کے ان کی وضاحت کی گئی ہے۔

۳۔ الفاظ کی جنس بتا کر ان کی قواعدی حیثیت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

۴۔ زبان کے مزاج اور الفاظ کے اشتقاق کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر لفظ کی اصل بتانے کے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ

الفاظ جس زبان سے آئے ہیں ان میں ان کا کیا تلفظ اور معنی تھے اور اب کیا ہیں؟

۵۔ فارسی اور عربی لغات کے ماٰخذ کا کھوج بھی لگایا گیا ہے۔

۶۔ معنی کے تعین میں ادبا اور شعرا کے کلام کو بہ طور سند استعمال کیا گیا ہے۔

۷۔ الفاظ کی تشریح و توضیح کا طریقہ کار اپنایا گیا ہے، تاہم ہم معنی الفاظ تک رسائی کے لیے مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔

۸۔ اگر کوئی ایک ہی لفظ تلفظ میں یکساں لیکن بہ لحاظ معنی مختلف ہے تو ان کے مادوں میں اختلاف کے سبب ان کا اندراج الگ الگ کیا گیا ہے۔

۹۔ مختلف زبانوں میں ایک ہی لغت کی جو اشکال رائج ہیں ان کی بھی وضاحت کر دی گئی ہے، جس سے اردو زبان کے الفاظ کا دوسری مقامی اور غیر مقامی زبانوں کے الفاظ کے ساتھ اشتراک یا افتراق کا پتا چلتا ہے۔

۱۰۔ اپنے طے شدہ منصوبے اور طلبہ اور قارئین کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے، قدیم کلاسیکی متون کی بہتر تفہیم کے لیے، دکنی الفاظ بھی شامل کیے گئے ہیں۔

۱-۶-۱۶ علمی اردو لغت(۱۹۷۶ء) از وارث سرہندی:

یہ لغت وارث سرہندی کی پانچ سالہ کاوش کے نتیجے کے طور پر سامنے آئی ہے، جو اگرچہ محققین، طلبہ اور عام قارئین کی بنیادی ضروریات کو مد نظر رکھ کر مرتب کی گئی ہے تاہم مولف نے اپنی لغت کا اصل محرک جناب محمد احسن خاں کو قرار دیا ہے۔[۱۵۳]

یہ لغت پہلی بار ۱۹۷۶ء میں طبع ہوئی اور ترامیم و اضافوں کے بعد اس کی دوسری اشاعت ۱۹۷۹ء میں عمل میں آئی، جس میں پہلی طباعت کی اغلاط کی درستی کی گئی ہے۔ یہ لغت بڑی تقطیع کے ۱۶۲۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک لاکھ چار ہزار سے زائد الفاظ جمع کر کے ایک جامع لغت کی تدوین کو ممکن بنانے کی سعی کی گئی ہے۔ چوں کہ اس لغت کی تدوین کے وقت وارث سرہندی ترقی اردو بورڈ، کراچی کی لغت سے وابستہ تھے اور مرکزی اردو بورڈ، لاہور کے لیے فیلن کی انگریزی ہندوستانی لغت کو اردو رسم الخط میں منتقل کر رہے تھے اس لیے لغت نویسی پر ان کی گہری نظر تھی جس کی جھلک ہمیں زیر بحث لغت کی خصوصیات میں بھی نظر آتی ہے، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ لغت میں طلبہ کی سہولت کے لیے نصابی اور ادبی کتب کے تمام الفاظ شامل کیے گئے ہیں۔

۲۔ غالبؔ، ذوقؔ، اقبالؔ اور نظیر کے کلام میں استعمال ہونے والے الفاظ پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔

۳۔ ولیؔ اور سراج اور نگ آبادی سمیت دیگر مصنفین کی نگارشات سے دکنی الفاظ شامل کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ڈپٹی نذیر احمد اور رتن ناتھ سرشار کی کتب کے الفاظ بھی موجود ہیں۔

۴۔ مذہبی، ادبی اور اخبار نویسوں کی مخصوص اصطلاحات کے ساتھ ساتھ عروض اور صرف و نحو کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے۔

۵۔ اردو میں کثیر الاستعمال انگریزی الفاظ و اصطلاحات شامل لغت ہیں۔

۶۔ ایسی فنی اصطلاحات جو اپنے فنی حلقے سے باہر بھی استعمال ہوتی ہیں، ان کو لغت میں داخل کیا گیا ہے۔

۷۔ لغت کی ضخامت کے پیش نظر سنسکرت اور ہندی کے نامانوس الفاظ سے اجتناب کیا گیا ہے۔

۸۔ غلط طور پر استعمال کی جانے والی تراکیب کی نشان دہی کی گئی ہے۔

۹۔ اسما اور اعلام میں صرف تلمیحی حیثیت کے حامل لغات کو ترجیح دی گئی ہے۔

۱۰۔ تلفظ کی نشان دہی کے لیے علامتی اعراب کے ساتھ ملفوظی اعراب بھی مندرج ہیں۔

۱۱۔ الفاظ کی صرفی حیثیت اور قریبی مآخذ کی وضاحت کی گئی ہے البتہ وہ ہندی اور سنسکرت الفاظ جو ابھی تک پوری طرح اردو زبان کا حصہ نہیں بن سکے انھیں ہندی ہی بتایا گیا ہے۔

۱۲۔ جن الفاظ کی ایک سے زیادہ اشکال ہیں انھیں ابہام سے بچنے کے لیے خط فاصل کے ساتھ ایک ہی لغت کے طور پر درج کیا گیا ہے۔

۱۳۔ واحد، جمع اور تذکیر و تانیث کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۱۴۔ فارسی اور عربی کی صرف مشہور اور کثیر الاستعمال تراکیب درج کی گئی ہیں۔

۱-۶-۱۷ فرہنگِ تلفظ (۱۹۹۵ء) از شان الحق حقی:

فرہنگ تلفظ پہلی بار مقتدرہ قومی زبان (موجودہ ادارۂ فروغ قومی زبان) کی وساطت سے ۱۹۹۵ء میں منظر عام پر آئی، جسے معروف ماہر لسانیات ولغتیات جناب شان الحق حقی نے ڈاکٹر عبدالوحید قریشی کی فرمائش پر مرتب کیا۔[۱۵۴] اس کے علاوہ اردو لغت بورڈ کے سابق مدیر اعلیٰ مرزا نسیم بیگ نے بھی ان کی معاونت کی۔[۱۵۵] مؤلف کے مطابق یہ ۱۹۸۸ء میں ہی مکمل ہو گئی تھی، لیکن اس کی طباعت ۱۹۹۵ء میں عمل میں آئی۔[۱۵۶] مرتب نے اس لغت کی تدوین میں دو مقاصد پیش نظر رکھے ہیں:

اول: خالص علمی پہلو

دوم: عملی ضرورت کا تقاضا[۱۵۷]

تاہم دیکھا جائے تو دونوں مقاصد کا تعلق اصلاح تلفظ سے ہی ہے جو مرتب کا اصل مقصد تالیف ہے۔ ڈاکٹر رضوان علی نقوی نے اس پر ایک تنقیدی مضمون لکھا۔ حقی صاحب نے نہ صرف ان کے اعتراضات کا خیر مقدم کرتے ہوئے، بہ ذریعہ مراسلہ اور بغیر کسی ردوکد کے، جواب دیا اور اپنی فرہنگ کا دفاع کیا[۱۵۸] بل کہ بعد میں بھی اس فرہنگ کی جو اشاعتیں سامنے آئیں ان میں ضروری اصلاحات اور ترمیمات کرکے معترضین کے اعتراضات کو کسی حد تک کم کرنے کی سعی کی۔ تاہم چوں کہ یہ تلفظ کی بنیاد پر تالیف کی جانے والی اب تک کی واحد فرہنگ ہے، لہٰذا اس کی انفرادیت سے انکار ممکن نہیں۔ اس فرہنگ کی بنیادی خصوصیات درج ذیل ہیں:

۱۔ فرہنگ میں تلفظ کی وضاحت کو مدنظر رکھتے ہوئے مفرد الفاظ زیادہ اور مرکبات اور محاورات کم درج کیے گئے ہیں۔

۲۔ عوامی اور دیہی کہاوتیں اس میں شامل نہیں کی گئیں۔

۳۔ اگر کسی لغت کے دو تلفظ ہیں تو اس کے اختلافی تلفظ کو بھی درج کیا گیا ہے۔

۴۔ لفظ کی جنس اور قواعدی حیثیت کی وضاحت کا التزام موجود ہے۔

۵۔ یک جلدی فرہنگ کی وجہ سے اس میں روزمرہ کی شمولیت سے بھی گریز کیا گیا ہے۔

۶۔ ایسی اردو اصطلاحات، جو انگریزی سے ترجمہ شدہ ہیں، بہتر تفہیم کے لیے ان کے انگریزی مترادفات بھی دیے گئے ہیں۔

۷۔ تلفظ کی وضاحت کے لیے نئی علامات متعارف کروائی گئی ہیں جو قاری کی رہنمائی کرتی ہیں مثلاً یائے معروف اور

یاے مجہول کی وضاحت کے لیے 'ے مج' اور 'ی مع' کے اشارات وضع کیے گئے ہیں۔

۱-۶-۱۸ اردو لغت (تاریخی اصول پر) (۱۹۵۸ء-۲۰۱۰ء) از اردو لغت بورڈ، کراچی:

اردو لغت (تاریخی اصول پر) اکیسویں صدی میں مرتب ہونے والی اپنی نوعیت کی ایک منفرد اور اردو زبان و ادب کی ضخیم ترین لغت ہے، جو اردو لغت بورڈ، کراچی کے زیر اہتمام ۵۲ سال کے طویل عرصے میں مدون ہوئی۔ یہ ۲۲ جلدوں پر مشتمل ہے اور اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کی طرح تاریخی اصول پر مرتب ہونے والی اردو کی پہلی لغت ہے۔ چوں کہ زیر نظر تحقیقی مقالے کا موضوع بھی مذکورہ لغت ہے اس لیے اس کا مفصل جائزہ اگلے ابواب میں پیش کیا جائے گا۔

بحیثیت مجموعی لغت، علم لغت اور لغت نویسی کے آغاز و ارتقا کے متعلق تمام مباحث کے بعد یہی کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں کسی بھی زبان کی لسانی اور ادبی تاریخ میں لغت نویسی اور لغات کو کبھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ یہ سلسلہ ہر دور، ہر زمانے اور ہر تحریر ہونے والی زبان میں مروج رہا ہے۔اس کی یہ دولت دنیا کی مختلف زبانوں کے لغویات اور ان کے مرکبات، محاورات، ضرب الامثال، تلفظ ٗ ات، املا، اشتقاقیات اور استعمالات پر مشتمل ذخائر سامنے آئے، لیکن چوں کہ زندہ جاوید زبانیں کسی ایک مقام پر نہیں رکتیں اور ہمیشہ پھلنے پھولنے اور بڑھتے رہنے کے عمل سے گزرتی ہیں اس لیے ان سے متعلقہ ع لوم میں بھی یہی ارتقائی کیفیت دیکھنے کو ملتی ہے۔ چناں چہ اس تناظر میں دیکھا جائے تو بیسویں صدی انسانی تاریخ کی سب سے زیادہ انقلاب آفریں صدی ہے، جس میں جہاں ہر شعبۂ حیات میں نوع بہ نوع اختراعات نے جنم لیا وہیں جدید ٹیکنالوجی نے لغت کے میدان میں بھی اپنے جوہر دکھائے، جس کی کار فرمائی کمپیوٹر اور کورپس کے حوالے سے ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

کمپیوٹر کا استعمال لغت نویسی کے جدید رجحانات میں سے ایک ہے۔اس کی مدد سے پہلے سے موجود کسی بھی لغت کو محفوظ کر کے اسے زیادہ سے زیادہ لوگوں کے لیے کار آمد بنایا جاسکتا ہے۔اس کی وجہ سے الفاظ اور اس سے متعلقہ معلومات کی تلاش کے عمل میں بھی آسانی پیدا ہوئی ہے، جس میں آن لائن لغات (online dictionaries)، سی۔ڈی۔روم (CD Rom)، مشینی ترجمے کا نظام (machine translation system)، ریسرچ کارپوریشن (research corporation) اور ہائپر ٹیکسٹ (hyper text) وغیرہ صارفین کے لیے سہولت

پیدا کرتے ہیں اور مشین ریڈایبل لغات (machine readable dictionaries) زبان کے عملی پہلو، معنی کے تجزیے، ان کی وضاحت اور تراجم میں معاون ثابت ہوتی ہیں۔

کمپیوٹر نے صوتی لغات کے ذریعے تلفظ اور اس کے انحرافات سے پیدا شدہ مسائل پر بھی قابو پانے کی سعی کی ہے۔ اردو زبان کے لیے ایسی ہی ایک لغت کا منصوبہ اردو لغت بورڈ کے بھی زیر غور ہے۔ علاوہ ازیں اب ایسی لغات اور قاموس موجود ہیں، جن میں صارفین ضروری معلومات کا اندراج بھی کر سکتے ہیں، جو کسی کتابی لغت میں ممکن نہیں۔ اس ضمن میں وکــــی پیــــڈیا کی مثال دی جاسکتی ہے لیکن ایسے حوالہ جاتی کاموں کی سب سے بڑی خامی یہ ہے کہ ان میں موجود معلومات معتبر نہیں ہوتیں اور ان میں کوئی بھی بغیر کسی سند کے معلومات کا اندراج کر سکتا ہے۔ مزید برآں عہد حاضر میں دیگر موبائل ایپ کے ساتھ ساتھ معروف اور غیر معروف لغات کی موبائل ایپ بھی دستیاب ہیں، جنھیں عہد موجود کی تیز رفتار زندگی سے ہم آہنگ ہونے کے لیے ایک مثبت کوشش قرار دیا جاسکتا ہے۔ اردو میں دوسری لغات کے علاوہ حال ہی میں اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی موبائل ایپ متعارف ہوئی ہے۔

کمپیوٹر کی عملی افادیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ یہ نئی لغات کی پیداوار میں بھی معاون ثابت ہوتا ہے۔ کسی بھی لغت کے لیے سب سے پہلے الفاظ کا چناؤ کیا جاتا ہے۔ الفاظ کے اندراجات کے ضمن میں کورپس کا اکردار بہت اہم ہے۔ یہ لسانی گفتگو کا ایک محدود سیٹ ہے، جو لسانی تحقیق کے لیے بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اس کی قدر و قیمت کا انحصار بڑی حد تک کسی تحقیق/مطالعے کے مخصوص نقطۂ نظر، طریق کار اور نظریاتی ضابطہ کار پر بھی ہوتا ہے۔[۱۵۹] بالفاظ دیگر یہ کسی زبان کا روز مرہ زندگی میں شامل متن ہے، جسے کبھی کارڈ اور کبھی کمپیوٹر میں فائلوں کی صورت محفوظ کیا جاتا ہے۔ اس سے مراد تحریری متون کا مجموعہ ہے جسے کمپیوٹر کی مدد سے پڑھا جاتا ہے"[۱۶۰] یا ان کے تجزیے کیے جاتے ہیں اور اس کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ اخبارات، رسائل، زبانی متون کی ریکارڈنگ اور موبائل فون کے ذریعے بھیجے گئے پیغامات سبھی اس میں شامل ہیں۔"[۱۶۱] مزید برآں اس میں وہ الفاظ بھی شامل کیے جا سکتے ہیں جو بہت کم استعمال ہوتے ہیں؛ ادبی متون میں موجود نہیں ہوتے یا سوشل میڈیا یا سماجی نیٹ ورک کا حصہ ہوتے ہیں۔

لہٰذا اب دنیا کی جدید ترین زبانوں میں اس کے بغیر لغت کا تصور ہی نہیں کیا جاتا۔ (اردو لغت (تــــاریخی اصــــول پــــر) کی تدوین میں بھی کورپس کار فرما رہا ہے، جس کے تقریباً چودہ لاکھ کارڈ اب بھی اردو لغت بورڈ میں محفوظ ہیں۔ ملاحظہ کیجیے: ضمیمہ ۴) اسی کی بنیاد پر کورپس لسانیات (Corpus Linguistics) وجود میں آئی ہے، جس کی

مدد سے کسی بھی زبان وادب کا ایک ضخیم کورپس تیار کیا جا سکتا ہے ،جو کسی زبان میں موجود اور نو وارد الفاظ کا ایک وسیع سرمایہ اپنے اندر سمیٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حواشی اور حوالہ جات

۱۔ اجمل خان نے لغت کو یونانی لفظ logas کا ہم معنی بتایا ہے جب کہ اصل یونانی لفظ logos ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: اجمل خان، ''نفائس اللغات مصنفہ اوحد الدین بلگرامی''،مشمولہ اردو لغت (پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۳ء)، ص۸۵۔

۲۔ ہوریس جیرالڈ ڈینز (Horace Gerald Danner)، *A Thesaurus of English Word Roots* (میری لینڈ: رومین اینڈ لٹل فیلڈ، ۲۰۱۴ء)، ص۴۵۳۔

۳۔ ڈونلڈ جے۔ بورر (Donald J. Borror)، *Dictionary of Word Roots and Combining Forms* (کیلی فورنیا: میفیلڈ پبلشنگ کمپنی، ۱۹۶۰ء)، ص۵۴۔

۴۔ مائیکل جے۔ شیہان (Micheal J. Sheehan)، *Word Parts Dictionary* (نارتھ کیرولینا: میک فارلینڈ اینڈ کمپنی، ۲۰۰۰ء)، ص۴۹۔

۵۔ ایس۔ کے۔ حسینی، ''اردو لغت نویسی اور اہل انگلستان''،مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ ،مسائل اور مباحث مرتبہ رؤف پاریکھ (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء)، ص۲۶۶۔

۶۔ ان نکات کی مکمل تفصیل اور لغت بہ طور 'لفظ' اور بہ طور 'کتاب' کے لیے شان الحق حقی کی فراہم کردہ اسناد کے لیے دیکھیے: شان الحق حقی، ''مراسلات''،مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۲۶ (دسمبر ۱۹۶۶ء)، ص۹۹۔۱۰۱۔

۷۔ جان ایٹو (John Ayto)، *Word Origins* (لندن: اے اینڈ سی بلیک، ۲۰۰۵ء)، ص۱۶۴۔

۸۔ آر۔ آر۔ کے۔ ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K.Hartmann and Gregory James)، *Dictionary of Lexicography* (لندن: روٹلیج، ۲۰۰۲ء)، ص۴۱۔

۹۔ *Concise Oxford Dictionary for Current English* (اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۸ء)

۱۰۔ ایگر برخانوو (Igor Burkhanov)، *Lexicography: A Dictionary of Basic Terminology* (پولینڈ: رجیسو پیڈا گوجیکل یونی ورسٹی، ۱۹۹۸ء)، ص۶۴۔۶۵۔

۱۱۔ لیڈسلوژ گوستا (Ladislav Zgusta)، *Manual of Lexicography* (دی ہیگ: ماؤٹن اینڈ کمپنی، ۱۹۷۱ء)، ص۱۷۔

۱۲۔ رؤف پاریکھ،علم لغت،اصول لغت اور لغات(کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۷ء)،ص ۲۳۔

۱۳۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction* لندن:روتلیج، ۲۰۰۲ء) ، ص ۲۵۔۲۶۔

۱۴۔ رؤف پاریکھ،علم لغت،اصول لغت اور لغات،ص ۲۳۔

۱۵۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)،*Lexicography:An Introduction*،ص ۲۶۔۲۷۔

۱۶۔ بوسونسن(Bo Svensen)،*A Handbook of Lexicography*(لندن:کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۳ء)، ص ا۔

۱۷۔ پیٹ سوانیپول(Piet Swanepoel)، "Dictionary typologies:A ragmatic approach"مشمولہ*A Practical Guide to Lexicography*مرتبہ پیٹ وین سٹر کن برگ(Piet Van Sterkenburg) (ایمسٹرڈیم:جان بنجمن پبلشنگ کمپنی،۲۰۰۳ء)،ص ۴۵۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ گیان چند جین،"علم اللغات اور لفظ اصلیات"مشمولہ اردو لغات:اصول اور تنقید مرتبہ رؤف پاریکھ، (کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۴ء)،ص ۲۳۔۲۴۔

۲۰۔ لیڈسلوژگوستا(Ladislav Zgusta)،*Manual of Lexicography*،ص ۱۹۷۔

۲۱۔ بوسونسن(Bo Svensen)،*A Handbook of Lexicography*،ص ۲۱۔۳۶۔

۲۲۔ آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز(R.R.K.Hartmann and Gregory James)، *Dictionary of Lexicography*،ص vi۔vii۔

۲۳۔ پیٹ سوانیپول(Piet Swanepoel)، "*Dictionary typologies:A pragmatic approach*"،ص ۴۸۔۶۷۔

۲۴۔ شالوم دیواپلا(Shalom Devapala)، "Typological Classification of Dictionaries"، http://seasrc.th.net/sealex/Devapala_Typology Dict.pdf، تاریخ ملاحظہ: ۱۲/جون ۲۰۱۷ء۔

۲۵۔ بی۔ٹی۔سُو اٹکنز اور مائیکل رنڈل(B.T.Sue Atkins and Micheal Rundell)، The oxford Guide to Practical Lexicography(نیویارک:اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس ،۲۰۰۸ء)، ص ۲۴۔۲۵۔

۲۶۔ سید قدرت نقوی، ''اطراف لغت'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث مرتبہ رؤف پاریکھ (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۳۶۱۔

۲۷۔ گیان چند جین، ''علم اللغات اور لفظ اصلیات''، ص ۲۸۔۳۰۔

۲۸۔ قسمیات لغات کی تعریفات متعین کرنے کے لیے ذاتی معلومات اور مطالعات کے علاوہ آر۔آر۔کے ہارٹ مین کی محولہ بالا لغت کو بھی بنیاد بنایا گیا ہے۔

۲۹۔ اشفاق احمد، محمد اکرام چغتائی اور فضل قادر فضلی، ہفت زبانی لغت (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۴ء)۔

۳۰۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، ''سلینگ اور اردو سلینگ'' مشمولہ اخبار اردو (اسلام آباد)، اپریل ۲۰۰۶ء، ص ۱۸۔

۳۱۔ گیان چند جین، ''علم اللغات اور لفظ اصلیات''، ص ۲۹۔

۳۲۔ آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K.Hartmann and Gregory James)، *Dictionary of Lexicography*، ص ۳۸۔۳۹۔

۳۳۔ بوسونسن (Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص ۲۳۔

۳۴۔ آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K.Hartmann and Gregory James)، *Dictionary of Lexicography*، ص ۷۵۔

۳۵۔ ہاورڈ جیکسن (Howard Jackson)، *Lexicography: An Introduction*، ص ۲۱۔

۳۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) جلد اول (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۷۷ء) ص ۹۴۹۔

۳۷۔ ارشد مسعود ہاشمی، ''لغت اور لغت نویسی'' مشمولہ لغت نویسی اور لغات: روایت اوت تجزیہ مرتبہ رؤف پاریکھ (کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء)، ص ۹۔

۳۸۔ جان ایٹو (John Ayto)، *Word Origins*، ص ۵۱۶۔

۳۹۔ ڈاکٹر جمیل جالبی، ''اردو تھیسارس'' مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد (اکتوبر ۱۹۹۴ء)، ص ۷۔

۴۰۔ ارشد مسعود ہاشمی، ''لغت اور لغت نویسی''، ص ۱۰۔

۴۱۔ ارشد مسعود ہاشمی اسے 'تطابق' کہتے ہیں۔ پروفیسر عامر علی خاں کے ہاں اس کے لیے 'تطابق' اور 'سجع' کی اصطلاحات مستعمل ہیں۔ جب کہ ترقی اردو بیورو، نئی دہلی کی فرہنگ اصطلاحات لسانیات میں اس کے لیے 'تطابق' اور 'توافق' کے

الفاظ

ملتے ہیں۔

۴۲۔ گیان چند جین، ''علم اللغات اور لفظ اصلیات''، ص ۳۰۔

۴۳۔ ارشد مسعود ہاشمی، ’’لغت اور لغت نویسی‘‘، ص۹۔

۴۴۔ http://www.etymonline.com/search?q=lexicology،تاریخ ملاحظہ: ۲۶؍فروری ۲۰۱۸ء۔

۴۵۔ *Concise Oxford English Dictionary*(اشاعت یازدہم)مرتبہ کیتھرین سونز (Catherine Soanes)(اوکسفرڈ:اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس،۲۰۰۴ء)

۴۶۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے،وولف گینگ ٹیوبرٹ،کولن ییلپ اور اینا چرماکووا (M.A.K.Halliday ،Wolfgang Teubert,Colin Yallop and Anna Cermakova) *Lexicology and Corpus Linguistics* (نیویارک:کنٹینیم،۲۰۰۴ء)،ص۱۲۹۔

۴۷۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*،ص۳۔

۴۸۔ آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K.Hartmann and Gregory James)،*Dictionary of Lexicography*،ص۸۶۔

۴۹۔ ایگر برخانوو(Igor Burkhanov)، *Lexicography:A Dictionary of Basic Terminology*،ص۱۳۹۔

۵۰۔ نیلادری شیکھر داس(Niladri Sekhar Dash)،*The Art of Lexicography*، http://www.eolss.net/sample-chapters/C04/E6-91-16.pdf،تاریخ ملاحظہ: ۲۰؍جون ۲۰۱۷ء۔

۵۱۔ آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز(R.R.K.Hartmann and Gregory James)، *Dictionary of Lexicography*،ص۸۳۔

۵۲۔ رؤف پاریکھ،ڈاکٹر،علم لغت،اصول لغت اور لغات،ص۱۶۔

۵۳۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K.Hartmann and Gregory James)،*Dictionary of Lexicography*،ص۸۷۔۸۶ نیز ص۱۵۴۔

۵۴۔ عامر علی خان،پروفیسر،فرہنگ اصطلاحات لسانیات(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۲۰۱۰ء)،ص۲۴۸ نیز ص۱۳۰۔

۵۵۔ رؤف پاریکھ،ڈاکٹر،علم لغت،اصول لغت اور لغات،ص۱۰۔۱۱۔

۵۶۔ آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K.Hartmann and Gregory

James)، *Dictionary of Lexicography*، ص ۸۴۔

۵۷۔ علم لغت سے متعلق اصطلاحات کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
آر۔ آر۔ کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K.Hartmann and Gregory James)، *Dictionary of Lexicography*

۵۸۔ مائیکل جے۔ شیہان (Micheal J. Sheehan)، *Word Parts Dictionary*، ص ۳۸۔

۵۹۔ ایضاً، ص ۳۷۔

۶۰۔ ایگر برخانوو (Igor Burkhanov)، *Lexicography:A Dictionary of Basic Terminology*، ص ۱۳۶۔

۶۱۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور روفس ایچ۔ گوز (Henning Bergenholtz and Rufus H.Gouws)، *What is Lexicography*، http://www.researchgate.net/publication/269868804، تاریخ ملاحظہ: ۲۳ر جولائی ۲۰۱۷ء، ص ۳۸۔

۶۲۔ بو سونسن (Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص ۳۔

۶۳۔ نیلادری شیکھر داس (Niladri Sekhar Dash)، *The Art of Lexicography*، http://www.eolss.net/sample-chapters/C04/E6-91-16.pdf، تاریخ ملاحظہ: ۲۰ر جون ۲۰۱۷ء۔

۶۴۔ ایضاً

۶۵۔ بو سونسن (Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص ۳۔

۶۶۔ ایگر برخانوو (Igor Burkhanov)، *Lexicography:A Dictionary of Basic Terminology*، ص ۱۳۶۔

۶۷۔ وٹولڈ دوروزیوسکی (Witold Doroszewski)، Elements of lexicology and Semiotics (دی ہیگ: ماؤٹن اینڈ کمپنی ۲۰۰۶ء)، ص ۳۶۔

۶۸۔ پیٹ وین سٹر کن برگ (Piet Van Sterkenburg)، "The Dictionary: Definition and History" مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ص ۸۔۹۔

۶۹۔ پیٹر ہینکس اسے انسائیکلوپیڈیا کہتا ہے۔ ملاحظہ کیجیے:
پیٹرک ہینکس (Patrick Hanks)، *Lexicography from Earliest Times to the*

Present، ص ۳۔

۷۰۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"، ص ۱۲۔

۷۱۔ پیٹرک ہینکس(Patrick Hanks)، *Lexicography from Earliest Times to the Present*، http://www.patrickhanks.com/ uploads/5149363/2012d.pdf، تاریخ ملاحظہ: ۹؍مارچ ۲۰۱۷ء، ص ۳۔

۷۲۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"، ص ۱۲۔

۷۳۔ ایم۔اے۔کے ہیلیڈے کے مطابق رگ وید کی وضاحت کے لیے یہ فرہنگیں تیسری سے دوسری صدی میں مرتب کی گئیں جنھیں اب لغات کے ہم پلہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"، ص ۱۱ ۔

لیکن پیٹرک ہینکس کے مطابق ہندوستان میں لغات کی تدوین کا آغاز ۲۰۰۰ سال ق۔م میں ہوا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

پیٹرک ہینکس(Patrick Hanks)، *Lexicography from Earliest Times to the Present*، ص ۴۔

۷۴۔ مسعود ہاشمی، اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، ص ۲۲۔

نوٹ: یہ عبارت حواشی میں موجود وضاحت سے لی گئی ہے

۷۵۔ پیٹرک ہینکس(Patrick Hanks)، *Lexicography from Earliest Times to the Present*، ص ۴۔

۷۶۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"، ص ۱۲۔

۷۷۔ نیلادری شیکھر داس(Niladri Sekhar Dash)، *The Art of Lexicography*، http://www.eolss.net/sample-chapters/C04/E6-91-16.pdf، تاریخ ملاحظہ: ۲۰؍جون ۲۰۱۷ء۔

۷۸۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"، ص ۱۲۔۱۳۔

۷۹۔ پیٹرک ہینکس(Patrick Hanks)، *Lexicography from Earliest Times to the Present*، ص ۵۔

۸۰۔ نیلادری شیکھر داس(Niladri Sekhar Dash)،*The Art of Lexicography*،
http://www.eolss.net/sample-chapters/C04/E6-91-16.pdf،تاریخ
ملاحظہ: ۲۰؍جون ۲۰۱۷ء۔

۸۱۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"،ص ۱۳۔

۸۲۔ پیٹرک ہینکس(Patrick Hanks)، *Lexicography from Earliest Times to the Present*،ص ۵۔

۸۳۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"،ص ۱۳۔

۸۴۔ پیٹرک ہینکس(Patrick Hanks)، *Lexicography from Earliest Times to the Present*،ص ۶۔

۸۵۔ ایضاً،ص ۷۔

۸۶۔ ایضاً،ص ۷۔۸۔

۸۷۔ پیٹ وین سٹر کن برگ(Piet Van Sterkenburg)،"The Dictionary:Definition and History"،ص ۹۔۱۰۔

۸۸۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"،ص ۱۳۔

۸۹۔ ایضاً،ص ۱۴۔

۹۰۔ ایضاً،ص ۱۴۔۱۵۔

۹۱۔ رؤف پاریکھ،ڈاکٹر،لغوی مباحث(لاہور: مجلس ترقی ادب،۲۰۱۵ء)،ص ۱۱۔۴۲۔

۹۲۔ ایضاً۔

۹۳۔ اس کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
صفدر رشید،مغرب کے اردو لغت نگار(لاہور، مجلس ترقی ادب،۲۰۱۵ء)،ص ۲۹۔۸۸۔

۹۴۔ جان شیکسپیئر(John Shakespeare)"Preface"مشمولہ-*Dictionary, urdu-english and English-urdu*(لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۲ء،ص نمبر ندارد۔

۹۵۔ ستیہ پال آنند،ڈاکٹر،"فورٹ ولیم کالج اور ابتدائی ڈکشنریاں"مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد(جنوری ۲۰۰۷ء)، ص ۴۸

۹۶۔ ایضاً،ص ۵۲۔

۹۷۔ ڈنکن فوربس(Duncan Forbes)،"Preface"مشمولہ *Dictionary,Hindustani*

English & (لندن: ایچ ایلن اینڈ کو، ۱۸۶۶ء) ص i۔

۹۸۔ ڈنکن فوربس نے اپنے دیباچے میں ماخذات کا ذکر کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

Hindee Moral Preceptor(1821),Dictionary of Mahomedan Law and Bengal Revenue Terms(1797),A Glossary of Indian Terms(1845),Persian and Arabic Dictionary,Hindi Dictionary(2nd Edition), Prem Sagar (1825), Hindi and English Dictionary(1846),Dukhnee Unwari Soheilee(1824), Qanoon-e-Islam(1832).

۹۹۔ اس لغت کا مکمل نام *A New Hindustani-English Dictionary,with Illustrations from Hindustani Literature and Folk-lore* ہے جو اس کی پہلی طباعت کے سرورق پر درج ہے۔

۱۰۰۔ محمد اکرام چغتائی، ''تعارف'' مشمولہ *English-Urdu Dictionary* مرتبہ ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن (S.W Fallon).(لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۶ء)، ص ۱۳۔

۱۰۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

جان ٹی۔ پلیٹس (John T. Platts)، "Preface" مشمولہ *A Dictionary of Urdu,Classical Hindi and English* (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۳ء)، ص iii۔

مولوی عبدالحق، ڈاکٹر، لغت کبیر (جلد دوم) حصہ اول (کراچی: انجمن ترقی اردو، ص ۱۹۷۷ء)، ص ۲۶۔

۱۰۲۔ رؤف پاریکھ، لغوی مباحث، ص ۱۲۳۔

۱۰۳۔ ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن (S.W.Fallon)، "Preface" مشمولہ *English-Urdu Dictionary*، ص viii۔

۱۰۴۔ جان ٹی۔ پلیٹس (John T. Platts)، "Preface"، ص iii۔

۱۰۵۔ گارساں دتاسی، مقالات گارساں دتاسی (جلد اول) طبع ثانی (کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۴ء)، ص ۲۱۶۔

۱۰۶۔ ایس۔ ڈبلیو۔ فیلن (S.W.Fallon)، "Preface" مشمولہ *English-Urdu Dictionary*، ص iii۔

۱۰۷۔ جان ٹی۔ پلیٹس (John T. Platts)، "Preface" مشمولہ *A Dictionary of Urdu,Classical Hindi and English*، ص iv۔

۱۰۸۔ رؤف پاریکھ، ''جان۔ ٹی۔ پلیٹس، اس کی اردو بہ انگریزی لغت، اس کے پیش رو اور مقلد'' مشمولہ علم لغت، اصول لغت اور لغات مرتبہ رؤف پاریکھ (کراچی: فضلیسنز، ۲۰۱۷ء)، ص ۲۶۔

۱۰۹۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

جابر علی سید،کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ(جلد اول)(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۴ء)، ص ۱۰۔۱۵۔

۱۱۰۔ عطش درانی، ڈاکٹر، اردو زبان و ادب اور یورپی اہل قلم(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء)، ص ۴۷۔
آغا افتخار حسین، یورپ میں اردو (لاہور: مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۸ء)، ص ۵۔

۱۱۱۔ ہنری یول اور اے۔ سی۔ برنل(Henry Yule andA.C.Burnell)، "Preface" مشمولہ *Hobson-Jobson* (نئی دہلی: روپا اینڈ کو، ۲۰۰۷ء)، ص viii-vii۔

۱۱۲۔ ایضاً، ص ix۔

۱۱۳۔ آغا افتخار حسین، "کرنل ہنری یول اور اس کی اردو فرہنگ ہابسن جابسن" مشمولہ لغت نویسی اور لغات، ص ۱۰۷۔

۱۱۴۔ حوالہ جات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
ہنری یول اور اے۔ سی۔ برنل(Henry Yule andA.C.Burnell)، *Hobson-Jobson*، ص ۴۱۹۔۴۲۰۔

۱۱۵۔ ایضاً۔

۱۱۶۔ سید احمد دہلوی، "دیباچہ" مشمولہ فرہنگ آصفیہ(جلد اول)(لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء، ص ۳۹۔

۱۱۷۔ پہلی جلد الف تا ت، دوسری جلد ٹ تا ژ، تیسری جلد س تا ک اور چوتھی جلد گ تا ی کے اندراجات پر مشتمل ہے۔

۱۱۸۔ یہ لغت 'لغات اردو'، 'ارمغان دہلی'، 'مصطلحات اردو'، 'ہندوستانی اردو لغت'، 'مجموعہ لغات اردو' اور 'سید اللغات' کے ناموں سے بھی موسوم رہی ہے لیکن چوں کہ نظام دکن نے اس کی سرپرستی کی تھی اس لیے ان کے خطاب اور تخلص کی مناسبت سے اس کا نام فرہنگ آصفیہ رکھ دیا گیا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
رؤف پاریکھ، "فرہنگ آصفیہ کی تدوین و اشاعت: چند غلط فہمیوں کا ازالہ" مشمولہ علم لغت ،اصول لغت اور لغات، ص ۱۵۲۔

۱۱۹۔ ارمغان دہلی کی تیاری کے وقت جو مقدمہ لکھا گیا تھا اسے اولین مقدمہ ہونے کے باوجود مقدمہ ثانی کے عنوان سے درج کیا گیا ہے۔

۱۲۰۔ مولوی سید تصدق حسین رضوی، "دیباچہ" مشمولہ لغات کشوری (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۵۔

۱۲۱۔ محمد اکرام چغتائی، "پیش گفتار" مشمولہ لغات کشوری، ص نمبر ندارد۔

۱۲۲۔ مولوی سید تصدق حسین رضوی، "دیباچہ" مشمولہ لغات کشوری، ص ۶۔

۱۲۳۔ سید جاوید اقبال، "دفتر امیر اللغات" مشمولہ لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ، ص ۲۵۷۔

یہ وہی نمونہ ہے جس کو بنیاد بناتے ہوئے فرہنگ آصفیہ کے مقدمے میں سید احمد دہلوی نے صاحبین امیر اللغات اور نور اللغات پر 'آنکھ' اور 'بات' کے لغات کے حوالے سے سرقے کا الزام لگایا تھا۔ رشید حسن خاں نے اسی مقدمے کا حوالہ دیتے ہوئے اسے 'آنکھ' اور 'ہاتھ' لکھا ہے جو درست نہیں ہے۔ (بہ حوالہ رشید حسن خاں، ''مولوی سید احمد دہلوی'' مشمولہ لغت نویسی اور لغات، ص ۲۳۵) لیکن حامد حسن قادری نے ثابت کیا ہے کہ دونوں لغات اور ان کے مؤلفین پر فرہنگ آصفیہ کے مولف کے الزامات بے بنیاد ہیں۔

تفصیل کے لیے دیکھیے:

حامد حسن قادری، ''فرہنگ آصفیہ، امیر اللغات اور نور اللغات کا موازنہ'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ص ۴۱۴۔۴۱۹۔

۱۲۴۔ امیر مینائی، امیر اللغات، جلد اول و دوم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء) ص ۲۔۳۔

۱۲۵۔ نمونہ امیر اللغات بالعموم ''آنکھ کا نمونہ'' کے نام سے مشہور ہے لیکن بقول ابو محمد سحر اس میں 'ظ' کے تقریباً دو سو الفاظ و محاورات شامل ہیں۔ انھوں نے 'ظ' کی تقطیع سے چند امثال بھی درج کی ہیں۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو:

ابو محمد سحر، ''امیر مینائی کی لغت نویسی'' مشمولہ اردو لغات: اصول اور تنقید، ص ۱۳۸۔۱۳۹۔

لیکن ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا کہنا ہے کہ ان کی نظر سے نمونہ امیر اللغات کا جو مسودہ گزرا ہے اس میں صرف 'آنکھ' کے لغات درج ہیں۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

رؤف پاریکھ، ''امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصول لغت نویسی'' مشمولہ لغوی مباحث، ص ۷۹۔

۱۲۶۔ ایضاً، ص ۱۳۰۔

۱۲۷۔ ایضاً، ص ۱۵۲۔

۱۲۸۔ ایضاً، ص ۹۹۔

۱۲۹۔ ایضاً۔

۱۳۰۔ ڈاکٹر مسعود ہاشمی نے لغت کے تاریخی نام کی وجہ سے ۱۹۱۷ء لکھا ہے لیکن دیباچے کی مناسبت سے وہ غلط ہے۔ ملاحظہ کیجیے:

مسعود ہاشمی، ڈاکٹر، اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، (دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۲ء)، ص ۱۱۸۔

لغت کی پہلی جلد ۱۹۲۴ء اور چوتھی جلد ۱۹۳۱ء میں شائع ہوئی۔

۱۳۱۔ مولوی نور الحسن نیر، نور اللغات، جلد اول (کراچی: جنرل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۷ء)، ص ۸۔

۱۳۲۔ مولوی فیروز الدین، ''دیباچہ'' مشمولہ فیروز اللغات (جامع) (لاہور، فیروز سنز لمیٹڈ، ۱۹۶۴ء) ص ۳۔

۱۳۳۔ ایضاً۔

۱۳۴۔ پہلی جلد 'الف' تا 'د' اور دوسری 'ڈ' تا 'ی' کے اندراجات پر مشتمل ہے۔

۱۳۵۔ خواجہ عبدالمجید، ''عرض ناشر'' مشمولہ جامع اللغات، جلد اول (لاہور، اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء، ص ۴۔

۱۳۶۔ ایضاً، ص ۶۔

۱۳۷۔ ایضاً، ص ۶۔۷۔

۱۳۸۔ تفصیل کے لیے دیکھیے:

خواجہ عبدالمجید، ''عرض ناشر'' مشمولہ جامع اللغات، جلد اول، ص ۷۔

۱۳۹۔ ایضاً، ص ۳۔

۱۴۰۔ محمد عبداللہ خان خویشگی، ''دیباچہ'' مشمولہ فرہنگ عامرہ (اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء)، ص ب۔ج۔

۱۴۱۔ ایضاً، ص ط۔

۱۴۲۔ سید قائم رضا نسیم امروہوی، سید مرتضیٰ حسین فاضل لکھنوی، ''مقدمۂ لغت'' مشمولہ جامع نسیم اللغات (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س ن)، ص ۸۔

۱۴۳۔ واضح رہے کہ '' اردو لغت بورڈ'' کی لغت پاکستان سے جب کہ مہذب اللغات ہندوستان سے شائع ہوئی ہے۔

۱۴۴۔ سید محمد میرزا مہذب لکھنوی، ''مقدمہ'' مشمولہ مہذب اللغات، جلد اول (لکھنؤ، نامی پریس، ۱۹۷۸ء)، ص ب۔ج۔

۱۴۵۔ ایضاً، ص ج۔د۔

۱۴۶۔ مسعود ہاشمی، اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ، ص ۱۲۵۔

۱۴۷۔ ایضاً، ص ۱۶۱۔

۱۴۸۔ ہاشمی فرید آبادی، پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو (کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۳ء)، ص ۵۳۔

۱۴۹۔ ایضاً، ص ۵۴۔

۱۵۰۔ ہاشمی فرید آبادی کی محولہ بالا کتاب میں بھی اس کی تفصیل موجود ہے اور اس سلسلے میں شان الحق حقی کا بیان بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

شان الحق حقی، ''فرہنگ تلفظ کی بابت چند معروضات و تصریحات''، مشمولہ اخبار اردو (اسلام آباد)، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۵۵۔۵۶۔

۱۵۱۔ شہاب الدین ثاقب، بابائے اردو مولوی عبد الحق: حیات و خدمات (کراچی: انجمن ترقی اردو (پاکستان)، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۷۔

۱۵۲۔ سید قدرت نقوی، ''مولوی عبدالحق کی لغت نگاری'' مشمولہ اردو لغات اصول اور تنقید، ص ۲۲۵۔

۱۵۳۔ وارث سرہندی، علمی اردو لغت(لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۳ء)، ص ح۔

۱۵۴۔ شان الحق، ''فرہنگ تلفظ کی بابت چند معروضات و تصریحات''، ص ۵۶۔

۱۵۵۔ شان الحق حقی، ''عرض مرتب'' مشمولہ فرہنگ تلفظ(اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۵ء)، ص ط۔

۱۵۶۔ شان الحق، ''فرہنگ تلفظ کی بابت چند معروضات و تصریحات''، ص ۵۶۔

۱۵۷۔ شان الحق حقی، ''عرض مرتب'' مشمولہ فرہنگ تلفظ، ص ز۔

۱۵۸۔ دونوں مآخذ کی تفصیل کے لیے دیکھیے:

سید رضوان علی ندوی، ''فرہنگ تلفظ: ایک تنقیدی جائزہ'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ مسائل اور مباحث، ص ۶۴۷۔۶۷۸۔

شان الحق حقی، ''فرہنگ تلفظ'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ مسائل اور مباحث، ص ۶۷۹۔۶۸۲۔

۱۵۹۔ گریگری۔ پی۔ ٹراؤتھ اور کرسٹن کزازی (Gregory P. Trauth and Kerstin Kazzazi) *RoutledgeDictionary of Language and Linguistics*، (نیویارک: روتلیج، ۱۹۹۴ء)، ص ۱۰۶۔

۱۶۰۔ رؤف پاریکھ، ''لغت نویسی میں کورپس، کورپس لسانیات، وصفیت اور تجربیت کا کردار'' مشمولہ لغوی مباحث، ص ۱۸۴۔

۱۶۱۔ ایضاً، ص ۱۸۵۔

باب دوم:

اردو لغت بورڈ کے اصول لغت نویسی:

جدید اصولِ لغت کے تناظر میں

باب دوم:

اردو لغت بورڈ کے اصول لغت نویسی: جدید اصول لغت کے تناظر میں

۱-۲ اردو لغت بورڈ کی مختصر تاریخ:

برصغیر پاک و ہند میں زبان اردو کی علیٰحدہ حیثیت متعین ہونے کے بعد اردو سے وابستہ تقریباً تمام اہل علم و ادب کی یہ خواہش رہی ہے کہ اردو زبان و ادب کی ترویج و اشاعت میں اپنا حصہ ڈالا جائے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے جہاں مختلف النوع کاوشیں سامنے آئیں وہیں کچھ منصوبے بھی ترتیب دیے گئے، جن میں دو اہم منصوبے سر سید احمد خاں کے بھی تھے:

اول: ہر لفظ کی صرفی اور نحوی حیثیت، اس کے معنی، تفصیل اور تشریح اور اساتذہ کے کلام سے استناد پر مشتمل ایک جامع لغت ترتیب دی جائے۔

دوم: عہد سر سید تک کی تمام اردو کتب کے اجمالی تعارف پر مشتمل ایک قاموس کی اشاعت کو ممکن بنایا جائے۔[۱]

مؤخر الذکر منصوبے کا تو آغاز ہی نہ ہو سکا تاہم لغت کی تالیف کی طرف، جس کا نام مشہور مستشرق گارسیں دتاسی کی تجویز پر لغت زبان اردو رکھا گیا، سر سید احمد خاں نے سنجیدگی سے توجہ دی اور اس کے ابتدائی حصے کے چند صفحات ۱۸۶۹ء میں علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ میں بھی شائع ہوئے، لیکن سر سید کی دیگر مصروفیات اور بعد ازاں ان کی وفات کے سبب یہ منصوبہ بھی ادھورا رہ گیا۔

چوں کہ ڈاکٹر مولوی عبدالحق سر سید کے اس منصوبے کی اہمیت اور افادیت سے باخبر تھے لہٰذا انھوں نے اس کام کی تکمیل کا بیڑہ اٹھایا، جس کے لیے ساز گار ماحول جامعۂ عثمانیہ نے فراہم کیا۔ ۱۹۳۰ء میں جب مولوی صاحب جامعۂ عثمانیہ کے صدر شعبۂ اردو مقرر ہوئے تو دس برس کے لیے سالانہ بارہ ہزار روپے کی خاص امداد کی منظوری دلوا کر انھیں اردو زبان کی ایک کلاں لغت کی تدوین کا کام سونپا گیا۔ مولوی صاحب انجمن ترقی اردو (ہند) کے زیر اثر بھی اسی کام کی تکمیل چاہتے تھے، لیکن وسائل کی کمی آڑے آتی رہی تھی۔ سکۂ عثمانیہ کی امداد خاص کی وجہ سے یہ پریشانی بھی جاتی رہی لہٰذا وہ سر سید کی

لغت مذکورہ کی سب سے بڑی خامی یعنی لفظ کے اشتقاق اور اصل کی عدم موجودگی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اس وقت کی موجودہ لغات (فرہنگ آصفیہ، نور اللغات اور مستشرقین کی مرتب کردہ لغات) کی کمیوں پر نظر ثانی کرتے ہوئے اردو زبان کی ایک جامع، کلاں تر اور مکمل لغت کی تالیف کی طرف متوجہ ہوئے، جس کے لیے ڈاکٹر عبد الستار صدیقی، پنڈت کیفی، پنڈت ونشی دھر، ہاشمی فرید آبادی اور مولوی احتشام الدین حقی دہلوی (شان الحق حقی کے والد) ان کے معاونین مقرر ہوئے۔ تقریباً دس بارہ برس میں ہی انھوں نے لغت کی ترتیب وتدوین کے لیے اس قدر علمی سرمایہ اکٹھا کر لیا کہ اس کی تکمیل یقینی نظر آنے لگی، لیکن تقسیم برصغیر کے اثرات کے زیر اثر جہاں دوسرے واقعات منظر عام پر آئے وہیں لغت کا دفتر بھی، جو حیدر آباد میں تھا، نذر آتش کیا گیا اور لغت کے مسودات اور دفتر کا بیش تر سرمایہ ضائع ہو گیا۔ تاہم ۱۹۴۹ء میں مولوی صاحب کچھ چیزیں انجمن ترقی اردو، کراچی تک بچالانے میں کامیاب ہو گئے اور اپنے ادھورے منصوبے پر از سر نو غور کرتے ہوئے ایک بار پھر اسے مکمل کرنے کی ٹھانی۔

اب انجمن کے پاس اس قدر سرمایہ نہیں تھا کہ مولوی صاحب کے ساتھ معاونین رکھے جا سکتے۔ للٰہذا انجمن کے کاموں سے فرصت پانے کے بعد جتنا بھی وقت میسر ہوتا مولوی صاحب لغت کی تالیف میں صرف کرنے کی کوشش کرتے۔ مسلسل محنت کے بعد لغت کے دوہزار صفحات میں تین حروف 'الف'، 'ب' اور 'بھ' ہی مکمل کیے جا سکے[۲] جو بعد میں لغت کبیر کے نام سے شائع ہوئے۔

اسی دور میں جب لغت کبیر کا کام انجمن ترقی اردو پاکستان کے زیر اثر جاری وساری تھا، ترقی اردو بورڈ، کراچی کا، جسے اردو لغت بورڈ یا اردو ڈکشنری بورڈ کے نام سے بھی جانا جاتا ہے،[۳] قیام ۱۴/ جون ۱۹۵۸ء کو وفاقی وزارت تعلیمات کی ایک قرارداد نمبر ایف ۱۱-۳/۵۷-ای IV کے تحت عمل میں آیا۔[۴] اس اجلاس کی صدارت کے فرائض ڈاکٹر ممتاز حسن، سیکریٹری وزارت مالیات، حکومت پاکستان، کراچی نے انجام دیے جب کہ نائب صدر ڈاکٹر بیگم شائستہ اکرام اللہ، ہائی کمشنر برائے پاکستان، لندن تھیں۔ اجلاس کے دیگر ارکان کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ جناب عترت حسین زبیری، ایجوکیشنل ایڈوائزر، وزارت تعلیمات، حکومت پاکستان، کراچی

۲۔ ڈاکٹر مولوی عبد الحق، صدر انجمن ترقی اردو، اعزازی مدیر اعلیٰ اردو لغت (تاریخی اصول پر)

۳۔ جناب جوش ملیح آبادی، مشیر ادبی و مدیر لغت

۴۔ ڈاکٹر محمد شہید اللہ، صدر شعبۂ بنگالی، راج شاہی یونی ورسٹی، مغربی پاکستان

۵۔ جناب رازق الخیری، مدیر ماہ نامہ عصمت، کراچی

۶۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، صدر شعبۂ اُردو، جامعہ کراچی، کراچی

۷۔ جناب شان الحق حقی، وزارت اطلاعات و نشریات، حکومت پاکستان

۸۔ جناب پیر حسام الدین راشدی، رکن سندھی ادبی بورڈ، کراچی

۹۔ ڈاکٹر سید عبداللہ، پرنسپل اورینٹل کالج، لاہور

۱۰۔ جناب عبدالحفیظ کاردار، نائب مشیر تعلیم[۵]

اس خود مختار ادارے کے قیام کے پس پشت دو مقاصد کار فرما تھے:

اول: جدید لسانیاتی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (OED) کی طرز پر اردو زبان و ادب کی ایک جامع لغت ترتیب دینا۔

دوم: اردو زبان و ادب کی ترقی اور ترویج کے لیے مزید اقدامات کرنا۔[۶]

بورڈ کا پہلا اجلاس ۳۰ جولائی ۱۹۵۸ کو منعقد ہوا جس میں مقصدِ اولیں یعنی لغت کی تدوین کے لیے ترتیب دیے جانے والے منصوبے کی تفصیلات پر غور کرنے کے لیے باقاعدہ طور پر ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔ کئی دن کی عرق ریزی اور جگر کاوی کے بعد جب کمیٹی نے اپنی سفارشات پیش کیں تو ان کو فروری ۱۹۵۹ء میں منظور کر لیا گیا اور مارچ ۱۹۵۹ء میں اس کام کے لیے ایک مختصر عملے کا تقرر بھی کر لیا گیا، جس کے مطابق بورڈ کے مدیر اعلیٰ نام ور محقق ڈاکٹر مولوی عبدالحق اور مشیر ادبی مشہور شاعر جوش ملیح آبادی تھے۔ تاہم اس ادارے کے قیام (۱۹۵۸ء) کے آغاز میں، جب تک بورڈ کے عملے، مدیران، نائب مدیران اور دیگر معاونین کا فیصلہ نہیں ہو سکا تھا، جناب عبدالحفیظ کاردار، جو سماجی حلقوں میں کرکٹ کے ایک مشہور کھلاڑی کی حیثیت سے بھی جانے جاتے ہیں اور ۱۹۵۸ء میں نائب مشیر تعلیم، وزارت تعلیمات پاکستان کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے تھے، اس ادارے کے اعزازی معتمد اور رکن مقرر ہوئے۔ جنوری ۱۹۵۹ء میں ان کے مستعفی ہونے کے بعد جناب شان الحق حقی نے ۱۹۷۶ء تک یعنی کم و بیش اٹھارہ سال تک اس عہدے کی ذمے داریاں سنبھالیں۔ چوں کہ آپ کو لغت اور لغت نویسی کا فہم وراثت میں ملا تھا اس لیے آپ اس عہدے کے لیے نہایت موزوں شخص تھے۔ آپ نے اپنے انتخاب کو درست ثابت کر کے دکھایا۔ آپ نے اپنے دور میں بورڈ کے ارکان کی تساہل پسندی کا نوٹس لیتے ہوئے انھیں کام پر آمادہ کیا؛ کارڈ نویسی کے لیے اپنی خدمات پیش کیں؛ دوسروں کے لکھے کارڈوں پر نظر ثانی کی اور

خود لاکھوں کارڈ اپنے ہاتھ سے لکھے جن کے معیار و استناد کی گواہی بورڈ کے مدیر اول جناب نسیم امروہوی نے کئی بار دی ہے۔[۷] یہی نہیں بل کہ کارڈ کو محفوظ رکھنے کے لیے آپ نے الماریاں بنوائیں، طبلق کی تیاری کا طریقہ بتایا(ملاحظہ کیجیے: ضمیمہ ۴) اور وقت بچانے کی خاطر تقریباً پانچ سو سے زائد اہل علم و فضل سے اسناد کے لیے مطالعہ کتب کے کام میں مدد بھی لی۔ آپ کے عہد (۱۹۵۹ء۔۱۹۷۶ء) کے دوران مختصر عرصے کے لیے سید حسام الدین راشدی بھی بورڈ کے معتمد رہے۔

۱۹۷۶ء میں حقی صاحب مستعفی ہو گئے، جو اردو لغت بورڈ کی تاریخ کا کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ مخالفتوں کی پہلے ہی کمی نہیں تھی اور سب سے بڑی مشکل اس وقت آن پڑی جب ۱۹۷۶ء تک ان کی سرپرستی میں لغت کی ایک جلد تک شائع نہ ہو سکی، لیکن اس کی ذمے داری صرف ان پر نہیں ڈالی جا سکتی بل کہ اس کی کئی وجوہات تھیں، جو درج ذیل ہیں:

۱۔ جلد اول کی پریس کاپی تیار کرنے کی ذمہ داری ۲۹ جون ۱۹۷۱ء تک نسیم امروہوی کو سونپی گئی تھی جو ۱۹۷۲ء میں ایک سال کی تاخیر سے مکمل بھی ہو گئی اور اس کے ابتدائی اجزا مجلس ادارت کے سامنے، جن میں ڈاکٹر شوکت سبزواری، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، حفیظ ہوشیارپوری، شان الحق حقی اور خود نسیم امروہوی شامل تھے، پڑھ کر سنائے بھی گئے، لیکن پہلی جلد آنے تک پانچ سال مزید انتظار کرنا پڑا۔ اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کے ماہرین نے اس بات پر زور دیا تھا کہ آخری جلد کی تیاری تک اُن کی لغت کا کوئی حصہ شائع نہ ہونے پائے کیوں کہ لغت کی تکمیل تک مزید ایسے الفاظ مل سکتے ہیں جو لغت میں شامل کیے جا سکیں۔ لہٰذا بورڈ کے اراکین نے اپنی لغت کی اشاعت کے لیے بھی اسی کو پیش نظر رکھا۔

۲۔ لغت کی کتابت کے لیے مختلف النوع قلم یا ٹائپ کا استعمال بھی ناگزیر تھا، مثلاً سنسکرت کے ٹائپ کے لیے بڑی کاوش کرنا پڑی اور لغت کی کتابت کے لیے کئی خوش نویس کاتبوں کا تقرر ہوا۔ اس طرح کتابت و طباعت کے خصوصی انتظامات تاخیر کا دوسرا سبب قرار پائے۔

۳۔ الفاظ کے استعمال کی امثال کے جو چودہ لاکھ کارڈ بورڈ کی الماری میں موجود تھے وہ املا اور دیگر غلطیوں سے بھرپور تھے۔ ان میں صرف شان الحق حقی، جناب سید یوسف بخاری، خواجہ حمید الدین شاہد اور جناب بدر عالم کے تیار کردہ کارڈ قابل اعتبار ٹھہرے۔ لہٰذا پھر سے اصل مآخذ سے مقابلہ کر کے نئے سرے سے امثال درج کرنے کی ضرورت پیش آئی۔[۸]

مذکورہ بالا تمام کام وقت کے متقاضی تھے چناں چہ اس کا خمیازہ بحیثیت معتمد حقی صاحب کو بھگتنا پڑا۔ اس کے باوجود جب بھی لغت کے لیے کسی بھی قسم کی رضاکارانہ خدمت کے لیے حقی صاحب کو یاد کیا گیا انھوں نے لبیک کہا اور یوں جلد ہفتم کی اشاعت تک لغت کی نظر ثانی کے لیے بورڈ کو ان کی پر خلوص معاونت حاصل رہی۔

حقی صاحب کی سبکدوشی کے بعد جامعہ کراچی کے صدر شعبۂ اردو ڈاکٹر ابو للیث صدیقی مذکورہ عہدے پر متمکن ہوئے۔ چوں کہ آپ لغت کی اشاعت کے سلسلے میں ہونے والی تاخیر اور اس کے رد عمل سے بہ خوبی آگاہ تھے اس لیے آپ فوری طور پر دفتر میں پڑے مختلف جلدوں کے مسودات کی اشاعت کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کی حقیقت پسندی اور احتیاط پسندی رنگ لائی اور ۱۹۷۷ء میں ۲۴ سال کی محنت شاقہ کے بعد اس لغت کی پہلی جلد اردو لغت (تاریخی اصول پر) [الف مقصورہ (الف) تا ایہاں اوہاں] کے نام سے منظر عام پر آئی۔ یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ اولاً لغت کے لیے جو نام تجویز کیے گئے تھے وہ اردو کلاں لغت اور محیط اردو لغت تھے، لیکن بعد ازاں اسے تبدیل کر دیا گیا اور یوں حتمی طور پر اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے نام پر اتفاق کیا گیا۔

لغت کی پہلی جلد کی طباعت کے وقت تک ترقی اردو بورڈ میں مجلس اعلیٰ، مجلس انتظامی، عملہ ادارت، معتمدین، مدیر اول، مدیران، معاون مدیران، نائب معاون، افسر انتظامی اور لائبریری کے ارکان شامل ہو چکے تھے۔ مذکورہ بالا تمام شعبوں میں ملک کے نام ور اکابرین اور ماہرین علم و ادب منتخب کیے گئے۔ مثلاً مجلس اعلیٰ کے، جسے علمی مجلس کا درجہ دیا گیا اور جس کے اراکین تین سال کے لیے منتخب کیے گئے، صدور علی الترتیب ڈاکٹر ممتاز حسن (۱۹۵۸ء۔ ۱۹۷۴ء) اور جناب محمد ہادی حسین (۱۹۷۵ء۔ ۱۹۸۲ء) تھے جب کہ نائب صدر کے فرائض ڈاکٹر بیگم شائستہ اکرام اللہ نے انجام دیے۔ مجلس ہذا کے دیگر اراکین میں مشیر تعلیم، حکومت پاکستان، ڈاکٹر مولوی عبدالحق، ڈاکٹر محمد شہید اللہ، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر سید عبداللہ، جناب رازق الخیری، ڈاکٹر سید شاہ علی، ڈاکٹر عبدالقیوم، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، جوش ملیح آبادی، ڈاکٹر سید حسام الدین راشدی، جناب شان الحق حقی، ایف۔ اے۔ کریم فضلی، قدرت اللہ شہاب، پروفیسر حمید احمد خاں، جمیل الدین عالی، جناب مجید ملک، حفیظ ہوشیارپوری، جناب سید ہاشم رضا اور پروفیسر سید وقار عظیم شامل تھے۔[۹]

۱۹۷۷ء میں مجلس اعلیٰ کے اراکین میں سے ہی مجلس انتظامی کے اراکین کا انتخاب ہوا جو محمد ہادی حسین (صدر)، ڈاکٹر سید حسام الدین راشدی، سید ہاشم رضا، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر ابواللیث صدیقی قرار پائے جب کہ مدیر

اعلیٰ کے فرائض ابتدا میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق (۱۹۵۸ء۔۱۹۶۱ء) نے انجام دیے۔ان کی وفات کے بعد کافی عرصے تک یہ عہدہ خالی رہا۔۱۹۷۶ ءمیں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اس کی ذمہ داریاں سنبھالیں۔

بورڈ کے قیام کے آغاز میں مدیر اول کا عہدہ نہیں تھا بعد میں جب اس عہدے کا قیام عمل میں آیا تو اس کی نشست پر ۱۹۶۴ء تا ۱۹۷۲ء نامور ماہر لسانیات ڈاکٹر شوکت سبزواری متمکن رہے اور ان کے بعد یہ فرائض جناب نسیم امروہوی کے حصے میں آئے۔دونوں حضرات اس سے پہلے مدیر کی حیثیت سے بھی اپنے فرائض انجام دیتے رہے تھے۔[10] تاہم بحیثیت مجموعی بورڈ کے مدیران کی مجلس میں جناب ہاشمی فرید آبادی (۱۹۵۹ء ۔۱۹۶۰)،ڈاکٹر شوکت سبزواری (۱۹۵۹ء ۔۱۹۶۴ء)،ڈاکٹر محمد شہید اللہ (۱۹۵۹ء۔۱۹۶۱ء)،جناب نسیم امروہوی (۱۹۶۴ء۔۱۹۷۲ء)،اختر حسین رائے پوری بحیثیت مدیر اعزازی (۱۹۷۳ء۔۱۹۷۶ء) اور عبدالخلیق نقوی (۱۹۷۷ء مابعد) کو شامل کیا گیا۔نائب مدیران کی نشستوں پر مختلف ادوار میں جناب نسیم امروہوی، جناب خواجہ عبدالحمید شاہد، جناب عبدالخلیق نقوی، جناب محمد زکریا مائل، جناب جون ایلیا، جناب قدرت نقوی، جناب زاہد رفعت، جناب رفیق خاور، ڈاکٹر سہیل بخاری، جناب منظور علی، جناب انوار الحق گیلانی تعینات رہے۔معاون مدیران اور نائب مدیران کے طور پر بدر عالم، عبدالخلیق نقوی، خواجہ حمید الدین شاہد، محمد زکریا مائل، رضیہ شریف، اعجاز الحق قدوسی، سخاوت مرزا، ڈاکٹر اطاعت یزداں، زاہد رفعت، قدرت نقوی، ہدایت اللہ، شاہدہ تسنیم، عابدہ ریاست رضوی، محبوب الحسن ارشدی، صلاح الدین قریشی، سید یوسف بخاری، غلام اللہ افسوں، سید ابوالمسعود صبیحی، صغیر مرزا، قیصر مراد آبادی، سید طہیر حسن، ممتاز جعفری، اختر نظامی، مرزا نسیم بیگ، نکہت آفتاب، عابدہ سلطانہ، ریحانہ بیگم، اور فرحت فاطمہ کی تقرری عمل میں آئی۔جب کہ افسران انتظامی سید سعید العظیم اور مصور حسین صدیقی اور لائبریرین جناب واحد اور فاطمہ قدسیہ نقوی قرار پائے۔[11]

چوں کہ اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کی طرز پر ایک جامع اور تاریخی اصول پر مبنی لغت کی اشاعت مقصود تھی اس لیے اس لغت کی تدوین کے لیے اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کے نمونے اور طریقہ کار کو سامنے رکھا گیا۔طے یہ پایا کہ ہر مسودے کی تیاری کے بعد مختلف ماہرین سے رائے لی جائے گی جو اصلاحی اور تنقیدی نقطۂ نظر سے ان مسودات کی جانچ پڑتال کریں گے۔ان آرا کی روشنی میں حتمی شکل اختیار کرنے کے بعد لغت کے مسودات ایک بار پھر زبان وادب کے ماہرین کے پاس نظر ثانی کے لیے بھیجے جائیں گے اور مزید اصلاح کے بعد ان کی اشاعت کی منظوری دی جائے گی۔اس مقصد کے لیے مدیران، نائب مدیران اور دیگر معاونین کے ساتھ ساتھ ایک ایسی مشاورتی مجلس ادارت کا قیام ناگزیر تھا، جس میں

مختلف جامعات کے صدور شعبہ ہائے اردو کے علاوہ اہم علمی اور ادبی شخصیات ہوں۔ چنانچہ اس کے لیے نظر انتخاب ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی، ڈاکٹر سید شاہ علی، ڈاکٹر عبدالقیوم، ڈاکٹر ابوالخیر کشفی، ڈاکٹر غلام مصطفٰی خاں، ڈاکٹر قاضی محمد مرتضٰی، ڈاکٹر سخی احمد ہاشمی، ڈاکٹر سید عبداللہ، ڈاکٹر عبادت بریلوی، پروفیسر وقار عظیم، ڈاکٹر وحید قریشی، محمد طاہر فاروقی، ڈاکٹر شمس الدین صدیقی، ڈاکٹر عندلیب شادانی، ڈاکٹر آفتاب احمد صدیقی، نسیم امروہوی، نیاز فتح پوری، شریف الحسن، حفیظ ہوشیار پوری اور مجنوں گورکھ پوری کے ناموں پر ٹھہری۔" [۱۲]

۱۹۷۷ء میں پہلی جلد کے آنے کی دیر تھی کہ لغت کا کام تیز رفتاری سے ہونے لگا اور ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کے دور (۱۹۷۶ء۔۱۹۸۵ء) میں ہی اس کی دوسری [الف ممدودہ (آ) تا بیہ   ہار]، تیسری [بھ تا پر یہوا]، چوتھی [پڑتا تحریراً]، پانچویں [تحریری تا تھیئٹر] اور چھٹی جلد [ٹ تا جہاں گرد] شائع ہوئی۔

۱۹۸۵ء میں بورڈ کے مدیر اعلیٰ کا قرعہ فال ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے نام نکلا، جنھوں نے ابو اللیث صدیقی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ۱۹۸۶ء میں ساتویں [جہاں گردی تا چھ یہ]، ۱۹۸۷ء میں آٹھویں [ح تا دانا]، ۱۹۸۸ء میں نویں [داناؤں کی دور بلا تا دھنک]، ۱۹۸۹ء میں دسویں [دھنک نکالنا تا ریہو]، ۱۹۹۰ء میں گیارھویں [رھ تا سن]، ۱۹۹۱ء میں بارھویں [سُن تا صیہونیت] اور تیرھویں [ض تا فکر ہر کس بقدر ہمت اوست]، ۱۹۹۲ء میں چودھویں [فکر آنا تا کشمیرن/کشمیرنی]، ۱۹۹۳ء میں پندرھویں [کشمیری تا گر گرانا] اور ۱۹۹۴ء میں سولھویں جلد [گر گربد یا سر سر عقل/گیان تا لوگڑا] طبع کروائی۔ یوں محض دس سال کے مختصر عرصے میں اس کی اگلی دس جلدیں شائع ہوئیں، جس کی بنا پر ان کے دور (۱۹۸۵ء۔۱۹۹۵ء) کو اردو لغت (تاریخی اصول پر) کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے۔

اس کے بعد لغت کا کام ایک بار پھر تعطل کا شکار ہو گیا اور مزید چھ سالوں تک یعنی ڈاکٹر حنیف فوق (۱۹۹۵ء۔۱۹۹۸ء)، پروفیسر سحر انصاری (۱۹۹۸ء۔۲۰۰۰ء) کے ادوار میں لغت کی کوئی جلد نہ آ سکی۔ ۲۰۰۰ء میں قائم مقام مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے مرزا نسیم بیگ (۲۰۰۰ء۔۲۰۰۱ء) کی زیر سرپرستی سترھویں [لو گن تا متنزادہ] اور ۲۰۰۲ء میں ڈاکٹر یونس حسنی (۲۰۰۱ء۔۲۰۰۳ء) نے اٹھارویں جلد [مستہ   سعادت تا منھ ہے کہ بلا] شائع کروائی۔ اسی سال ڈاکٹر رؤف پاریکھ (۲۰۰۳ء۔۲۰۰۷ء) مدیر اعلیٰ بنے اور انھوں ۲۰۰۳ء، ۲۰۰۵ء اور ۲۰۰۷ء میں بالترتیب انیسویں [منہا تا نشا پور]، بیسویں [نشات تا نھ] اور اکیسویں جلد [و تا ہزارہا] مدون کی۔ جب کہ آخری یعنی بائیسویں جلد [ہزاری تا یئی] کی تدوین کا اعزاز ۲۰۱۰ء میں بہ طور قائم مقام مدیرۂ عالیہ محترمہ فرحت فاطمہ رضوی (۲۰۰۷ء۔۲۰۰۹ء) کے حصے میں

آیا۔انھی کے دور میں اردو لغت بورڈ میں ایک بہت بڑی تبدیلی واقع ہوئی کہ ۲۴؍نومبر ۲۰۰۷ء کو بورڈ ایک خود مختار ادارے کے بجاے وفاقی حکومت کا ماتحت ادارہ بن گیا[۱۳] جس کے نتیجے میں بورڈ کی سربراہ کے لیے معروف شاعرہ فہمیدہ ریاض کی تقرری عمل میں آئی۔انھوں نے آتے ہی لغت کی تکمیل کی طرف توجہ دی، لیکن اس سلسلے کے تمام اختیارات محترمہ فرحت فاطمہ رضوی کے پاس ہی رہنے دیے۔[۱۴] چوں کہ آپ پہلے سے ہی اس کام پر مامور تھیں اور مسودات کی طباعت کا آغاز بھی کر چکی تھیں اس لیے اس کام میں مزید تاخیر نہ ہوئی اور بالآخر ۴؍اپریل ۲۰۱۰ء کو اردو زبان وادب کی ایک ضخیم لغت کی تدوین عمل میں آئی۔ایسی لغات اس سے قبل انگریزی اور جرمن زبان میں مدون کی گئی ہیں اس لحاظ سے اسے دنیا کی تیسری بڑی لغت قرار دیا جاسکتا ہے، جس کی بنیاد تاریخی اصول پر رکھی گئی ہے۔[۱۵]

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ بورڈ کے قیام کے مقاصد میں سے تدوین لغت کے کام کو اولیت دی گئی، لیکن بورڈ نے اپنے دوسرے مقصد یعنی زبان وادب کی ترقی اور ترویج کو بھی تشنہ نہیں رہنے دیا اور اس منصوبے کے تحت کچھ ایسی کتب کی دوبارہ اشاعت کو ممکن بنایا جو اہمیت کی حامل تھیں۔ان میں داستان،ناولوں، مثنویوں، ادب اطفال،لغات،علمی مخطوطات اور تحقیقی مضامین کو مد نظر رکھا گیا۔یہ تیس کتابوں کی فہرست تھی، جن میں سے بورڈ کے مجلے اردو نامہ کے مختلف شماروں سے درج ذیل کے شائع ہونے کی خبر ملتی ہے:

۱۔ جذبات نادر[۱۶]

۲۔ منازل السائرہ[۱۷]

۳۔ مراۃ العروس[۱۸]

۴۔ رسوم دہلی[۱۹]

۵۔ منتخب الحکایات[۲۰]

۶۔ اردو کی پہلی کتاب[۲۱]

۷۔ پھول[۲۲]

۸۔ خاور نامہ[۲۳]

۹۔ مخطوطات پیرس[۲۴]

۱۰۔ ترکی اردو لغت[۲۵]

۱۱۔ مقالات اختر[۲۶]

۱۲۔ اشاریۂ اردو نامہ[۲۷]

۱۳۔ میٹھی کہانیاں[۲۸]

۱۴۔ تاریخی کہانیاں[۲۹]

۱۵۔ باغ و بہار[۳۰]

۱۶۔ مرقع الشعرا[۳۱]

۱۷۔ اردو میں سائنسی ادب(جلداوّل)[۳۲]

۱۸۔ مثنویات میرؔ بخط ِمیرؔ[۳۳]

تاہم بورڈ سے حاصل کردہ معلومات کے مطابق ان میں سے جذبات نادر، منازل السائرہ، مراۃالعروس، اردو کی پہلی کتاب، خاور نامہ، مقالات اختر، انتخاب پھول، مخطوطات پیرس اور اشاریۂ اردو نامہ کی اشاعت کا ریکارڈ بورڈ کے کاغذات میں موجود ہے، لیکن باقی کتابوں کی بابت کوئی تفصیل نہیں ملتی۔

اردو لغت بورڈ نے اردو ٹائپ رائٹر کے لیے کلیدی تختے (Key Board) کی تیاری اور اردو ٹائپ کے فروغ کے ضمن میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ اس کا ایک اور اہم اور قابل ذکر کارنامہ ایک تحقیقی مجلے اردو نامہ کا اجرا بھی ہے۔ یہ ایک سہ ماہی مجلہ تھا اور بورڈ کے قیام کے تقریباً فوراً بعد ۱۹۶۰ء میں شان الحق حقی کی زیرادارت پہلی بار شائع ہوا۔ اس کی تجویز بھی شان الحق حقی نے ہی پیش کی تھی کہ ادارے کا اپنا ایک جریدہ ہونا چاہیے۔ چناں چہ اس کی اشاعت ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی کے دور یعنی ۱۹۷۷ء تک جاری رہی۔ بورڈ نے اس رسالے کے سترہ سال کے ۵۴ شماروں کا ایک اشاریہ بھی ۱۹۹۷ء میں پاکستان کے جشنِ زریں کے موقع پر شائع کیا ہے،[۳۴] لیکن اب اس کے ۵۵ شمارے شائع ہو چکے ہیں۔ حال ہی میں شان الحق حقی کی پیدائش کے صد سالہ جشن کے موقع (۲۰۱۷ء) پر چالیس سال بعد اردو نامہ کا دوبارہ اجرا کیا گیا ہے اور تعطل کے باوجود اس خصوصی شمارے کو پچپنواں شمارہ قرار دیا گیا ہے۔ تاہم کسی بھی شمارے کا مطالعہ کیا جائے اردو نامہ میں شامل مضامین میں ہمیشہ علمی اور لسانی مباحث مثلاً لسانیات، قواعد، اشتقاق، املا، اعراب اور رسم الخط وغیرہ کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اس کے کئی شماروں میں لغت کے مختلف اجزا بھی شائع کیے گئے، جن کے متعلق ماہرین اور اہل علم کی آرا

اور تبصرے شائع ہوتے رہے اور ان کی روشنی میں لغت کو مزید بہتر بنانے کی کوشش کی گئی۔اس طریقہ کار سے نہ صرف لغت کا معیار بلند ہوا بل کہ لغت کی تدوین کے اصول اور مسائل پر جو تبصرے شائع ہوئے ان کی روشنی میں بورڈ کے اصول لغت نویسی میں بھی ترامیم اور اضافے کیے گئے۔اس طرح اردو نامــــہ نے جدید علمی اور لسانی مباحث کے ساتھ ساتھ اردو لغت کی ترتیب وتدوین کے سلسلے میں بھی اپنا مفید کردار ادا کیا ہے۔

اردو لغت بورڈ اردو لغـــت کی تکمیل کے بعد بھی دیگر منصوبوں پر کام کر رہا ہے۔اس کی متنوع خدمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے ۱۴ر جون ۲۰۱۸ء کو بورڈ کی ساٹھویں (60^{th}) سال گرہ کے موقع پر محکمہ ڈاک، وفاقی حکومت پاکستان نے ۸ روپے کا ایک یادگاری ٹکٹ جاری کیا ہے، جس کا ڈیزائن جناب عادل صلاح الدین نے بنایا ہے۔ابتدا میں مختلف عمارتوں کو اپنا مسکن بنانے کے بعد بالآخر بورڈ کا دفتر ۱۹۸۴ء سے اپنی عمارت میں منتقل کیا جا چکا ہے۔یہ ایس ٹی،۱۸۔اے،بلاک نمبر ۵، گلشن اقبال، کراچی میں واقع ہے اور اس کا حصول جناب محمد اظفر اور وفاقی وزارت تعلیمات کی کوششوں سے ممکن ہوا ہے۔[۳۵] اب اس کے چار بڑے شعبے ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۰۱۰۲ انتظامیہ:

یہ وہ شعبہ ہے جو صدور، مدیر اول اور مدیر اعلیٰ کی صورت میں ہمیشہ کام کرتا رہا ہے۔محترمہ فہمیدہ ریاض کے بعد اس عہدے پر کسی مستقل مدیر اعلیٰ کا تقرر نہیں ہو سکا تھا۔تاہم ان کے فوراً بعد جناب رانا سرفراز طارق نے بحیثیت قائم مقام ۲۰۱۱ء سے ۲۰۱۲ء تک اپنے فرائض انجام دیے۔۲۰۱۲ء میں جناب محمد عارف کو، جو اس وقت مزار قائد (وفاقی وزارت قومی ورثہ) کے ریزیڈنٹ انجینئر تھے، اس عہدے کا اضافی چارج دیا گیا۔آپ مسلسل تین سال یعنی ۲۰۱۵ء تک اس عہدے پر متمکن رہے۔ان کے بعد جناب عبدالمالک غوری کو اس کے لیے نامزد کیا گیا، جو ۲۰۱۶ء تک فائز رہے۔عبد المالک غوری کے بعد ۲۰۱۶ء میں ہی انتہائی مختصر عرصے (کم و بیش ایک ماہ) کے لیے ایک بار پھر جناب محمد عارف نے ایڈیشنل چارج سنبھالا۔اب دسمبر ۲۰۱۶ء تا حال سید عقیل عباس جعفری اس ادارے کے مدیر اعلیٰ کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔(ملاحظہ کیجیے: ضمیمہ ۲)

۲۔۱۔۲ کتب خانہ:

یہ بورڈ کا ایک اہم شعبہ ہے۔ جب بورڈ کا قیام عمل میں آیا تھا تو اس وقت یہ کتب خانہ تقریباً خالی تھا۔ بعد ازاں بورڈ کے صدور اور ارکان کی کاوشوں سے اس میں قیمتی اور نایاب کتب رکھوائی گئیں۔ جن میں وہ قلمی نسخے اور نادر و کم یاب کتب سر فہرست تھیں جو آتش زدگی سے محفوظ رہیں اور جنھیں ڈاکٹر مولوی عبد الحق اپنے ساتھ لانے میں کامیاب ہوئے، لیکن اب اس کتب خانے میں اردو زبان وادب کی تقریباً اٹھارہ ہزار سے زائد کتب کا بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے، جن میں انڈیا آفس لائبریری (لندن میوزیم) سے حاصل شدہ نسخوں کے مائیکرو فلم بھی شامل ہیں جنھیں فوٹو کاپی کی سہولت میسر نہ ہونے کی وجہ سے فلم کی صورت میں ذخیرہ کیا گیا تھا۔ ان تمام کتب سے لغت کے لیے حوالہ جات اور اسناد کی فراہمی کے سلسلے میں بھر پور استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ لغت کی پہلی سات جلدوں کو بھی مائیکرو فلم اور فلاپی میں بھی محفوظ کیا گیا تھا، جو ضائع ہو گئیں۔ تاہم نایاب ادبی اور تاریخی کتب کی اہمیت کے پیش نظر جناب محسن حقانی، سیکریٹری وزارت قومی ورثہ، نے جناب محمد عارف کے دور میں یہ تجویز دی کہ ان کے لیے اسی کتب خانے میں ایک گوشہ مخصوص کر دیا جائے تا کہ یہ کتابیں محفوظ ہو سکیں۔ یہ گوشہ ''گوشۂ نایاب کتب'' کے نام سے اس کتب خانے کا حصہ ہے۔[۳۶] موجودہ مدیر اعلیٰ سید عقیل عباس جعفری (۲۰۱۶ء تا حال) نے اس کتب خانے کو اردو لغت بورڈ کے سابق مشیر ادبی اور معروف اردو شاعر جناب جوش ملیح آبادی کے نام سے منسوب کر دیا ہے اور اب یہ ''جوش ملیح آبادی یادگاری کتب خانہ'' کہلاتا ہے[۳۷] اور آج کل جناب طارق ذیشان لائبریرین کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ جب کہ بورڈ کی عمارت میں دو اور گوشے ''گوشۂ مطالعہ'' اور ''گوشۂ علمی'' کے نام سے بھی بنائے گئے ہیں، جو بالترتیب جناب نسیم امروہوی اور بابائے اردو مولوی عبد الحق سے منسوب کیے گئے ہیں۔ (ملاحظہ کیجیے: ضمیمہ ۳)

۳۔۱۔۲ اشاعت وطباعت:

لغت کی طباعت کے مسائل کے حل کے لیے بورڈ نے ۱۹۷۵ء میں ''محیط اردو پریس'' کے نام سے اپنا الگ مطبع قائم کیا، جس کا نام اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے اولین مجوزہ نام محیط اردو پر رکھا گیا ہے۔ یہ مطبع کئی سالوں تک بورڈ ہی کی طرح کرائے کی عمارتوں میں اپنے فرائض انجام دیتا رہا اور بالآخر ۱۹۸۴ء میں اسے بورڈ کی عمارت میں ہی منتقل کر دیا گیا۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی تمام جلدیں اور بورڈ کی زیر سرپرستی دیگر کتب کی اشاعت

اسی کے ذریعے عمل میں آئی ہے۔ طباعتی امور میں بورڈ کے ایک اہم رکن جناب محمد نواب پیش پیش رہے ہیں ،جو ریٹائر ہونے کے پانچ سال بعد بھی بورڈ آتے ہیں اور طباعت سے متعلقہ کاموں کو اپنی ذمہ داری سمجھ کر پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تاہم اس شعبے کے موجودہ انچارج اردو لغت بورڈ کے ایک سینیئر رکن جناب امیر علی ہیں۔[۳۸]

۴۔۱۔۲ ادارتی عملہ:

اردو لغت بورڈ کے مدیران، نائب مدیران اور معاونین کی صورت یہ شعبہ ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ ان میں سے بیش تر ارکان و ملازمین کو مختلف ادوار میں اپنے اور بورڈ کے مستقبل، سرمایے اور وسائل کی کمی اور بورڈ کے کسی دوسرے سرکاری ادارے کے ساتھ الحاق کے حوالے سے خدشات بھی در پیش رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ۲۰۰۳ء۔۰۴ء میں بورڈ اور اس کے منصوبوں کو مکمل طور پر ختم کرنے کی طرف قدم بڑھائے جا چکے تھے کہ سابق صدر جمیل الدین عالی نے اس قسم کی کوششوں کی مذمت کرتے ہوئے اور اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے ادارے اور اس کی نامکمل لغت کو بچانے کے لیے سر توڑ کوشش کی جس میں وہ کامیاب بھی رہے۔[۳۹] یوں بورڈ اور اس کے ملازمین کا مستقبل محفوظ رہا۔ یہی نہیں بل کہ ایک خود مختار ادارہ ہونے کے باوجود اس ادارے کی حیثیت وفاقی حکومت کے ایک محکمے کی سی تھی، جس نے ملازمین کو سالہا سال ترقی سے محروم رکھا اور ان کو مہیا کی جانے والی سہولیات کا تناسب بھی باقی سرکاری ملازمین کے مقابلے میں کم رہا۔ جناب محمد عارف کے دور میں محسن حقانی کی بہ دولت ان کی ترقی عمل میں آئی۔[۴۰] مزید برآں ابتداً میں ملازمین کی تعداد بھی کم و بیش ۸۰ تھی جو وقت کے ساتھ ساتھ گھٹتے گھٹتے تقریباً آدھی رہ گئی۔ لوگ جاتے گئے۔ نہ بورڈ کو بروقت متبادل مل سکا اور نہ ہی نئے لوگوں کا تقرر ہو سکا حتیٰ کہ اب بھی ستائیس اسامیاں خالی ہیں،[۴۱] لیکن ہر طرح کے حالات میں اپنے ذاتی مفادات کو نظر انداز کر کے جس طرح ملازمین کی ایک محدود تعداد نے ثابت قدمی کا ثبوت دیا اور بالآخر اردو کی ایک جامع اور کلاں لغت کی تالیف کے خواب کو ممکن بنایا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ آج کل نزہت سیما ارشاد (مدیر)، نجم ا سحر (نائب مدیر)، ڈاکٹر شاہد الدین ضمیر (نائب مدیر)، نفیس الرحمٰن قریشی (نائب مدیر)، تبسم اختر ہاشمی (نائب مدیر) اور طارق بن آزاد (ریسرچ اسکالر) ادارتی عملے کے طور پر اپنی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں مصروف ہیں۔

گو کہ اردو زبان و ادب کی ایک کلاں لغت کا کام بہ ظاہر اپنی تکمیل کو پہنچ چکا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ لغت کی تالیف و تدوین کا کام تسلسل کا متقاضی ہوتا ہے اور اس کی تکمیل کبھی عمل میں نہیں آتی کیوں کہ جیسے جیسے وقت

گزرتا جاتا ہے بول چال کے الفاظ میں اضافہ یقینی ہے۔ پھر یہ بھی عین ممکن ہے کہ کسی قدیم ادبی فن پارے یا دستاویز کی بازیابی کی صورت میں مزید الفاظ ہاتھ آ جائیں یا پھر تسامحات کا بھی اندیشہ ہے۔ ایسی صورت میں تکمیل کے بعد بھی لغت کا کام جاری و ساری رہتا ہے اور اس میں ترمیم و اضافے کی گنجائش ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ یہ معاملہ دیگر لغات کے ساتھ ساتھ اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے ساتھ بھی درپیش ہے۔ اس ضمن میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ بورڈ نے تئیسویں جلد کی اشاعت کا بھی فیصلہ کیا تھا اور طے کیا گیا تھا کہ یہ آخری جلد اشاریے، فہرست اسناد اور دیگر ضروری معلومات پر مشتمل ہو گی، لیکن ابھی تک بائیسویں جلد کے بعد کوئی بھی جلد منظر عام پر نہیں آ سکی ہے۔ تاہم اس قسم کی ایک کوشش ڈاکٹر فرمان فتح پوری کے دور میں ستمبر ۱۹۸۶ء میں منظر عام پر آئی، جب بورڈ کی طرف سے ۱۰۵ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ نما کتاب شائع کی گئی۔ اس میں ان مصنفین اور کتب کا حوالہ دیا گیا ہے، جس سے اس وقت تک کی مدون شدہ لغات کے لیے امثال اور اسناد میں مدد لی گئی ہے۔

جدید دور کے تقاضوں کے پیش نظر بورڈ نے کچھ نئے اقدامات بھی کیے گئے ہیں، مثلاً ۲۴ جنوری ۲۰۱۸ء کو صدر پاکستان جناب ممنون حسین نے، ایوان صدر میں ہونے والی ایک تقریب میں، اس کلاں لغت کے آن لائن ایڈیشن کا افتتاح بھی کر دیا ہے، جو 'کمپیوٹرائزیشن آف اردو ڈکشنری، سافٹ ویئر ڈویلپمنٹ برائے موبائل فون، ویب ہوسٹنگ اینڈ اسٹیبلشمنٹ آف سرور روم' کے منصوبے کی عملی تشکیل ہے۔ اس کی بہ دولت یہ لغت دنیا بھر میں لغت کے صارفین کے لیے دست یاب ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی ایک موبائل ایپ بھی متعارف کروائی گئی ہے، جس کے استعمال میں فی الحال کچھ رکاوٹیں درپیش ہیں، لیکن انھیں حل کرنے کے لیے مناسب اقدامات کیے جا رہے ہیں۔ اس کے بعد بورڈ کے آئندہ منصوبوں میں جہاں ایک مکمل فہرست اسناد، اردو لغت کا مختصر ایڈیشن (جو دو جلدوں پر مشتمل ہو گا) اور مختلف علوم و فنون کی فرہنگیں شامل ہیں وہیں صوتی (سمعی) لغت پر کام کرنے کا منصوبہ بھی زیر غور ہے، جس کے تحت لغت کی ریکارڈنگ اور انٹرنیٹ پر اس صوتی لغت کی دستیابی کے لیے بھرپور کوششیں جاری ہیں۔ اس منصوبے کی تکمیل کے بعد لغت میں درج دو لاکھ چونسٹھ ہزار الفاظ کا تلفظ انٹرنیٹ اور موبائل ایپ کے ذریعے صرف ایک کلک میں سنا جا سکے گا۔ لغت کی نظر ثانی شدہ اشاعت کا بھی فقدان ہے اور اس کی جلدیں بھی دستیاب نہیں۔ محققین اور اہل علم کے لیے اس کے حصول میں رکاوٹ ہے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے موجودہ مدیر اعلیٰ جناب عقیل عباس جعفری نے لغت کی تمام جلدوں کی از سر نو طباعت کا آغاز کر دیا ہے تاکہ اس کی دستیابی کو ممکن بنایا جا سکے۔ اس ضمن میں سائنس اور ٹیکنالوجی اور دیگر شعبوں کے

الفاظ، تراکیب اور اصطلاحات کے علاوہ انگریزی کے وہ الفاظ جن کے اردو متبادل موجود نہیں مثلاً 'بلاگ'، 'ٹویٹر'، 'واٹس ایپ' وغیرہ کو بھی لغت میں داخل کرنے پر توجہ دی جارہی ہے۔[۴۲]

بورڈ کے زیر اہتمام جناب عرفان صدیقی کے ایما پر بچوں کی لغت پر بھی کام کیا جارہا ہے، جو تقریباً ستر فیصد سے زیادہ مکمل ہو چکا ہے۔ اس لغت کے لیے بنیادی الفاظ پاکستان کے چاروں صوبوں اور وفاقی بورڈ کی نصابی کتب سے حاصل کیے گئے ہیں۔[۴۳] علاوہ ازیں اب تک جو نایاب کتب شائع کی گئی تھیں محققین اور طلبہ کی سہولت کے لیے ان کی آن لائن فراہمی پر بھی غور کیا گیا تھا، لیکن فی الوقت وسائل، وقت اور عملے کی کمی کی وجہ سے یہ منصوبہ التوا کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔[۴۴] تاہم حال ہی میں انجمن ترقی اردو نے ایک خصوصی تقریب میں مولوی عبدالحق کی اس اردو انگریزی لغت کے حقوق اشاعت اردو لغت بورڈ کو تفویض کر دیے ہیں، جو ۱۹۸۵ء کے بعد شائع نہیں ہو سکی۔ یہ لغت دس ہزار الفاظ کے اضافے کے ساتھ شائع ہو گی اور اردو لغت بورڈ کی ویب گاہ پر اور موبائل ایپ کی صورت میں بھی دستیاب ہو گی۔[۴۵]

اردو لغت بورڈ کے قیام اور دائرہ کار پر بحث کے بعد اب اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے اختیار کردہ اصولوں کا جائزہ لیا جائے گا لیکن اس سے پہلے جدید اصول لغت نویسی پر ایک نظر ڈالنا لازمی ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۲۔۲ جدید اصول لغت نویسی:

۲۔۲۔۱ اندراجات کے اصول:

اندراجات سے مراد کسی بھی لغت میں موجود راس الفاظ (Head words) یا انٹریز (Entries) ہیں۔ یہ لغویوں (Lexemes) کی صورت میں موجود ہوتے ہیں جنھیں *lemma* کا نام دیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر کسی بھی حوالہ جاتی کتاب میں جس مقام پر کوئی لفظ یا اندراج تلاش کیا جا سکتا ہے اسے لیما (Lemma) کہتے ہیں۔ یہ صارف کی راہ نمائی اس کے مطلوبہ لفظ تک کرتا ہے، جو عموماً اس لفظ کے طور پر یا اس کے تحت درج ہوتا ہے۔ کچھ ماہرین اس بات کے حامی ہیں کہ لغت میں کسی لفظ کی بنیادی تعریف سے پہلے بیان کی گئی ساری تفصیلات بھی لیما میں شامل کر دی جائیں، مثلاً ہجے، املا، تلفظ اور قواعدی شناخت وغیرہ۔ جب کہ بعض اس اصطلاح کو راس لفظ، مرکزی لفظ یا اصل لفظ (Head word) کے مترادف قرار دیتے ہیں۔[۴۶]

تاہم یہ لغت کی بنیادی ساخت ہے جس کے تحت ایک لفظ درج کیا جاتا ہے اور اس کی جگہ کا تعین کیا جاتا ہے۔ اسے عام طور پر کسی لفظ کی ابتدائی اور آسان ترین شکل بھی کہا جا سکتا ہے، جس کی دوسری اشکال عموماً لغت میں درج نہیں کی جاتیں مثلاً کسی لفظ کی جمع وغیرہ۔[۴۷] یہاں یہ مد نظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ کچھ اندراجات ایک سے زائد الفاظ کی صورت میں بھی موجود ہوتے ہیں اور کچھ الفاظ کسی دوسرے لفظ کا جزو ہوتے ہیں۔ اس لیے انھیں 'ہیڈ ورڈ' یعنی 'راس لفظ' کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ صارف کو آسانی سے سمجھ بھی آتا ہے،[۴۸] تاہم بوسونسن (Bo Svensen) کے مطابق لیما کا عام مترادف 'ہیڈ ورڈ' ہی ہے لیکن اگر لیما ایک سے زائد الفاظ پر مشتمل ہو تو اسے 'ہیڈ ورڈ' کہنا کسی حد تک تشکیک کا شکار کر دیتا ہے کیوں کہ وہ صرف ایک لفظ یعنی ورڈ پر مشتمل نہیں ہوتا۔ چناں چہ وہ ہر قسم کے اندراج لغت کے لیے 'لیما' ہی استعمال کرتے ہیں،[۴۹] جس کے انتخاب کے لیے ایک لغت نویس کو درج ذیل اُصولوں کو پیش نظر رکھنا چاہیے:

۱۔ کسی بھی لغت کی تدوین کے لیے سب سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ لغت کس مقصد کے لیے مدون کی جا رہی ہے؟ اگر وہ مقامی افراد کے لیے ہے تو پھر اس میں الفاظ کا اندراج بھی وسیع پیمانے پر ہوگا اور اس میں معروف، رائج، متروک، کم بولے جانے والے اور غیر مقبول الفاظ کے ساتھ ساتھ مذہبی، ادبی پیشہ ورانہ، قانونی، دفتری، مال گزاری اور علمی و فنی اصطلاحات، ضرب الامثال اور کہاوتیں بھی شامل ہوں گی، لیکن اگر کوئی لغت محض زبان سیکھنے کے خواہش مند افراد کے لیے مدون کی جا رہی ہے تو ایسی صورت میں ذخیرۂ الفاظ محدود ہو کر اس زبان کے معروف اور موجودہ الفاظ پر مشتمل ہوگا جب کہ کسی خاص طبقے یا شعبے کے لیے ترتیب دی جانے والی لغت میں الفاظ کا ذخیرہ اور بھی محدود ہو جائے گا۔[۵۰]

۲۔ اندراجات کے لیے ماخذات بھی بہت اہم ہیں۔ بوسونسن اس ضمن میں دو قسم کے ماخذات کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

الف۔ بنیادی ذرائع

ب۔ ثانوی ذرائع

بنیادی ذرائع مصدقہ لسانیاتی مواد سے متعلق ہوتے ہیں جو زبانی اور تحریری دونوں صورتوں میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ مواد مختلف قسم کا ہو سکتا ہے مثلاً معائنے یا تجزیے کے ذریعے حاصل شدہ مواد، حوالہ جاتی فائلیں اور کورپس (Corpus) وغیرہ۔ جب کہ ثانوی ذرائع میں کسی زبان کی موجودہ صراحتیں، پہلے سے موجود لغات، قواعد اور خصوصی مطالعات شامل ہیں۔[۵۱]

۳۔ الفاظ کے انتخاب کے لیے نہ صرف پہلے سے موجود لغات اور ادبی متون سے استفادہ کیا جا سکتا ہے بل کہ اس سلسلے میں کورپس کا کردار بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ کسی بھی زبان کے لیے متون کا ایک سیٹ جمع کیا جا سکتا ہے جو اس زبان کے بولنے والوں کی منتخب کردہ اسناد پر مشتمل ہوتا ہے۔ ایسے متون کے سیٹ کو کورپس کہتے ہیں۔ یہ موجودہ زمانے میں برقی کورپس کی شکل میں دستیاب ہوتا ہے۔[۵۲] اس کی مدد سے وہ الفاظ جو کم بولے جاتے ہیں یا کسی تحریری متن کا حصہ نہیں ہیں لیکن اگر زبان کا جزو ہیں تو لغت میں شامل ہو سکتے ہیں۔ سوشل میڈیا یا سماجی ویب گاہوں پر موجود نئی اصطلاحات تک بھی انھی کے ذریعے رسائی ہو سکتی ہے۔

۴۔ بلاشبہ لغت نویسی میں کورپس کا استعمال بہت عام ہو چلا ہے، لیکن اس ضمن میں لغت نویس کو بھی یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کورپس اور اس سے حاصل کردہ معلومات پر کس حد تک اعتماد کر سکتا ہے۔ اگر کورپس بہتر طور پر راہ نمائی کر سکتا ہے تو پھر اسے چاہیے کہ وہ نہ صرف اسے استعمال کرے بل کہ اس کے استعمال کے رہنما اصول بھی وضع کرے۔[۵۳]

۵۔ انتخاب اندراجات میں ایک اہم مسئلہ بہ طور لیما الفاظ کے اندراجات کا ہے۔ لغت نویسی کی روایت ہے کہ اس میں اسما، افعال، مصادر اور صفات کو ان کی غیر تصریفی شکل میں بہ طور لیما داخل کیا جاتا ہے، لیکن اکثر اوقات ان کی انتہائی ضروری تصریفی اشکال بھی صارف کی آسانی کے لیے شامل لغت ہوتی ہیں۔[۵۴]

۶۔ ہینس نگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ لغت میں لغویوں (Lexemes) کے علاوہ مرکبات، سابقوں لاحقوں اور فقرات کو بھی شامل کرنے کے حق میں ہیں۔[۵۵]

۷۔ قواعدی الفاظ جو لغویہ کے طور پر درج کیے جاتے ہیں ان میں اسم واحد، اسم صفت، متعلق افعال اور دیگر افعال شامل ہیں۔[۵۶]

۸۔ مخفف فات کی بابت پہلے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا تھا کہ انھیں لغت کے آخر میں ضمیمے کے طور پر درج کیا جاتا تھا، لیکن اب بڑھتا ہوا رجحان یہ ہے کہ انھیں بھی حروف تہجی کے اعتبار سے لغویہ کے طور پر ہی شامل کیا جائے۔[۵۷]

۹۔ ہینس نگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ محدود لغات میں مخففات کے اندراج کے بھی قائل ہیں، لیکن ان کے نزدیک مخفف فات کی مکمل ساخت درج کر کے اس کی طرف رجوع کروانا زیادہ احسن ہے۔[۵۸] جب کہ ہاورڈ جیکسن کے مطابق اگرچہ سابقے، لاحقے اور مخفف فات راس لفظ کے طور پر شامل کیے جاتے ہیں، لیکن ہمیں انھیں لیکسیم یعنی لغویے کے درجے سے خارج کر دینا چاہیے۔[۵۹]

۲-۲-۲ ترتیب اندراجات کے اُصول:

لغت نویسی کا دوسرا اصول ترتیب اندراجات کا ہے یعنی لغت میں موجود الفاظ کو کس بنیاد پر ترتیب دیا جائے؟ اس کے لیے مختلف لغات میں کئی طریقے پائے جاتے ہیں جنھیں درج ذیل اصولوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ لغت کبھی تو موضوعات کے اعتبار سے ترتیب دی جاتی ہے مثلاً کسی بھی زبان کے تھیسارس یا مخزن وغیرہ، یا کبھی متعلقہ زبان کے حروف تہجی کے اعتبار سے۔ تاہم مؤخر الذکر طریقہ زیادہ معروف ہے اور زیادہ تر لغات میں یہی طریقہ بروئے کار لایا جارہا ہے۔ اس طرح لغات کسی زبان کے ذخیرۂ الفاظ کو اپنے دامن میں سمیٹ لیتی ہیں اور مطلوبہ الفاظ تک رسائی کا عمل آسان ہو جاتا ہے۔[۶۰]

۲۔ دوسرا اہم اور ضروری مسئلہ حروف تہجی کی تعداد اور ان کی ترتیب کا تعین ہے۔ بالخصوص اردو زبان کے لیے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ ملک بھر میں موجود اردو کے مختلف قاعدوں میں ان کی تعداد اور ترتیب میں اختلاف پایا جاتا ہے، جس کا اثر لغات پر بھی پڑتا ہے۔ لہٰذا لغت نویس کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے اس کی طرف توجہ دے کیوں کہ لغت حروف تہجی کی بنیاد اور ترتیب پر مدون کی جاتی ہے۔ اگر ان کے حوالے سے غیر یقینی کیفیت پائی جائے تو لغت کا پورا ڈھانچا متاثر ہو گا۔[۶۱]

۳۔ متخرج اور مشتق الفاظ کی ترتیب بھی اہم مسئلہ ہے۔ مرکبات اور مشتقات وغیرہ عموماً لیما کے ذیلی اندراجات کے طور پر درج کیے جاتے ہیں۔ تاہم اس حوالے سے لغات میں تنوع دکھائی دیتا ہے۔ کچھ لغات میں مرکبات کو علیٰحدہ اندراجات کی صورت میں بھی شامل کیا جاتا ہے اور بعض اوقات سابقوں اور لاحقوں کو بھی لغویوں کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔[۶۲]

۴۔ بعض لغویے ایسے ہوتے ہیں جو حروف اور تلفظ میں یکساں ہوتے ہیں، لیکن ان کے معنی مختلف ہوتے ہیں اور ایسا عموماً اشتقاق کے افتراق کی بنا پر ہوتا ہے انھیں متجانس الفاظ (homonyms) کہا جاتا ہے، جو متحد الحروف و متحد التلفظ لیکن مختلف المعنی ہوتے ہیں، مثلاً 'آب بمعنی پانی' اور 'آب بمعنی چمک' وغیرہ۔ اصولوں کے مطابق ایسے الفاظ کا اندراج دو بار یا الگ الگ ہی کیا جائے گا۔[۶۳] بو سونسن بھی اسی اصول کے حامی ہیں ۔ وہ اسے روایتی یا تاریخی طریقہ کار (historical criteria) قرار دیتے ہیں اور ان کے خیال میں یہ اصول تاریخی لغات کے لیے مفید ہے کیوں کہ ہم عصری لغات میں عموماً لفظ کے اشتقاق سے بحث نہیں کی جاتی۔[۶۴]

۵۔ کچھ لغویے بہ اعتبار تلفظ یکساں ہوتے ہیں لیکن ان کا املا مختلف ہوتا ہے۔ انھیں دوصوتیے (homophones) کہتے ہیں، جو متحدا لتلفظ لیکن مختلف الحروف الفاظ ہوتے ہیں، مثلاً 'ارض' اور 'عرض' وغیرہ۔ ایسے الفاظ اندراجات کی ترتیب میں کوئی مسئلہ پیدا نہیں کرتے کیوں کہ ان کا املا الگ ہوتا ہے۔ چناں چہ انھیں حروف تہجی کے لحاظ سے ہی لغت میں جگہ دی جاتی ہے۔[۶۵]

۶۔ الفاظ کی تصریفی اشکال بھی لغت کی ترتیب میں مسائل پیدا کرتی ہیں، مثلاً اگر ہم لغت میں کسی فعل کا ماضی کا صیغہ تلاش کریں تو وہ ہمیں اصل فعل یا مصدر کے تحت ہی ملے گا۔ اگر اس کی کوئی اور شکل بھی موجود ہو گی تو اس کی طرف رجوع کروایا جائے گا۔ کیوں کہ لغت میں کسی لفظ کی بنیادی یا لغوی اکائی ہی درج کی جاتی ہے اور اس کے ذیل میں اس کی تفصیل دے دی جاتی ہے۔ یہ بہ ظاہر راس لفظ کی متغیر اشکال ہو سکتی ہیں لیکن اصل میں یہ ایک ہی ہیں۔ مثلاً گانا، گاتا، گایا، گائے، گارہا وغیرہ۔[۶۶] اس کے لیے الگ سے تفصیلات درج نہیں ہوتیں۔ جو کچھ لغوی اکائیوں کے باب میں بیان کیا جاتا ہے اس کا اطلاق اس لفظ کے متعلقہ تمام جوڑوں پر کیا جا سکتا ہے۔

۳.۲.۲ املا کے اُصول:

کسی بھی لغت میں املا کے بارے میں معلومات اس کے لیما میں موجود ہوتی ہے۔ چناں چہ لیما اس لحاظ سے بھی اہمیت کا حامل ہے۔ ایک لغت املا کے متعلق بھی معلومات فراہم کرتی ہے اور ہم عموماً کسی لفظ کا درست املا جاننے کے لیے بھی لغت کا استعمال کرتے ہیں۔ چناں چہ لغت میں املا کے تعین کے لیے حسب ذیل اصول اپنائے جا سکتے ہیں:

۱۔ ایک لغت املا کے اختلافات کو واضح کرتی ہے جو مختلف قسم کے ہو سکتے ہیں مثلاً لغت میں کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں جو دو یا اس سے زائد املا کے حامل ہوتے ہیں۔ صارف کی آسانی کے لیے مناسب ہے کہ مختلف املا درج کر دیے جائیں اور ان کے آگے نشان دہی بھی کر دی جائے کہ یہ کسی لفظ کا غلط املا ہے اور پھر اصل کی طرف رجوع کروا دیا جائے۔[۶۷]

۲۔ مختلف الحروف الفاظ میں کسی ایک املا کو ترجیح دینا صارف کا اختیار بھی ہوتا ہے کیوں کہ دونوں قسم کا املا مروج ہوتا ہے۔[۶۸] لہٰذا ایک صارف اپنی صوابدید پر کوئی ایک املا اختیار کر سکتا ہے۔

۳۔ برقی لغات میں اس امر کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ایک لفظ اور اس کے مروج املا کو مختلف مقامات پر تلاش کیا جائے۔ کیوں کہ اس میں کسی لفظ کی تلاش کے ساتھ ہی اس کے کئی متبادلات پیش کر دیے جاتے ہیں خواہ صارف کی طرف سے غلط یا نامکمل ہجے ہی کیوں نہ درج کیے گئے ہوں۔[۶۹]

۴۔ کسی لفظ کے ایک سے زائد املا کا ہونا اس بات کی بھی علامت ہے کہ اس زبان میں لغت نویسی کی ایک طویل روایت موجود ہے۔ چناں چہ ایسی صورت میں اس امر کا تعین مشکل ہو جاتا ہے کہ کس املا کو ترجیح دی جائے اور کسے لیما قرار دیا جائے؟ اس کا حل یوں نکالا جا سکتا ہے کہ ان املا میں سے کسی ایک کو مرکزی ساخت تصور کر کے باقیوں کی طرف رجوع کروا دیا جائے یا دیگر املا بھی اسی ایک لفظ کے تحت درج کر دیے جائیں۔[۷۰]

۵۔ بعض اوقات دبستانوں کا اختلاف بھی املا کے مسائل پیدا کرتا ہے مثلاً امریکی اور برطانوی انگریزی کا املا مختلف ہے نیز یہی صورت حال بعض دیگر زبانوں میں بھی ملتی ہے۔ ایسی صورت میں لغت نویس یہ فیصلہ کرتا ہے کہ وہ برطانوی اور امریکی انگریزی میں کس املا کو اصل اور کس کو متبادل قرار دے۔[۷۱] تاہم دونوں قسم کا اندراج ضروری ہے۔

۴۔۲۔۴ تلفظ کے اُصول:

تلفظ کے تعین سے مراد کسی لغت میں ان اصوات کی نشان دہی ہے، جو اندراجات کی ادائیگی کو واضح کرتی ہوں۔ کسی بھی لغت کی تدوین میں تلفظ کے ضمن میں دو قسم کے مسائل در پیش ہوتے ہیں:

اول: تلفظ کو اس تحریری صورت میں کس طرح ادا کیا گیا ہے جو لغت میں روا ہے؟

دوم: تلفظ کی ادائیگی کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور اس میں کتنا تنوع پایا جاتا ہے؟[۷۲]

چناں چہ کسی بھی جدید لغت میں تلفظ کے سلسلے میں مذکورہ مسائل کے حل کے لیے درج ذیل اصول مد نظر رکھے جا سکتے ہیں:

۱۔ لغت میں تلفظ کے اظہار کے تین طریقے ہیں جن میں سے کوئی بھی طریقہ صارف لغت کی رہنمائی کے لیے کافی ہے:

الف۔ صرف راس لفظ پر علامات (اعراب) کے ذریعے تلفظ ظاہر کیا جائے۔

ب۔ صوتیاتی ترسیم (Phonetic Transcription) کے ذریعے تلفظ کی وضاحت کی جائے۔

ج۔ مذکورہ بالا دونوں طریقے بیک وقت استعمال کیے جائیں۔[۴۳]

۲۔ جدید برطانوی لغات میں صوتیاتی ترسیم کا نظام(Phonetic Transcription System)اختیار کیا گیا ہے، جس کا ایک مظہر بین الاقوامی صوتیاتی ابجد(International Phonetic Alphabet)یا IPA ہے۔ یہ طریقہ انیسویں صدی عیسوی کے اواخر میں متعارف ہوا۔ یہ رومن حروف تہجی پر مشتمل ہے اور نہ صرف کسی بھی زبان کے لیے موزوں ہو سکتا ہے بل کہ کسی بیرونی زبان کے سیکھنے میں بھی مددگار ثابت ہوتا ہے، مثلاً آئی۔ پی۔اے کے تحت لفظ ' کرکٹ ' کا تلفظ 'krikit ' ظاہر کیا جائے گا۔اس کے متبادل کے طور پر دوبارہ ہجے کرنے کا طریقہ (Respelling)استعمال ہوتا ہے، جو تلفظ کی ادائیگی کا ایسا طریقہ ہے، جس میں اجزائے صوت، اجزائے کلمہ یا ارکانِ تہجی(Syllables) کو الگ الگ تحریر کیا جاتا ہے، مثلاً بیئت(بے،اَت)،اشیا(اش،یا)وغیرہ۔ سر جیمز مرے (Sir James Murray: ۱۸۳۷ء۔۱۹۱۵ء)نے مؤخرالذکر کو انیسویں صدی کے وسط میں اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کے لیے استعمال کیا۔اس وقت تک IPA ایجاد نہیں ہوا تھا، لیکن جب مذکورہ لغت کی دوسری اشاعت منظر عام پر آئی تو اس میں respelling کو IPA سے تبدیل کر دیا گیا۔[۴۴]

۳۔ بلاشبہ صوتیاتی ترسیم(Phonetic Transcription)تلفظ کی تحریر کا جدید ترین طریقہ ہے، لیکن بوسونسن اسے صارفِ لغت کی سہولت کے لیے مزید تین طریقوں میں تقسیم کرتے ہیں:

الف۔ صوتیاتی ترسیم کے لیے IPA کو پوری طرح برتنا۔

ب۔ صوتیاتی ترسیم کے لیے IPA کے کچھ اجزا کو برتنا۔

ج۔ دوبارہ ہجے کرنا یعنی respelling۔[۴۵]

۴۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ کے مطابق محدود لغات میں تلفظ کی بابت یہ صورت حال دیکھنے کو ملتی ہے:

الف۔ تمام الفاظ کی صوتیاتی ترسیم کے ذریعے وضاحت۔

ب۔ کچھ الفاظ کی صوتیاتی ترسیم کے ذریعے وضاحت۔

ج۔ صوتیاتی ترسیم کے بجائے الفاظ کے مختلف اجزا پر زور(stress)دینا، جو دو حصوں پر مشتمل ہو۔

د۔ مذکورہ بالا طریقہ کچھ الفاظ کے لیے اختیار کرنا۔

ہ۔ تلفظ کے متعلق معلومات کا نہ ہونا۔[۴۶]

چناں چہ لغت کے مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ان میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جا سکتی ہے تاہم عہد حاضر کی زیادہ تر لغات میں تلفظ سے متعلق معلومات تلفظ کی صوتیاتی ترسیم پر ہی مبنی ہوتی ہیں۔

۵۔ اجزائی بل یا الفاظ کے مختلف اجزا پر زور دینا (stress) بھی الفاظ کی ادائیگی کے متعلق معلومات کی فراہمی کا ایک الگ طریقہ ہے۔ اس میں ارکانِ تہجی (syllables) کی بنیاد پر لفظ کی تقطیع کی جاتی ہے، لیکن اسے ان لغات کے لیے ضروری نہیں خیال کیا جاتا، جن میں اندراجات کا تلفظ یقینی ہو۔[۷۷]

۶۔ ایسی لغات جو مقامی افراد کے استعمال کے لیے مرتب کی جاتی ہیں ان میں عموماً بول چال کے الفاظ کا تلفظ واضح نہیں کیا جاتا۔ ایسی لغات میں صرف غیر ملکی الفاظ، غیر ملکی ناموں، سائنسی اور مخصوص اصطلاحات اور نایاب، ثقیل اور پیچیدہ الفاظ کا تلفظ ہی واضح کیا جاتا ہے۔[۷۸]

۷۔ کچھ پرانی لغات میں ایک اور طریقہ کار بھی ملتا ہے مثلاً 'i' جیسا کہ 'hit' میں ہے یا 'i' جیسا کہ 'machine' میں ہے وغیرہ۔ تاہم کچھ لغات میں، خاص طور پر جو بچوں کے لیے تیار کی جاتی ہیں، غیر رسمی طور پر دوبارہ ہجے کرنے کا طریقہ ملتا ہے، مثلاً (Emphasis:(em-fa-sis وغیرہ۔[۷۹]

۸۔ بعض اوقات ایک لفظ مقامی بولی کا جزو ہونے کی وجہ سے مختلف قسم کے تلفظ یا تنوع کا حامل بھی ہو سکتا ہے ایسی صورت میں ایسا تلفظ دینا چاہیے جسے بڑے پیمانے پر تسلیم کیا جاتا ہو۔ مزید برآں اس کے لیے ایک اصول یہ بھی ہے اگر کسی لفظ کو اس طرح تلفظ کیا جائے کہ اسے زیادہ لوگ سمجھ سکیں تو اسی کو مرجح قرار دینا چاہیے۔[۸۰]

۵۔۲۔۲ قواعدی حیثیت سے متعلق اُصول:

لغت نویسی کی روایت ہے کہ اس میں الفاظ کی قواعدی حیثیت سے بھی بحث کی جاتی ہے، جس کے لیے درج ذیل اُصول کار آمد ثابت ہو سکتے ہیں:

۱۔ لغت میں قواعدی معلومات کسی ایک مقام پر نہیں ہوتیں بل کہ انھیں درج ذیل مقامات پر ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

الف۔ ہر لغویے کے باب میں۔

ب۔ بیرونی مواد میں، جو فہرست الفاظ کا حصہ نہیں ہوتا مثلاً پیش لفظ، صارفین کے لیے ہدایات وغیرہ۔

ج۔ قواعدی الفاظ میں، جو بہ طور لیما لغت میں شامل ہوتے ہیں۔

د۔ مرکبات میں، جو لیما کی صورت میں لغت میں موجود ہوتے ہیں مثلاً محاورات، ضرب الامثال وغیرہ۔
ہ۔ قواعدی اصطلاحات میں، جو بہ طور لیما مندرج ہوتی ہیں۔[81]

۲۔ کسی بھی زبان کے مختلف الفاظ اس زبان کے مختلف جملوں اور فقروں میں اپنے تفاعل یا کردار کی بنا پر مختلف اجزا میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔ انگریزی میں ان کی درجہ بندی چار بڑے زمروں میں کی جاتی ہے، مثلاً

۱۔ اسم ۲۔ فعل ۳۔ صفت ۴۔ متعلق فعل

اس کے علاوہ چار چھوٹے زمرے بھی ہیں جن کی اہمیت اس بنا پر ہے کہ وہ بڑے زمروں میں شامل الفاظ میں ربط پیدا کرنے کا کام کرتے ہیں، مثلاً

۱۔ ضمائر ۲۔ حروف تخصیص ۳۔ حروف ربط ۴۔ حروف عطف[82]

دونوں قسم کے اجزا کو انگریزی میں Parts of Speech کا نام دیا جاتا ہے۔

۳۔ ابتدائی لغات میں الفاظ کو مذکورہ بالا اجزا میں بانٹ دیا جاتا تھا، لیکن پھر یہ خیال کیا جانے لگا کہ یہ طریقہ مبنی بر انصاف نہیں کیوں کہ یہ کسی لغویے کے نحویاتی کردار کو پوری طرح واضح نہیں کرتا۔[83] چناں چہ اب کچھ لغات میں ، بالخصوص وہ جو انگریزی زبان کے سیکھنے والوں کے لیے مرتب کی جاتی ہیں، قواعدی حیثیت سے متعلق اضافی معلومات بھی شامل ہوتی ہیں،[84] اور یہ اضافی معلومات عموماً اسم، فعل یا حروف کی مختلف اقسام پر مبنی ہوتی ہیں، لیکن زیادہ تر لغات میں الفاظ کو روایتی اجزا میں ہی تقسیم کیا جاتا ہے۔

۴۔ کچھ لغات میں قواعدی معلومات کے اندراج کے لیے علامات سے بھی مدد لی جاتی ہے اور اس کے لیے کچھ اختصارات و اشارات بھی وضع کیے جاتے ہیں۔ جنھیں عام طور پر 'لغت کے استعمال کے لیے ہدایات' کے عنوان کے تحت بیان کیا جاتا ہے۔[85]

۵۔ ایک اچھی لغت الفاظ کے محل استعمال کو بھی واضح کرتی ہے لہٰذا جدید لغات میں قواعدی معلومات کی فراہمی کے علاوہ ایک رجحان یہ بھی ہے کہ الفاظ کی بہتر تفہیم کے لیے ان کے لیے کچھ نشانات یا لیبل (Label) وضع کیے جاتے ہیں۔ یہ نشانات اس کے استعمال کو ظاہر کرتے ہیں کہ کوئی لفظ کس کس سیاق و تناظر میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔ ہاورڈ جیکسن انھیں سات اقسام میں تقسیم کرتے ہیں:

الف۔ بولی (Dilect): عام بول چال کے الفاظ۔

ب۔ رسمی(Formal): رسمی طور پر استعمال کیے جانے والے الفاظ۔

ج۔ حیثیت(Status): الفاظ کی نوعیت یعنی سوقیانہ یا عامیانہ وغیرہ۔

د۔ اثر(Effect): توہین آمیز، تمسخرانہ، جارحانہ، طنزیہ یا ادبی اثرات رکھنے والے الفاظ۔ اس قسم کے الفاظ کی درجہ بندی پر سب سے زیادہ توجہ دی جاتی ہے۔

ہ۔ تاریخ(History): متروک یا رائج الفاظ۔

و۔ موضوع یا شعبہ(Topic or Field): کسی علم یا کسی فن سے وابستہ اصطلاحات۔

ز۔ متنازع استعمال(Disputed Usage): متنازع معاملات کے حامل الفاظ۔[۸۶]

۶.۲.۲ تذکیر و تانیث کے اُصول:

اردو زبان کئی خصوصیات کی حامل ہے۔ چناں چہ اس کے خصائص جہاں اور مقامات پر اثر انداز ہوتے ہیں وہاں ان کی بہ دولت لغت نویسی میں بھی ایک اہم اصول کا اضافہ ہو جاتا ہے، جو الفاظ کی تذکیر و تانیث کے تعین سے متعلق ہے۔ انگریزی زبان میں بھی الفاظ کی تذکیر و تانیث سے بحث کی جاتی ہے، لیکن ان کا تعلق جنس مشترک یعنی Neuter Gender یا Common Gender سے ہے۔ تاہم اردو میں محض اسی قدر نہیں ہے بل کہ اس میں تذکیر و تانیث کے بیش تر اصول سماعی ہیں یا عربی زبان سے اخذ کردہ ہیں۔ لہٰذا باقی اصول لغت نویسی کے برعکس اس کے اصولوں کے لیے مغربی ماہرین کے بجائے اسی زبان کے ماہرین کے وضع کردہ درج ذیل اصولوں سے مدد لی گئی ہے جن کا اہتمام لغت میں ناگزیر ہے، مثلاً:

ا۔ اردو میں الفاظ کی جنس کے حوالے سے اختلافی مسائل ہیں، جن میں سب سے پہلے تعصب اپنا کردار ادا کرتا ہے۔ چناں چہ لغت نویس کا یہ فرض ہے کہ ذاتی ترجیحات و تعصبات سے قطع نظر اس امر کی وضاحت کرے کہ لفظ کی جنس میں جو اختلاف ہے اس کی نوعیت مکانی(دبستانوں کا اختلاف)، شعری(کسی شاعر کی طرف سے لفظ کی جنس میں تبدیلی)، زمانی(وقت کے بدلاؤ کے ساتھ لفظ کی جنس میں تبدیلی) یا تصریفی(لفظ کی جنس کا ماخذ زبان سے مختلف ہونا) میں سے کون سی ہے اور اس کی مروجہ اور درست صورت کیا ہے؟[۸۷]

۲۔ اردو الفاظ کی تذکیر و تانیث سے متعلق مختلف آرا ہیں جن میں دبستانوں کا فرق بھی ایک اہم مسئلہ ہے، مثلاً 'لغت'، 'اکتفا'، 'الاپ' اور 'ابتلا' جیسے الفاظ دبستانی اختلافات کی بنا پر مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں مستعمل ہیں۔ چناں چہ ایک لغت میں دبستانی اختلافات کا احاطہ کرنے کی کوشش ہونی چاہیے۔[۸۸]

۳۔ نہ صرف دبستان دہلی اور لکھنؤ بل کہ اردو اور ہندی/ سنسکرت کے مابین بھی تذکیر و تانیث کے اختلافات ہیں جو واضح ہونے چاہئیں،[۸۹] مثال کے طور اسی طرح 'آتما' سنسکرت میں مذکر لیکن اردو میں بہ طور مؤنث مستعمل ہے۔ اس پر توجہ دی جانی چاہیے۔

۴۔ عربی میں تذکیر و تانیث فاعل اور مفعول کی صورت میں صفت اور موصوف کے مطابق ہوتی ہے۔ عربی کی طرح اردو میں بھی بے جان اسم تذکیر و تانیث کے اصولوں کا پابند ہے چناں چہ نہ صرف صفت اس کے مطابق ہو گی بل کہ ایسا اسم جمع کی حالت میں مؤنث ہو جاتا ہے لہٰذا صفت بھی مؤنث ہو جائے گی۔[۹۰] ایک ماہر لغت کی ان امور پر بھی گہری نظر ہونی چاہیے۔

۵۔ عربی زبان سے اخذ کردہ الفاظ کی جمع میں، خواہ اسم مذکر ہوں یا مؤنث، دبستان لکھنؤ میں مذکر لیکن دہلی میں مذکر کی جمع مذکر اور مؤنث کی جمع مؤنث ہوتی ہے، تاہم اس اصول میں استثنائی صورت بھی پائی جاتی ہے، جس کی وضاحت لغت میں ضروری ہے۔[۹۱]

۶۔ اردو میں موجود دخیل الفاظ بھی تذکیر و تانیث کے حوالے سے بے قاعدگی کی نشان دہی کرتے ہیں۔ ان میں بعض الفاظ کی جنس اصل الفاظ سے مختلف ہے مثلاً 'شمس' عربی میں مؤنث، لیکن اردو میں مذکر ہے۔ اسی طرح 'اصل' عربی میں مذکر، لیکن اردو میں مؤنث ہے۔ چناں چہ اس نوع کے الفاظ بھی توجہ کے متقاضی ہیں۔

۷۔ الفاظ کی تذکیر و تانیث میں زمانی اختلاف بھی اپنا کردار ادا کرتا ہے یعنی بعض الفاظ ایسے ہیں جو ایک زمانے تک مذکر استعمال ہوئے لیکن بعد میں مؤنث ہو گئے یا پھر صورت حال اس کے برعکس ہوتی ہے،[۹۲] مثلاً 'شوق'، 'التفات' وغیرہ۔ جب کہ بعض اوقات کسی شاعر کی شعری ضرورت بھی ان میں اختلافات پیدا کرنے کا سبب بنتی ہے،[۹۳] مثلاً علامہ اقبال نے 'بلبل' کو مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں استعمال کیا ہے۔ لغت نویسی کے ضمن میں ان امور کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

۷.۲.۲ معنی کے تعین/توضیح/تشریح سے متعلق اُصول:

چوں کہ کوئی بھی لغت عام طور پر املا اور معنی سے متعلق معلومات کے لیے ہی دیکھی جاتی ہے[۹۴] اس لیے لغت نویس کے لیے سب سے اہم کام یہ ہے کہ وہ تعریف کی صورت میں لفظ کے معنی کا تعین کرے۔[۹۵] اس مقصد کے لیے زیر نظر اصول راہ نمائی کا فریضہ انجام دے سکتے ہیں:

۱۔ لغت میں لفظ کی تعریف و توضیح کے لیے کئی طریقے بروئے کار لائے جاتے ہیں، لیکن ہاورڈ جیکسن کے مطابق لفظ کی تعریف کا سب سے عام طریقہ ایک مکمل تجزیاتی جملے پر مبنی تعریف ہے۔ جب کہ دوسرا بڑا طریقہ مترادفات کا بیان ہے۔ مؤخر الذکر مجرد الفاظ کی وضاحت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے کیوں کہ ان کی تعریف کرنا آسان نہیں ہوتا۔ تاہم مترادفات بھی ایسے ہونے چاہییں جو ایک دوسرے کی وضاحت کرنے والے ہوں۔ تعریف کا تیسرا طریقہ ایسے الفاظ کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، جو عام طور پر کسی اور معنوں میں استعمال ہوتے ہوں، مثلاً *rest of day* کے معنی *sunday* دیے جائیں۔ جب کہ چوتھا طریقہ الفاظ کے استعمال کا بیان ہے جو عموماً قواعدی حروف یعنی *and* یا *or* وغیرہ کے لیے استعمال ہوتا ہے۔[۹۶]

۲۔ بوسونس کے مطابق کسی لغت میں معنی کی وضاحت کے دو ہی طریقے رائج ہیں:

الف۔ مترادفات

ب۔ توضیحی طریقہ کار

زیادہ تر لغات میں یہ دونوں طریقے ہی دیے جاتے ہیں اور ان میں بھی پہلے تعارف یا تعریف اور بعد ازاں لفظ کا ایک یا ایک سے زائد مرادف درج کیے جاتے ہیں۔[۹۷]

۳۔ لغت میں کسی لفظ کی رسمی طور پر تعریف کی بھی دو اقسام بتائی جاتی ہیں جن سے استفادہ کیا جاسکتا ہے:

الف۔ پابند تعریف (Controlled Definition): آسان الفاظ میں تعریف جو صارف آسانی سے

سمجھ سکے اور وہ ان الفاظ پر مبنی ہو جنھیں وہ پہلے سے جانتا ہو۔

ب۔ جملے پر مشتمل تعریف (Sentential Definition): ایسی تعریف جو کسی لفظ یا فقرے کے

بجائے جملے پر مشتمل ہو۔[۹۸]

۴۔ کئی لفظ ایک سے زیادہ معنی کے حامل ہوتے ہیں جو اس کی کثیر معنویت کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا اس امر کا تعین کرنا کہ ایک لفظ کتنے معنی رکھتا ہے اور ان تمام معنوں کو کس ترتیب سے مرتب کیا جا سکتا ہے، لغت نویس کے لیے نہ صرف ایک مشکل مرحلہ ہے[۹۹] بل کہ بنیادی سوالات میں سے بھی ایک اہم سوال ہے۔ جس کے لیے ایک اصول یہ ہے کہ اگر کوئی لغت تاریخی اصول پر ترتیب دی جا رہی ہے تو اس کے لیے قدیم سے لے کر جدید معنی تک سب پیش کیے جاتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے ادوار بندی بھی کی جاتی ہے اور ہر دور کے معنی کی مثال بھی پیش کی جاتی ہے۔[۱۰۰]

۵۔ کثیر معنوی الفاظ کے لیے معنی کی ترتیب بھی ایک اہم مسئلہ ہے جس کے دو ممکنہ اصول رائج ہیں:

الف۔ سب سے پہلے لفظ کے جدید ترین معنی دیے جائیں اور آخر میں قدیم ترین۔

ب۔ تاریخی طریقہ اختیار کیا جائے جس میں اصل اور قدیم معنی پہلے دیا جاتا ہے اور جدید ترین آخر میں۔

اگرچہ درج بالا دونوں طریقے رائج ہیں، لیکن تاریخی طریقہ زیادہ منطقی تصور کیا جاتا ہے کیوں کہ اس میں ایک ہی نظر میں کسی لفظ کا تاریخی ارتقا سامنے آجاتا ہے۔[۱۰۱]

۶۔ جہاں تک معنی کی کثرت کا تعلق ہے تو جس لفظ کے بہت سے معنی ہوں ان میں قریبی اور عام استعمال ہونے والے معنی پہلے درج کیے جانے چاہئیں اور اس کے بعد اس کے دیگر معنی یعنی تکنیکی معنی، متروک معنی اور محاوراتی معنی وغیرہ درج ہونے چاہئیں۔ یہ طریقہ وہاں استعمال ہوتا ہے جہاں لغت نویس یہ محسوس کرے کہ جدید اور مروجہ معنی ہی لفظ کے اصل معنی ہیں۔[۱۰۲]

۷۔ معنی کے اعتبار سے ایک مسئلہ تعصب کا بھی ہے۔ قدیم لغات انفرادی نقطۂ نظر سے تحریر کی جاتی تھیں اس ضمن میں جانسن کی لغت کی مثال دی جا سکتی ہے لیکن نئی لغات میں لغت نویس اس قسم کے رجحان کی نفی کرتے ہیں اور لفظ کی تعریفات کے حوالے سے تعصبات سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اسی لیے موجودہ لغات زیادہ معتبر اور فائدہ مند قرار دی جا سکتی ہیں۔[۱۰۳]

۸۔ لغت میں معنی کی وضاحت کے لیے الفاظ کو ایک دوسرے کی طرف رجوع (Circulation) کروانا بھی مسائل کا باعث بنتا ہے۔ یہ اکثر ذولسانی اور کثیر لسانی لغات میں اختیار کیا جاتا ہے کیوں کہ ان میں مترادفات درج کیے جاتے

ہیں، لیکن اسے لغت نویسی کے لیے احسن تصور نہیں کیا جاتا۔[104] مذکورہ مسئلے پر قابو پانے کے لیے، معنی کی وضاحت ایسے مخصوص الفاظ میں ہونی چاہیے جن کے لیے ان پانچ اصولوں کو مد نظر رکھا گیا ہو:

الف۔ ایسے عام الفاظ استعمال ہوں جو زبان میں تواتر سے استعمال ہوتے ہوں۔

ب۔ ایسے الفاظ ہوں جن کے مطالب ایک زبان کی مختلف بولیوں، مثلاً برطانوی اور امریکی انگریزی، میں یکساں ہوں۔

ج۔ متروک الفاظ کے استعمال سے گریز کیا جائے۔

د۔ ایسے الفاظ ہوں جو سمجھنے میں آسان ہوں۔

ہ۔ ایسے الفاظ سے درگزر کیا جائے جو غیر مقامی یا غیر ملکی الفاظ کے ساتھ الجھادیں۔[105]

۸۔۲۔۲ اسناد و امثلہ کی پیش کش کے اُصول:

کسی بھی لغت میں عموماً لفظ کی تعریف کے بعد اس کی ایک یا ایک سے زائد امثال درج کی جاتی ہیں جو اس کے عام استعمال اور اُس سیاق و سباق کو واضح کرتی ہیں جس میں وہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔[106] اس کے لیے درج ذیل اصول پیش نظر ہونے چاہییں:

۱۔ لغت میں عام استعمال کی اسناد بھی دی جاسکتی ہیں اور یہ ادبی متون پر بھی مشتمل ہو سکتی ہیں تاہم اگر پہلے سے ریکارڈ شدہ امثال موجود ہیں تو انھیں بھی شامل کیا جاسکتا ہے،[107] جو اکثر کورپس کی شکل میں موجود ہوتی ہیں۔ چناں چہ اسناد کے اندراج کے لیے کورپس کے کردار کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ فی زمانہ ایسے الفاظ زبانوں میں داخل ہو چکے ہیں جنھیں کورپس کے بغیر سمجھنا ممکن نہیں۔ اس مشکل سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ ایسے الفاظ جو کسی ادیب کے ہاں مستعمل نہیں، لیکن زبان کا حصہ ہیں تو ان کی اہمیت کو مد نظر رکھتے ہوئے الفاظ کے اندراج کے ساتھ ساتھ ان کے معنی اور استعمال کی امثال کے لیے بھی کورپس کو بنیاد بنایا جائے۔

۲۔ عصر حاضر میں تین قسم کی امثال و اسناد زیادہ قابل ذکر اور قابل اعتبار قرار دی جاسکتی ہیں:

الف۔ حوالہ (Citation): ایسی امثال کسی بھی ادبی متن سے، لغت نویس کی طرف سے مطابقت قائم کرنے کی کوشش کو اپنائے بغیر، اخذ کی جاسکتی ہیں۔

ب۔ حوالے پر مبنی امثال(Citation Examples): یہ آسان، مختصر اور خلاصہ شدہ امثال ہوتی ہیں، جو کسی مکمل حوالے سے غیر ضروری، غیر متعلقہ یا اضافی معلومات یا جملۂ معترضہ کو حذف کر کے وضع کی جاتی ہیں۔

ج۔ اہلیت اور قابلیت کی بنیاد پر گھڑی گئیں امثال/قیاسی امثال (Competence Examples): ان میں لغت نویس کی مساعی کار فرما ہوتی ہے۔[108]

۳۔ بو سونسن کے ہاں امثال کی ایک تقسیم غیر تشریحی(Uncommented Examples)اور تشریحی امثال(Commented Examples)کی صورت میں بھی ملتی ہے۔ غیر تشریحی امثال میں معنی کی طرف اشارہ نہیں کیا جاتا جب کہ تشریحی امثال اس کے برعکس ہوتی ہیں۔ان میں سے مؤخر الذکر کو وہ مزید دو اقسام یعنی توضیحی امثال(Defined Examples)اور ترجمہ شدہ امثال(Translated Examples)میں تقسیم کرتے ہیں، جنھیں بالترتیب یک لسانی لغات اور ذو لسانی لغات کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔[109]

۴۔ لغت میں امثلہ واسناد کسی بھی لفظ کے بارے میں واضح معلومات کے بعد یا کسی بھی لفظ کے متعلق قاموسی نوٹ (Encyclopedic notes)کے بعد اور الفاظ کی ترتیب سے پہلے تحریر کی جاتی ہیں۔ لہٰذا اگر الفاظ کی قاموسی وضاحت بھی دینی مقصود ہو تو مؤخر الذکر ترتیب زیادہ بہتر ہے۔یعنی لغات کی مثالیں قاموسی تفصیل کے ساتھ ہی تسلسل میں درج کرنی چاہییں۔ یہ نہ صرف عام فہم ہے بل کہ لغت کی تفصیلی ساخت کو برقرار رکھنے کے لیے بھی ضروری ہے کہ اس میں ایک تسلسل قائم رہے۔[110]

۵۔ بہ حوالہ اسناد ایک اہم مسئلہ امثال کی تعداد کا بھی ہے، مثلاً بعض اوقات لغت میں ان کو شامل ہی نہیں کیا جاتا اور کبھی کئی کئی امثال درج کر دی جاتی ہیں۔ غالباً اسی لیے ہینز گ برگن ہولٹز اور سون تارپ کہتے ہیں کہ یک لسانی لغات میں الفاظ کے استعمال کی ایک کثیر تعداد، جسے ایک لمبی فہرست کہنا چاہیے، موجود ہوتی ہے۔[111] تاہم اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ممکن ہے کہ بعض اوقات کوئی ایک مثال صارف کے لیے کافی نہ ہو اور وہ اس کی مدد سے لفظ کا استعمال نہ جان سکے[112] اس لیے کسی بھی لفظ کی ایک سے زائد، معروف اور فائدہ مند اسناد دینی چاہییں تاکہ کسی بھی لفظ کے معنی کی تمام جہات کو احسن طریقے سمجھا جا سکے اور بوقت ضرورت ان کا درست استعمال کیا جا سکے۔

۹.۲.۲ لسانی ماخذ اور اشتقاق کے اُصول:

لفظ ایک معاشرتی رویہ ہے اور معنی ثقافتی اظہار ہے، جو صدیوں کی تاریخ پر مبنی ہوتا ہے۔ چناں چہ اس کی حیثیت انفرادی نہیں بل کہ اجتماعی ہے اور یہی وجہ ہے کہ نہ صرف سترھویں صدی کے اواخر سے عمومی لغات میں اشتقاقی معلومات کا اندراج بھی کیا جانے لگا اور عام الفاظ بھی شامل کیے گئے کہ ان کی اصل سے متعلق تفصیل محفوظ کی جا سکے [۱۱۳] بل کہ عہد حاضر میں بھی بیش تر لغات الفاظ کے اشتقاق اور ان کی اصل سے متعلق معلومات کے اندراج پر زور دیتی ہیں۔ دراصل الفاظ سے متعلق اشتقاقی معلومات ہمیں الفاظ کی تاریخ سے آگاہ کرتی ہیں کہ وہ کہاں سے آئے؟ کس طرح بنے؟ انھوں نے ارتقائی مراحل کس طرح طے کیے اور بالآخر کس طرح انھوں نے وہ شکل اور معنی اختیار کیے جو اس وقت ان کے ہیں؟[۱۱۴] اس طرح کسی لغت میں اشتقاقی تفصیل کی فراہمی کے تین مقاصد بتائے جا سکتے ہیں:

الف۔ علما اور طالب علموں کے لیے خام مواد فراہم کرنا۔

ب۔ زبان کے بارے میں معلومات اور دلچسپی کو فروغ دینا۔

ج۔ زبان کے ذریعے کسی تہذیب کی تاریخ اور اس تہذیب کا دوسری تہذیبوں کے ساتھ تعلق کا فہم پیدا کرنا۔[۱۱۵]

یہ مقاصد نہ صرف اس کی اہمیت واضح کرتے ہیں بل کہ اس بات پر بھی دال ہیں کہ اشتقاق اور لسانی ماخذ کا اندراج کسی بھی لغت کا سب سے پیچیدہ کام ہے کیوں کہ اس کے لیے نہ صرف تاریخی معلومات درکار ہوتی ہیں[۱۱۶] بل کہ کچھ اصولوں کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جو درج ذیل ہیں:

۱۔ ماضی میں اشتقاقی معلومات کے اندراج کی بابت قیاس آرائی اور اندازوں سے کام لیا جاتا تھا، لیکن اب لغت نویس اس سے بچتے دکھائی دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اشتقاق کے لیے وہی معلومات درج کی جائیں جو مبنی بر تحقیق ہوں۔[۱۱۷]

۲۔ ایک یک لسانی عصری لغت جو عام صارفین کے لیے مرتب کی جاتی ہے اس میں اشتقاق و اصل کا کردار معمولی ہوتا ہے۔ جب کہ کچھ لغات میں اب بھی یہ معلومات شامل نہیں کی جاتیں۔[۱۱۸]

۳۔ کسی لغت میں اصل واشتقاق کی معلومات کا شامل ہونا لغت کی تدوین کے مقصد سے بھی مشروط ہوتا ہے۔ اگر وہ محض زبان سیکھنے والوں کے لیے ہے تو اس کے لیے تاریخی معلومات کی ضرورت ہی نہیں، لیکن اگر اس میں تاریخی اجزاو عناصر پائے جاتے ہیں تب اس میں اشتقاق کو منطقی حیثیت حاصل ہو جائے گی۔[119]

۴۔ ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ کس قسم کی اشتقاقی معلومات لغت میں ہونی چاہییں؟ سب سے پہلے یہ اشتقاق کی شمولیت کے مقاصد پر منحصر ہے اور یہ کہ صارفین لغت کس قسم کی معلومات کی توقع رکھتے یا ان کی ضرورت محسوس کرتے ہیں؟ علاوہ ازیں یہ نہ صرف کسی لفظ کے دستیاب مواد پر منحصر ہے بل کہ لغت میں اشتقاق کے لیے مخصوص جگہ پر بھی انحصار کرتا ہے۔[120]

۵۔ بوسونسن کے مطابق جو لوگ زبان میں خصوصی دلچسپی رکھتے ہیں وہ درج ذیل سوالات کے جوابات جاننا چاہتے ہیں:

الف۔ کیا ہر لفظ مقامی ہے یا وہ مستعار لیا گیا ہے اور غیر ملکی ہے؟

ب۔ اگر لفظ مقامی نہیں تو یہ کہاں سے آیا اور اس کی اصل (Root) کہاں ہے جہاں سے یہ زبان میں داخل ہوا؟

ج۔ اس لفظ نے پہلی بار اس زبان میں کب اور کہاں مصدقہ حیثیت حاصل کی؟

د۔ لفظ کی اصل صورت کیا ہے اور اس کی موجودہ صورت کیسے وجود میں آئی؟

ہ۔ لفظ کے اصل معنی کیا ہیں؟ اس کے معنی کا ارتقا کیسے عمل میں آیا؟ اگر اس کے ایک سے زائد معنی ہیں تو ان میں باہمی تعلق کیا ہے؟

و۔ اس لفظ سے متعلقہ اور الفاظ کون سے ہیں؟ آیا وہ اسی زبان میں ہیں یا کسی اور زبان میں موجود ہیں؟

ز۔ کیا لفظ اور اس کے تاریخی ارتقا کے ساتھ مزید لسانیاتی حقائق بھی متصل ہیں؟[121]

چناں چہ جہاں تک ممکن ہو ایک لغت نویس کو ان سب کے جوابات فراہم کرنے چاہییں۔

۶۔ کسی لفظ کے ارتقائی مراحل (Development Stages) سے متعلق معلومات مادے کی زبان کی تفصیلات، مادے کی ساخت کی تفصیلات اور مادے کے معنی کی تفصیلات پر مشتمل ہونی چاہییں۔[122]

۷۔ یہ سچ ہے کہ کبھی کبھار کسی لفظ کے معنی میں اس قدر تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں کہ وہ نہ صرف قاری کے لیے دلچسپی کا باعث ہوتی ہیں بل کہ تاریخی اور ثقافتی تحقیقات میں بھی معاون ثابت ہوتی ہیں،[۱۲۳] لیکن یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ لفظ کے معنی کے بیان میں ماضی خواہ کتنا ہی دلچسپ کیوں نہ ہو سارے کا سارا معلوم نہیں ہو سکتا اور نہ ہی سارا کسی لفظ کے معنی سے متعلق ہوتا ہے۔ اس کے لیے ایک خاص حد تک ہی کوشش کی جاسکتی ہے۔[۱۲۴]

۸۔ کسی لفظ کا اشتقاق یہ ضرور بتاتا ہے کہ لفظ کب وجود میں آیا اور اب اس کی کیا حالت و صورت ہے، لیکن وہ نہ تو اس کے عصری معنی کی وضاحت کے لیے مددگار ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے استعمال کے لیے۔ یہ صرف پس منظری معلومات کے حصول کے لیے معاون ثابت ہوتا ہے۔[۱۲۵]

۹۔ لفظ کے اشتقاق کے لیے جو ثبوت مہیا کیے جاتے ہیں وہ یا تو جزوی و عارضی ہوتے ہیں یا مکمل طور پر معلوم نہیں ہو پاتے۔ لیکن پھر بھی ضروری ہے کہ اشتقاقی تفصیل کے ساتھ مثالیں مہیا کی جائیں خواہ وہ کسی قدر ناکافی ہی کیوں نہ ہوں۔ وقت کے ساتھ ساتھ مزید معلومات سامنے آتی چلی جاتی ہیں ایسی صورت میں اشتقاقی معلومات پر نظر ثانی کی جاسکتی ہے۔[۱۲۶]

۳.۲ اردو لغت بورڈ کے متعین کردہ اصولوں کی تفصیل:

جدید اصول لغت کا جائزہ لینے کے بعد اب اردو لغت بورڈ کے متعین کردہ اُصولوں کی تفصیلی وضاحت کی جائے گی۔ یہ اصول اردو لغت بورڈ کی ابتدائی کمیٹی نے اپنی لغت کے لیے مرتب کیے تھے جن کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیا جاتا رہا اور اس ضمن میں بہتر تجاویز سے اتفاق کرتے ہوئے اُصولوں میں کسی حد تک ترمیم و اضافے کا عمل لغت کی مختلف جلدوں کی تدوین کے ساتھ ساتھ جاری رہا۔ ان کی ترتیب و تنظیم میں بورڈ کے عملہ ادارت کے ساتھ ساتھ شان الحق حقی، ڈاکٹر فرمان فتح پوری اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی خصوصی کاوش شامل ہے۔ یہ اصول نہ صرف لغت کی جلد اول میں موجود ہیں بل کہ تبصروں یا جائزوں کی صورت میں اردو نامہ کے مختلف شماروں میں بھی شائع ہوتے رہے اور جب ان کی کسی قدر حتمی شکل سامنے آئی تو ایک مرتبہ پھر انھیں اردو نامہ کے شمارہ نمبر ۴۷، ۴۶ اور ۵۳ میں شائع کیا گیا۔[۱۲۷] اب یہ ایک کتابچے کی شکل میں اصول ترتیب وتسوید اردو لغت مع توضیحات میں شامل ہیں۔ ذیل میں انھی اُصولوں کو مختلف عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے:

۱.۳.۲ اصولِ اندراجات:

اندراجات کے انتخاب کے سلسلے میں بورڈ نے جو اصول اختیار کیے ہیں انھیں درج ذیل نکات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ لغت میں اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کے اندراجات کے مطابق تمام متداول، متروک، نادرالاستعمال مفرد اور مرکب الفاظ، محاورات اور ضرب الامثال کا اندراج کیا گیا ہے نیز منتخب اقوال اور اعلام بھی جو کسی عنوان سے لغت کے حکم میں آتے ہیں یا جنھیں لغت میں شامل کرنا ضروری ہے، لغت میں شامل کیے گئے ہیں۔

۲۔ دوسری زبانوں کے مفرد یا مرکب الفاظ جو اردو بول چال میں مروج ہیں یا کسی زمانے میں مروج رہ چکے ہیں یا ان کا ذکر کسی اردو تصنیف میں ہے ان کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ البتہ اجنبی اور غیر مستند الفاظ خارج ہیں۔

۳۔ وہ مقامی الفاظ جو کسی خاص خطے سے متعلق تھے لیکن انھیں کسی اردو کے مصنف نے استعمال کیا ہے، لغت میں درج ہیں۔ اس کے علاوہ پاکستانی زبانوں کے الفاظ جو اردو کی تحریروں میں موجود ہیں یا اردو بول چال میں شامل ہوئے ہیں انھیں بھی حتی الامکان شامل کیا گیا ہے۔

۴۔ مختلف قسم کی تراکیب کو بھی شامل لغت کیا گیا ہے۔ ترکیب کے ذیل میں ان الفاظ کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے جو اسم اور فعل یا اسم اور فعل امدادی سے یا پھر مستقل سابقوں اور لاحقوں سے مل کر بنتے ہیں۔ لیکن چوں کہ ہر ترکیب لغت نہیں بنتی اس لیے جہاں ترکیب لگی بندھی صورت رکھتی ہے؛ ترکیب معنی میں اضافہ کرتی ہے یا اجزائے ترکیب کا مفہوم الگ الگ مبہم یا ناقص ہو جاتا ہے، وہاں مرکب مستقل کلمے کی حیثیت سے شامل کیا گیا ہے۔ البتہ یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ناقص تراکیب بھی ہوتی ہیں مثلاً 'اب نہ تب'، 'اب جب'، اور یہ تام بھی ہو سکتی ہیں، مثلاً 'اب آؤ تو جاؤ کہاں'۔

۵۔ مختلف علوم و فنون سے تعلق رکھنے والی مخصوص اور بنیادی نوعیت کی اصطلاحات بھی لغت میں موجود ہیں۔ تاہم جو اصطلاحات ذیلی یا تحتی حیثیت کی حامل ہیں وہ شامل لغت نہیں کیوں کہ ان سے دلچسپی رکھنے والے انھیں لغت کے بجائے متعلقہ علوم و فنون کی خصوصی کتب میں تلاش کر سکتے ہیں۔

۶۔ اعلام میں سے صرف وہی شامل ہیں، جو ادب میں مجازی معنوں میں استعمال کیے جا چکے ہیں جیسے حاتم بمعنی سخی، یا پھر ادب میں استعمال ہوتے ہیں اور ان کی طرف تلمیح کی جاتی ہے، مثلاً طور، یوسف وغیرہ۔ یہی اصول معروف القاب کے لیے بھی برتا گیا ہے جیسے اسد اللہ، شیر خدا، روح اللہ وغیرہ۔

۷۔ سابقوں اور لاحقوں کا اندراج مستقل کلمات کے طور پر کیا گیا ہے۔ ان میں نیم سابقوں اور نیم لاحقوں دونوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ یہ وہ سابقے اور لاحقے ہیں جو علیٰحدہ بھی استعمال کیے جاتے ہیں یا کسی با معنی کلمے سے مشتق ہیں، مثلاً سہ، آمیز، باختہ وغیرہ۔

۸۔ لغت میں عریاں الفاظ سے فرار ممکن نہیں چناں چہ اعضا ئے جسم کے علاوہ فحش، دشنام، بازاری، سوقیانہ اور عوامی غرض ہر قسم کے الفاظ و محاورات کو لغت میں جگہ دی گئی ہے۔ تاہم تشریح میں متانت اور مجلسی رواداری کو ملحوظ رکھنے کے ساتھ ساتھ مذموم امثال سے بھی احتراز کیا گیا ہے۔

۹۔ لغت میں اپنی طرف سے الفاظ یا اصطلاحات وضع کرنے سے گریز کیا گیا ہے کیوں کہ لغت نویسی کا منصب وضع لغات نہیں ہے۔ صرف معلوم الفاظ کو لغت میں شامل کیا گیا ہے اور ان سے متعلقہ اختلافات کو لغت میں درج کر دیا گیا ہے۔[۱۲۸]

۱۰۔ الف سے ی تک مجرد حروف بھی لغت میں بہ طور لیما درج کیے گئے ہیں۔[۱۲۹]

۱۱۔ مرکب الفاظ، فقروں یا کہاوتوں وغیرہ کی متبادل صورتوں کو بھی درج کیا گیا ہے۔ جیسے 'ناچ نہ جانوں (جانے) آنگن ٹیڑھا' وغیرہ۔

۱۲۔ اگر کسی لفظ کی متبادل اشکال پائی جاتی ہیں تو انھیں بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ متبادل اشکال اگر لفظ کی درج شدہ شکل سے مماثلت رکھتی ہیں یا ترتیب تہجی کی رو سے قریب ہیں تو انھیں الگ سے درج نہیں کیا گیا، لیکن اگر انھیں فائدہ مند گردانا گیا ہے تو نہ صرف علیٰحدہ طور پر درج کیا گیا ہے بل کہ ان کے اصل عنوان کی طرف بھی راہ نمائی کر دی گئی ہے، مثلاً آنسو، انجھو یا پھر پاؤں، پانو اور پانوں وغیرہ۔[۱۳۰]

۱۳۔ متحد الحروف لیکن مختلف الاصل و اشتقاق الفاظ کا اندراج علیٰحدہ علیٰحدہ کیا گیا ہے، مثلاً دار، بار وغیرہ۔[۱۳۱]

۲۔۳۔۲ اصولِ ترتیب و تسویدِ اندراجات:

ترتیب اندراجات کے ضمن میں بورڈ نے درج ذیل اصولوں کو مد نظر رکھا ہے:

۱۔ لغت میں اندراجات کو ترتیب تہجی سے اعرابی مکتوبی کے ساتھ درج کرنے کے بعد اس کا تلفظ اعراب ملفوظی سے ظاہر کیا گیا ہے۔اس کے بعد اس کی قواعدی یا صرفی نوعیت واضح کرنے کے بعد متبادل تاریخی یا مروجہ صورت (اگر کوئی ہے) درج کی گئی ہے۔ پھر معنی کی تشریح و توضیح اور مختلف معنی ہونے کی صورت میں ہر معنی کے تحت علیٰحدہ مثالوں کا تاریخ وار اندراج کرنے کے بعد جہاں ضروری سمجھا گیا ہے 'فائدہ' کے ذیلی عنوان کے تحت کسی خاص نکتے کی وضاحت کی گئی ہے، جس کی حیثیت تشریح کے علاوہ ہے اور ان سب کے آخر میں اشتقاقی معلومات دی گئی ہیں۔

۲۔ اردو زبان کے جو حروف لغت میں شامل کیے گئے ہیں، ان کی تعداد ۵۳ ہے۔اس میں قابل غور بات یہ ہے کہ ہائیہ حروف (مرکب حروف) علیٰحدہ شمار کیے گئے ہیں۔ چناں چہ لغت کے مطابق حروف کی ترتیب و تفصیل یہ ہے:

ا، آ، ب، بھ، پ، پھ، ت، تھ، ٹ، ٹھ، ث، ج، جھ، چ، چھ، ح، خ، د، دھ، ڈ، ڈھ، ذ، ر، رھ، ڑ، ڑھ، ز، ژ، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ع، غ، ف، ق، ک، کھ، گ، گھ، ل، لھ، م، مھ، ن، نھ، و، ہ (ۃ)، ء، ی

۳۔ اندراجات کی ترتیب میں واو معروف کو واو مجہول پر اور یاے معروف کو یاے مجہول پر ترجیح حاصل ہے، لیکن صرف اس مقام پر جہاں یاے معروف اور یاے مجہول اپنی سالم شکل میں کسی کلمے کا حصہ ہیں۔ کلمے کے درمیان میں استعمال ہونے والے یاے معروف، مجہول یالین اس اصول سے مستثنیٰ ہیں کیوں کہ بورڈ کے مطابق ترتیب میں صرف شکل قابل لحاظ ہے، آواز نہیں۔

۴۔ ایسے حروف جو کسی کلمے کے آغاز میں نہیں آتے، مثلاً رھ، لھ، مھ، نھ وغیرہ، ان کو علیٰحدہ حروف گردانا گیا ہے کیوں کہ یہ خواہ آغاز میں استعمال نہ ہوں یا کم ہوں لیکن اردو زبان میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے اس لیے ان پر تشریحی حاشیہ شامل کیا گیا ہے۔اسی طرح وہ مفرد حروف جن سے کوئی لفظ شروع نہیں ہوتا ان پر بھی تشریحی حاشیہ شامل لغت ہے۔

۵۔ چوں کہ تاے مدورہ صوتی اور لغوی اعتبار سے حرف 'ت' کی ہم قیمت یا اس کا بدل شمار ہوتی ہے، لیکن صورت کے لحاظ سے 'ہ' کی ہم شکل کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے اس لیے اندراجات کی ترتیب میں اسے 'ہ' کے بعد رکھا گیا ہے۔یہ عموماً ترکیب کا حصہ ہوتی ہے اس لیے ایسی تراکیب کا اندراج راس لفظ کے تابعات کے طور پر کیا گیا ہے۔[۱۳۲]

۶۔ ذیلی اندراجات میں بنیادی لفظ کا اعادہ نہیں کیا گیا بل کہ اس کی جگہ چھوٹا خط کھینچ دیا گیا ہے۔ جب کہ لاحقوں کے اندراج میں لاحقے سے پہلے تین نقطے لگا کر پھر لاحقہ درج کیا گیا ہے، مثلاً ۰۰۰وا (دکھاوا، چڑھاوا) وغیرہ۔[۱۳۳]

۷۔ حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ اعراب کی ترتیب بھی ملحوظ رکھی گئی ہے۔ چناں چہ سب سے پہلے فتحہ، پھر کسرہ اور آخر میں ضمہ کا اندراج کیا گیا ہے۔ چوں کہ اردو زبان میں سکون اول سے کوئی لفظ آغاز نہیں ہوتا اس لیے وہ ترتیب اعرابی میں داخل نہیں البتہ ایسے لاحقے جو بہ ظاہر سکون اول سے آغاز ہوتے ہیں اور ان سے قبل حرف علت کے مطابق اعراب ہوتے ہیں ان کو ایک خط کھینچ کر حسب قاعدہ اوپر یا نیچے اعراب لگا کر پھر لاحقہ لکھا گیا ہے۔ مثلاً ـِـسی جیسے 'برسی'، ـَـاپ جیسے 'ملاپ' وغیرہ۔[۱۳۴]

۲۔۳۔۳ اُصولِ املا:

اردو لغت بورڈ نے املا کے ضمن میں حسب ذیل اصول اختیار کیے ہیں:

۱۔ املا میں یاے معروف اور یاے مجہول میں تفریق کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ 'ی' معروف آواز کے لیے جب کہ 'ے' مجہول اور لین دونوں کے لیے استعمال کی گئی ہے۔

۲۔ ہاے دوچشمی کا استعمال مخلوط آوازوں کے لیے کیا گیا ہے۔ مذکورہ مقصد کے لیے ہاے ہوز کا استعمال غلط تصور کیا گیا ہے۔

۳۔ ہندی الاصل الفاظ کے آخر میں الف بجاے ہاے مختفی درج ہے لیکن چوں کہ ان میں بعض الفاظ بکثرت ہاے مختفی سے ہی تحریر کیے جاتے ہیں اس لیے ان کی متبادل اشکال بھی مندرج ہیں۔

۴۔ عربی کے مجرد الفاظ کے ساتھ استعمال ہونے والی ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے یعنی اسے اصل لغات کے ساتھ تحریر نہیں کیا گیا مثلاً ابتداء، انشاء وغیرہ۔ البتہ اشتقاق کے ضمن میں ایسے الفاظ میں ہمزہ کو برقرار رکھا گیا ہے۔

۵۔ تراکیب میں جہاں ہمزہ کا تلفظ واضح ہے وہاں اسے تحریر کیا گیا ہے اور ہمزہ کے نیچے کسرۂ اضافت یا صرف یاے اضافت کے ذریعے لکھا گیا ہے مثلاً 'خلفاءِ راشدین' یا 'خلفاے راشدین'، لیکن الف پر ختم ہونے والے فارسی الفاظ کی تراکیب میں ہمزہ کا استعمال نہیں کیا گیا اس ضمن میں یاے مجہول ہمزہ کے بغیر لکھی گئی ہے مثلاً 'سراے فانی'۔

۶۔ اردو الفاظ میں جہاں ہمزہ کی آواز واضح ہے وہاں ہمزہ لکھی گئی ہے، مثلاً گئی، کوئی وغیرہ۔اس ضمن میں ایک قاعدہ وضع کیا گیا ہے کہ جہاں 'ہمزہ' اور 'ی' کسی لفظ کے درمیان آتے ہیں اور متبادل ہو سکتے ہیں وہاں اگر اس سے پچھلے حرف کے نیچے زیر ہے تو اس کلمے میں 'ی' استعمال کیا جائے گا جیسے لیے، دیے۔کیے وغیرہ ورنہ دیگر کلمات میں ہمزہ ہی لکھی جائے گی، مثلاً آئندہ، نمائندہ وغیرہ۔

۷۔ ایسے مرکب الفاظ جو اپنی موجودہ شکل میں بکثرت استعمال ہوتے ہیں اور یک جا ہو کر ایک کلمہ شمار کیے جاتے ہیں انھیں ملا کر ہی لکھا گیا ہے مثلاً امسال، منجانب وغیرہ، لیکن جہاں مرکب الفاظ تحتی یا ذیلی لفظ یا تابعات کے طور پر درج ہوئے ہیں وہاں ان کو الگ الگ کیا گیا ہے، مثلاً قلم دان۔

۸۔ ایسے مصادر جن میں دو 'نون' (ن) اکٹھے آتے ہیں انھیں مشدد صورت میں نہیں لکھا گیا بل کہ دونوں نون واضح طور پر لکھے گئے ہیں، مثلاً بننا، گننا، تننا وغیرہ۔

۹۔ اگر کسی لفظ کے املا میں اختلاف ہے تو وہ صورت درج کی گئی ہے جو صوتی اعتبار سے مروجہ تلفظ کے زیادہ قریب ہے تاہم اس کی متبادل شکل بھی مندرج ہے۔مثال کے طور پر کنواں، دھواں، پاؤں وغیرہ۔

۱۰۔ امالہ کے لیے یہ اُصول وضع کیا گیا ہے کہ الف اور 'ہ' پر ختم ہونے والے الفاظ میں امالہ 'ے' سے ظاہر کیا گیا ہے جب کہ 'ح' یا 'ع' پر ختم ہونے والے الفاظ میں جہاں امالے کا عمل واقع ہوا ہے اس سے پچھلے حرف کے نیچے کسرہ تصور کیا گیا ہے، جیسے مطبع نے کتاب چھاپی، پہلے مصرعِ میں سکتہ ہے۔امالے میں بعض مقامات پر استثنا سے بھی کام لیا گیا ہے اور مستثنیات کو 'فائدہ' کے عنوان کے تحت واضح کیا گیا ہے۔

۱۱۔ املا کے لیے مدونین نے رواج کی پابندی کی ہے۔لغت میں ان کی طرف سے کسی قسم کی انقلابی تبدیلی سے گریز نظر آتا ہے۔چناں چہ ثقہ لکھنے والوں کے مروج طریقہ کار کی پابندی کرتے ہوئے مروجہ یا تاریخی اختلافات بھی درج کیے گئے ہیں۔

۱۲۔ اس اصول کی بنیاد پر کہ 'مطبوعہ یا کسی اور کے نقل کردہ نسخے کی املا کو لازماً مصنف سے منسوب نہیں کیا جا سکتا'، لغت میں موجود اقتباسات کے املا کی تصحیح اس حد تک کی گئی ہے کہ بدیہی اغلاط و تسامحات کی درستی کر دی گئی ہے۔[۱۳۵]

۱۳۔ تاے مدورہ (ۃ) 'ت' کی بدل اور ہاے ہوز کی ہم شکل کے طور پر بھی استعمال ہوتی ہے۔ چناں چہ اگر اس کا استعمال کسی لفظ میں دونوں طرح مستعمل ہے تو وہاں لفظ کا اندراج تاے قرشت (ت) سے کر کے اس کی متبادل شکل بھی درج کر دی گئی ہے بشر طیکہ متبادل صورت بھی معروف اور کثیر الاستعمال ہو۔

۱۴۔ شق نمبر ۱۳ کے تحت بیان کردہ کلیہ دیگر مختلف الاملا الفاظ پر بھی لاگو ہوتا ہے مثلاً بہ لحاظ، بلحاظ، دعویٰ، دعوا، بہ سلسلہ، بسلسلہ، مصطفا، مصطفیٰ وغیرہ۔ تاہم زکوٰت، صلوٰت چوں کہ نامانوس سمجھی جاتی ہیں اس لیے انھیں نظر انداز کیا گیا ہے۔[۱۳۶]

۴.۳.۲ اصولِ تلفظ:

اردو لغت (تاریخی اُصول پر) میں تلفظ کو نہ صرف اعراب کے ذریعے ظاہر کیا گیا ہے بل کہ اس کے لیے اعراب ملفوظی اور اعراب مکتوبی کے الگ الگ ضابطے مقرر کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۴.۳.۲.۱ اعراب ملفوظی:

۱۔ اندراجات کے اعراب ملفوظی ظاہر کرنے کے لیے مختلف اشارات و علامات وضع کی گئی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

الف ممدودہ (آ)	مد
الف تحتی	کس مد
فتحہ (زبر)	فت
فتحہ مغنونہ	فت مغ
فتحۂ مخففہ	فت خف
کسرہ (زیر)	کس
کسرۂ مخففہ	کس خف
کسرۂ مغنونہ	کس مغ

ضمہ (پیش)	ضم
ضمۂ مخففہ	ضم خف
ضمۂ مغنونہ	ضم مغ
واؤ معروف	و مع
واؤ معروف مغنونہ	و مع مغ
واؤ مجہول	و مج
واؤ مجہول مغنونہ	و مج مغ
واؤ لین	و لین
واؤ لین مغنونہ	و لین مغ
یاے معروف	ی مع
یاے معروف مغنونہ	ی مع مغ
یاے مجہول	ی مج
یاے مجہول مغنونہ	ی مج مغ
یاے لین	ی لین
یاے لین مغنونہ	ی لین مغ
تشدید	شد
نون غنہ	غنہ
حروف مخلوط	مخ
الف بشکل یا	ا بشکل یا
الف بشکل وا	ا بشکل وا
میم بشکل نون	م بشکل ن
تنوین	تن
تنوین بفتحہ	تن بفت

تنوین بکسرہ	تن بکس
تنوین بضمہ	تن بضم
واؤمعدولہ	ومعد
حروف غیر ملفوظ	غم
ہاے مختفی	ہ مخت

۲۔ بہ طور مصوتہ الف ساکن کی آواز معین اور غیر متغیر ہے یعنی اس کی آواز کی بابت کوئی اشتباہ نہیں اس لیے اعراب ملفوظی میں اس کی وضاحت نہیں کی جاتی۔ مزید یہ کہ یہ الف ساکن ہونے کے سبب آغاز میں بھی نہیں آتا۔

۳۔ اردو میں چوں کہ ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہے اس لیے اس کا تلفظ ظاہر نہیں کیا گیا۔[۱۳۷]

۴۔ لغت تہجی ترتیب کے ساتھ اعرابی ترتیب کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ چناں چہ فتحہ سب سے پہلے، پھر کسرہ اور آخر میں ضمہ کی ترتیب سے اندراج کیا گیا ہے، مثلاً اَدھر، اِدھر، اُدھر وغیرہ۔[۱۳۸]

۵۔ الفاظ میں جو لفظی اور اعرابی تصرفات ہوئے ہیں اور جنھیں مستند اہل لغت اور اہل زبان نے قبول کر لیا ہے ان کو صحیح اور درست تسلیم کر لیا گیا ہے اور ان کی موجودہ اور آخری صورت کو درج کیا گیا ہے۔[۱۳۹]

۲.۴.۳.۲ اعراب مکتوبی:

اردو لغـــــت کے مطابق اردو میں ۱۵ مصوتے مستعمل ہیں جن میں سے بعض کی غنائی اشکال بھی ہیں اور بعض دوہری آوازیں بھی ہیں، جنھیں انگریزی میں Diphthong اور اردو میں 'دو صوتیہ' یا 'ادغام الصوت' کہا جا سکتا ہے۔ انگریزی کے بر عکس اردو میں ان کے لیے ہمیشہ اعراب اور رموز و علائم کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ چناں چہ اردو لغت (تـــاریخی اصـــول پـــر) میں اعرابِ مکتوبی کے لیے جو ضابطہ ترتیب دیا گیا ہے وہ مرتبینِ لغت کے مطابق ان تمام مصوتوں پر حاوی ہے، جو اردو یا دوسری زبانوں کے الفاظ میں موجود ہیں اور جن کے الفاظ بہ طور لغات مذکورہ لغت میں داخل ہیں۔[۱۴۰] اس ضابطے میں مصوتوں کی علامات سمیت جو دیگر اعراب ملتے ہیں ان میں علامت جزم و سکون (^) کے علاوہ، جو ہمارے املا میں کسی کلمے کے درمیان یا آخر میں استعمال ہوتا ہے یا پھر کبھی کبھی یہ 'و' یا 'ی' کے اوپر بھی بہ شکل قصیر آتا ہے، الف ممدودہ (آ)، الف تحتی، فتحہ (ـَ)، کسرہ (ـِ)، ضمہ (ـُ)، واؤ معروف (ـُو)، واؤ مجہول (ـــو)، واؤ لین (ـَو)، یاے معروف (ـِی) تشدید (ـّ)، علامتِ نون غنہ و مغنونہ (ـٰـ)، ضمہ معکوس (ٗ) اور تنوین (دو زبر، دو زیر اور دو پیش) شامل ہیں۔

۲.۳.۵ قواعدی نوعیت سے متعلق اصول:

قواعدی حیثیت کے تعین کے سلسلے میں اردو لغت بورڈ کے اصول یہ ہیں:

۱۔ لغت میں قواعد کے لحاظ سے الفاظ کو اسم، متعلق فعل، صفت، حرف، ضمیر، فعل لازم، فعل متعدی، محاورہ، روز مرہ، کہاوت، فقرہ، فجائیہ، حکائی یا نقل صوت (حکایت الصوت)، عَلم، سابقہ، نیم سابقہ، لاحقہ اور نیم لاحقے میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۲۔ اندراجات کے لغوی اور قواعدی تعارف میں جمع الجمع، قدیم اور شاذ کی اصطلاحات بھی مستعمل ہیں۔

۳۔ ذیلی یا تحتی مرکبات میں مرکب اضافی، مرکب توصیفی، مرکب عددی، مرکب نحوی، مرکب وصفی اور مرکب عطفی کی نشان دہی کی گئی ہے۔ [۱۴۱]

۴۔ اگر کوئی لفظ ایک ہی شکل میں دو یا دو سے زیادہ قواعدی حیثیات کا حامل ہے تو ا، ب، ج کی ترتیب سے علیٰحدہ علیٰحدہ شقیں قائم کی گئی ہیں۔ [۱۴۲]

۵۔ کسی بھی لغت کے ذیل میں اسناد کی فراہمی کے بعد بعض نحوی نکات کی مزید وضاحت جہاں ضروری محسوس کی گئی وہاں کر دی گئی ہے۔ مثلاً کسی لفظ کے ساتھ وارد ہونے والے افعال جیسے 'داد' کے ساتھ چاہنا، دینا، طلب کرنا وغیرہ۔

۶۔ بعض مقامات پر 'فائدہ' کے عنوان کے تحت قواعدی لحاظ سے مزید توضیحات بھی کی گئی ہیں، جن میں غلط العوام کے حوالے سے کی گئی وضاحتیں بھی شامل ہیں۔ [۱۴۳]

۷۔ مولوی عبدالحق کی قواعد اردو میں دیے گئے رموزِ اوقاف کی پابندی کی گئی ہے۔ [۱۴۴]

۸۔ رموزِ اوقاف میں جدید مستند طریقے کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اور وہی علامات اختیار کی گئی ہیں جو انگریزی اور اردو کی جدید علمی تحریروں میں برتی جا رہی ہیں۔ [۱۴۵]

۲.۳.۶ اُصولِ تذکیر و تانیث:

بورڈ کی لغت میں تذکیر و تانیث کے زیادہ اصول تو مقرر نہیں کیے گئے تاہم اس مسئلے کو درخورِ اعتنا ضرور جانا گیا ہے، جس کا اندازہ درج ذیل نکات سے ہوتا ہے:

۱۔ لغت میں بنیادی الفاظ تحریر کر کے ان کی تذکیر و تانیث واضح کی گئی ہے۔ [۱۴۶]

۲۔ اسما و صفات کا اندراج بہ طور واحد مذکر اور افعال کا اندراج بحیثیت مصادر کیا گیا ہے۔

۳۔ تذکیر و تانیث کے لیے دبستانی اختلافات کو بھی ملحوظ رکھا ہے اور ان کی امثال بھی الگ الگ درج کی گئی ہیں۔

۴۔ کسی لفظ کے لیے مؤنث، جمع یا اس کی متغیرہ حالت کا عنوان اسی صورت قائم کیا گیا ہے، جب وہ کسی محاورے، مقولے یا کہاوت وغیرہ کا جزوِ اوّل ہو یا پھر اس کے ذیلی اور تحتی مرکبات بھی موجود ہوں۔[۱۴۷]

۵۔ بعض مقامات پر اصل لفظ کو مذکر ظاہر کیا گیا ہے لیکن بول چال میں بہ طور تانیث زیادہ استعمال ہونے کی وجہ سے مثالوں میں اسے بہ طور مونث بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ نیز ابہام سے بچنے کے لیے اس کے اعراب اور قواعدی حیثیت درج کرنے کے بعد اس کی تانیثی صورت بھی دے دی گئی ہے۔[۱۴۸]

۲.۳.۷ معنی کے تعین سے متعلق اُصول:

معنی کی وضاحت اور اس کے تعین کے سلسلے میں جن اصولوں کو پیش نظر رکھا گیا ہے ان کا جائزہ حسب ذیل ہے:

۱۔ معنی میں حتی القدور اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پہلے لفظ کی تعریف اور پھر مترادفات درج کیے گئے ہیں۔

۲۔ اگر کوئی لفظ ایک سے زیادہ قواعدی حیثیتوں کا حامل ہے تو اس کی علیٰحدہ شقیں قائم کرنے کے بعد ہر شق کے معنی کے لیے اعداد مسلسل یعنی ۱۲۳ وغیرہ کا استعمال کیا گیا ہے۔

۳۔ اگر وضاحت کے لیے کسی کتاب کا اقتباس یا اس کی تلخیص بہ طور تشریح یا جزو تشریح درج ہے تو قوسین میں اس کا حوالہ بھی دے دیا گیا ہے۔

۴۔ اگر تشریح یا اختصار کی خاطر اقتباس یا عبارت کے الفاظ میں ترمیم و اضافہ ضروری سمجھا گیا ہے تو پھر اقتباس یا عبارت کو واوین کے بغیر درج کیا گیا ہے۔

۵۔ اگر کوئی اقتباس یا اندراج کسی لغت سے اخذ شدہ ہے تو جلد و صفحہ نمبر کو نظر انداز کرتے ہوئے صرف متعلقہ لغت کا نام درج کیا گیا ہے۔[۱۴۹]

۶۔ اصطلاحی الفاظ کی تشریح کے لیے اگر مخصوص علم یا فن کا نام ظاہر کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی ہے تو اسے قوسین میں درج کیا گیا ہے۔

۷۔ اگر توضیحات میں معنی کی تقسیم اور شمار کے لیے اردو اعداد کے ساتھ ساتھ رومن اعداد بھی مستعمل ہیں تو ان کے لیے بھی قوسین کا استعمال کیا گیا ہے۔

۸۔ بعض مقامات پر لفظ کی مزید تشریح و توضیح بھی ملتی ہے ایسی صورت میں لازمی تعریف و تشریح کے بعد یا قبل استعمال کی مزید وضاحت کرنے کے لیے قوسین کا استعمال کیا گیا ہے، مثلاً مستعد ہونا (کسی بات پر)، بہانے کا منتظر ہونا (کسی بات کے لیے) وغیرہ۔[۱۵۰]

۹۔ دیگر الفاظ کے علاوہ ہر مجرد حرف کا بھی اندراج کیا گیا ہے اور اس کا مناسب تعارف کروانے کے بعد اس کی صوتی حیثیت اور ابجدی قیمت اور لغوی حیثیت بھی واضح کی گئی ہے۔[۱۵۱]

۱۰۔ جہاں کوئی ایسا لفظ تشریح میں مزید وضاحت کے لیے تحریر کیا گیا ہے جو مکمل طور پر تو اس کا مترادف نہیں تاہم ایک حد تک لفظ کے معنی کی ادائیگی میں مدد دیتا ہے، ایسی تشریح کی نشان دہی کے لیے سکتہ کے بجائے اس سے پہلے وقفہ کی علامت استعمال کی گئی ہے۔

۱۱۔ کسی لفظ کے متروک یا شاذ ہونے کی طرف اشارہ نہیں ملتا۔ تاہم اس کا اندازہ امثال کے قدیم وجدید ہونے سے کیا جا سکتا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ جدید دور میں بہت سے علمائے ادب ترک الفاظ کے حق میں نہیں کہ اس کے زبان کا دائرہ محدود ہوتا ہے۔[۱۵۲]

۸۔۳۔۲ اسناد کی پیش کش کے اُصول:

اردو لغت (تاریخی أصول پر) میں اسناد وامثلہ کی پیش کش میں کچھ مقاصد پیش نظر رہے ہیں جو درج ذیل ہیں:

الف۔ لفظ کی تاریخ کا تعین کرنا کہ تاریخ کے کس کس دور میں اس کے استعمال کی اسناد موجود ہیں۔

ب۔ لفظ کے معنی اور استعمال کی وضاحت کرنا کہ یہ کس طرح اور کس موقع پر استعمال ہوا ہے تا کہ تعارف میں کسی حد تک مکمل تفصیل مہیا کی جا سکے۔

ج۔ کسی لفظ کی حدود یا وسعت کا تعین کرنا تا کہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ شاذ ہے یا بکثرت استعمال ہوتا ہے نیز ایک مصنف یا ایک علاقے میں مستعمل ہے کہ مختلف مصنفین کے ہاں مختلف مقامات پر رائج ہے۔

د۔ وہ چیدہ ادبی اقتباسات یا عبارات پیش کرنا جن میں لغت میں شامل کرنے کے قابل کوئی لفظ وارد ہوا ہو اور عبارت میں اس کے استعمال سے ایک نئی معنویت پیدا ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں امثلہ یا اسناد صرف لغوی معنی کی وضاحت نہیں کرتیں بل کہ بعض اوقات مختلف مثالیں مختلف فوائد کی حامل ہوتی ہیں۔[۱۵۳]

چناں چہ مذکورہ بالا مقاصد کی بنیاد پر اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں ہمیں اسناد وامثلہ کی بابت درج ذیل اصول دکھائی دیتے ہیں:

۱۔ چوں کہ لغت تاریخی اصول پر مرتب کی گئی ہے اس لیے اس میں اردو زبان کے ذخیرۂ الفاظ کے معانی کو زمانی اور تاریخی تسلسل میں دیکھنے کی سعی کی گئی ہے۔ یعنی اس میں ہر لفظ کے استعمال کی امثال واسناد حتی الامکان زبان کے ہر دور سے حوالے کے ساتھ پیش کی گئی ہیں نیز الفاظ کے معنی یا ان کے تلفظ میں ہونے والی عہد بہ عہد تبدیلیوں کو بھی اس میں جگہ دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں زبان کے تین ادوار متعین کیے گئے ہیں جن سے کم از کم ایک مثال درج کی گئی ہے:

الف۔ ابتدا تا ۱۷۰۰ء

ب۔ ۱۷۰۰ء تا ۱۸۵۷ء

ج۔ ۱۸۵۷ء تا حال

۲۔ جلد اوّل کی اشاعت تک جس قدر الفاظ اور اسناد مرتبین کو دستیاب ہو سکیں، انھیں شامل کیا گیا اور اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رکھا گیا تا کہ لغت کو پاکستانی اردو کی اساس سے منسلک رکھتے ہوئے اردو میں داخل اور استعمال ہونے والے دوسری زبانوں کے الفاظ اور ان سے متعلقہ اسناد بھی لغت میں درج کی جا سکیں۔

۳۔ اسناد کے حوالے سے قدیم دور میں نسبتاً قدیم تر کو اور جدید دور میں جدید ترین سند کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترجیح دی گئی ہے تا کہ اسناد زیادہ طویل عرصے پر محیط ہوں۔[۱۵۴]

۴۔ ہر دور کی ایک مثال کافی سمجھی گئی ہے۔ بعض صورتوں میں ایک ہی دور یا ایک ہی سنہ کی ایک سے زائد امثال بھی پیش کی گئی ہیں لیکن اس ضمن میں بھی انتخاب اسناد میں اختصار کو مدنظر رکھا گیا ہے۔[۱۵۵]

۵۔ ایسے الفاظ جو واضح اور معتبر ہیں لیکن ان کے استعمال کی کوئی تحریری سند دستیاب نہیں ہو سکی تو اس کے لیے مرتبین نے اپنی طرف سے مثال وضع کرتے ہوئے اس کے استعمال کی وضاحت کی ہے اور اس کے لیے 'م' کی علامت استعمال کی ہے۔[۱۵۶]

۶۔ جن الفاظ کے استعمال کی امثال دستیاب نہیں تھیں ان کا مفہوم کسی لغت یا علمی کتاب سے درج کر کے قوسین میں حوالہ دے دیا گیا ہے۔[۱۵۷]

۷۔ امثال کے اندراج میں اگر وضاحت یا اختصار کے لیے کسی عبارت کے الفاظ میں ضروری ردوبدل کیا گیا ہے تو ایسی صورت میں اسے واوین کے بغیر درج کیا گیا ہے۔[۱۵۸]

۸۔ سنین کااندراج کرتے وقت کسی تصنیف کی اشاعت اول یا سنہ تکمیل کو اولیت دی گئی ہے۔ان کے موجود نہ ہونے کی صورت میں مصنف کا سنہ وفات درج کیا گیا ہے۔ایسی صورت میں مصنف کے نام کے بعد تصنیف اور پھر سنہ کا ذکر کیا گیا ہے، جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ مصنف کا سنہ وفات ہے کتاب کی تکمیل کا سال نہیں ہے۔

۹۔ جہاں سنہ غیر محقق ہے یا اس میں شک وشبہ پایا جاتا ہے وہاں اس کے ساتھ سوالیہ (؟) کی علامت استعمال کی گئی ہے۔

۱۰۔ جو کتابیں ایک سے زائد جلدوں پر مشتمل ہیں وہاں کتاب کے نام کے بعد جلد کا عدد اس کے بعد رابطے کی علامت اور پھر صفحہ نمبر درج کیا گیا ہے۔

۱۱۔ جو کتب دوسری زبانوں سے ترجمہ شدہ ہیں، اگر ان کا نام اصل کتاب کے نام سے مماثل ہے تو ان کے ساتھ 'ترجمہ' لکھا گیا ہے اگر اصل کتاب اور ترجمہ شدہ کتاب کے عنوانات میں اختلاف ہے تو پھر 'ترجمہ' کا لفظ موجود نہیں۔[۱۵۹]

۹.۳.۲ لسانی ماخذ اور اشتقاق کے اُصول:

تاریخی اصول پر مبنی لغت ہونے کی وجہ سے اندراجات کے سلسلے میں لسانی مآخذ اور اشتقاق کا بیان لغت کا ایک انتہائی اہم جزو ہے، جس کے لیے ہمیں لغت میں حسب ذیل اُصول دکھائی دیتے ہیں:

۱۔ لغت میں تشریح، اسناد، فائدہ اور افعال کے بعد اشتقاق درج کیا گیا ہے اور اس کے کل مندرجات کی تفصیل کے لیے بڑا سیدھا بریکٹ [ ] استعمال کیا گیا ہے۔جب کہ عربی الفاظ کے مادے کے لیے قوسین مستعمل ہے۔مادے کے بعد قوسین میں وہ معنی بھی دیے گئے ہیں جو اردو میں مستعمل نہیں۔[۱۶۰]

۲۔ اشتقاق کے ذیل میں عربی کے واحد الفاظ کی جمع اور جمع کے واحد تحریر کیے گئے ہیں۔

۳۔ جو الفاظ سنسکرت زبان سے لیے گئے ہیں اولاً ان کا تلفظ اردو رسم الخط میں درج کر کے پھر دیوناگری رسم الخط میں اس کا اعادہ کیا گیا ہے۔

۴۔ بعض مقامات پر دو یا دو سے زیادہ زبانوں کے تقابلی تعلق پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۵۔ ضرب الامثال اور محاورات کے اشتقاق کا اندراج نہیں کیا گیا۔[۱۶۱]

۶۔ لفظ کے مآخذ اور اصل زبان میں اس کی لفظی اور معنوی حیثیت پوری طرح واضح کی گئی ہے۔

۷۔ بنیادی الفاظ کے لغوی، مجازی اور اصطلاحی معانی اور ان کی تدریجی تبدیلیوں کا بیان حتی المقدور مع سند کیا گیا ہے۔

۸۔ تلفظ اور املا میں تغیر اور تصرف کی مختصر تاریخ حسب ضرورت مع حوالہ بیان کی گئی ہے۔[۱۶۲]

۹۔ پہلے لفظ کی اصل بتائی گئی ہے۔اس کے بعد اس کا مادہ قوسین میں درج کیا گیا ہے۔[۱۶۳]

۱۰۔ مستعار الفاظ کی اصل بیان کی گئی ہے اور مرکب الفاظ کا تجزیہ کیا گیا ہے۔[۱۶۴]

۱۱۔ کسی لفظ کی اصل اور اشتقاق کی بابت کوئی اختلاف ہے تو اس کو بھی مختصراً تحریر کر دیا گیا ہے۔[۱۶۵]

۱۲۔ اشتقاق کے ذیل میں مصدر، حاصل مصدر، اسم کیفیت، حالیہ تمام، حالیہ ناتمام اور موضوع کی اصطلاحات شامل لغت کی گئی ہیں۔[۱۶۶]

غرض درج بالا سطور میں اولاً جدید اُصول لغت نویسی اور بعد ازاں اردو لغت بورڈ کے مرتب کردہ اصولِ لغت کا جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو لغت بورڈ نے، جو انگریزی زبان وادب کی معروف و مقبول اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کے اتباع کا دعویٰ کرتی ہے، اپنی لغت میں مذکورہ انگریزی لغت اور مولوی عبدالحق کی لغت کبیر کے اصولوں سمیت جدید اصولِ لغت نویسی کو حتی الامکان پیش نظر رکھنے کی سعی کی ہے اور اس کے نتیجے میں جو اصول خود وضع کیے ہیں ان میں بھی جدت پوری طرح کارفرما نظر آتی ہے۔ چوں کہ ماہرین لغت کے ان اصولوں کی بنیاد پر کسی بھی لغت کا تنقیدی اور تحقیقی محا مہ کیا جا سکتا ہے اس لیے زیر نظر مقالے کے اگلے دو ابواب میں انھی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی تمام جلدوں کے مشمولات کا تجزیہ کیا جائے گا تاکہ اردو لغت نویسی کی تاریخ میں اس کا مقام و مرتبہ متعین کیا جا سکے۔

حواشی اور حوالہ جات

۱۔ ابوالحسنات، ''خواب سرسید''مشمولہ اردو لغت(یادگاری مضامین)،مرتبہ ابوالحسنات(کراچی:خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز،جولائی ۲۰۱۰ء)،ص۹۔

۲۔ شہاب الدین ثاقب،بابائے اردو مولوی عبدالحق:حیات وخدمات(کراچی:انجمن ترقی اردو(پاکستان)،۱۹۸۵ء)، ص۷۱۔

۳۔ وفاقی وزارت تعلیم ،حکومت پاکستان کی ایک قرارداد مؤرخہ ۲۷،مارچ ۱۹۸۲ء کے مطابق ترقی اردو بورڈ(اردو ڈویلپمنٹ بورڈ)کا

نام تبدیل کر کے اردو لغت بورڈ(اردو ڈکشنری بورڈ)رکھ دیا گیا تھااور ابھی تک اس ادارے کا یہی نام رائج ہے۔اس کی پہلی دو جلدوں پر ''ترقی اردو بورڈ' جب کہ باقی جلدوں پر 'اردو لغت بورڈ' تحریر کیا گیا ہے۔مذکورہ قرارداد میں مزید کہا گیا تھا کہ اردو لغت

بورڈ کے فرائض حسب ذیل ہوں گے:

(الف) اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری(کلاں)کے معیار کو پیش نظر رکھتے ہوئے لسانیاتی اصولوں کے مطابق ایک جامع لغت اردو سے اردو کی تدوین۔موجودہ کام انھی خطوط پر جاری رہے گا جو اس مقصد کے لیے متعین کیے گئے تھے۔

(ب) بورڈ عظیم تر اردو لغت کے ایک مختصر مدونہ ایڈیشن کی تیاری واشاعت کے علاوہ دوسری ایسی علمی لغتیں تیار اور شائع کرے گا جو اس کے اصلی فرائض سے متعلق ہوں گی۔

(ج) بورڈ دوسرے ایسے فرائض انجام دے گا جو وقتاً فوقتاً اس کے سپرد کیے جائیں گے۔

مزید تفصیل کے لیے دیکھیے:
مرزا نسیم بیگ، ''اردو ڈکشنری بورڈ: ایک اہم علمی ادارے کا تعارف'' مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد (مارچ ۲۰۰۱ء)
ص ۱۰۔۱۳۔

۴۔ شان الحق حقی کے مطابق ۱۹۵۸ء میں جوش ملیح آبادی رسالہ آج کل، دہلی کی ادارت سے پنشن یافتہ ہوئے تو وہ پاکستان آگئے۔ یہاں اپنے خیر خواہوں اور کچھ بااثر افراد کی وساطت سے ان کی ملاقات اسکندر مرزا سے ہوئی تو حکومت وقت نے اردو زبان کی ترقی اور ترویج کے لیے بورڈ کے قیام کی اس تجویز پر از سر نو غور کیا جو برسوں سے التوا کا شکار تھی۔ اسی سال یہ ادارہ قائم ہوا جس میں جوش کو ادبی مشیر کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ یوں شان الحق حقی اپنی خود نوشت افسانہ در افسانہ میں اردو لغت بورڈ کے قیام کا سہرا جوش ملیح آبادی کے سر باندھتے ہیں۔ علاوہ ازیں جوش کی یادوں کی برات میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔ جناب عرفان شاہ نے اپنے تحقیقی مقالے ''شان الحق حقی اور ترقی اردو بورڈ کی لغت'' میں مذکورہ بالا دونوں مآخذ سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے دلائل پیش کیے ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:
عرفان شاہ، ''شان الحق حقی اور ترقی اردو بورڈ کی لغت'' مشمولہ معیار اسلام آباد، شمارہ ۱۴ (جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۵ء)،
ص ۹۔۳۶۔

۵۔ مرزا نسیم بیگ، ''اردو ڈکشنری بورڈ۔ ایک جائزہ'' مشمولہ اردو لغت (یادگاری مضامین)، ص ۲۰۷۔

۶۔ محمد ہادی حسین، ''تعارف'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول (کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۷ء)،
ص الف۔

۷۔ مولانا نسیم امروہوی، ''کچھ اس لغت کے باب میں'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص اب۔

۸۔ ایضاً۔

۹۔ ''ترقی اردو بورڈ کی مجلس اعلیٰ، مجلس انتظامی اور عملۂ ادارت'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص اہ۔

۱۰۔ ایضاً، ص او۔

۱۱۔ ایضاً، ص او۔اح۔

۱۲۔ ایضاً، ص او۔از۔

۱۳۔ آج کل اردو لغت بورڈ قومی تاریخ و ادبی ورثہ ڈویژن، وفاقی وزارت اطلاعات و نشریات و قومی ورثہ (حکومت پاکستان) کے ماتحت کام کر رہا ہے۔

۱۴۔ فرحت فاطمہ رضوی، ''ایک عظیم خواب کی تعبیر'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بیست و دوم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۱۰ء)، ص vii ۔

۱۵۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر) سے پہلے اسی نوعیت کی دوسری لغات میں ایک تقریباً ستّر (۷۰) برس کے عرصے میں
مرتب کی جانے والی اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (۱۹۲۸ء) کی بارہ جلدیں تھیں، جو ۱۹۸۹ء میں ترمیم واضافے کے بعد بیس ہو گئی ہیں۔ جب کہ دوسری لغت جرمن اکیڈمی آف سائنس ان برلن اور انسٹی ٹیوٹ گوٹن گن کے زیر اثر ۱۹۶۱ء میں شائع ہونے والی جرمن لغت ہے، جو ۳۲ حصوں پر مشتمل ہے۔

۱۶۔ جذبات نادر نادر علی خاں کاکوروی (متوفی ۱۹۱۲ء) کے جدت آفریں کلام کا مجموعہ ہے، جس میں ان کے کلام کے حصہ اول اور
دوم کے علاوہ ان کی مثنوی لالہ رخ کو جناب ممتاز حسین کے مقدمے کے ساتھ اردو اکیڈمی (سندھ)، کراچی سے ۱۹۶۱ء میں
شائع کیا گیا۔

۱۷۔ منازل السائرہ علامہ راشد الخیری کا ناول ہے جسے مولانا رازق الخیری نے مع مقدمہ وفرہنگ مرتب کر کے جنرل پبلشنگ ہاؤس، بندر روڈ، کراچی سے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔

۱۸۔ مراۃ العروس مولوی نذیر احمد کا پہلا ناول ہے، جس کا نیا ایڈیشن اردو لغت بورڈ، کراچی نے ڈاکٹر بیگم شائستہ اکرام اللہ کے مقدمے اور فرہنگ کے ساتھ ویسٹ پاک پبلشنگ کمپنی، لاہور سے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا۔

۱۹۔ رسوم دہلی، مؤلف فرہنگ آصفیہ مولوی سید احمد دہلوی کی تصنیف ہے، جسے ترقی اردو بورڈ نے مرتب کر کے اردو اکیڈمی (سندھ)، کراچی سے ۱۹۶۲ء میں شائع کیا۔ اس میں اصل کتاب کے ساتھ، مؤلف کی حیات وسیرت پر سید یوسف بخاری کا ایک مقدمہ اور فرہنگ بھی شامل ہے۔

۲۰۔ منتخب الحکایات، مولوی نذیر احمد دہلوی کی ایک کم یاب تصنیف تھی، جسے جناب شاہد احمد دہلوی نے مع مقدمہ وفرہنگ مرتب کیا اور بورڈ نے ملک دین محمد اینڈ سنز، لاہور کی وساطت سے اسے پاکستان میں پہلی مرتبہ شائع کیا۔

۲۱۔ ۱۹۶۳ء میں اردو کی پہلی کتاب کے عنوان سے بورڈ کے زیر اہتمام مولانا محمد حسین آزاد کی درسی کتب کا سلسلہ شائع کیا گیا ہے جسے ڈاکٹر اسلم فرخی نے مرتب کیا ہے۔ اس میں اردو کی پہلی کتاب، اردو کی دوسری کتاب، اردو کی تیسری کتاب اور ردو کی چوتھی کتاب کے علاوہ جناب ممتاز حسن کا پیش لفظ اور ڈاکٹر اسلم فرخی کا مقدمہ بھی شامل ہے۔

۲۲۔ پھول، ۱۹۰۹ء سے ۱۹۵۷ء تک جاری رہنے والے بچوں کے معروف رسالے کی ۴۵ سال کی جلدوں کا انتخاب ہے، جسے ۱۹۶۳ء میں غلام عباس نے ترقی اردو بورڈ، کراچی کے لیے مرتب کیا ہے۔ اس انتخاب میں سید احمد شاہ پطرس بخاری، خواجہ حسن نظامی، مولانا عبدالمجید سالک، مرزا عظیم بیگ چغتائی، امتیاز علی تاج، شوکت تھانوی، نذر سجاد حیدر، قرۃ العین حیدر، اختر شیرانی، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، حامد حسن قادری، چراغ حسن حسرت، ابوالاثر حفیظ جالندھری، مجید لاہوری، احمد ندیم قاسمی، قیوم نظر سمیت دیگر اہل قلم کی تحریریں شامل ہیں۔

۲۳۔ خاور نامہ، رستمی بیجاپوری کی ایک ضخیم مثنوی ہے جو ۲۴ ہزار ابیات پر مشتمل اردو کی پہلی رزمیہ مثنوی تسلیم کی جاتی ہے۔ اس نادر مثنوی کا وحید نسخہ انڈیا آفس کے کتب خانے میں تھا جس کو مد نظر رکھ کر جناب چاند حسین شیخ نے اسے مرتب کیا اور ترقیٔ اردو بورڈ، کراچی نے اسے پہلی بار ۱۹۶۸ء میں شائع کیا۔ کتاب کا پیش لفظ جناب ممتاز حسن نے تحریر کیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں تصاویر بھی شامل کی گئی ہیں۔

۲۴۔ ڈاکٹر آغا افتخار حسین نے اپنے زمانۂ قیام پیرس میں پیرس کے مختلف کتب خانوں کے اردو، سندھی اور پنجابی کے مخطوطات کو دیکھ کر ایک فہرست مع حواشی مفید مرتب کی تھی، جسے بورڈ نے جناب ممتاز حسن کے پیش لفظ اور ڈاکٹر آغا افتخار حسین کے عالمانہ مقدمے کے ساتھ نہایت اہتمام سے ۱۹۶۷ء میں طبع کیا ہے۔ اس کتاب میں اردو کی سب سے قدیم لغت کے موضوع پر آغا صاحب کا ایک مقالہ بھی شامل ہے، جس میں لغت کے مؤلف کے حالات زندگی بھی تحریر کیے گئے ہیں۔

۲۵۔ ترکی ۔اردو لغت جامعہ کراچی کے شعبۂ تاریخ اسلامی کے استاد ڈاکٹر محمد صابر نے ۱۹۶۸ء میں مرتب کی جو چھے سو صفحات پر مشتمل ہے۔

۲۶۔ مقالات اختر ۱۹۷۱ء میں منظر عام پر آئی۔ یہ قاضی احمد میاں اختر جونا گڑھی کے تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے، جس کا دیباچہ جناب ممتاز حسن نے تحریر کیا ہے۔ اس کتاب میں ''شبلی کی فارسی شاعری''، ''شعرائے عجم کی عربی شاعری''، ''ملا عبد القادر بدایونی سحابی نجفی''، ''مثنوی آشوب ہندوستان''، ''ابوالاعلیٰ معری اور خیام''، ''حیات نظامی گنجوی''، ''امیر خسرو اور تصوف''، ''سندھ کا فارسی ادب''، ''دیوان میر رضی''، ''فردوسی کا بزمیہ کلام''، ''فتوح السلاطین'' اور دیگر مضامین شامل ہیں۔

۲۷۔ اردو نامہ اردو لغت بورڈ کا سہ ماہی مجلہ ہے جس کا اجرا اگست ۱۹۶۰ء میں شان الحق حقی کی زیر ادارت عمل میں آیا۔ ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۷ء تک اس کے ۵۴ شمارے شائع ہوئے۔ جناب مصباح العثمان نے ۱۹۷۷ء تک کے شماروں کا ایک مفصل اشاریہ ترتیب دیا ہے، جسے پاکستان کے جشن زریں (۱۹۹۷ء) کے موقعے پر اردو لغت بورڈ کے زیر اہتمام اشاریہ 'اردو نامہ کے عنوان سے شائع کیا گیا۔ اب ۲۰۱۷ء میں اس کا پچپنواں شمارہ شائع ہو گیا ہے، جو شان الحق حقی کی پیدائش کے صد سالہ جشن (۱۹۱۷ء۔۲۰۱۷ء) کے موقع پر شائع ہونے والا ایک خصوصی شمارہ ہے۔ تاہم اشاریہ اردو نامہ میں اس آخری شمارے کا اشاریہ شامل نہیں ہے۔

۲۸۔ میٹھی کہانیاں ابو تمیم فرید آبادی نے اردو لغت بورڈ کے زیر اہتمام بچوں کے لیے مرتب کی تھی، جو پانچ حصوں میں منقسم ہے۔

۲۹۔ تاریخی کہانیاں بھی ابو تمیم فرید آبادی نے بچوں کے لیے مرتب کی، جنھیں چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۳۰۔ باغ و بہار میر امن دہلوی کی تصنیف ہے۔ اسے معروف نقاد پروفیسر ممتاز حسین نے ڈنکن فاربس کے مستند نسخے (مطبوعہ ۱۸۴۷ء) کی مدد سے مرتب کیا ہے۔ اس کتاب کے آغاز میں مرتب کا عالمانہ مقدمہ اور آخر میں مشکل الفاظ و محاورات کی فرہنگ

بھی شامل ہے جس کی وجہ سے اس نسخے کی افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

۳۱۔ مرقع شعرا، تصویری البم کی طرز پر تیار کردہ، میر تقی میرؔ اور ان کے معاصر شعرا کا تذکرہ ہے جو ڈاکٹر رام بابو سکسینہ نے مولانا ابوالکلام آزاد کے پیش لفظ کے ساتھ مرتب کیا ہے۔ یہ ایک نامکمل تذکرہ ہے جس کے ابتدائی اور اختتامی اوراق ضائع ہو چکے ہیں اب یہ صرف دس قدیم شاعروں کے حالات وکلام کے علاوہ ان کی رنگین و مستند تصاویر پر مشتمل ہے، جن میں رائے جسونت سنگھ پروانہؔ لکھنوی، رائے ٹیکارام تسلیؔ لکھنوی، جعفر علی حسرتؔ دہلوی (استاد جرأت)، میر ضیاء الدین ضیاؔ دہلوی، مکند لال (فدائی بیگ) فدویؔ لاہوری، دلوالی سنگھ (محمد حسن) قتیلؔ فرید آبادی، غلام ہمدانی مصحفیؔ امروہوی، کرپادیال سکسینہ عرف کنور سین مضطرؔ لکھنوی، مرزا جان جان مظہرؔ دہلوی اور میر محمد تقی میرؔ شامل ہیں۔

۳۲۔ اردو میں سائنسی ادب (جلد اول) ۱۵۹۱ء سے ۱۹۰۰ء تک اردو زبان میں سائنسی کتابوں کا معلوماتی اور تحقیقی تذکرہ ہے جسے خواجہ حمید الدین شاہد نے تصنیف کیا ہے۔

۳۳۔ مثنویات میرؔ بخط میرؔ ڈاکٹر رام بابو سکسینہ کی مرتب کردہ ہے، جس کے ذریعے میرؔ کی مثنویات کی میرؔ کے خط میں عکسی طباعت کو ممکن بنایا گیا ہے اور رنگین تصاویر بھی شائع کی گئی ہیں۔ اس کے آغاز میں مولانا ابوالکلام آزاد کا پیش لفظ شامل ہے جو کتاب کے وقار میں اضافہ کرتا ہے۔

۳۴۔ مرزا نسیم بیگ، "اردو ڈکشنری بورڈ: ایک اہم علمی ادارے کا تعارف" مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد (مارچ ۲۰۰۱ء)، ص ۱۰۔

۳۵۔ مرزا نسیم بیگ، "اردو ڈکشنری بورڈ۔ ایک جائزہ" مشمولہ اردو لغت (یادگاری مضامین)، ص ۲۱۰۔

۳۶۔ شاہد الدین ضمیر، راقم الحروف سے ٹیلی فونی گفتگو، مؤرخہ ۷، جولائی ۲۰۱۷ء۔

۳۷۔ "جوش ملیح آبادی یادگاری کتب خانہ"، http://www.udb.gov.pk/Kutub_khana.php، تاریخ ملاحظہ: ۱۲، جون ۲۰۱۷ء۔

۳۸۔ شاہد الدین ضمیر، راقم الحروف سے ٹیلی فونی گفتگو، مؤرخہ ۷، جولائی ۲۰۱۷ء۔

۳۹۔ ابو عائشہ (Abu Ayesha)، "A Monumental Achievement" مشمولہ اردو لغت (یادگاری مضامین)، ص ۹ (حصہ انگریزی)۔

۴۰۔ شاہد ضمیر، ڈاکٹر، راقم الحروف سے ٹیلی فونی گفتگو، مؤرخہ ۷، جولائی ۲۰۱۷ء۔

۴۱۔ عقیل عباس جعفری، http://www.bbc.com/urdu/entertainment-38831484، تاریخ ملاحظہ: ۲۵، مئی ۲۰۱۷ء۔

۴۲۔ ایضاً۔

۴۳۔ عقیل عباس جعفری، انٹرویو از سجاد پرویز، http://www.humsub.com.pk/65495/sajjad-pervez/، تاریخ ملاحظہ: ۲۵، مئی ۲۰۱۷ء۔

۴۴۔ عقیل عباس جعفری،http://www.bbc.com/urdu/entertainment-38831484،تاریخ ملاحظہ:۲۵مئی ۲۰۱۷ء۔

۴۵۔ اردو نامہ کراچی، خصوصی شمارہ، سلسلہ نمبر ۵۵(۲۰۱۷ء)، سرورق۔

۴۶۔ آر۔آر۔کے۔ہارٹ مین اور گریگری جیمز (R.R.K.Hartmann and Gregory James)،*Dictionary of Lexicography*،ص۸۳۔

۴۷۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*،ص۶۔

۴۸۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ(Henning Bergenholtz and Sven Tarp)،*Manual of Specialised Lexicography*(ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی،۱۹۹۵ء)،ص۹۹۔

۴۹۔ بو سونسن(Bo Svensen)،*A Handbook of Lexicography*،ص۹۳۔
بوسونسن کی اسی توجیہ اور لفظ 'لیما'(Lemma)کی کاملیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے راقمہ نے بھی اکثر مقامات پر 'راس لفظ' (head word)کے بجائے 'لیما' ہی استعمال کیا ہے۔

۵۰۔ پیٹرک ہینکس(Patrick Hanks)،*Compiling a Monolingual Dictionary for Native Speakers*(جمہوریہ چیک: چارلس یونی ورسٹی،۲۰۰۹ء)،ص۵۸۴۔۵۸۵۔

۵۱۔ بو سونسن(Bo Svensen)،*A Handbook of Lexicography*،ص۳۷۔

۵۲۔ جان سنکلیئر(John Sinclair)،"Corpora for Lexicography"مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography* مرتبہ پیٹ وان سٹرکن برگ(ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی،۲۰۰۳ء)، ص۱۶۷۔

۵۳۔ ایضاً۔

۵۴۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ(Henning Bergenholtz and Sven Tarp)،*Manual of Specialised Lexicography*،ص۱۵۔

۵۵۔ ایضاً،ص۱۰۴۔

۵۶۔ بو سونسن(Bo Svensen)،*A Handbook of Lexicography*،ص۱۰۵۔

۵۷۔ ایضاً۔

۵۸۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ(Henning Bergenholtz and Sven Tarp)،*Manual of Specialised Lexicography*،ص۱۰۴۔

۵۹۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص۲۔

۶۰۔ نذیر آزاد، ڈاکٹر، لغت نگاری: اصول و قواعد (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۲ء)، ص۴۴۔

۶۱۔ ایضاً، ص۴۶۔

۶۲۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)، "Lexicology" مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*، ص۷۔

۶۳۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص۲۔

۶۴۔ بو سونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص۹۶۔

۶۵۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص۳۔

۶۶۔ ایضاً۔

۶۷۔ بو سونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص۱۰۹۔

۶۸۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص۱۰۱۔

۶۹۔ بو سونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص ۱۰۹۔

۷۰۔ ایضاً۔

۷۱۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص۱۰۲۔

۷۲۔ ایضاً۔

۷۳۔ بو سونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص۱۱۶۔

۷۴۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص۱۰۲۔

۷۵۔ بو سونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص۱۱۷۔

۷۶۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ(Henning Bergenholtz and Sven Tarp)، *Manual of Specialised Lexicography*، ص۱۳۵۔

۷۷۔ فیرینس کیفر اور پیٹ وین سٹر کن برگ(Ferenc Kiefer and Piet Van Sterkenburg)، "Design and Production of Monolingual Dictionaries" مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ص۳۵۴۔

۷۸۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص۱۰۳۔

۷۹۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)، "Lexicology" مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*، ص۶۔

۸۰۔ فیرینس کیفر اور پیٹ وین سٹر کن برگ(Ferenc Kiefer and Piet Van Sterkenburg)،

"Design and Production of Monolingual Dictionaries" ، ص ۳۵۴۔

۸۱۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون تارپ (Henning Bergenholtz and Sven Tarp)، *Manual of Specialised Lexicography*، ص ۱۱۲۔

۸۲۔ ہاورڈ جیکسن (Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص ۷۔

بو سونسن (Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص ۱۳۷۔۱۴۰۔

۸۳۔ فیرینس کیفر اور پیٹ وین سٹر کن برگ (Ferenc Kiefer and Piet Van Sterkenburg)، "Design and Production of Monolingual Dictionaries"، ص ۳۵۴۔۳۵۵۔

۸۴۔ ایم۔ اے۔ کے۔ ہیلیڈے (M.A.K.Halliday)، "Lexicology" مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*، ص ۶۔

۸۵۔ ہاورڈ جیکسن (Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص ۱۰۸۔

۸۶۔ ان کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

ہاورڈ جیکسن (Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص ۱۰۹۔۱۱۵۔

۸۷۔ نذیر آزاد، ڈاکٹر، لغت نگاری: اصول و قواعد، ص ۸۵۔

۸۸۔ نذیر آزاد، ''اردو لغت نگاری کے مسائل'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ص ۳۴۵۔

۸۹۔ علی جواد زیدی، ''اردو لغت کی جدید تدوین'' مشمولہ اردو لغات: اصول اور تنقید، ص ۲۸۔

۹۰۔ نذیر آزاد، ''اردو لغت نگاری کے مسائل'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ص ۳۴۵۔

۹۱۔ ایضاً، ص ۳۴۶۔

۹۲۔ نذیر آزاد، ڈاکٹر، لغت نگاری: اصول و قواعد، ص ۸۴۔۸۵۔

۹۳۔ ایضاً، ص ۸۳۔

۹۴۔ ہاورڈ جیکسن (Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص ۸۶۔

۹۵۔ ایضاً، ص ۱۵۔

۹۶۔ ایضاً، ص ۹۴۔

۹۷۔ بو سونسن (Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص ۲۱۴۔

۹۸۔ ڈرک جیرارٹس (Dirk Geeraerts)، "Meaning and Definition" مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ص ۹۱۔

۹۹۔ ہاورڈ جیکسن (Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص ۱۵۔

۱۰۰۔ ایضاً، ص ۹۲۔

۱۰۱۔ ایضاً۔

۱۰۲۔ ایضاً۔

۱۰۳۔ کولن ییلپ(Colin Yallop)،"Words and Meaning"مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*،ص۲۴۔

۱۰۴۔ بو سونسن(Bo Svensen)، *Practical Lexicography:Principles and Methods of Dictionary Making*(او کسفرڈ:او کسفرڈ یونی ورسٹی پریس،۱۹۹۳ء)،ص۱۲۶۔

۱۰۵۔ فیرینس کیفر اور پیٹ وین سٹر کن برگ(Ferenc Kiefer and Piet Van Sterkenburg)، "Design and Production of Monolingual Dictionaries"،ص۳۵۷۔

۱۰۶۔ ایضاً،ص۳۵۸۔

۱۰۷۔ ایم۔اے۔کے۔ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)،"Lexicology"مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*،ص۷۔

۱۰۸۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ(Henning Bergenholtz and Sven Tarp)، *Manual of Specialised Lexicography*،ص۱۳۹۔

۱۰۹۔ مکمل تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

بو سونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*،ص۲۸۱۔۲۸۲۔

۱۱۰۔ ہیننگ برگن ہولٹز اور سون ٹارپ(Henning Bergenholtz and Sven Tarp)، *Manual of Specialised Lexicography*،ص۱۳۹۔

۱۱۱۔ ایضاً۔

۱۱۲۔ اینا فرینکن برگ۔گارشیا(Ana Frankenberg-Garcia)، "Learners' Use of Corpus Examples"مشمولہ *International Journal of Lexicography*(جون ۲۰۱۲ء)، ص۲۷۳۔۲۹۶۔

۱۱۳۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*،ص۱۱۷۔

۱۱۴۔ بو سونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*،ص۳۳۳۔

۱۱۵۔ نکولین وین ڈیر سجیس(Nicoline Van Der Sijs)، "The Codification of Etymological Information"مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*،ص۳۱۳۔

۱۱۶۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص۱۲۶۔

۱۱۷۔ کولن یلپ(Colin Yallop)، "Words and Meaning" مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*، ص ۳۲۔

۱۱۸۔ نکولین وین ڈیر سجیس(Nicoline Van Der Sijs)، "The Codification of Etymological Information" مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ص ۳۱۲۔

۱۱۹۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:

نکولین وین ڈیر سجیس(Nicoline Van Der Sijs)، "The Codification of Etymological Information" مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ص ۳۱۲۔

ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص ۱۲۶۔

بوسونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص ۳۳۴۔

۱۲۰۔ نکولین وین ڈیر سجیس(Nicoline Van Der Sijs)، "The Codification of Etymological Information" مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*، ص ۳۱۲۔

۱۲۱۔ بوسونسن(Bo Svensen)، *A Handbook of Lexicography*، ص ۳۳۳۔۳۳۴۔

۱۲۲۔ ایضاً، ص ۳۳۹۔

۱۲۳۔ کولن یلپ(Colin Yallop)، "Words and Meaning" مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*، ص ۳۳۔

۱۲۴۔ ایضاً، ص ۳۶۔

۱۲۵۔ ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، *Lexicography:An Introduction*، ص ۱۲۶۔۱۲۷۔

۱۲۶۔ ایضاً، ص ۱۱۷۔

۱۲۷۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)، ''اصول ترتیب و تسوید محیط اردو'' مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات (کراچی: محیط اردو پریس، ۱۹۸۸ء)، ص ۲۔

۱۲۸۔ ایضاً، ص ۴۔۵۔

۱۲۹۔ ایضاً، ص ۶۔

۱۳۰۔ ایضاً، ص ۱۱۔

۱۳۱۔ ایضاً۔

۱۳۲۔ ایضاً،ص۵۔۶۔

۱۳۳۔ نسیم امروہوی،"کچھ اس لغت کے باب میں"مشمولہ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلداول(کراچی:ترقیِ اردو بورڈ،۱۹۷۷ء)،ص ذ۔

۱۳۴۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)، ' 'اصول ترتیب وتسوید محیط اردو"مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات،ص۲۔

۱۳۵۔ ایضاً،ص۶۔۷۔

۱۳۶۔ ایضاً،ص۶۔

۱۳۷۔ ایضاً،ص۱۳۔

۱۳۸۔ ایضاً،ص۶۔

۱۳۹۔ ترقیِ اردو بورڈ(مرتب)،نمونۂ لغات اردو(کراچی:ریپلیکا،۱۹۶۱ء)،ص نمبر ندارد۔

۱۴۰۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)،"اصول ترتیب وتسوید محیط اردو"مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات،ص۱۵۔

۱۴۱۔ ایضاً،ص۱۰۔

۱۴۲۔ ایضاً،ص۱۱۔

۱۴۳۔ ایضاً،ص۱۲۔

۱۴۴۔ ترقیِ اردو بورڈ(مرتب)،نمونۂ لغات اردو،ص نمبر ندارد۔

۱۴۵۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)،"اصول ترتیب وتسوید محیط اردو" مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات،ص۸۔

۱۴۶۔ ترقیِ اردو بورڈ(مرتب)،نمونۂ لغات اردو،ص نمبر ندارد

۱۴۷۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)،"اصول ترتیب وتسوید محیط اردو"مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات،ص۱۲

۱۴۸۔ نسیم امروہوی،"کچھ اس لغت کے باب میں"مشمولہ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلداول،ص الف الف۔

۱۴۹۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)، ' 'اصول ترتیب وتسوید محیط اردو" مشمولہ اصول ترتیب وتسوید اردو لغت مع توضیحات،ص۱۱۔۱۲۔

۱۵۰۔ ایضاً،ص۸۔

۱۵۱۔ ایضاً،ص۶۔

۱۵۲۔ نسیم امروہوی،"کچھ اس لغت کے باب میں"مشمولہ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلداول،ص ظ۔

۱۵۳۔ اردو لغت بورڈ (مرتب)، ''اصول ترتیب و تسوید محیط اردو'' مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص ۱۲۔

۱۵۴۔ ایضاً، ص ۵۔

۱۵۵۔ ایضاً، ص ۱۲۔

۱۵۶۔ ایضاً، ص ۵۔

۱۵۷۔ نسیم امروہوی، ''کچھ اس لغت کے باب میں'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص الف الف۔

۱۵۸۔ اردو لغت بورڈ (مرتب)، ''اصول ترتیب و تسوید محیط اردو'' مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص ۱۱۔

۱۵۹۔ ایضاً، ص ۱۲۔

۱۶۰۔ ایضاً، ص ۸۔

۱۶۱۔ نسیم امروہوی، ''کچھ اس لغت کے باب میں'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص الف الف۔

۱۶۲۔ ترقی اردو بورڈ (مرتب)، نمونۂ لغات اردو، ص نمبر ندارد۔

۱۶۳۔ اردو لغت بورڈ (مرتب)، ''اصول ترتیب و تسوید محیط اردو'' مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص ۱۲۔

۱۶۴۔ ایضاً، ص ۵۔

۱۶۵۔ ایضاً، ص ۱۲۔

۱۶۶۔ ایضاً، ص ۱۰۔

باب سوم:

اردولغت(تاریخی اصول پر)
(جلد ۱تا۲۲) کے اندراجات کا تنقیدی محاکمہ:
جدید اصولِ لغت کی روشنی میں

باب سوم:

اردولغت(تاریخی اصول پر)(جلد ۱تا۲۲) کے اندراجات
کا تنقیدی محاکمہ: جدید اُصول لغت کی روشنی میں

گذشتہ باب میں اردو لغت بورڈ، کراچی کی مختصر تاریخ و تفصیل بیان کرنے کے بعد اولاً لغت نویسی کے جدید ترین اصول بیان کیے گئے اور بعد ازاں اردو لغت بورڈ کے اپنے وضع کردہ اصولوں کی تفصیل بھی مہیا کی گئی۔اب زیر نظر باب میں انھی اصولوں کی روشنی میں اردو لغت(تاریخی اصول پر) کی جلد ۱تا۲۲ کے اندراجات کا تنقیدی محاکمہ کرنے کے دوران اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ اردو لغت بورڈ نے ۵۲ سال کے عرصے میں مدون ہونے والی اردو زبان و ادب کی اس ضخیم لغت کی ترتیب و تدوین میں جدید اصول لغت کے علاوہ اپنے وضع کردہ اصولوں سے بھی کس حد تک استفادہ کیا ہے؟ اور کیا ان اصولوں کی پابندی اردو لغت بورڈ کے مختلف صدور کے ادوار میں مرتب ہونے والی تمام لغات میں یکساں طور پر نظر آتی ہے یا ان میں کسی حد تک کمی بیشی ہے؟ لیکن ہر دو مقاصد کے لیے اردو لغت(تاریخی اصول پر) کے مشمولات میں اس کے اندراجات، ان کی ترتیب، املا، تلفظ، قواعدی حیثیت اور تذکیر و تانیث کا تجزیہ کرنا ضروری ہے، جسے ذیل کی سطور میں موضوعِ بحث لایا گیا ہے:

۱-۳ اندراجات کی نوعیت اور اقسام:

جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے کہ چوں کہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) انگریزی کی معروف تاریخی لغت اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری(Oxford English Dictionary) کی طرز پر ترتیب دی گئی ہے اس لیے اس میں اردو زبان و ادب کے تمام الفاظ سمونے کی حتی المقدور سعی کی گئی ہے اور متداول، متروک، نادر الاستعمال، عوامی، سوقیانہ اور عریاں مفردات و مرکبات، سابقے، لاحقے، فقرات، اقوال، منتخب اعلام، تلمیحات، اصطلاحاتِ علوم و فنون، محاورات، ضرب الامثال، مقولے اور کہاوتیں درج کی گئی ہیں۔نہ صرف دوسری زبانوں کے ایسے مفردات و مرکبات کو، جو اردو زبان میں دخیل ہیں یا کسی اور عہد میں ان کا رواج تھا اور اس رواج کی بنا پر وہ اردو تصانیف میں بھی در آئے ہیں، شامل کیا گیا ہے بل کہ ایسے مقامی الفاظ، جو کسی خاص خطے میں بولے جاتے ہیں، لیکن اردو زبان کے ادب میں برتے گئے ہیں اور اردو بول چال میں رواج پا چکے ہیں، انھیں بھی حتی الامکان داخل لغت کیا گیا ہے۔

لغت میں مفردات کی شکل اختیار کرنے والے مرکبات، مخففات، محاورات، ضرب الامثال، کہاوتوں اور فقرات کو بھی آزادانہ اندراجات کی حیثیت دی گئی ہے اور سابقوں اور لاحقوں کو بھی مستقل کلمات کے طور پر لغت میں شامل کیا گیا ہے۔ان تمام اندراجات کے سلسلے میں اس بات کا خیال ضرور رکھا گیا ہے کہ لغت نویسی کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے الفاظ اور اصطلاحات وضع کرنے سے گریز کیا جائے اور صرف وہی الفاظ درج کیے جائیں جو مختلف لغات اور علمی، ادبی اور

پیشہ ورانہ کتب میں موجود ہوں۔تاہم ان تمام تر احتیاطی تدابیر کے باوجود الفاظ واندراجات،ان کے اندراج اور نوعیت کی بابت کچھ تسامحات در آئے ہیں، جنھیں ذیل کی تفصیل کی مدد سے ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

اردو لغت(تاریخی اصول پر)ایک ضخیم لغت ہےاور اس کی ضخامت کا ایک واضح سبب اضافی لغات کا اندراج یا لغت کے اپنے طریقہ کار پر یکساں طور پر عمل پیرا نہ ہونا ہے۔ان اضافی اندراجات کا سب سے بڑا مظہر الفاظ کی تکرار ہے، مثلاً اگر لغت کے مطابق 'وِشنُ' اور 'وِشنو' ایک ہی ہیں تو ان کا اندراج بھی ایک ہی ساتھ کر کے ان کی وضاحت ایک بار درج کر دینی چاہیے، لیکن لغت میں 'وِشنُ' کے ذیل میں 'وِشنُ بھگوان' اور 'وِشن گیت' درج کر کے 'وشنو' کے تحتی اندراجات میں انھیں دوبارہ درج کیا گیا ہے۔[1]'ہات' کے ذیل میں درج کیے گئے اندراجات ،مثلاً 'ہات اُٹھانا/اوٹھانا'، 'ہات اوٹھنا'، 'ہات آجانا'، 'ہات باندھے کھڑا ہونا'، 'ہات پاؤں پھول جانا'،وغیرہ 'ہاتھ' کے تحتی اندراجات میں دوبارہ دیے گئے ہیں۔[2]'یک' کے اندراجات میں 'یک جان' ، 'یک جان دو قالب'، 'یک جائی'، 'یک جدی'، 'یک جہتی' وغیرہ کے اندراج کے بعد 'یکجان'، 'یکجان دو قالب'، 'یکجائی'، 'یکجدی'، 'یکجہتی' کی صورت دوبارہ شامل کیے گئے ہیں۔[3]اسی طرح 'میتھمیٹکس'، 'میتھیمیٹکس/میتھے میٹکس' اور 'میتھن' اور 'میتھین' ہم معنی ہونے کے باوجود علیٰحدہ علیٰحدہ درج کیے گئے ہیں[4]جو اسی قسم کے دیگر اندراجات کی طرح متبادل اشکال کے طور پر بھی درج ہو سکتے تھے۔

لغت میں دو الفاظ کے مجموعے بھی بہ طور لیما شامل ہیں حالاں کہ مرکبات میں اندراج نہ بھی کیا جائے تو بھی ان کے معنی واضح ہیں۔مزید برآں ان مرکبات کے اجزا کو نہ صرف مفردات کی صورت میں علیٰحدہ علیٰحدہ درج کیا گیا ہے بل کہ اکثر ان کے اشتقاق کے لیے بھی انھی مفردات کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے۔اس طریقہ کار سے محض لغات کی تکرار میں اضافہ ہوا ہے کیوں کہ لغت میں ایسے اندراجات کے استعمالات بھی واضح نہیں، مثلاً:

برادرِ حقیقی: برادر اعیانی[برادر+حقیقی(رک)][5]

تنگ بخت: بد بخت، مفلس[تنگ+بخت(رک)][6]

خلعت اُسقُفی: پادری یا اُسقُف کی عبا[خلعت+اُسقُف(رک)+ی لاحقہ صفت][7]

سخت مزاج: تند مزاج[سخت+مزاج(رک)][8]

صاحب لیاقت: قابل، لائق[صاحب+لیاقت(رک)][9]

مرقع تصویر: تصویروں کی کتاب[مرقع+تصویر(رک)][10]

من موہن پیارا: دلربا[من موہن+پیارا(رک)][11]

نیم رخ تصویر: کسی شخص کی ایسی تصویر جس میں صرف ایک طرف کا چہرہ دکھائی دے [نیم رخ+تصویر (رک)] [۱۲]

یاونی بھاشا: یامنی بھاشا، عربی [یاونی+بھاشا (رک)] [۱۳]

ایسے ہی اندراجات لگی بندھی تراکیب کی صورت میں بھی دکھائی دیتے ہیں جن کے متعلق مرتبین کا وضع کردہ اصول یہ ہے:

> لگی بندھی ترکیبیں جن سے مفردات کے معنی میں اضافہ ہوتا ہے، یا جن کے اجزائے ترکیب کا مفہوم علیٰحدہ علیٰحدہ یا ناقص ہے، انھیں اصل لفظ کے بعد تابعات کے طور پر درج کیا گیا ہے، جیسے: 'اب' کے تحت 'اب کے'، 'اب تب'، 'اب جب'، 'اب نہ تب'، 'اب آؤتو جاؤ کہاں' وغیرہ۔ [۱۴]

لیکن پھر بھی ایسے کئی تابعات شاملِ لغت ہیں، جو اس اصول کی نفی کرتے ہیں، مثلاً 'ہر' (بمعنی: کل کے کل، سب کے سب، تمام، سارے، سبھی، ایک ایک، فرداً فرداً) کے تحتی اندراجات دیکھیے:

ہر باب: ہر دروازہ، ہر صورت، ہر طرح

ہر باری: بار بار، ہر بار

ہر جاگا: ہر جا، ہر جگہ

ہر چہ: ہر چیز، جو کچھ

ہر دفعہ: ہر موقعے پر

ہر کسی سے: ہر ایک سے، ہر ایک آدمی سے، ہر کس و ناکس سے

ہر کسی کا/کی: ہر ایک کا، سب کا

ہر کسی کو: ہر ایک کو

ہر کسے: ہر کس

ہر کہ: ہر ایک، ہر وہ، ہر جو [۱۵]

یہاں واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے کہ درج بالا لغات سے نہ تو مفردات کے معنی میں اضافہ ہوا ہے اور نہ ہی ان اجزائے تراکیب کے مفاہیم علیٰحدہ علیٰحدہ ناقص ہیں بل کہ ان کی توضیحات میں بھی 'ہر' کا لفظ جوں کا توں موجود ہے۔ اسی طرح 'یا' بمعنی 'اس'، 'یہاں'، 'یہ' کے ذیلی اندراجات ملاحظہ کیجیے:

یاپر/تے/تیں/سوں: اس سے، یہاں سے

یاسے: اس سے

یاکا/کو/کُو: اس کا

یاکو/کو/کوں: اسے

یاکے: اس کے

یامہ/مَنہ/میں: اس میں[16]

اضافی اندراجات کے ذیل میں انتہائی ضروری تصریفی اشکال کے علاوہ لغویوں کی کئی غیر ضروری تصریفی اشکال یا مغیرہ صورتیں بھی آتی ہیں، مثلاً: 'س' کی تقطیع میں 'سلیکن'، 'سلیکان' اور 'سلیکون' کے بعد 'سلیکونز' (Silicons) بھی دیا گیا ہے۔[17] 'مسودہ' کی جمع میں 'مسودات'، 'مسودے' اور 'مسودہ جات' تینوں اشکال ملتی ہیں۔[18] یہی صورت حال 'مشکل'، 'مشکلات' 'مشکلوں' اور 'مشکلیں' کی بھی ہے،[19] لیکن زیادہ تشویش و تشکیک الفاظ کی ان تصریفی صورتوں کے متعلق ہے جنھیں بہ طور لغویہ تو درج کر دیا گیا ہے لیکن یا تو انھیں کسی مصنف نے اپنی تحریروں میں استعمال نہیں کیا یا پھر ان کے استعمال کی کوئی سند نہیں مل سکی یا وضع نہیں کی جا سکی۔ بالالفاظ دیگر مذکورہ بالا نوع کے لغویوں میں توضیحات کے علاوہ ان کے استعمالات سے متعلقکسی قسم کی معلومات درج نہیں کی گئیں، مثلاً:

بکرے: بکرا کی جمع اور مغیرہ حالت (ترکیب میں مستعمل)[20]

پالے: پالا (رک) کی مغیرہ صورت، تراکیب میں مستعمل[21]

جوڑے: جوڑا (رک) کی مغیرہ حالت یا جمع، تراکیب میں مستعمل[22]

چڑیوں: چڑیا (رک) کی جمع، تراکیب میں مستعمل[23]

خطرے: خطرا (رک) کی مغیرہ حالت یا جمع، تراکیب میں مستعمل[24]

ریٹ: درست، صحیح، سیدھا، Rightکا مخرب[25]

مشکیں: مشک (رک) کی جمع نیز مغیرہ حالت؛ تراکیب میں مستعمل[26]

ملائیاں: ملائی کی جمع، بالائیاں؛ تراکیب میں مستعمل[27]

نیمچھاور: نچھاور کا بگاڑ[28]

یام: ایام کا مخرب[29]

ان کے علاوہ ایسے ہی اندراجات اور بھی ہیں جن کے استعمال کی کوئی سند نہیں ملتی جب کہ بورڈ کا اُصول یہ تھا کہ کم از کم دو مصنفین نے اسے استعمال کیا ہو۔ اس بارے میں خود بورڈ کا بیان ملاحظہ کیجیے کہ لغت میں "دوسری زبانوں کے ایسے دخیل الفاظ، جو اردو بول چال میں رائج ہیں یا رائج تھے یا کم سے کم دو مصنفین نے اپنی تصانیف میں استعمال کیے ہیں" شامل ہیں[30] لیکن پھر بھی بورڈ کی لغت میں اس کا اہتمام نہیں ملتا سینکڑوں ایسے اندراجات ہیں جن کی ایک ہی مثال فراہم کی گئی ہے اور اس سے بھی زیادہ تعداد ایسے اندراجات کی ہے جن کے استعمال کی کوئی سند موجود نہیں اور نہ ہی اس ضمن میں بورڈ نے اپنی طرف سے امثال وضع کرنے کی کوشش کی ہے، مثلاً مختلف زبانوں سے مستعار لیے گئے اندراجات دیکھیے:

اَپ (انگریزی): ڈاؤن کی ضد[31]

بَچ (ہندی): بھارت میں جون پور کے راجپوتوں کی ایک ادنٰی ذات[32]

پاسا (فارسی): رخ، پہلو، طرف[33]

تامرسا (سنسکرت): سونا، تانبا، ایک وزن یا بحر[34]

جبر (عربی): بھاری، وزنی، بجھر[35]

سکاف (فارسی): موچی، کفش دوز، کفشگر[36]

مجھلا (سنسکرت): درمیانی، وسطی، مجھولا[37]

مشتکیٰ (عربی): شکوہ، گلہ[38]

نوشتہ (فارسی): تہہ کیا ہوا، لپیٹا ہوا[39]

یارہ گیر (فارسی): ٹیکس وصول کرنے والا[40]

ہیڈروسیل (انگریزی): ایک مرض کا نام[41]

یہ مختلف جلدوں کی مدد سے بنائی گئی ایسے الفاظ کی ایک نامکمل فہرست ہے، جو اپنے استعمال کی کوئی بھی مثال نہ ہونے کی وجہ سے اردو زبان میں دخیل ہونے پر سوالیہ نشان بن جاتے ہیں۔ مزید برآں تمام زبانوں کے حوالے سے دیکھا جائے تو یہ صورت حال زیادہ تر سنسکرت اندراجات کے سلسلے میں پائی جاتی ہے اور ان میں سے بھی بیش تر اندراجات پلیٹس کی لغت سے لیے گئے ہیں۔ یہاں لغت نویس کے لیے اس امر کی احتیاط ضروری تھی کہ پلیٹس کی لغت کا نام A Dictionary of Urdu,Classical Hindi and English ہے۔ اس کے نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں اردو اور ہندی کو الگ الگ زبانوں کی حیثیت دی گئی ہے۔ للذا اگر ان میں سے ایسے سنسکرت الفاظ کا اندراج ضروری تھا جو اردو میں مندرج

ہیں تو ان کے استعمال کی سند موجود ہونی چاہیے تھی، مثلاً اسی لغت کے یہ اندراجات دیکھیے جو سنسکرت کے ہیں لیکن اردو زبان وادب کی کتب میں کہیں نہ کہیں مستعمل ہیں:

بِراج: قلی قطب شاہ کے ہاں استعمال ہوا ہے۔[42]

چَند: کدم راؤ پدم راؤ اور کلیات سراج میں موجود ہے۔[43]

رَجت: قصۂ مہر افروز و دلبر میں اس کا ذکر ملتا ہے۔[44]

سیناپت/سیناپتی: دربارِ اکبری اور پریم ساگر سے لیا گیا ہے۔[45]

مڑوا: جام جہاں نما سے اخذ کردہ ہے۔[46]

مکر: طلسم فصاحت اور سیر افلاک میں مستعمل ہے۔[47]

مورچھا: بیتال پچیسی میں شامل ہے۔[48]

ویدک: چراغ دہلی اور چند ہم عصر میں ملتا ہے۔[49]

یوگیہ: آریہ سنگیت راماین اور سودائی میں استعمال کیا گیا ہے۔[50]

چناں چہ یہی کوشش باقی الفاظ کے ضمن میں بھی ہونی چاہیے تھی، لیکن پلیٹس کی لغت کے بیش تر اندراجات کے لیے یہ اہتمام موجود نہیں ہے۔

اضافی اندراج کی ایک اور صورت بھی نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ لغت میں 'سِلاخ' کا اندراج کرنے کے بعد اس کے معنی فلاحۃ النخل سے لیتے ہوئے لکھا ہے:

> جس درخت خرما کے سبز پھل جھڑ گئے ہوں اور وہ ننگارہ گیا ہو، اس کا نام عربوں نے سلاخ رکھا ہے۔[51]

'کیندھو' (بمعنی آبنوس) درج کرنے کے بعد اس کی مثال یوں دی گئی ہے:

> انگریزی میں اسے ابونی (Ebony) اور ہندی میں کیندھو، کھندا کہتے ہیں۔[52]

'جنگلی پکون' کی مثال ہے:

> انڈین ایپکا کیوانا جس کو ہندی میں جنگلی پکون یا انت مول کہتے ہیں۔[53]

جب کہ 'دال چینی' کے ذیل میں لکھا ہے:

> دار چینی۔۔۔ کو مارواڑی اور ہندی اور پنجابی میں دال چینی کہتے ہیں۔[54]

درج بالا معنی یا اسناد کے علاوہ ان لغات کی اور کوئی مثال شامل لغت نہیں۔ اس بنا پر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر یہ الفاظ عربی یا ہندی میں مستعمل ہیں اور ان کے دیگر مترادفات بھی ہندی، مارواڑی، پنجابی یا انگریزی کے ہیں تو پھر ان کا اندراج اردو لغت میں کس بنا پر کیا گیا ہے؟

اردو لغت(تاریخی اصول پر) میں بہ حوالۂ اندراجات بعض اوقات یہ صورت حال بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ الفاظ و مرکبات کی امثال تو موجود ہیں لیکن اندراج میں ان کا کوئی ذکر نہیں۔ مثال کے طور پر اب کے ذیلی اندراجات میں ایک کلمہ 'اب بتا(ؤ)' کے اندراج سے ملتا ہے جس کے لیے 'اب بتا' اور 'اب بتاؤ' کی امثال تو ملتی ہی ہیں لیکن دو امثال میں 'اب بتایئے' بھی ملتا ہے، مثلاً:

اب بتایئے کہ ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ (ماسٹر رام چندر، ص ۱۲۹)
اب آپ ہی بتایئے نوع انسان کے مختلف پیشہ وروں کی تصویریں نہ کھینچے تو پھر وہ
کس کی کھینچے۔ (وہی، ص ۲۷)[۵۵]

یا تو اندراج کے طور پر 'اب بتا' ہی لکھ دینا کافی تھا یا پھر لغت کے اپنے وضع کردہ طریقہ کار کے مطابق 'اب بتا/ؤ/یئے' تینوں متبادل اشکال درج ہونی چاہیے تھیں، پر ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح 'ہ' کی تقطیع میں 'ہپ' کے اندراج میں یہ مثال دی گئی ہے:

گوری نے اپنی ہپ پاکٹ سے دو تڑی مڑی سگرٹیں نکالیں اور بولی۔ (گناہ کی
مزدوری، ۱۶۵)[۵۶]

یہ مثال 'ہپ پاکٹ' کی ہے۔ جب 'ہپ پاکٹ' کا اندراج الگ سے موجود ہے تو اسے 'ہپ' کے ذیل میں درج نہیں کیا جانا چاہیے تھا۔

کبھی اس کے برعکس صورت حال بھی دکھائی دیتی ہے مثال کے طور پر جلد اول کا ایک اندراج 'اب بھی کچھ نہیں بگڑا/گیا'[۵۷] ہے۔ اندراج سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقرہ اردو زبان میں دو صورتوں میں مستعمل ہے لیکن مثال صرف 'اب بھی کچھ نہیں گیا' کی دی گئی ہے۔ 'اب بھی کچھ نہیں بگڑا' کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ 'اب نہ تب/جب'[۵۸] میں 'اب نہ تب' کے استعمال کی سند تو ہے لیکن 'اب نہ جب' کی نہیں ہے۔ ایسی ہی کچھ اور امثال درج ذیل جدول میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

نمبر شمار	اندراج	امثلہ کی تفصیل
۱	اپنا نام بدل دوں/دیں/ڈالوں/ڈالیں[۵۹]	امیر اللغات سے نقل کردہ صرف '۔۔۔ ڈالیں' کی مثال دی گئی ہے۔

۲	آنکھوں میں تکلے بھونکنا/چبھونا/دینا/کرنا/گھونپنا[۶۰]	ان میں سے صرف '۔۔۔دینا' اور '۔۔۔چبھونا' کی امثال ہیں۔
۳	باہمد گر/باہمدیگر[۶۱]	صرف 'باہمد گر' کی مثال ہے۔
۴	پیر میخانہ/میکدہ[۶۲]	'پیر میکدہ' کی مثال درج نہیں۔
۵	جان غضب میں آنا/پڑنا/ہونا[۶۳]	'جان غضب میں آنا/ہونا' کی امثال نہیں ہیں۔
۶	زائچہ/زایچہ[۶۴]	'زایچہ' کی مثال موجود نہیں۔
۷	منگورا/منگوڑا[۶۵]	'منگورا' کی مثال نہیں ہے۔
۸	منہ اُجالا/اوجالا/اونجالا ہونا[۶۶]	صرف 'مونھ اوجالا' کی مثال درج کی گئی ہے باقی دونوں متبادل اشکال موجود نہیں ہیں۔
۹	نام ٹھہرالینا/ٹہرانا/ٹھیرالینا[۶۷]	صرف 'ٹھیرالینا' کی مثال دی گئی ہے باقیوں کی اسناد نہیں ہیں۔
۱۰	ہاتھ جھاڑ کر/کے بیٹھ جانا/بیٹھ رہنا[۶۸]	'ہاتھ جھاڑ کے بیٹھ جانا' کی مثال نہیں ہے۔
۱۱	ہِمّت/ہِمنت[۶۹]	صرف 'ہِمنت' کی مثال دی ہے۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ وہ اندراجات جن کی امثال درج نہیں ان کے اردو زبان میں مستعمل ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ اور اگر متبادلات کو بھی درج کردہ ایک ہی مثال کی بنا پر تسلیم کر بھی لیا جائے تو ان اندراجات کا کیا کیا جائے جن کی متبادل اشکال دینے کے باوجود ایک کی بھی مثال درج نہیں کی گئی؟ مثلاً:

اپنا قلم شجرہ رکھ چھوڑو/سنبھالو/لو[۷۰]

تربھنگ/تربھنگا[۷۱]

ٹنگاو/ٹنگاؤ[۷۲]

ڈھڈورنا/ڈھڈھورنا[۷۳]

رونوا/رونواں [۷۴]

سَرَٹ / سرٹی [۷۵]

عالم پھر جانا/ پھرنا [۷۶]

کٹ بند/ بندھ / بندھن [۷۷]

گبروتا/ گبروٹا [۷۸]

مرگ شرا/ شراہ [۷۹]

مل دَل دینا/ ڈالنا [۸۰]

ہُچ ہو جانا/ ہونا [۸۱]

ہلگی / ہلگے [۸۲]

لغت میں بیش تر اندراجات ایک ہی لغت، ماخذ یا کتاب سے لیے گئے ہیں، مثلاً:

نمبر شمار	اندراج	معنی	ماخذ
۱	التعاب [۸۳]	کھیلنا کودنا	جامع اللغات
۲	پوسٹ باکس / بکس [۸۴]	ڈاک رکھنے کا صدوقچہ	شبد ساگر
۳	چانپی [۸۵]	چابی	پلیٹس کی لغت
۴	دنبال گرنا [۸۶]	پیچھا کرنا	قدیم اردو کی لغت
۵	عمود ڈالنا [۸۷]	کسی خط مستقیم پر عمود قائم کرنا	نور اللغات
۶	کج ابروئی [۸۸]	ابروؤں کا ٹیڑھا ہونا	جامع اللغات
۷	کیا قصہ لگایا ہے [۸۹]	کیوں مغز کھاتے ہو	دریائے لطافت
۸	مردہ شوئی [۹۰]	وہ عورت جو مردہ عورتوں کو نہلانے کا پیشہ کرتی ہے	مہذب اللغات
۹	منتخب [۹۱]	انتخاب کرنے والا	فرہنگ عامرہ
۱۰	مہرکش [۹۲]	محبت کرنے والا	پلیٹس کی لغت
۱۱	نوروسی [۹۳]	باریک ملواں دھاریوں کا کپڑا	فرہنگ تلفظ

۱۲	ہی ہی ٹھی ٹھی کرنا[۹۴]	بے ہودہ ہنسی ہنسنا	فرہنگ آصفیہ

یہ ایسے اندراجات ہیں جن کے صرف معنی درج کیے گئے ہیں۔ چناں چہ ان میں بھی کئی قباحتیں ہیں ایک تو یہ کہ ان کے لیے بنیادی مآخذ کے بجائے ثانوی مآخذ کو ترجیح دی گئی ہے، دوسرے یہ کہ لغت نویسی کا اصول ہے کہ اندراجات کے ضمن میں کبھی بھی کسی ایک ماخذ پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے۔ اس سے محض نقل لغت یا الفاظ کی جمع آوری کا تاثر ملتا ہے علاوہ ازیں تاریخی اصول پر مرتب کی جانے والی لغت کے لیے اس قسم کے اندراجات ویسے بھی بے فائدہ ہیں۔ کیوں کہ امثلہ کے بغیر ایسے الفاظ کے استعمال اور ان کے معنی میں ہونے والے تغیرات کی تاریخ معلوم نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی ان پر اعتبار کیا جا سکتا ہے۔

دیگر ماخذ سے اخذ کردہ اندراجات میں تساہل پسندی کی ایک یہ صورت بھی ملتی ہے کہ ان کا درست اندراج نہیں کیا گیا۔ مثال کے طور پر جامع اللغات اور جامع الا مثال سے نقل کردہ ایک اندراج یوں ملتا ہے:

ہپ ہپ جھپ جھپ کھاتے ہاں دھندا کرتے تجھے پران[۹۵]

جب کہ جامع اللغات میں درج شدہ اصل اندراج کچھ یوں ہے:

ہپ ہپ جھپ جھپ کرتے ہان۔ دھندا کرتے تجے پران[۹۶]

اس کہاوت کے معنی "کھاتا بہت ہے اور کام کرتے جان نکلتی ہے۔"[۹۷] کے ہیں۔ چناں چہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج شدہ کہاوت میں 'ہان' اور 'تجے' کے تصرف سے نہ صرف اندراج میں تبدیلی واقع ہوئی ہے بل کہ معنی بھی ناقابلِ فہم ہو چکے ہیں۔

'پ' کی تقطیع میں بھی جامع اللغات سے درج کردہ کہاوت یوں تحریر کی گئی ہے:

پورب جاؤ یا پچھم، وہی کرم کے لچھن[۹۸]

لیکن اصل ماخذ میں یوں دیا گیا ہے:

پورب جاؤ یا پچھم، وہی کرم کے لکھّن[۹۹]

جب 'لکھّن' کے معنی "لکشن، لچھن، نشانی، علامت، آثار، چال چلن"[۱۰۰] کے ہیں اور 'لچھن' اور 'لکھّن' ہم معنی ہیں تو پھر اصل اندراج میں تصریف کیوں ہوئی اس کی کوئی توجیہ نہیں ملتی۔ ایسی ہی ایک اور مثال جامع اللغات کا ایک اندراج 'مان کا ماُہر، ایمان کا لڈو'[۱۰۱] ہے، جسے اردو لغت میں درج کرتے وقت 'مان کا زہر اور ایمان کا لڈو' بنا دیا گیا ہے۔[۱۰۲] اور اس بات پر توجہ ہی نہیں دی گئی کہ 'ماُہر' کا مطلب بھی 'زہر' ہی ہے، حالاں کہ اردو لغت میں 'ماُہر' ہی کے اندراج کے ذیل

میں یہی کہاوت فرہنگ آصفیہ سے درج کی گئی ہے [۱۰۳] لیکن اس کے باوجود بہ طور تحتی اندراج، کہاوت میں غلطی ہے ۔اسی طرح نور اللغات سے اخذ کردہ دو اندراجات 'تلوار کا منھ برسانا' اور 'تلوار کا منھ برسنا' ہیں [۱۰۴] لیکن اردو لغت میں انھیں 'تلوار کا مینہ برسانا' اور 'تلوار کا مینہ برسنا' کی صورت تحریر کیا گیا ہے [۱۰۵] جس نے ان محاورات کے معانی کو یک سر تبدیل کر دیا ہے۔حالاں کہ اس سے پچھلا اندراج 'تلوار کا منھ' بھی موجود ہے۔

کچھ الفاظ و مرکبات ایسے بھی ہیں جن کے ذیل میں دیگر لغویوں کا حوالہ موجود ہے لیکن جب ان سے رجوع کیا جائے تو وہ الفاظ ملتے ہی نہیں، مثلاً مثلاً جلد اول میں ایک اندراج 'اپنی اپنی طبیعت' ہے جس کے معنی کے لیے 'اپنا اپنا جی' سے رجوع کروایا گیا ہے [۱۰۶] لیکن لغت میں 'اپنا اپنا جی' موجود ہی نہیں۔اسی طرح 'مسالجات' کا اندراج کر کے اس کے اس کی توضیح میں تحریر کیا گیا ہے کہ یہ مسالا جات کا مخفف ہے لیکن لغت میں 'مسالا جات' کا اندراج ہی نہیں۔[۱۰۷]

لغت میں ایسے انگریزی الفاظ کا اندراج کثرت سے کیا گیا ہے جن کے مترادفات نہ صرف اردو زبان میں موجود ہیں بل کہ کثرت سے استعمال بھی ہوتے ہیں، مثلاً:

بامب: بم کا گولا، گولا [۱۰۸]
بریچ: چھید، سوراخ [۱۰۹]
تھیولوجی: دینیات، علم دین [۱۱۰]
ٹنگ: زبان [۱۱۱]
ساؤنڈ: آواز [۱۱۲]
سن: سورج، دھوپ [۱۱۳]
شاپ کیپر: دکان دار، سوداگر [۱۱۴]
کوکونٹ: ناریل [۱۱۵]
کینڈل: موم بتی [۱۱۶]
کیپیٹل: دار السلطنت [۱۱۷]
گراس: گھاس [۱۱۸]
کلوز: قریب [۱۱۹]
مڈ: وسطی، درمیانی [۱۲۰]

مسل: پٹھا[۱۲۱]

منی: نقدی[۱۲۲]

نیڈل: سوئی، سوزن[۱۲۳]

ویزٹ: دورہ[۱۲۴]

ان میں سے بھی 'بامب'، 'بریچ'، 'تھیولوجی'، 'سن'، 'شاپ کیپر'، 'کیپیٹل'، 'گراس'، 'مِڈ'، 'مسل'، 'منی' اور 'نیڈل' ایسے الفاظ ہیں، جن کی اردو ادب سے ایک بھی سند فراہم نہیں کی گئی۔ اسی سے ملتی جلتی ایک اور مثال 'واٹر' بمعنی پانی ہے، جس کا اندراج اگر 'واٹر' تک ہی محدود رہتا تو بھی ٹھیک تھا لیکن اس کے ذیلی اندراجات میں 'واٹر اسپوٹ'، 'واٹر باتھ'، 'واٹر بکس'، 'واٹر پمپ'، 'واٹر پولو'، 'واٹر ٹربائن'، 'واٹر ٹیکس'، 'واٹر ٹیوب'، 'واٹر جٹ موٹر'، 'واٹر ریٹ'، 'واٹر سپلائی'، 'واٹر کریس'، 'واٹر کلر'، 'واٹر کولنگ'، 'واٹر کون'، 'واٹر کیس'، 'واٹر گم'، 'واٹر گیج' اور 'واٹر گیس' سمیت ایک پوری فہرست موجود ہے۔[۱۲۵] اگرچہ یہ لغت میں ایک قسم کا اضافہ ہی ہے لیکن پھر بھی ایسے اندراجات میں تین قسم کے مسائل نظر آتے ہیں:

اول: ان میں سے بیش تر اندراجات ایک ہی ماخذ یعنی پریکٹیکل انجینئرز سے لیے گئے ہیں، جسے لغت نویسی کے لیے مناسب نہیں سمجھا جاتا۔

دوم: ان تمام اندراجات میں لفظ 'واٹر' کے معنوں میں کسی قسم کی بھی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

سوم: یہ تمام اندراجات ایسے ہیں کہ ان کے معنی کی وضاحت کے لیے کوئی بھی صارف انگریزی لغت یا پیشہ ورانہ اصطلاحات کی لغت کو ترجیح دے گا نہ کہ اردو لغت کو۔

ان کے علاوہ بھی لغت میں ایسی امثال ملتی ہیں جن میں انگریزی الفاظ کا بے جا استعمال ملتا ہے۔ للٰہذا اگر تحریر کی ضرورت کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی مکالمے میں یا کہیں اور کوئی انگریزی لفظ استعمال کر بھی لیا گیا ہے تو اس سے یہ تاثر ہرگز نہیں ملتا کہ یہ لفظ مکمل طور پر اردو زبان میں رائج ہو کر اس کا مستقل حصہ بن چکا ہے۔ بالالفاظ دیگر کسی بھی انگریزی لفظ کو محض اس بنا پر لغویہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ اسے اردو زبان وادب کے کسی ایک مصنف نے ایک جگہ استعمال کیا ہے یا یہ ترجمہ شدہ کتاب میں شامل ہے۔ مزید برآں انیسویں صدی کے اواخر اور بیسویں اور اکیسویں صدی کی نثر میں جس تواتر سے انگریزی الفاظ کا استعمال نظر آتا ہے اس حساب سے کئی خالصتاً انگریزی الفاظ اردو لغت میں شامل ہو جائیں گے، جن سے صارفین لغت کش مکش کا شکار ہو سکتے ہیں۔

انگریزی کے علاوہ عربی لغویوں کا بھی یہی حال ہے۔ لغت میں جابجا عربی آیات یا ان کے اجزا شامل کیے گئے ہیں، مثلاً:

وماتوفیقی الا باللہ (العلی) العظیم

و ما علینا الا البلغ المبین[۱۲۶]

انھیں اردو زبان کا مستقل حصہ بنانے کے ساتھ ساتھ فقروں کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ یہی نہیں بل کہ ان کے علاوہ بھی دیگر عربی مرکبات ملتے ہیں، مثلاً:

ہو الرحمٰن، ہو الشافی، ہو العزیز، ہو العزیز الرحیم، ہو العلی العظیم، ہو الغفور، ہو الغنی، ہو الفتاح، ہو القدیر، ہو القیوم، ہو اللہ احد،[۱۲۷]

یااولی الابصار، یاحبیب، یاحافظ، یاحلیم، یاحنان، یاحی، یاقدیر، یاحی یاقیوم[۱۲۸]

ایسے اندراجات کے لیے بھی کوئی ناظر قرآن پاک کے تراجم، تفاسیر یا عربی لغات سے براہ راست رجوع کرے گا۔ ان کے معنی کے لیے کسی کے ذہن میں اردو لغت کا خیال نہیں سا سکتا۔ یہی حال فارسی کہاوتوں کا بھی ہے جن کے معنی درج کرنے کے بعد انھیں اردو میں مستعمل لکھا گیا ہے، مثلاً ایک ہی جگہ سے لیے گئے اندراجات دیکھیے:

ہرچہ از دلِ خیزد بردلِ ریزد

ہرچہ از دل دور از دیدہ دور

ہرچہ از غیب میرسد نیکوست

ہرچہ استادِ ازل گفت (بگو) ہما/ہماں می گویم/خوانم

ہرچہ آید بر سر فرزند آدم بگذرد

ہرچہ بزبان آید بزیاں آید

ہرچہ بقامت کہتر بقیمت بہتر

ہرچہ خواہی باش لیکن ان کے زردار باش

ہرچہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابیِ بسیار/ہزار رسوائی[۱۲۹]

انھی صفحات پر اور دیگر جلدوں میں ان کے علاوہ بھی اور فارسی کہاوتیں ہیں اور ان کے استعمال کی اسناد بھی موجود ہیں، لیکن درج بالا سمیت کئی کہاوتیں ایسی ہیں، جنھیں اردو زبان میں مستعمل قرار دینے کے باوجود نہ تو ان کے استعمال کی کوئی سند ادبی تحاریر سے دی گئی ہے اور نہ ہی اس کے لیے امثال وضع کی گئی ہیں۔

اردو لغت بورڈ کے ایک اور اصول کے مطابق، ''پاکستانی زبانوں کے وہ الفاظ جو یوں تو کسی خاص خطے سے مخصوص ہیں لیکن اردو مصنفین کی تحریروں میں ان کے بے تکلف استعمال کی مثالیں موجود ہیں،''[130] داخلِ لغت ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ مقامی الفاظ، جو اردو مصنفین کی کسی بھی تحریر میں استعمال نہیں ہوئے، انھیں بھی اردو زبان میں شامل کر کے بہ طور اندراجات قبول کر لیا گیا ہے، مثلاً:

اَنڈرا: دھان کا پودا جس میں بال نکلنے کی علامت دکھائی دینے لگے۔[131]

بکرایت: شمشیر بند[132]

پاہ: وہ زمین جو تین سال سے بوئی گئی ہو[133]

تھتھرائی: منہ لٹکنا[134]

ٹمٹیاں: ڈھول کی طرح کا ایک باجا[135]

چھیول: ڈھاک، پلاس[136]

دات: گھنا، گنجان[137]

سارجن: ایک قسم کا نباتاتی کیڑا[138]

لِوائی: کیل، میخ[139]

مُٹا: چوگان[140]

ملنگی: نمک ساز[141]

نارگُن: گُن والا[142]

ہایتی: بیٹی[143]

ہیت: ہاں، یہ[144]

ہیمڑی: جھگڑے کی ایک شکل[145]

لہٰذا ایسے لغات کی شمولیت اور اردو ادب سے ان کی اسناد کے حصول پر غور کیے جانے کی اشد ضرورت ہے۔

۲.۳ ترتیبِ اندراجات:

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں ترتیبِ اندراجات کے سلسلے میں کئی نئے اقدامات کیے گئے ہیں، جن میں سب سے نمایاں اقدام بابائے اردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی لغت کبیر (اردو) کے تتبع میں ہائیہ یا ہکاری آوازوں کو

علیحدہ علیحدہ حروف تہجی کی حیثیت دینا ہے، جس کے سبب لغت کی ترتیب میں پیش آنے والے بہت سے مسائل کو پہلے ہی حل کر لیا گیا ہے۔ ہکاری یا ہائیہ آوازوں کی شمولیت کے بعد لغت میں حروف تہجی کی تعداد ترپن (۵۳) کر دی گئی ہے جو یہ ہیں:

ا	آ	ب	بھ	پ
پھ	ت	تھ	ٹ	ٹھ
ث	ج	جھ	چ	چھ
ح	خ	د	دھ	ڈ
ڈھ	ذ	ر	رھ	ڑ
ڑھ	ز	ژ	س	ش
ص	ض	ط	ظ	ع
غ	ف	ق	ک	کھ
گ	گھ	ل	لھ	م
مھ	ن	نھ	و	ہ(ۃ)
ء	ی	ے		

لیکن لغت میں 'وہیل~وھیل'، 'وِہیل~وِھیل' اور 'وہیل کیپ~وھیل کیپ' جیسے الفاظ بھی ملتے ہیں جن میں 'وھ' سے آغاز ہونے والے الفاظ متبادلات کے طور پر ہی سہی لیکن مندرج ہیں اور اسناد و امثلہ میں بھی (اسی املا کے ساتھ) ان کی امثال مل جاتی ہیں۔[۱۴۶] لہٰذا کسی زبان کے حروف تہجی کی تعیین کے اس قاعدے کے مطابق کہ اگر کوئی آواز یا صوت کسی زبان کے ایک بھی لفظ میں داخل ہے تو وہ اس زبان کا حصہ ہے، اردو زبان کے حروف تہجی پر نظر ثانی کی جائے تو 'وھ' کی بھی الگ تقطیع قائم ہونی چاہیے۔ تاہم لغت کی قائم کردہ ترتیب تہجی اب بھی سابقہ لغات سے بہتر ہے۔ اس میں کئی اہم اصلاحات کی گئی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس سے پہلے اردو کی جتنی بھی لغات ملتی ہیں ان کا آغاز 'آ' کی تقطیع سے ہوتا ہے، لیکن چوں کہ 'آ' کو دو (۲) الف کے مساوی گردانا جاتا ہے اس لیے مرتبین لغت نے 'ا' کی تقطیع کے بعد 'آ' کی تقطیع قائم کی ہے کیوں کہ 'آ' مرکب حرف بھی ہے۔ اسی طرح 'ب' کے بعد 'بھ' اور 'پ' کے بعد 'پھ' وغیرہ کی ترتیب قائم کی

گئی ہے ہر مفرد کے بعد اس کا مرکب حرف (اگر موجود ہے) درج کیا گیا ہے۔تاہم 'ی' اور 'ے' کے الفاظ کو ایک ہی تقطیع میں درج کیا گیا ہے۔

بعض مرکب حروف یعنی 'ڑھ'، 'مھ' اور 'نھ' کی تقطیع، باجود اس کے کہ یہ حروف آغاز میں استعمال نہیں ہوتے، علیٰحدہ قائم کی گئی ہے اور اس تقطیع میں ان حروف کا تعارف دیا گیا ہے۔کیوں کہ بے شک یہ شروع میں مستعمل نہیں لیکن اردو زبان کے کئی الفاظ میں یہ وسط یا آخر میں استعمال ہوتے ہیں اس لیے یہ حروف تہجی کے ساتھ لغت کا بھی لازمی حصہ تصور کیے گئے ہیں۔تاہم اس ضمن میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ مذکورہ لغت میں باقی تمام حروف کی تو علیٰحدہ تقطیع موجود ہے لیکن 'ل' کے آخری اندراج 'لیئ' کے بعد ہی اگلا اندراج 'لھ' ہے۔یعنی 'لھ' کے اندراجات بھی 'ل' ہی کی تقطیع میں درج کر دیے گئے ہیں، جن میں حروف تہجی کی ترتیب تو درست ہے لیکن لغت کے اپنائے ہوئے طریقے کے مطابق 'ڑھ'، 'مھ'، 'نھ' کی طرح 'لھ' کی بھی جداگانہ سرخی قائم کر کے اس کے اندراجات الگ کرنے چاہییں۔

لغت میں ایک حرف کے اندراجات ایک سے زائد جلدوں میں بھی ملتے ہیں ،جو ترتیب کا ایک نیا اصول ہے۔درحقیقت ہر جلد کے لیے تقریباً ایک ہزار صفحات مخصوص کیے گئے تھے۔ لہٰذا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں کم و بیش ہزار صفحات پورے ہوئے وہاں جلد کا خاتمہ کر کے اندراجات اور ان کی تفاصیل شائع کر دی گئیں۔تاہم بعض جلدوں مثلاً جلد اول و دوم میں صفحات کی تعداد ہزار سے متجاوز ہے۔اس کی مزید تفصیل کے لیے ذیل میں لغت کے مشمولات جلد وار دیکھے جا سکتے ہیں:

اردو لغت (تاریخی اصول پر)	مشمولات
جلد اوّل	الف مقصورہ (الف) __ تا __ ایہاں اوہاں
جلد دوم	الف ممدودہ (آ) __ تا __ بیبہار
جلد سوم	بھ __ تا __ پریہوا
جلد چہارم	پڑ __ تا __ تحریراً
جلد پنجم	تحریری __ تا __ تھیئٹر
جلد ششم	ٹ __ تا __ جہاں گرد
جلد ہفتم	جہاں گردی __ تا __ چھیہ

جلد ہشتم	ح__تا__دانا
جلد نہم	داناؤں کی دور بلا__تا__دھنک نکلنا
جلد دہم	دھنک__تا__ریہو
جلد یازدہم	رھ__تا__سن
جلد دوازدہم	سُن__تا__صیہونیت
جلد سیزدہم	ض__تا__فکر ہر کس بقدر ہمت اوست
جلد چہاردہم	فکراً__تا__کشمیرن/کشمیرنی
جلد پانزدہم	کشمیری__تا__گر گرانا
جلد شانزدہم	گر گربدیا سر سر عقل/گیان__تا__لوگڑا
جلد ہفت دہم	لوگن__تا__مستزادہ
جلد ہژدہم	مستسعاد__تا__منہ ہے کہ بلا
جلد نوزدہم	منہا__تا__نشاپور
جلد بیستم	نشات__تا__نھ
جلد بیست و یکم	و__تا__ہزارہا
جلد بیست و یکم	ہزاری__تا__یئی

درج بالا تفصیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ 'پ' کے اندراجات جلد سوم کے علاوہ چہارم میں بھی موجود ہیں۔'م' کے الفاظ سترھویں، اٹھارویں اور انیسویں جلد میں پائے جاتے ہیں اور تقریباً باقی تمام حروف کا بھی کم و بیش یہی حال ہے۔ چناں چہ اگلی اشاعتوں کے لیے ضروری ہے کہ جلدوں کے مشمولات کی ترتیب کو بھی بہتر بنایا جائے اور ایک حرف کے تمام اندراجات ایک ہی جلد میں شامل کیے جائیں۔

لغات کی ترتیب کے حوالے سے لغت میں مکمل طور پر ہجائی ترتیب کا اہتمام کیا گیا ہے اور یہ ہجائی ترتیب نہ صرف اردو زبان کے حروف تہجی کی تقطیع میں روا رکھی گئی ہے بل کہ اندراجات کی ترتیب کے ضمن میں بھی یہی اصول کار فرما ہے چناں چہ 'ایک بیک' کے بعد 'ایک بھکت' اور ایک بھگ ق' کا اندراج کیا گیا ہے۔اسی طرح 'چڑیوں' اور اس کے تحتی اندراجات کے بعد 'چڑھ' درج کیا گیا ہے۔جب کہ تاے مدورہ (ۃ) کا اندراج 'ہ' کے بعد ملتا ہے کیوں کہ اردو زبان میں یہ

حرف، بہ لحاظ صوت، ہاے ہوز کا ہم شکل تسلیم کیا جاتا ہے۔ لیکن کہیں کہیں یہ ہجائی ترتیب متاثر بھی ہوتی ہے جس کی وضاحت کے لیے 'پ' کی تقطیع سے مثال نقل کی جاسکتی ہے، جس میں 'پَراں' کے بعد 'پَران' اور 'پُران' کے الفاظ ملتے ہیں حالاں کہ تہجی کی ترتیب سے 'ں' کو 'ن' کے بعد آنا چاہیے۔[۱۴۷]

لغت میں ہر حرف کے مفردات کے بعد ذیلی اندراجات اس کے تحت درج کیے گئے ہیں اور ایسے تحتی اندراجات میں، جو دو یا دو سے زائد الفاظ پر مشتمل ہیں، مفردات کو ہر بار درج کرنے کے بجاے اس کی جگہ ایک چھوٹی سی لکیر (خط:ـــــ) کھینچ دی گئی ہے، جو پوری لغت میں ذیلی اندراجات کی واضح علامت ہے، لیکن بعد کی جلدوں میں تحتی اندراجات کی یہ علامت نقاط (۔۔۔) کی شکل میں دکھائی دیتی ہے، مثلاً:

۱۔ پیش:

ـــــاز

ـــــاز پیش

ـــــاز مرگ واویلا[۱۴۸]

۲۔ چال:

ـــــاُرانا

ـــــاُڑوانا

ـــــباز

ـــــبازی[۱۴۹]

۳۔ عقل:

۔۔۔اُڑانا

۔۔۔اُڑ جانا

۔۔۔اِستقرائی

۔۔۔اعلیٰ[۱۵۰]

۴۔ میدان:

۔۔۔ باندھنا

---بدنا

---بندھنا

---بننا[151]

تاہم کہیں کہیں 'ارگھ' جیسے اندراج کے بعد تحتی اندراج کی علامت کے بغیر 'چڑھانا' بھی مل جاتا ہے[152] جو حقیقۃً 'ارگھ چڑھانا' ہے۔ چناں چہ اپنی مندرج شکل میں ذیلی اندراجات کے محولہ بالا نظام میں رکاوٹ پیدا کرتا ہے، لیکن اس قسم کی خامیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔

اندراجات کی ترتیب میں سہولت کی خاطر مزید اقدامات بھی کئی گئے ہیں، مثلاً:

۱۔ لغت میں لاحقوں کا اندراج بھی تہجی ترتیب سے ہی کیا گیا ہے۔ ان کے اندراج سے پہلے لاحقوں کی نشانی کے طور پر تین نقطے (•••) دیے گئے ہیں اور اس کے بعد ان سے بننے والے الفاظ کی تفصیل دی گئی ہے، مثلاً:

•••اندیش: دوراندیش، خیراندیش

•••اندیشانہ: عاقبت اندیشانہ[153]

•••خوار: مے خوار، سود خوار[154]

•••خور: حرام خور، چغل خور، غوطہ خور

•••خورا: شیخی خورا، لالچ خورا[155]

•••مند: خردمند، احسان مند[156]

•••یت: اپنائیت، اکڑیت، برچھیت

•••یت: آدمیت، صفراویت، روحانیت[157]

۲۔ ایسے الفاظ، جو متحد الحروف لیکن مختلف التلفظ یا مختلف الصوت ہیں، انھیں علیٰحدہ علیٰحدہ درج کیا گیا ہے، لیکن اس سلسلے میں اعرابی ترتیب (فتحہ، کسرہ، ضمہ، سکون) کو ضرور مدنظر رکھا گیا ہے۔ مثلاً:

اَدھر (۱): ہونٹ

اَدھر (۲): معلق

اِدھر: اس جگہ

اُدھر: اُس جگہ[158]

نَمت(۱): ڈھنگ

نَمت(۲): تعظیم کے لیے جھکنا

نَمِت: جھکا ہوا

نِمَت: نشان[۱۵۹]

اسی طرح ایسے متحد الحروف اور متحد الصوت الفاظ جن کا اشتقاق الگ ہے انھیں بھی جداگانہ اندراجات کی حیثیت سے نمبر وار تحریر کیا گیا ہے، مثال کے طور پر:

پوت(۱): دس سال کی عمر کا ہاتھی [س: سنسکرت]

پوت(۲): شیشے کا سوراخ دار چھوٹا دانہ جو موتی کے مانند ہوتا ہے [س: سنسکرت]

پوت(۳): باری، نوبت [س: سنسکرت]

پوت(۴): لگان [ہ: ہندی]

پوت(۵): گندگی [س: سنسکرت]

پوت(۶): ریشمی بنارسی کپڑا [ہ: ہندی]

پوت(۷): پوتا کی تخفیف [س: سنسکرت][۱۶۰]

چکرا(۱): بڑا [س: سنسکرت]

چکرا(۲): پتوار [ا: اردو]

چکرا(۳): طلادانی [مقامی]

چکرا(۴): چکرانا سے مشتق [ا: اردو][۱۶۱]

۳۔ کسی کلمے کے درمیان میں استعمال ہونے والے یاے معروف، یاے مجہول اور یاے لین کی بابت کسی ترتیبی اصول کو ملحوظ نہیں رکھا گیا لیکن جہاں ان کی شکل واضح یا سالم ہے وہاں یاے معروف (ــِــ یٖ) کو یاے مجہول (ــَـــ ے) اور واؤ معروف (ــُـ وٗ) کو واؤ مجہول (ــَ وٗ) پر ترجیح دی گئی ہے۔

۴۔ اعراب کی ترتیب کے مسائل سے بچنے کے لیے پہلے فتحہ (زبر)، پھر کسرہ (زیر) اور اس کے بعد ضمہ (پیش) کی ترتیب کو مد نظر رکھا گیا ہے، لیکن کئی مقامات ایسے ہیں جہاں اس اصول سے انحراف بھی ملتا ہے۔ مثال کے طور پر 'م' کے لغات میں 'َمرچا' اور 'ُمرچا' کے بعد 'ِمرچا' کا اندراج کیا گیا ہے۔ یہاں 'ِمرچا' کی تفصیل 'َمرچا' کی تفصیلات کے

بعد ہونی چاہیے تھی۔[۱۶۲] اسی طرح 'مِلائی' کا لفظ 'مَلائی' اور 'مُلائی' کے بعد شامل کیا گیا ہے۔[۱۶۳] جب کہ 'و' کے ذیل میں 'وَس' بمعنی 'اولاد'، 'وِس' بمعنی 'اِس'، 'وِس' بمعنی 'کنول کی شاخ کا ریشہ یا تنا' اور 'وُس' بمعنی 'اُس' کے بعد پھر 'وِس' بمعنی 'زہر' ملتا ہے جسے اصولاً 'وَس' کے بعد ہی نمبر وار درج ہو جانا چاہیے تھا۔[۱۶۴]

تاہم ان سب کے باوجود ترتیب اندراجات کو اس لغت کا سب سے معتبر حصہ قرار دیا جا سکتا ہے کیوں کہ اتنی ضخیم لغت کے تقریباً دولاکھ چونسٹھ ہزار لغات کے اندراج و ترتیب کے لیے ان تمام اصولوں کی پیروی کرنا اور الفاظ کی ترتیب کو ممکنہ حد تک درست رکھنا واقعتاً لائقِ تحسین ہے۔

۳.۳ املا کا تعین:

الفاظ کی املائی صورت کا تعین لغت کے ان بنیادی مسائل میں سے ایک ہے جو تا حال مسائل و مباحث سے بھرپور ہے۔ غالباً اسی لیے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کا کہنا ہے:

> یہ حقیقت ہے کہ ہر زبان کے لیے صحیح املا کے قواعد ضروری ہیں، لیکن جس قدر یہ ضروری ہیں اردو دان طبقے میں اتنی ہی ان سے بے اعتنائی برتی جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک لفظ ایک شخص جس طرح سے لکھ دیتا ہے وہ دوسروں کے لیے سند بن جاتا ہے اور جہاں کتابوں یا اخباروں میں اس کی تکرار ہوئی وہ مقبولیت حاصل کر لیتا ہے۔[۱۶۵]

چناں چہ املا کے مسائل سے بچنے کے لیے اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں بہت سی باریکیوں پر توجہ دی گئی ہے۔ خود بورڈ کے ایک صدر کے الفاظ میں اس احتیاط پسندی کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے جو کہتے ہیں:

> جہاں تک املا کا سوال ہے ہم نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ اگر کسی لفظ کی مختلف املائی شکلیں پائی جاتی ہیں تو ان میں سے جو کثیر الاستعمال ہے اسے ترجیح دی ہے اور ساتھ ہی دوسری شکلوں کو، خواہ وہ کتنی ہی قدیم کیوں نہ ہوں، نظر انداز نہیں کیا ہے۔ انگریزی لغت نویسوں نے بھی اسی طریقے پر عمل کیا ہے۔ چند ماہرین، خصوصاً نوح ویبسٹر (Noah Webster)، نے انگریزی املا کی اصلاح کے لیے تجاویز پیش کیں، لیکن انھیں بنظر قبول نہیں دیکھا گیا۔ بیسویں صدی کے اوائل میں جارج برنرڈ شا (George Bernard Shaw) نے انگریزی املا کی اصلاح کے لیے جو معرکہ خیز لیکن ناکام مہم چلائی وہ انگریزی زبان کی جدید تاریخ کا ایک تقریباً بھولا ہوا باب ہے، لیکن اس سے

> ایک سبق حاصل کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ رواج عام کے آگے کوئی بات، خواہ وہ کتنی ہی معقول ہو، منوانا آسان کام نہیں ہے۔ انگریزی املا کی طرح اردو املا میں بھی بہت سی اصولی خامیاں پائی جاتی ہیں، لیکن یہاں بھی رواج عام کے آگے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ انفرادی طور پر ہمارے بعض اساتذہ اس موضوع پر قلم اٹھا چکے ہیں۔ ماضی قریب میں انجمن ترقی اردو نے بھی اس کام کے لیے خصوصی طور پر ایک کمیٹی تشکیل دی تھی۔ اس کمیٹی نے جو تجاویز بالاتفاق منظور کیں انجمن کی مطبوعات میں ان کی بڑی حد تک پابندی بھی کی گئی۔ اس کمیٹی میں ڈاکٹر عبد الستار صدیقی مرحوم بھی تھے۔۔۔۔، مرحوم کے نزدیک ہمزہ اور ہاے مختفی کے استعمال میں بڑی بے راہ روی اختیار کی گئی ہے۔ بہر حال ہم نے اپنی تشریحات میں جدید املا کی پیروی کا مناسب حد تک خیال رکھا ہے۔ لغت کے اندراجات میں بھی اختلاف املا کی صورت میں ترجیح اس املا کو دی ہے جو اصولی طور پر زیادہ صحیح یا پھر کثیر الاستعمال ہے؛ باقی شکلیں بھی بیان کر دی ہیں۔[۱۲۶]

اس طرح جدید طریقہ کار کو مد نظر رکھتے ہوئے لغت میں یاے معروف اور یاے مجہول میں امتیاز روا رکھا گیا ہے نیز بیش تر لغات کے بر عکس اردو کی ہکاری، ہائیہ یا مخلوط آوازوں کے لیے ہاے دو چشمی(ھ) کا استعمال کیا گیا ہے ، مثلاً بھ ، پھ ، تھ ، وغیرہ۔ ہندی الاصل الفاظ کے آخر میں 'ہ' کے بجاے الف لکھا گیا ہے لیکن ایسے الفاظ جو 'ہ' کے ساتھ ہی معروف ہو چکے ہیں ان کی متبادل اشکال درج کی گئی ہیں۔

املا کے سلسلے میں چوں کہ 'ہمزہ'(ء) کے مسائل بھی خاصی اہمیت کے حامل ہیں اس لیے ان کو بھی بہ طور خاص مد نظر رکھا گیا ہے۔ عربی کے مجرد الفاظ سے ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے لیکن مرکبات میں جہاں ان کی آواز واضح ہے وہاں اسے املا میں برقرار رکھا گیا ہے۔ اردو میں بھی کچھ الفاظ میں ہمزہ کی صوت کی بنا پر اسے کچھ الفاظ میں تحریر کیا گیا ہے لیکن جہاں ہمزہ تلفظ کی ادائیگی میں واضح نہیں وہاں اردو کے لغات سے بھی اسے حذف کر دیا گیا ہے۔

لغت میں مرکب الفاظ کو علٰحدہ علٰحدہ درج کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مختلف فیہ املا کی صورت میں نہ صرف متبادل اشکال درج کی گئی ہیں بل کہ اس ضمن میں تاریخی اختلافات کا بیان بھی موجود ہے۔ تاہم ان میں سے ترجیح صرف اسی صورت کو حاصل ہے جو مروجہ تلفظ کے زیادہ قریب ہے۔

امالہ اور اس کے مسائل کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ حتی الامکان امالے کی پابندی کی سعی کی گئی ہے۔ مزید وضاحت اور سہولت کے لیے 'الف' اور 'ہ' پر ختم ہونے والے الفاظ کو 'ے' سے بدلا گیا ہے جب کہ 'ح' اور 'ع' پر ختم ہونے والے الفاظ کے آخری حرف کے نیچے کسرہ (ـِ) لگایا گیا ہے۔

اردو زبان میں تاے مدورہ (ۃ) 'ہ' کی ہم شکل اور 'ت' کی مبدل صورت ہے۔ چناں چہ جن اردو الفاظ میں اس کا استعمال ہے وہاں لیما میں لفظ کو 'ت' سے ہی درج کیا گیا ہے البتہ اس کی متبادل صورت بھی ساتھ ہی دے دی گئی ہے۔ یہی اصول مختلف الاملا الفاظ کے لیے بھی برتا گیا ہے۔ تاہم ایسے مختلف الاملا الفاظ جن کی دونوں صورتیں مروج اور معروف ہیں ان کی دونوں اشکال درج کی گئی ہیں، مثلاً بہ لحاظ، بلحاظ، دعویٰ، دعوا وغیرہ۔ جب کہ اسی قبیل کے نامانوس الفاظ سے پہلو تہی کی گئی ہے۔ لیکن املا کے اصولوں کی تعیین کے باوجود لغت اغلاط سے خالی نہیں ہے، مثلاً یہ اقتباس دیکھیے:

> **جلوہ دینا:** دلہن کی رخصتی کے دن دولھا دلھن کو آمنے سامنے بٹھا کر بیچ میں قرآن پاک اور آئینہ رکھ کر دولھا سے کہاجاتا ہے کہ قرآن پاک سے سورۂ اخلاص پڑھکر آئینہ میں دلھن کا چہرہ دیکھے، آرسی مصحف کی رسم، دولھا کا دلھن کی نقاب اُٹھانا۔[۱۶۷]

اس مثال میں ہاے ہوز و مخلوط کے ساتھ فصل و وصل، اور امالہ کے مسائل بھی دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی کئی قسم کے مسائل ملتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

لغت میں کئی مقامات پر جدید املا کی پیروی نہیں ملتی، مثلاً بورڈ کا اپنا اصول ہے کہ ''کثرت سے استعمال ہونے والے مرکب الفاظ جو ایک کلمہ شمار ہوتے ہیں ملا کر تحریر کیے گئے ہیں مثلاً 'امسال'، 'منجانب' وغیرہ، تاہم جہاں ذیلی اندراجات کے طور پر درج ہوئے وہاں انھیں الگ کر دیا گیا ہے، مثلاً قلم دان،''[۱۶۸] اگرچہ اس اصول کا اہتمام موجود ہے لیکن لغت میں کئی مقامات پر اندراجات میں ہی 'یکجہت'، 'یکجہتی'، 'یک حرف'، 'یکدانہ'، 'یکدست'، 'یکدل' اور 'یکدم'[۱۶۹] یا 'ہمسفر'، 'ہمشکل'، 'ہمصلاح'، 'ہمعصر'، 'ہمعصریت، 'ہمقدم'، 'ہمکار'، 'ہمکلام' اور 'ہمکلامی'[۱۷۰] جیسے الفاظ مل جاتے ہیں۔ جو فصل و وصل سے متعلق املا کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ ایسے ہی 'الف' کے اندراجات میں سے ایک اندراج 'اب تو ہوں میں اونی اونی جب (میں) ہونگی سب سے دونی' بھی ملتا ہے،[۱۷۱] جس میں جدید اصولوں اور اپنے وضع کردہ اصولوں کے مطابق بھی 'ہونگی' کا املا 'ہوں گی' ہونا چاہیے کیوں کہ دونوں ملا کر نہیں لکھے جا سکتے۔ علاوہ ازیں ایسی امثال اندراجات کے ساتھ ساتھ لغات کی تفصیلات میں بھی دیکھی جا سکتی ہیں، مثلاً:

بانک: ایک قسم کی چُھری جو نوک کے قریب خمدار ہوتی ہے[۱۷۲]

تراقا/تراقہ: بھڑکدار، چمکدار[173]

رَسک: پُرلطف، خوشگوار[174]

لزج: چکنے والا، چپچپاہٹ والا، لیسدار، چیپدار، لعاب دار[175]

منجُو: خوبصورت، دلکش؛ پیارا؛ خوشگوار، قابل قبول؛ بزم خوش آہنگ[176]

لغت میں مختلف نوعیت کی عام اغلاط بھی کثرت سے ملتی ہیں، جن میں نحوی ترتیب سے متعلق خامیاں بھی شامل ہیں، مثلاً

دیبڑ/دیبڑا: سانپ کی ایک قسم جو عموماً مویشیوں کے باڑے میں پایا جاتا ہے؛ مٹیالا، سیاہ، چتی دار ہوتا ہے؛ کاٹتا نہیں پھنکارتا ہے۔[177]

دن کو اونٹ نہ سوجھنا: واضح بات کا علانیہ اور جان بوجھ کر انکار کرنا[178]

کانچی: ایک قسم کی مٹھائی جسے آٹے کو گھی میں بھون کر شکر ملا کر بناتے ہیں[179]

کُمھاری: کمھاری کی بیوی، کمہاری[180]

مذاق سلیم: شستہ و شایستہ ذوق، ایسا ذوق جس میں شائستگی ہو[181]

نتیجتاً/نتیجتہً[182]

ہجری سن[183]

یک صدی ذات: شاہان مغلیہ کے زمانے میں کا ایک منصب جسکے دولاکھ دام مقرر تھے۔[184]

لغت میں ایک ہی لفظ کے کئی کئی املا مل جاتے ہیں، جو آسانی کے بجائے الجھاؤ پیدا کرتے ہیں، مثال کے طور پر:

تیرواں، تیرھواں، تیرہواں[185]

ٹھہرانا، ٹہرانا، ٹھیرانا[186]

گانو، گاؤں، گانوں[187]

کچھ، کچھہ[188]

مناظرت، مناظرۃ، مناظرہ[189]

منھ، مونہہ، منہ، منہہ[190]

پاؤں، پانو، پانؤں، پانوں[191]

بات، باتھ، ھات[192]

بای، باے، بائے، ھای[193]

چاہیے، چایئے، چاہئے[194]

ہوٹھ، ہوٹ، ہونٹ، ہونٹھ، ہونٹھ[195]

یہ درست ہے کہ چوں کہ ایک لغت کے لیے تجویزی (prescriptive) ہونے کے بجائے توضیحی (descriptive) ہونا زیادہ احسن تصور کیا جاتا ہے اس لیے اگر کسی لفظ کا کوئی بھی املا کسی بھی دور میں مروج رہا ہے تو بورڈ کے مرتبین نے اسے نظر انداز نہیں کیا اور لغت میں جگہ دینے کی سعی کی ہے۔ یہ بھی درست ہے کہ تاریخی اصول پر لکھی جانے والی لغت کے لیے یہ لازم ہوتا ہے کہ وہ ہر دور کے ادب سے اسناد پیش کرتے ہوئے ان کے املا کو جوں کا توں پیش کرے اور ان کے معنی میں تبدیلی یا تسلسل کو ریکارڈ کرے،[196] لیکن کسی لفظ کی تمام اشکال میں سے اب کس املا کو مروجہ یا درست مانا جائے اس سلسلے میں واضح ہدایات ہونی چاہییں، جیسی کہ لغت میں بعض الفاظ کو 'فصیح' قرار دینے کی صورت میں موجود ہیں، لیکن ایسی وضاحتیں بھی بہت کم مقامات پر ملتی ہیں۔ چوں کہ ایک لغت کے صارفین کی بڑی تعداد طلبہ پر مشتمل ہوتی ہے، اس لیے ایسے تمام امور کی بابت ان کی الجھن کو مد نظر رکھتے ہوئے اس ضمن میں مؤثر اقدامات ہونے چاہییں۔

لغت میں شعرا اور کتب کے ناموں کے اندراج میں بھی اغلاط پائی جاتی ہیں مثلاً 'ن' کی تقطیع میں 'نظر تیز پڑنا' کے ذیل میں ایک شعر درج کیا گیا ہے جو نور اللغات سے لیا گیا ہے:

کچھ کا کچھ رنگ ہے وہ بوئے محبت ہی نہیں
تیز پڑتی ہے نظر چشم مروت ہی نہیں[197]

نور اللغـــات کے مطابق یہ شعر نظمؔ کا ہے لیکن اردو لغت میں اسے 'قلمؔ' لکھا گیا ہے۔ ایسے ہی 'زمانے بھر کا' کے ذیل میں امیرؔ مینائی کا شعر دیا ہے لیکن شاعر کی جگہ میر لکھا ہے۔[198] کتب کے ناموں میں اسی قسم کی اغلاط ملاحظہ کیجیے:

نمبر شمار	لغت میں درج نام	کتاب کا اصل نام
۱	مضامین (فرحت اللہ بیگ)[199]	مضامین فرحت
۲	حیر تناک کہانیاں[200]	حیرت ناک کہانیاں
۳	جاع اللغات[201]	جامع اللغات

۴	دریائے لطافت [۲۰۲]	دریاے لطافت
۵	مضمونہائے دلکش [۲۰۳]	مضمون ہاے دلکش
۶	رویائے صادقہ [۲۰۴]	رویاے صادقہ
۷	بال جبرئیل [۲۰۵]	بال جبریل
۸	اردو قواعد (مولوی عبدالحق) [۲۰۶]	قواعد اردو
۹	گلکدۂ عزیز [۲۰۷]	گل کدہ/گلکدہ

ایسی اغلاط صرف اردو الفاظ تک ہی محدود نہیں بل کہ انگریزی الفاظ کے حوالے سے بھی بے احتیاطی موجود ہے ، مثلاًاوکسفرڈانگلش ڈکشنری(OED) کے مخفف کوNEDلکھا گیا ہے۔[۲۰۸] اس کے علاوہ بھی ہر جلد میں انگریزی الفاظ میں اغلاط بآسانی مل جاتی ہیں، جن میں سے چند پیش خدمت ہیں:

تفصیلیہ(Colan-Dash)[۲۰۹]

علم الحیات(بیالوجی)Biologi[۲۱۰]

حیاتین ب(Vitamin B-omplex)[۲۱۱]

دریائی گھوڑا(Hippoppotamus)[۲۱۲]

سبز مایہ(choloroplast)[۲۱۳]

سنیارٹی(Seneiority)[۲۱۴]

ریفرجریٹر(Refrigerattor)[۲۱۵]

علم اللغت(Lexicography)[۲۱۶]

علم المعاشرت(Sociologgy)[۲۱۷]

کرسمس(Chrismas)

کرسمس کارڈ(Chrismas Card)

کرسمس ڈے(Chrismas Day)

کرسمس ٹری(Chrismas Tree)[۲۱۸]

فیلو(Fellaw)

فیلوشپ(Fellaw ship)

فیلوڈیَر(Fellaw Deer)[219]

کیلکولیٹر(Calculater)[220]

مددگار ناظم(Assistant Dircetor)[221]

اگرچہ لغت کی جلد اول کے آخر میں املا کی تصحیح سے متعلق 'صحت نامہ' کے عنوان سے اردو، سنسکرت اور انگریزی الفاظ کے ضمیمے شامل کیے گئے ہیں، جن میں صرف جلد اول کی اغلاط کی درستی کی گئی ہے لیکن بعد کی کسی بھی جلد میں اس کا اہتمام نہیں ملتا۔ حالاں کہ یہ لغت نویسی کے لیے ایک ضروری امر ہے۔

انگریزی الفاظ کے املا کے ضمن میں ایک اور مسئلہ ان انگریزی الفاظ کا بھی ہے جن کا پہلا حرف ساکن ہے۔ چناں چہ ایسے الفاظ کو ان کے انگریزی تلفظ کے علاوہ ان کے آغاز میں 'الف' لگا کر بھی تحریر کیا گیا ہے، مثلاً:

سکنڈل~اسکنڈل

سکواش~اسکواش

سکوٹر~اسکوٹر

سکور~اسکور

سکول~اسکول[222]

اگرچہ دونوں طرح کا املا درست ہے لیکن ایسے الفاظ کے لیے بھی کوئی فیصلہ کن قدم اٹھانا چاہیے کہ ان میں سے کس کو مستقلاً اختیار کیا جائے۔

لغت میں قدیم اور جدید املا دونوں مندرج ہیں مثلاً 'اوس'، 'اس'، 'اوبال'، 'ابال'، 'اودھار'، 'ادھار'، 'اٹھانا'، 'اوٹھانا' وغیرہ۔ اگر ایسے اندراجات درج بھی کرنے تھے تو اس ضمن میں وضاحت ہونی چاہیے تھی کیوں کہ اعراب بالحروف کو قدیم املائی شکل بھی سمجھا جا سکتا ہے مزید یہ کہ یہ صارفین لغت کے لیے شبے کا باعث بھی ہو سکتا ہے کہ شاید دونوں طرز کا املا اب بھی رائج ہے۔ مثلاً:

بھل بھل اجالا/اوجالا[223]

منصب تک پہونچنا/پہنچنا[224]

ان اندراجات میں سے بھی اول الذکر کی کسی بھی شکل کی کوئی مثال موجود نہیں۔ جب کہ مؤخر الذکر میں سے صرف 'منصب تک پہنچنا' کی مثال دی گئی ہے۔ اگر متبادل اشکال کا استعمال نہیں تو انھیں اندراج میں بھی نہیں ہونا چاہیے۔

لغت میں املا کے ضمن میں بالخصوص ہندی الاصل الفاظ کے اندراج میں غلط صورتوں کو بھی مروجہ قرار دے دیا گیا ہے۔ یعنی صحیح اور غلط دونوں درج کر دیے گئے ہیں اور اس بابت اصول یہ اپنایا گیا ہے کہ ہندی الاصل الفاظ کا آخری حرف عموماً ہائے مختفی کے بجائے الف لکھا گیا ہے، لیکن چوں کہ ان میں سے بعض الفاظ اکثر الف کے بجائے ہائے مختفی سے لکھے جاتے ہیں اس لیے ان کی یہ متبادل شکل بھی اصل لفظ کے مقابل درج کر دی گئی ہے۔''[225] لیکن لغت میں ایسی اشکال صرف مقابل ہی نہیں بل کہ متبادلات کی صورت میں بھی نظر آتی ہیں، جس کی وجہ سے فیصلہ نہیں کیا جا سکتا کہ ان میں سے تحریر میں کس کو رواج دیا جائے، مثال کے طور پر:

ڈھانچہ/ڈھانچا[226]

قتلما/قتلمہ[227]

گوردوارا/گوردوارہ[228]

ورقی سموسا/سموسہ[229]

ہندی الفاظ کے علاوہ دیگر زبانوں کے الفاظ میں بھی یہ مسائل ملتے ہیں مثلاً 'ہرقُلـ یز' اور 'ہرقُـ لمیس' دونوں درج کیے گئے ہیں[230] لیکن مثال صرف مؤخر الذکر کی درج گئی ہے۔ مزید برآں اول الذکر کا املا بھی نامانوس ہے اگر یہ کہیں پر مندرج ہے تو اس کے استعمال کی سند بھی ضرور دی جانی چاہیے تھی لیکن نہیں ہے۔ ایسا ہی ایک اور اندراج 'کعـ بت/کعبۃ' بھی ہے، جس کے استعمال کی کوئی سند موجود نہیں۔ البتہ ایک تحتی اندراج 'کعبۃ اللہ' دیا گیا ہے، جس کی تمام امثال میں بھی 'کعبۃ' ہی مندرج ہے۔[231] سوال یہ ہے کہ اگر 'کعبت' کا ایک بھی استعمال نہیں مل سکا تو اس املا کو مروج کیوں کر مان لیا گیا؟

اردو کے بعض الفاظ جو عربی زبان سے مستعار لیے گئے ہیں ان میں موجود تائے مدورہ (ۃ) کے لیے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ جہاں ایسا لفظ اردو کے املا میں دونوں طرح رواج پا چکا ہے وہاں لفظ کا اندراج تائے قرشت یا فوقانی (ت) کے لحاظ سے کیا گیا ہے اور متبادل صورت اس کے مقابل درج کر دی گئی ہے۔''[232] تاہم بہ طور لیما 'نوراۃ' بمعنی 'حضرت نظام الدین اولیا کے آستانے پر نوراتیں کاٹنے کا عمل' جیسے الفاظ بھی موجود ہیں جس کے مساوی کے طور پر 'نورات' دیا گیا ہے۔[233] اس کے علاوہ بھی دونوں طرح کا املا موجود ہے جو کئی مسائل کو جنم دیتا ہے، مثال کے طور پر 'جلوہ' کے معنی نمبر ۴ کے ذیل میں لکھا ہے:

صوفیوں کی وہ حالت جو خلوۃ کے بعد ہوتی ہے۔[234]

لیکن اردو میں 'خلوۃ' کی صورت تاے مدورہ کے ساتھ مستعمل اور مانوس نہیں۔ اگرچہ لفظ 'خلوت' کے اندراج میں بھی 'خلوۃ' کو اس کا مساوی ظاہر کیا گیا ہے لیکن جتنی بھی امثال درج کی گئی ہیں ان میں بھی یہ متبادل صورت موجود نہیں ہے۔ مزید برآں بورڈ کے اصول لغت کے مطابق اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں 'زکوٰت، صلوت، جیسی نامانوس تراکیب کو نظر انداز کیا گیا ہے[۲۳۵] لیکن اس کے باوجود 'صلوٰۃ' کی متبادل شکل کے طور پر 'صلوت' کا اندراج موجود ہے۔[۲۳۶] البتہ 'زکوٰت' کا اندراج نہیں کیا گیا لیکن اس کا املا' الف بشکل واؤ' (ـٰ) کے بجاے' الف مقصورہ' (ا) سے تحریر کرتے ہوئے 'زکواۃ' دیا گیا ہے جو غلط ہے۔[۲۳۷]

اردو میں مروج عربی کے ایسے الفاظ جو تنوین کے ساتھ لکھے جاتے ہیں انھیں اردو میں دو طرح لکھنے کا رواج ہے لہٰذا اس سلسلے میں سہولت کے لیے یہ اصول اپنایا گیا کہ ان الفاظ کی ایک شکل اندراج کے طور پر اور دوسری شکل (عام اس سے کہ دوسرا املا غلط ہو یا صحیح) اصل لغت کے سامنے یعنی اعراب ملفوظی اور قواعدی حیثیت کے اندراج کے بعد درج کی جائے، جیسے: 'دفعۃً' کے سامنے 'دفعتاً'، 'مولانا' کے سامنے 'مولٰنا' وغیرہ۔[۲۳۸] لیکن اس کے باوجود اس قسم کے الفاظ ہندی الاصل الفاظ کی طرح متبادل اندراجات کی صورت میں بھی مل جاتے ہیں۔ ملاحظہ کیجیے:

عاریتاً/عاریۃً[۲۳۹]

مقابلتاً/مقابلۃً[۲۴۰]

نتیجتاً/نتیجۃً[۲۴۱]

نسبتاً/نسبۃً[۲۴۲]

'ہمزہ' کے درست استعمال اور اس کے مسائل پر قابو پانے کے لیے لغت میں ان عربی اور فارسی الفاظ کے، جو 'الف' یا 'واؤ' پر ختم ہوتے ہیں، مضاف ہونے کی حالت میں جو 'ے' بحیثیتِ علامتِ اضافت آتی ہے، اس پر ہمزہ نہیں لکھا گیا، جیسے: ابتداے کار، سراے فانی وغیرہ[۲۴۳] لیکن لغت کے اس اصول سے انحراف کی امثال بھی موجود ہیں، جن میں سے چند درج ذیل ہیں:

تائے قرشت، تائے فوقانی، تائے مدورہ، تائے مثناۃ، تائے دراز وغیرہ[۲۴۴]

جزائے خیر[۲۴۵]

داناے غیب: دانائے راز[۲۴۶]

علماے سو: علمائے حق کی ضد[۲۴۷]

محوالجمع/الحقیقی: اس سے مراد فنائے کثرت ہے وحدت میں[۲۴۸]

عربی کے اکثر اسما کے آخر میں 'ہمزہ' آتا ہے لیکن اردو میں لکھتے وقت اسے حذف کر دیا جاتا ہے اس لیے لغت میں بھی ہمزہ کو مذکورہ نوع کے اصل لغات کے ساتھ درج نہیں کیا گیا؛البتہ جہاں املا میں اس کے استعمال کی مثال مل گئی ہے وہاں متبادل شکل کے طور پر،اور جہاں مثال نہیں ملی وہاں اشتقاق میں اصل عربی لفظ ہمزہ کے ساتھ لکھ کر یہ واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ اصلاً ہمزہ اس لفظ کا جزو ہے۔[۲۴۹]تاہم کئی ایسے الفاظ موجود ہیں جن میں ایسا کوئی اہتمام نظر نہیں آتا۔ مثلاً 'صِباء'، بمعنی بچپن میں اسے اصل لغت کے ساتھ ہی تحریر کر دیا گیا ہے۔[۲۵۰]'حکما' کے ساتھ 'حکماء' کا متبادل اندراج تو دیا گیا ہے لیکن نہ صرف یہ کہ 'حکماء' کی کوئی مثال نہیں ملتی بل کہ جو امثال دی گئی ہیں ان میں بھی دو اسناد 'حکمائے ذو فن' اور حکمائے قدیم' کی ہیں جنھیں اپنی تفصیلات کے ساتھ اصولاً علیٰحدہ علیٰحدہ اور تحتی اندراجات کی صورت میں درج ہونا چاہیے۔[۲۵۱] جب کہ اسی قسم کا ایک اور اندراج 'انتہا' [ع۔(ن ہ یٌ)] ہے جس کے اشتقاق میں اصل عربی لفظ کے ساتھ 'ء' ہونا چاہیے، لیکن نہیں ہے۔[۲۵۲]

اردو کلمات میں جہاں ہمزہ کی آواز کی ادائیگی واضح ہے وہاں ہمزہ لکھا گیا ہے، مثلاً کئی، گئی، آؤ، رائتہ، ملاأعلیٰ اور جرأت وغیرہ؛لیکن جس کلمے کے بولنے میں ہمزہ کی آواز نہیں آتی وہ کلمہ 'ی' سے درج کیا گیا ہے، جیسے: کیے، سیے، لیجیے، دیجیے، کہیے اور ہوجیے وغیرہ۔[۲۵۳]البتہ کئی مقامات پر اس سے بھی روگردانی دکھائی دیتی ہے:

پریگ: پریگوں کو فرداً فرداً نکالنے کے لیے نعل کو ڈھیلا کر لینا چاہئے[۲۵۴]

جلوہ دینا: غرض حسن نے اور جلوے دیئے[۲۵۵]

چکور: اگر اس کی چال کو مناسبت۔۔۔۔ ہنس یا چکور کی دیجئے[۲۵۶]

چشمۂ حیواں: لایا ہوں میں یہ چشمۂ حیواں ترے لئے[۲۵۷]

کہنے میں: یاروں میں خاک بیٹھئے کیا بات کیجئے[۲۵۸]

لینادینا: چلتا نہیں ہے کام کوئی بے لیے دیئے[۲۵۹]

اس کے علاوہ اصولوں میں 'نمائندہ'، 'شائستہ' اور آئندہ' جیسے الفاظ کو بھی ہمزہ سے ہی تحریر کرنے کی سفارش کی گئی ہے لیکن پھر بھی 'نمایندگی'[۲۶۰]اور 'شایستہ'[۲۶۱]جیسے الفاظ بھی اندراجات میں دکھائی دے جاتے ہیں۔

لغت میں بیش تر مقامات پر اندراجات اور امثلہ میں بھی املا کا اختلاف ملتا ہے۔ مثال کے طور پر 'بونڈ' کو نہ صرف مثال میں 'بانڈ' لکھا گیا ہے بل کہ اس کا انگریزی املا بھی *bond* کے بجائے *boud* لکھا گیا ہے۔[۲۶۲]اسی طرح 'ہواللہ'، 'ہواللہ

احد'، 'ہواللہ اکبر'، 'ہوالفتاح'، 'ہوالقیوم' وغیرہ [۲۶۳] کے اندراجات میں 'ہو' مندرج ہے جب کہ امثال میں 'ھو' تحریر کیا گیاہے۔ مزید مثالیں دیکھیے:

نمبر شمار	اندراجات	امثلہ
۱	ٹھیراؤ [۲۶۴]	بودھوں نے۔۔۔ چیزوں کے قیام اور ٹھہراؤ کو الٹ دیا۔
۲	ساتھ [۲۶۵]	بلکہ میرا ابھی ناموس اپنے سات لے جاؤ
۳	کچرا [۲۶۶]	نمک اور کچرہ وغیرہ جو کہ مرین بائیلر میں پانی کی سطح کے اوپر تیر رہا ہوتا ہے۔
۴	مزہ حاصل ہونا [۲۶۷]	زندگانی کا مزا لٹ گیا حاصل ہو کر
۵	منجا [۲۶۸]	ملجا ہے نہ منجٰی ہے نہ مامن نہ مفر ہے
۶	منجھیلا [۲۶۹]	اسی منجھیلہ میں میں روز و شب رہوں گا سوز
۷	نخرچا [۲۷۰]	تمہارا سب کام نخرچہ ہوگا جاؤ ہم نے کہہ دیا۔
۸	ہائم [۲۷۱]	کہ عقل کے تیئں ہایم یا پیر محی الدین
۹	ہاتھ پاؤں [۲۷۲]	یہاں مدینے میں اسلام نے خوب ہاتھ پانوں پھیلائے۔
۱۰	ہل من مبارز / مبارزٍ [۲۷۳]	ابھی اور اد نہ پڑھے تھے کہ۔۔۔ فوجوں کی صفیں بندھ آواز ھل من مبارز کی اوٹھی۔

ایسے کلمات جو 'الف' یا 'ہ' پر ختم ہوتے ہیں، املے کے اصولوں کی بنیاد پر لغت میں ان کے حرف آخر کو بڑی 'ے' سے بدل دیا گیا ہے، جیسے: گھنٹے پر، مگر 'ح' یا 'ع' پر ختم ہونے والے الفاظ میں ایسی کوئی تبدیلی کرنے کے بجائے تیسرے حرف کو مکسور کر دیا گیا ہے، جیسے: مطلِع میں وغیرہ [۲۷۴] تاہم اس قدر احتیاط کے باوجود لغت میں بسلسلہ امالہ بے توجہی ملتی ہے:

دوران میں: عرصہ میں [۲۷۵]

راؤنڈ: مقابلہ کا ایک دور [۲۷۶]

منصب تک پہنچنا: عہدہ پر فائز ہونا [۲۷۷]

ہزال: خوش مزاج نیز پرلے درجہ کا ہزل گو [۲۷۸]

اگرچہ ہائے مخلوط (ہائے دو چشمی: ھ) کی بابت بورڈ کا دعویٰ ہے کہ ہائے ہوز (ہ) کو کسی بھی شکل میں ہائے مخلوط کی آواز کی ادائیگی کے لیے استعمال نہیں کیا گیا[۲۷۹] لیکن یہ دعویٰ بھی تسامحات سے مبرا نہیں جس کے ثبوت کے لیے درج ذیل امثال ملاحظہ کی جاسکتی ہیں:

اندھی بادشاھی[۲۸۰]

پرستار: جاؤ نہ سواری تو ہے تیار تمہار یا ٹھارہ برس کی ہوں پرستار تمہاری[۲۸۱]

پرچہ: ایک پرچہ تیری صورت کا دکھائیں گے انہیں[۲۸۲]

دولھن: دولہا کچھ تحائف دلہن کو بھیجتا ہے[۲۸۳]

مذہب~مذھب[۲۸۴]

اردو لغت کے لیے طے شدہ اصول لغت نویسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس لغت میں موجود اسناد و امثلہ کے اقتباسات میں بھی املا کی درستی پر توجہ دی گئی ہے اور یہ تصحیح اس حد تک روا رکھی گئی ہے کہ بدیہی اغلاط درست کر دی گئی ہیں۔[۲۸۵] پھر بھی جابجا مرتبین کی سہل پسندی کے نمونے دیکھے جاسکتے ہیں:

بھوس نکل جانا: زمیں کوں کہینگے کہ اس کوں چکل[۲۸۶]

تمھیں: تمہیں کہدو یہی آئین وفاداری ہے (بانگ درا)[۲۸۷]

محمول فیہ: جب کوئی چیز کسی چیز میں سریان کرتی ہے تو وہ شئے جسمیں سریان ہوئی ہے محمول فیہ ہوتی ہے (فصوص الحکم)[۲۸۸]

ہوتا: نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہوتا تو خدا ہوتا ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہوتا میں تو کیا ہوتا (غالب)[۲۸۹]

ہونا: جب شراب ہوگئی تو سر سے اپنے دوپٹہ کھول کے میفروش کے سامنے لائے کہ اسے رہن رکھ لو (طلسم نوخیز جمشیدی)[۲۹۰]

غرض درج بالا تمام تفصیل مع امثال کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر لغت میں املا کا اس قدر اختلاف ہے تو یہ کسی بھی صارف و ناظر لغت کے لیے، آسانی اور سہولت کے بجائے، کش مکش، پریشانی اور الجھاؤ کا باعث ہوگا۔ مزید یہ کہ وہ ایسی صورت حال سے دوچار ہونے کے بعد کبھی بھی اصل حقائق تک نہیں پہنچ پائے گا اور نہ ہی کسی لفظ کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ کر پائے گا۔ لہٰذا اس قسم کے مسائل کو 'قول فیصل' کے ذریعے حل کیا جانا چاہیے۔ تاکہ اس لغت کے ذریعے اردو زبان کے معیاری املا کی طرف کوئی اہم اور فیصلہ کن قدم بڑھایا جاسکے۔

۴.۳ تلفظ کی وضاحت:

اردو لغت میں تلفظ کی وضاحت کے لیے دو طریقہ ہائے کار اختیار کیے گئے ہیں، جنھیں مکتوبی (اعرابی) اور ملفوظی کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ ان کی مزید وضاحت کے لیے کچھ اختصارات اور علامات بھی وضع کی گئی ہیں، جن کا تفصیلی ذکر مقالے کے بابِ دوم میں بورڈ کے اصول لغت نویسی کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔ اردو میں چوں کہ ہر لفظ کا آخری حرف ساکن ہے اس لیے لغت میں کہیں بھی اس کا تلفظ ظاہر نہیں کیا گیا۔ علاوہ ازیں لغت کی تالیف تک الفاظ و اعراب میں جو تصرفات کیے گئے ہیں اور جنھیں مستند شخصیات اور اہلِ زبان نے قبول کر کے اور مروجہ قرار دے کر درست تسلیم کر لیا ہے، ان کی آخری صورت کو لغت میں درج کیا گیا ہے اور تلفظ کی ادائیگی کے اس طریقہ کار پر، لغت کی تمام جلدوں میں ،ثابت قدمی کے ساتھ عمل کرنے کی سعی نظر آتی ہے، لیکن پھر بھی بہ حوالۂ تلفظ چند مسائل مل جاتے ہیں جن کا تفصیلی ذکر پیش خدمت ہے:

کسی لغت میں تلفظ کی وضاحت یا فراہمی کے پیش نظر اس کے صارفین کی سہولت یا آسانی ہوتی ہے، لیکن اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں تلفظ کی ادائیگی کا ملفوظی طریقہ آسانی کے بجائے دشواری پیدا کرتا نظر آتا ہے۔ بعض الفاظ کا تلفظ اس قدر طوالت اور پیچیدگی کا حامل ہے کہ اسے یاد رکھنے اور سمجھنے میں نہ صرف ضرورت سے زیادہ وقت صرف ہوتا ہے بل کہ اچھی خاصی کاوش بھی کرنی پڑتی ہے، مثلاً:

ابتدائیہ: (کس ا، سک ب، کس مج ت، کس ء، شدی بفت، نیز بلا شد)[291]

میونسپل/میونسپیل: (کس م، و مع، کس خف نیز سک ن، کس مج س، فت پ/ی مع، فت پ)[292]

ہمعصریّت: (فت ہ، سک م، فت ع، سک ص، شدی مع بفت نیز بلا شد)[293]

ہندویّت: (کس ہ، سک ن، و مع، شدی مع بفت نیز بلا شد)[294]

تلفظ کی ادائیگی کا یہ طریقہ نہ صرف پرانا ہے بل کہ عام فہم بھی نہیں۔ ایک لغت کسی بھی زبان کے تمام بولنے والوں کے لیے مرتب کی جاتی ہے۔ اس کے صارفین میں ہر مکتبہ ہائے فکر اور طبقات کے لوگ شامل ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا ملفوظی طریقہ کار جو اس لغت میں اختیار کیا گیا ہے ایک عام خواندہ شخص کے لیے سہل نہیں۔ اس کوفت یا پریشانی سے بچنے کے لیے ماہرینِ لغت کے بیان کردہ کسی اور طریقے سے بھی راہ نمائی حاصل کی جا سکتی تھی، جن میں بین الاقوامی صوتیاتی ابجد (IPA)، دوبارہ ہجے کرنے یا ارکان تہجی (Syllables) کی بنیاد پر لفظ کی تقطیع کرنے یا زور دینے (Stress) کے طریقے زیادہ قابل فہم اور سہل ہو سکتے ہیں۔

تلفظ کی مکمل طور پر وضاحت کے لیے ایک لغت میں شامل ہر لفظ کے ہر حرف کا اعراب واضح ہونا چاہیے، لیکن اردو لغت میں اس کی پابندی نہیں ہے۔ کہیں اعراب مکتوبی نامکمل ہیں، مثلاً:

بڑ: (فت ب)[۲۹۵]

قینچیاں: (ی مج، مغ، کس چ)[۲۹۶]

مُضارب: (ضم م، کس ر)[۲۹۷]

ہیڈریس: (ی مج، سک ڈ، ی مج)[۲۹۸]

تو کہیں اعراب ملفوظی میں کچھ حروف کے اعراب کو نظر انداز کیا گیا ہے، مثال کے طور پر:

نوٹوں: و مج[۲۹۹]

گلا: فت ک[۳۰۰]

اگر لغت میں دو طریقہ ہائے کار اختیار کیے گئے ہیں تو دونوں قسم کے اعراب مکمل ہونے چاہییں تاکہ ناظر لغت اپنی سہولت کے مطابق مطلوبہ طریقۂ کار سے استفادہ کر سکے۔

تلفظ کے ضمن میں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ اعراب مکتوبی اور اعراب ملفوظی میں اکثر مقامات پر مطابقت نظر نہیں آتی، مثلاً:

شِبکچہ: فت ش، ب، نیز سک ب، ی مع، فت چ[۳۰۱]

مِرچ سَفِید: کس م، سک ر، فت س، ی مج[۳۰۲]

مُرچُرا/چڑا: ضم م، ج[۳۰۳]

اس طرف بھی مرتبین لغت کی توجہ ہونی چاہیے۔

اختلاف تلفظ کی وضاحت کے لیے بعض مقامات پر ایک ہی حرف پر دو دو اعراب لگا کر اختلاف تلفظ کی نشان دہی کی گئی ہے جو ایک بالکل گنجلک طریقۂ کار ہے۔ مثال کے طور پر 'وَرِک' بمعنی سرین کا تلفظ 'فت و، سک نیز کس ر' ہے،[۳۰۴] جس سے پڑھنے والا یقیناً کش مکش کا شکار ہوگا کہ وہ کس تلفظ کو درست سمجھے۔ اس طرح کے کئی الفاظ ہر جلد میں موجود ہیں مثلاً:

پھُگوانا: (فت پھ، ضم نیز سک گ)[۳۰۵]

چاڑمی/چاڑمیں: (سک نیز ضم ر/ی مع)[۳۰۶]

ڈِراما/ڈِرامہ: (کس نیز فت ڈ/فت م)[۳۰۷]
لُگڑ: (فت ل، ضم نیز فت گ)[۳۰۸]
مِشک: (ضم نیز کس م، سک ش)[۳۰۹]
ناشتا: (سک نیز کس ش)[۳۱۰]
نِکالا: (کس نیز فت ن)[۳۱۱]
وِکٹرنری: (کس مج نیز فت و، فت ٹ، سک ر، فت ن)[۳۱۲]

اردو لغات میں یہ طریقہ اس سے قبل جامع اللغات میں بھی بروے کار لایا جا چکا ہے اور چوں کہ لغت میں برتے گئے بیش تر معاملات کے لیے جامع اللغات سے مدد لی گئی ہے اس لیے یہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے کہ تلفظ کے اختلاف یا وضاحت کے لیے یہ طریقہ بھی جامع اللغات سے ہی مستعار لیا گیا ہوگا۔ تاہم لغت نویسی کے اصولوں کو پیش نظر رکھا جائے تو لغت کی ضرورت، صارفین کی سہولت، اس کے استعمال اور افادیت کے پیش نظر اس طریقے کی حمایت نہیں کی جا سکتی۔

الفاظ کی ادائیگی کے افتراق کی وضاحت کے لیے لغت میں ایک اور طریقہ کار بھی اپنایا گیا ہے، لیکن اس میں بھی ایک قباحت نظر آتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایسے الفاظ جو ادائیگی کے لحاظ سے الگ ہیں انھیں متبادلات کی صورت درج کر دیا گیا ہے۔ مزید یہ کہ ان کے لیے شاذ و نادر ہی یہ وضاحت ملتی ہے کہ ان میں سے درست یا عام کون سا ہے یا بول چال کی بنیاد پر ان میں سے کس کو مرجح قرار دیا جائے، مثلاً:

اُمید/اِمید/اُمیّد/اِمیّد/اَمید[۳۱۳]
اَمیٹھی/اُمیٹھی[۳۱۴]
بَغَلیت/بغَلیَّت[۳۱۵]
بِستار/بُستار[۳۱۶]
پائَل/پایَل[۳۱۷]
پائندہ/پایِندہ[۳۱۸]
سُخَن/سَخُن[۳۱۹]
کھتاؤنی/کھتاوَنی[۳۲۰]

چناں چہ تمام تر اختلافات کے لیے؛ سب سے بہتر حکمت عملی یہ ہے کہ اختلافات تلفظ کی وضاحت کے لیے یکساں طریقہ اختیار کیا جائے اور کسی لفظ کا وہ تلفظ جو اردو زبان بولنے والے زیادہ سے زیادہ افراد کے لیے قابل فہم ہو اسے درست مان کر ضروری اختلافات کی وضاحت کردی جائے۔

۵.۳ قواعدی حیثیت کا تعین:

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں لغات کی قواعدی حیثیت کے تعین میں خاصا اہتمام نظر آتا ہے۔ بقول ڈاکٹر مسعود ہاشمی جہاں سابقہ اردو لغات میں وہ حصہ کمزور معلوم ہوتا ہے جس میں الفاظ کی قواعدی حیثیت کو ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی ہے ،اردو لغت کا سب سے مضبوط یعنی معیاری حصہ ہی یہی ہے جس میں قواعدی معلومات کی درست نشان دہی کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔[۳۲۱]

لغت میں قواعدی معلومات پانچ مقامات پر ملتی ہیں ،یعنی:

الف۔ لفظ کی قواعدی حیثیت کی نشان دہی کے طور پر۔

ب۔ پیش لفظ اور صارفین کے لیے ہدایات میں ،جہاں علامات واختصارات اور رموزاو قاف کا بیان ہے۔

ج۔ بہ طور لیما ایسے لغات (اصطلاحات) میں ،جو اردو قواعد میں استعمال ہوتے ہیں۔

د۔ محاورات ،ضرب الامثال اور مقولوں جیسے مرکبات میں۔

ہ۔ اشتقاقی معلومات میں۔

ان میں بھی تمام الفاظ کو بنیادی قواعدی معلومات یعنی اسم ،فعل اور حرف میں ہی تقسیم نہیں کیا گیا بل کہ متعلق فعل، صفت، ضمیر، فعل لازم، فعل متعدی، محاورہ، روزمرہ، کہاوت، مقولہ، فقرہ ،فجائیہ ،حکائی یا نقل الصوت (حکایت الصوت)، علم، سابقہ، نیم سابقہ ،لاحقہ اور نیم لاحقہ وغیرہ میں تقسیم کیا گیا ہے۔اس لحاظ سے الفاظ کی قواعدی نوعیت کی وضاحت میں تنوع نظر آتا ہے۔

قواعدی معلومات پر غور و فکر کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ 'واحد' ،'جمع'،'جمع الجمع'،'قدیم' اور 'شاذ' تک کا تعین کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں جو مرکبات بہ طور لیما داخل لغت ہیں ،مرکب کی مختلف اقسام یعنی 'مرکب اضافی'، 'مرکب توصیفی'،'مرکب عطفی'،'مرکب عددی'وغیرہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کی مزید وضاحت بھی کی گئی ہے۔

علیحدہ قواعدی حیثیت کی حامل لغات کو الگ شقوں (الف، ب) کے تحت درج کیا گیا ہے، لیکن اس کا اہتمام آغاز کی جلدوں میں زیادہ نظر آتا ہے بعد کی جلدوں میں اکثر و بیش تر ایک سے زائد قواعدی حیثیات رکھنے والے لغات کو ایک ہی شق کے تحت درج کیا گیا ہے البتہ نحوی نکات کی مزید وضاحت کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ 'فائدہ' کے عنوان سے مرتبین نے ایک اور سلسلہ متعارف کروایا ہے۔ اس کے تحت قواعدی لحاظ سے مزید تشریح ملتی ہے نیز غلط العوام کا فرق بھی معلوم ہو جاتا ہے۔ تاہم چوں کہ کوئی بھی لغت تسامحات سے خالی نہیں اس لیے قواعدی معلومات کے بیان میں بھی کچھ خامیاں در آئی ہیں، جن میں سے پہلی یہ ہے اکثر مقامات پر قواعدی نوعیت کی وضاحت ہی موجود نہیں ہے، مثلاً:

پچھار (۲)[۳۲۲]

پدم موتّر[۳۲۳]

تن (۲)[۳۲۴]

ٹھیکاو[۳۲۵]

خم ٹھوک/ ٹھونک کر سامنے آجانا/آ کھڑا ہونا[۳۲۶]

شائع کنندہ[۳۲۷]

لغت میں اکثر الفاظ کی قواعدی حیثیت میں واضح طور پر اختلاف ملتا ہے، مثلاً 'ہ' کی تقطیع میں 'ہٹ' (Hit) بمعنی ضرب اور گیند کو بلے سے مارنے کا عمل، کو اسم لکھا ہے اور اسی اندراج کے ذیل میں اس کے دوسرے معنی مشہور، پسندیدہ اور ہر دل عزیز وغیرہ بتائے گئے ہیں لیکن قواعدی نوعیت درج نہیں کی گئی۔[۳۲۸] حالاں کہ پہلے معنوں میں اسے 'فعل' اور دوسرے معنوں میں 'اسم صفت' لکھنا چاہیے تھا لیکن ایسا نہیں ہے۔ 'جولاہی' کے معنی ''جولاہا کی تانیث، رک: جلاہی'' دے کر درج ذیل مثال درج کی گئی ہے:

> شیخ افضل کی دلہن، بالکل مارو بیگن قوم کی جولاہی، لڑنے میں سپاہی (عقد ثریا، ۱۷)[۳۲۹]

یہاں 'جولاہی' جولاہا کی تانیث کے طور پر استعمال نہیں ہوا بل کہ بہ حوالۂ قوم صفت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اس لحاظ سے 'جولاہی' کی قواعدی نوعیت کے طور پر اسے 'صفت' بھی قرار دینا چاہیے۔ یہی حال اعداد کا بھی ہے 'بائیس' اور 'بتیس' کو متعلق فعل، 'بیالیس'، 'باسٹھ'، 'بیاسی' اور 'بیانوے' کو صفت، جب کہ 'باون' کو متعلق فعل اور صفت دونوں قرار دیا گیا ہے،[۳۳۰] جب کہ کئی اعداد کو 'صفت عددی' یا 'اسم عدد' بھی لکھا ہے۔ حالاں کہ اس ضمن میں کوئی ایک فیصلہ کرنا چاہیے۔ ذیل کے جدول میں ایسی ہی اور امثال ملاحظہ کیجیے:

نمبر شمار	اندراج	معنی	لغت میں دی گئی قواعدی حیثیت	اصل قواعدی حیثیت
۱	شاہدہ[۳۳۱]	گواہی دینے والی عورت	اسم	جب 'شاہد' کے ساتھ 'اسم' اور 'صفت' دونوں دیے گئے ہیں تو 'شاہدہ' کو بھی صفت درج کیا جانا چاہیے۔
۲	شرف پانا[۳۳۲]	عزت پانا	محاورہ	فعل مرکب ہونا چاہیے۔
۳	ملیکش[۳۳۳]	ملیچھ	اسم	'ملیچھ' صفت ہے لہٰذا اس کا مترادف " ملیکش' بھی صفت ہونا چاہیے۔
۴	مرغی پکانا[۳۳۴]	مرغی کا گوشت پکانا	فعل مرکب، محاورہ	صرف فعل مرکب ہونا چاہیے۔
۵	مزارات پر جانا[۳۳۵]	مزاروں کی زیارت کرنا	محاورہ	فعل مرکب ہونا چاہیے۔
۶	نیا[۳۳۶]	جدید	اسم	صفت ہونا چاہیے۔
۷	ہونٹھوں نکلی کوٹھوں چڑھی[۳۳۷]	منہ سے بات نکلتے ہی مشہور ہو جاتی ہے	محاورہ	ضرب المثل یا کہاوت ہونا چاہیے۔
۸	یکتائی[۳۳۸]	وحدت، ایک ہونا، منفرد	اسم	صفت ہونا چاہیے۔

اردو لغت میں بہت سی ضرب الامثال، اقوال اور کہاوتوں کو 'فقرہ' لکھ دیا گیا ہے، مثلاً 'پانچوں انگلہ یاں گھی میں تر ہیں'[۳۳۹] حالاں کہ اسی مقام پر 'پانچوں انگلہ یاں گھی میں/۔۔۔ گھی میں' اور 'پانچوں انگلہ یاں گھی میں اور (چھٹا) سر کڑھائی میں' کو کہاوت لکھا ہے۔ اسی طرح:

ٹھیکرا ہاتھ میں ہو گا اور بھیک مانگتا پھرے گا[۳۴۰]

حاسد کا منہ کالا[۳۴۱]

صورت تو نہ بنی پر منھ تو چڑایا[۳۴۲]

نانک ننھا ہو رہو جیسے ننھی دوب، پیڑ برے گر جائیں گے دوب خوب کی خوب[۳۴۳]

ہونٹوں سے ابھی دودھ کی بو آتی ہے[۳۴۴]

کو بھی 'کہاوت' کے بجائے 'فقرہ' تحریر کیا گیا ہے۔ حالاں کہ ان میں سے کئی کہاوتیں اور ضرب الامثال کسی دوسری لغت سے نقل کی گئی ہیں اور اصل ماخذ میں ان کی قواعدی حیثیت بھی واضح ہے اس کے باوجود نقل لغت میں احتیاط سے کام نہیں لیا گیا۔

اسی طرح عربی کی آیات کو اندراج کی تشریح میں آیت ظاہر کر کے بھی اسے فقرہ لکھا گیا ہے، مثلاً:

وماعلینا الا البلغ المبین[۳۴۵]

ھوالاولُ والاخرُ والظاہرُ والباطنُ[۳۴۶]

ھوالعلی العظیم[۳۴۷]

لغت میں الفاظ کی بنیادی قواعدی معلومات تو درج کی گئی ہیں مثلاً اسم، فعل، حرف وغیرہ، لیکن ان میں سے بعض معلومات ادھوری ہیں جو مزید تفصیل کا تقاضا کرتی ہیں۔ مثلاً 'اوپر'[۳۴۸] اور 'اتال'[۳۴۹] کو 'ظرف' لکھا گیا ہے۔ یہاں ظرف زماں اور ظرف مکاں کی وضاحت ہونی چاہیے تھی، لیکن نہیں ہے۔ ایسا ہی ایک اندراج 'ترا' ہے جسے 'ضمیر' قرار دیا گیا ہے، جس کی مزید وضاحت ضمیر اضافی، فاعلی یا مفعولی کے لحاظ سے ہونی چاہیے۔ اسی طرح 'نے'[۳۵۰] اور 'کو'[۳۵۱] کے سامنے بھی صرف 'حرف' لکھا گیا ہے جب کہ اسی نوعیت کے باقی اندراجات کی طرح ان کی بھی حروف کی چار مرکزی اقسام یعنی حروف جار، حروف عطف، حروف تخصیص یا حروف فجائیہ کے حوالے سے تسلی بخش توضیح ہونی چاہیے۔

مرتبین لغت کا ایک فرض الفاظ کے محل استعمال کی وضاحت بھی ہے۔ اس بابت اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے مدیر اول مولانا نسیم امروہوی کا کہنا ہے کہ اردو لغت میں:

کسی لفظ کے متعلق متروک یا شاذ ہونے کا اشارہ نہیں کیا گیا؛ لیکن یہ بات کہ لفظ متروک ہے یا نہیں اس کے استعمال کی مثالوں کے قدیم وجدید ہونے سے اخذ کی جا سکتی ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جدید دور کے بہت سے علمائے ادب عموماً اور راقم الحروف خصوصاً ترک الفاظ کے حق میں نہیں ہیں؛ کیوں کہ اس سے زبان کا دائرہ محدود ہو جاتا ہے۔ [۳۵۲]

اس راہ نما اصول کو دیکھا جائے تو لغت میں کئی الفاظ کے اندراجات میں قواعدی حیثیت کی وضاحت کے بعد 'شاذ' یا 'قدیم' وغیرہ کا اہتمام دکھائی دیتا ہے، لیکن جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ متروک الفاظ کی نشان دہی سے زبان کا دائرہ محدود ہوتا ہے، حیرت انگیز ہے کیوں کہ ایک لفظ تب ہی متروک ہوتا ہے جب انھی معنوں میں اس زبان میں کوئی اور لفظ اس کی جگہ لے چکا ہو یا لے سکتا ہو۔ اس کے علاوہ بھی مرور ایام کے ساتھ کئی الفاظ زبان میں داخل ہوتے رہتے ہیں اور ان کی شمولیت کا تناسب متروکات کے مقابلے میں ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔ لہٰذا متروکات کی نشان دہی سے کسی زبان کے الفاظ کی تعداد پر کوئی خاص اثرات رونما نہیں ہو سکتے۔ مزید برآں اگر اس اصول کے مطابق اسناد و امثلہ کے قدیم وجدید ہونے سے لفظ کے متروک ہونے کا اندازہ لگا بھی لیا جائے تو ان اندراجات کی بابت کیا رویہ اختیار کرنا چاہیے جن کے استعمال کی ادب میں تو کوئی مثال ہی نہیں ملی لیکن زبان میں یا تو ان کا استعمال متروک ہے یا پھر کبھی ہوا ہی نہیں؟

اردو لغت میں قواعد کے سلسلے میں ایک اور اہتمام بھی ملتا ہے، جس کا تعلق الفاظ کی قواعدی حیثیت کے ساتھ تو نہیں لیکن اسے اردو قواعد کا حصہ ضرور مانا جاتا ہے، اور وہ خاصیت اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں رموزِ اوقاف اور علامات کا استعمال ہے۔ لغت میں موجود تمام تر وضاحتوں کی بہتر اور مکمل تفہیم کے لیے انگریزی اور اردو میں مستعمل ان جدید رموز اوقاف سے مدد لی گئی ہے جن میں سے بیش تر مولوی عبدالحق کے ہاں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ لغت میں ان کا التزام جن مقامات پر اور جن مقاصد کے لیے کیا گیا ہے، ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

الف۔ سکتہ (Comma : ،)

۱۔ اعرابِ ملفوظی میں ہر حرف کے اعراب کے اندراج کے بعد۔
۲۔ تذکیر و تانیث کے تعین سے پہلے لفظ کی قواعدی حیثیت کے بیان کرنے کے بعد۔
۳۔ توضیح میں لفظ کے معنی درج کر کے ان کے مترادفات لکھنے سے پہلے۔
۴۔ امثال کے حوالے میں کتاب یا مصنف کے نام کے اندراج کے بعد۔
۵۔ اخبارات و رسائل سے اخذ کردہ امثال میں جائے اشاعت اور جلد نمبر کے بعد۔

۶۔ اشتقاق اور لسانی ماخذ کے بیان میں لفظ اور اس کی قواعدی حیثیت کے درمیان۔

ب۔ وقفہ (؛ :Semicolon)

۱۔ اعراب ملفوظی میں اگر متبادل اعراب کا اندراج بھی ہے تو اس سے پہلے۔

۲۔ قواعدی حیثیت درج کرنے کے بعد کسی لفظ کا متبادل درج کرنے سے پہلے۔

۳۔ ایک قواعدی حیثیت کے بعد دوسری قواعدی حیثیت درج کرنے سے پہلے۔

۴۔ تشریح میں کسی شق کے ایسے معنی درج کرنے سے پہلے، جن میں اور سابقہ معنی میں خفیف سا فرق ہو۔

۵۔ اگر کسی لفظ کا تعلق دو زبانوں سے ہے تو اشتقاق میں ایک زبان سے اس کا تعلق بیان کرنے کے بعد اور دوسری زبان سے اس کے تعلق کے بیان سے پہلے۔

۶۔ ایک سے زیادہ حوالہ جات کی صورت میں ایک کتاب کا حوالہ درج کرنے کے بعد اور دوسرے حوالے سے پہلے۔

ج۔ رابطہ (: :Colon)

۱۔ تفصیلات، اقتباسات، امثال یا بیان سے پہلے۔

۲۔ امثال کے حوالے میں صفحہ نمبر یا جلد نمبر سے پہلے۔

د۔ ختمہ (. :Full Stop)

۱۔ اردو کی تحریروں میں ختمہ جن مقاصد کے لیے استعمال ہوتا ہے لغت میں اس کی جگہ نقطہ استعمال کیا گیا ہے، مثال کے طور پر جملے کے اختتام پر۔

ہ۔ سوالیہ (Note of Interrogation:؟)

۱۔ سوالیہ، مشتبہ یا تحقیق طلب مقامات پر اس علامت کا استعمال کیا گیا ہے، مثلاً اگر کسی کتاب کا سنہ اشاعت معلوم نہیں تو اس کی جگہ سوالیہ لگایا گیا ہے۔

و۔ قوسین یعنی ہلالی بریکٹ (( ) :Small Bracket)

۱۔ لیما کے اندراج کے بعد اعراب ملفوظی کی وضاحت کے لیے۔

۲۔ کسی لفظ کی قدامت کے بیان کے لیے۔

۳۔ اگر تشریح کے دوران مزید وضاحت درکار ہے تو اس کے بیان کے لیے۔

۴۔ مرکب فقرات اور کہاوتوں کے درمیان، سیدھے خط کے بعد، کوئی متبادل صورت ظاہر کرنے کے لیے۔

۵۔ اصطلاحات کی وضاحت سے پہلے مخصوص علم یا فن کا نام ظاہر کرنے کے لیے۔

۶۔ فقرات وامثال میں ان کلمات کے اندراج کے لیے جو کچھ لوگوں کے ہاں مستعمل ہیں اور کچھ کے ہاں مستعمل نہیں۔

۷۔ اشتقاق میں لفظ کا مادہ درج کرنے کے لیے۔

۸۔ اشتقاق میں علامت تسوید یا کلمۂ مساوی درج کرنے کے لیے۔

۹۔ اندراجات میں کلمات کے متبادلات کے اندراج کے لیے۔

۱۰۔ اگر کوئی کتاب یا تصنیف قلمی ہے تو اس کی وضاحت کے لیے۔

ز۔ عمودی بریکٹ(Large Bracket:[ ])

۱۔ اشتقاق اور اس کے متعلقات کے اندراج کے لیے۔

ح۔ سیدھا خط(Dash: —)

۱۔ اعادہ سے بچنے کے لیے، تحتی الفاظ کے اندراج میں بنیادی الفاظ کی جگہ۔

۲۔ جملے یا فقرے کے درمیان قوسین میں کسی ایسے لفظ کے اندراج کے ساتھ جو کسی کلمے کا متبادل ہو۔

۳۔ تحتی الفاظ کے اعراب ملفوظی سے قبل۔

ط۔ آڑا خط/خطِ فاصل(Oblique: /)

۱۔ لغت کے اندراجات میں کسی کلمے یا کلمات کے متبادلات کے اندراج کے لیے۔

۲۔ متبادل الفاظ کے اعراب ملفوظی کے درمیان۔

۳۔ توضیح یا لسانی ماخذات واشتقاقات کے اندراج میں متبادلات کی تشریح اور اشتقاق کے بیان سے قبل۔

۴۔ جو کتاب دو یا دو سے زائد جلدوں پر مشتمل ہے ان کے جلد نمبر اور حصہ نمبر کے درمیان۔

ی۔ اقتباسیہ(Inverted Commas " "/' ')

۱۔ اخبارات ورسائل کی امثال میں ان کے ناموں کے ساتھ۔

۲۔ اخذ، اقتباس اور امتیاز کی علامت کے طور پر۔

ک۔ ماخوذیہ(Derived from:<یا>)

۱۔ یہ علامت 'ماخوذ از' کے معنوں میں استعمال کی گئی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف لکھی ہوئی لفظ یا زبان

سے دوسری طرف لکھا ہوا لفظ اخذ کیا گیا ہے۔

ل۔ متبادلہ (Alternate: ~)

ا۔ کسی لفظ یا فقرے کے متبادلات ظاہر کرنے کے لیے۔

م۔ علامت تجزیہ (Plus:+)

ا۔ لسانی ماخذ اور اشتقاق کے ذیل میں تجزیے کے لیے، تاکہ معلوم ہو سکے کہ کوئی لفظ کس سابقے یا لاحقے سے مرکب ہے۔ مثلاً [اپنانا: اپنا(رک)+نا]

ن۔ علامت تسوید/کلمۂ مساوی (Equal to: =)

ا۔ عام طور پر ہلالی بریکٹ میں استعمال ہوتا ہے تاکہ ظاہر کیا جا سکے کہ اس علامت کے بعد کا کلمہ سابقہ کلمے کے مساوی یا مترادف ہے۔

س۔ تین نقطے (Three dots: •••/۔۔۔)

ا۔ لاحقوں کے اندراج کے لیے لاحقوں سے قبل۔

۲۔ امثلہ و اسناد میں غیر ضروری عبارات میں بہ طور علامتِ حذف۔[۳۵۳]

چناں چہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اردو لغت میں نہ صرف رموزِ اوقاف اور علامات پر خصوصی توجہ دی گئی ہے بل کہ نئی علامات بھی سامنے آتی ہیں، مثلاً علامت تجزیہ (+)، ماخوذیہ (</>)، متبادلہ (~) وغیرہ، لیکن یہاں اس امر کا اظہار اشد ضروری ہے کہ جب اردو میں جملے کے اختتام کے لیے 'ختمہ' کی اصل علامت (۔) موجود اور مروج تھی تو لغت میں محض انگریزی کے تتبع میں فل اسٹاپ/نقطے (full stop) کا استعمال کیوں کیا گیا؟ اس امر کی کوئی توجیح نظر نہیں آتی۔ علاوہ ازیں لغت کی تدوین کے آغاز اور اس کے بعد ہر جلد میں بورڈ کے مختلف ادوار کے مرتبین نے علامات کی وضاحت تو کر دی لیکن اس کے باوجود لغت میں ان کے درست استعمال میں کوتاہی ہوئی ہے، جن کی نوعیت کا اندازہ مختلف جلدوں سے نقل کی گئی ان امثال کی مدد سے لگایا جا سکتا ہے:

نمبر شمار	لغت میں رموزِ اوقاف کا استعمال	اصل علامت کی نشان دہی
۱	پیچ یا تُر/یا تَرَ: (ـــــــسک ت، فت ر، فت ت، سک ر)[۳۵۴]	متبادلات کے اعراب ملفوظی کے درمیان سکتے (،) کی جگہ خط فاصل یا آڑا خط (/) استعمال ہونا چاہیے۔

	پوت: امذ~پوتا[۳۵۵]	قواعدی حیثیت اور متبادلہ (~) کے درمیان وقفے کی علامت درکار ہے۔
	جنیب/جنیبت: امذ؛~،جنیبۃ[۳۵۶]	متبادلہ (~) اور متبادل لفظ کے درمیان سکتے (،) کا استعمال غیر ضروری ہے۔
	۱۹۸۶، ن۔م۔راشد، ایک مطالعہ، ۸۸[۳۵۷]	ن۔م۔راشد۔۔۔ ایک مطالعہ کتاب کا عنوان ہے اس لیے یہاں سکتے کا استعمال غلط ہے۔
	۱۹۸۵، فنون، لاہور، مئی، جون، ۴۷[۳۵۸]	اصول کے مطابق 'فنون' کے ساتھ اقتباسیہ کی علامت ہونی چاہیے۔
	۱۸۸۹، سیر کہسار، ۹۶،۱[۳۵۹]	جلد اور صفحہ نمبر کے درمیان رابطے (:) کی علامت ہونی چاہیے۔
	یئوں یئوں: خوشامد، منت سماجت، عاجزی[۳۶۰]	تینوں معنوں میں فرق ہے اس لیے ان کے درمیان سکتے کے بجائے وقفے (؛) کی علامت ہونی چاہیے۔

۶۔۳ تذکیر و تانیث:

چوں کہ تذکیر و تانیث کا تعین اردو لغات کا ایک لازمی حصہ تصور کیا جاتا ہے، اس لیے بورڈ کی لغت میں اس کا التزام بھی ہے۔ لغت میں تقریباً ہر اندراج کے ذیل میں اس کی تذکیر و تانیث کی وضاحت کی گئی ہے۔ تذکیر و تانیث کی وضاحت نہ صرف لیما کے اندراج میں اس کی قواعدی حیثیت کے بیان کے بعد کی گئی ہے بل کہ اکثر مقامات پر اشتقاق میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے، مثلاً:

پوہی: مویشی [پوہا (رک) کی تانیث][۳۶۱]

غاذیہ: وہ قوت جو غذا کو تحلیل کر کے جزوِ بدن بناتی ہے [غازی (رک)+ہ، لاحقۂ تانیث][۳۶۲]

مذکر کے لیے 'مذ' اور مؤنث کے لیے 'مث' کے اختصارات استعمال کیے گئے ہیں۔ ایسے لغات جو بہ طور اسم اور صفت استعمال ہوتے ہیں انھیں واحد مذکر قرار دیا گیا ہے جب کہ افعال کو مصادر بتایا گیا ہے۔ مذکر الفاظ کی تانیث، ان کی جمع

اور تصریفی حالت کا بیان اسی وقت کیا گیا ہے جب وہ کسی محاورے یا مقولے وغیرہ کا جزو ہوں اور اس کے ذیلی اور تحتی مرکبات بھی درج کیے گئے ہوں۔ علاوہ ازیں تذکیر و تانیث کے بیان میں دبستانی اختلاف بھی اہمیت کا حامل ہے اس لیے اس کا اہتمام کرتے ہوئے ان کی امثال بھی علیٰحدہ علیٰحدہ درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ تاہم اس کے باوجود لغت میں دیگر اغلاط کی طرح تذکیر و تانیث کے بیان یا ان کے تعین میں بھی کچھ اغلاط دیکھنے کو ملتی ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے:

لغت میں مذکر اور ان کے مؤنث کے اندراج کے لیے یکساں طریقہ کار نہیں ملتا۔ کہیں تو ان کا اندراج الگ الگ کیا گیا ہے، مثلاً 'اپلا'، 'اپلی'[363]، 'اکیلا'، 'اکیلی'[364] وغیرہ لیکن کہیں اپنے ہی اصول سے انحراف کرتے ہوئے مذکر کے ساتھ ہی قوسین میں مؤنث کا بھی اندراج کر دیا گیا ہے اور پھر اصل اصل اندراج مذکر ہوتے ہوئے بھی مثال مؤنث کی تحریر کر دی ہے، مثلاً:

نفرت بھرا (مث: نفرت بھری)[365]

نظر گزر کا (مث: نظر گزر کی)[366]

نعمت بھرا (مث: نعمت بھری)[367]

یہ درست ہے کہ ہر حقیقی و غیر حقیقی لفظ کی جنس کا تعین کرنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود بعض مقامات پر ایسے لغات مل جاتے ہیں جن کی جنس کی وضاحت موجود نہیں، مثال کے طور پر:

شائع کنندہ[368]

پڑپتر[369]

توبہ توبہ[370]

مزید برآں وہ الفاظ جو صفت قرار دیے گئے ہیں، اکثر ان کے ساتھ 'صف مذ' اور 'صف مث' کی وضاحت ملتی ہے اور جن کے ساتھ اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں دی گئی اس سے مراد یہ ہے کہ وہ الفاظ بہ طور صفت مذکر اور مؤنث دونوں کے ساتھ استعمال ہوتے ہیں۔ تاہم لغت میں ایسے الفاظ بھی تلاش کیے جا سکتے ہیں جنھیں 'صفت' قرار دیا گیا ہے لیکن وہ صرف مذکر اسما کے ساتھ ہی استعمال کیے جا سکتے ہیں، مثلاً:

منجلا[371]

من موہنا[372]

نکما[373]

منھ بولتا[374]

جب لغت میں 'صف مذ' کے اختصار کا استعمال عام ہے تو مذکورہ الفاظ کے لیے بھی صفت کے ساتھ جنس کی تخصیص از حد ضروری معلوم ہوتی ہے۔

لغت میں جابجا ایسے اندراجات مل جاتے ہیں جن کی جنس میں واضح طور پر نہ صرف اختلاف ملتا ہے بل کہ یہ حوالہ تذکیر وتانیث ان کی غلط حیثیت کے اندراج کی عکاسی اس کی تفصیلات سے ہی ہو جاتی ہے لیکن اس کے باوجود اس ضمن میں کوتاہی نظر آتی ہے۔اس بات کے ثبوت کے طور پر 'تعیں'(امث) کی مثال پیش کی جاسکتی ہے جس کے ذیل میں شاہ نامہ کا یہ شعر درج ہے:

کئے تھے تعیں میں نے بے مردماں
کہ لائے ترے رخش کو اب یہاں[375]

یہاں صریح طور پر اس لفظ کا مذکر ہونا ثابت ہے لیکن پھر بھی اسے مؤنث ظاہر کیا گیا ہے۔'دادیہال'(صف مث) کی سند میں لکھا ہے:

اس کا ذکر ضرور کروں گا کہ میرے دادیہال اور نانیہال کا قریبی اتصال یا قران السعدین کی طرح ہوا[376]

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دادیہال مذکر ہے نہ کہ مؤنث۔ایسے ہی 'بڑباگر'،[377] 'ہولی کا ڈنڈا'[378] اور 'لہو کا /کی تاثیر'[379] کو مؤنث اور 'تخلیل'[380] کو مذکر قرار دیا گیا ہے جب کہ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔اس کے علاوہ ایک اختلاف دیگر ماخذ سے لیے گئے اندراجات کے سلسلے میں بھی دکھائی دیتا ہے، مثلاً 'و' کی تقطیع میں سنسکرت کا ایک اندراج 'وریڈ/وریڈا' ملتا ہے، جسے مذکر بتایا گیا ہے اور اس کی تفصیل میں یہ تحریر کیا گیا ہے کہ یہ اندراج پلیٹس کی لغت اور جامع اللغات سے لیا گیا ہے، لیکن پلیٹس کی لغت میں 'وریڈ' کو مذکر اور 'وریڈا' کو مؤنث لکھا گیا ہے[381] اور جامع اللغات میں بھی ایسا ہی ہے۔[382] بورڈ کی لغت میں نہ صرف اس کی جنس تبدیل کی گئی ہے بل کہ دو الگ اندراجات کو بھی ایک ہی اندراج بنا دیا گیا ہے۔

تذکیر وتانیث کی تعیین میں مکانی، زمانی، شعری اور تصریفی ہر قسم کے اختلافات کو مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ان تمام اقسام کے اختلافات کا احاطہ کرنا اور لغات کے ذیل میں ان کی تسلی بخش وضاحت کرنا لغت نویسی کے فرائض میں شامل ہے لیکن بورڈ کی لغت میں اس بابت عدم توجہی ملتی ہے، مثلاً 'اِبا' بمعنی حکم ماننے سے انکار، سرتابی، نافرمانی[383] کو مذکر اور مؤنث دونوں قرار دیا گیا ہے، لیکن نہ تو دبستان اور نہ ہی کوئی اور اختلاف واضح کیا گیا ہے اور نہ ہی یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ اب یہ لفظ

زیادہ تر کس حیثیت میں مستعمل ہے اور کسے مرجح قرار دیا جا سکتا ہے؟ اسی طرح 'املا'، 'لغت'، 'اشیا'، 'اکتفا'، 'زنار'، 'نقاب' اور 'سرنگ' سمیت سینکڑوں ایسے الفاظ ہیں جو ایک جگہ مذکر بولے جاتے ہیں تو دوسری جگہ مؤنث لیکن ان کی بابت کوئی قولِ فیصل موجود نہیں۔

تذکیر و تانیث کے تعین کے لیے ایک اصول یہ بھی ہے کہ اگر کوئی لفظ دونوں حیثیتوں میں مستعمل یا ان کا حامل رہا ہے تو ہر دو کی سند ضروری ہے کیوں کہ کسی لفظ کے معنی کے علاوہ اس کی تذکیر و تانیث سے متعلق حیثیت کا تعین بھی اس کے استعمال ہی سے کیا جاتا ہے۔ لغت میں اس اہتمام کو بھی اکثر مقامات پر نظر انداز کیا گیا ہے، مثلاً 'ابتلا' بمعنی امتحان، آزمائش وغیرہ[۳۸۴] کو مذکر اور مؤنث دونوں قرار دیا گیا ہے اور اس کی سند کے لیے درج ذیل امثال دی گئی ہیں:

الف۔ خدا کسی سے کسی دل کو آشنا نہ کرے
یہ ابتلا ہے بری طرح کا خدا نہ کرے (قائم)

ب۔ جوہر ترے جہاں پہ کھلے ابتلا کے بعد
تھا تجھ کو انتظارِ بلا ہر بلا کے بعد (جگر مراد آبادی)

ج۔ آشفتہ کوہ و دشت میں مدت پھرا ہوں میں
آوارہ گرد بادیۂ ابتلا ہوں میں (میر)

د۔ ہم ــــــ اس ابتلا و مصیبت میں بھی بشاش چلے جا رہے ہیں۔ (مضامین رشید)[۳۸۵]

لیکن ان میں سے کسی بھی مثال سے اس امر کی توضیح نہیں ہوتی کہ یہ لفظ مذکر کے علاوہ مؤنث بھی استعمال ہوتا ہے۔ 'مملوکات' بھی ایسا ہی لفظ ہے جس کی اسناد سے اس کے مؤنث ہونے کی نشان دہی ہوتی ہے۔[۳۸۶] 'تولیا' کی، ہر دو حیثیات کا حامل ہونے کے باوجود، جو اسناد فراہم کی گئی ہیں ان میں صرف اس کی تذکیری حیثیت کا بیان ہے۔[۳۸۷] اسی طرح 'اِلحاح' کا مؤنث[۳۸۸] اور 'سلّا' کا مذکر ہونا[۳۸۹] بھی ان کی امثلہ سے ثابت نہیں۔ لیکن اس سے بھی زیادہ تشویش 'گرِش (مذ۔ مث)' جیسے لغات کے سلسلے میں ہوتی ہے، جن کی امثلہ سے ان کی کسی بھی حیثیت کی وضاحت نہیں ہوتی۔[۳۹۰]

اس کے برعکس ایسے الفاظ بھی ہیں جو دونوں حیثیتوں میں مستعمل ہیں لیکن ان کی صرف ایک ہی حیثیت واضح کی گئی ہے۔ حالاں کہ ان کی تفصیلات میں بھی اس بات کی شہادت موجود ہے کہ اس کی صرف ایک ہی جنس نہیں ہے، مثلاً 'ہیزُم' بمعنی لکڑی یا جلانے کی لکڑی کو اسم مؤنث قرار دینے کے بعد اس کی ایک سند یوں دی گئی ہے:

وطن مفلسوں کا بہشت بریں

جہنم کا ہیزم ہیں القُسطون[391]

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ لفظ بہ طور مذکر بھی مستعمل رہا ہے۔ 'یہودہ' کو قدیم فلسطین اور حضرت یوسف کے بھائی کے نام کی وجہ سے مذکر لکھا ہے لیکن اس کے معنی نمبر ۳ میں 'یہودی عورت' تحریر کیا گیا ہے[392]، جس کی بنا پر یہ مؤنث بھی ہے۔ 'مشعل' (بڑی موٹی بتی، شمع) کے ذیل میں یہ شعر مندرج ہے:

بلند ایک بند اپڑا واں نظر

دو مشعل جھمکتے اتھے اُس اُپر[393]

جو 'مشعل' کے مذکر ہونے پر بھی دلالت کرتا ہے لیکن اسے صرف مؤنث بتایا گیا ہے۔ اسی طرح 'نعل' بمعنی محرابی شکل کا آہنی حلقہ[394] اور 'وجہ' بمعنی چہرہ؛ سبب، علالت[395] بھی ایسے الفاظ ہیں جنھیں مذکر لکھنے کے باوجود ان کی ایسی اسناد بھی دی گئی ہیں جن میں ان کی تانیثی نوعیت واضح ہے۔ جب کہ 'نقل'[396] اور 'خلق'[397] کو مؤنث ظاہر کرنے کے باوصف ان کی تذکیری حیثیت کی توضیح بھی موجود ہے۔

غیر زبانوں کے ایسے الفاظ جو اردو میں داخل ہو چکے ہیں ان کی تذکیر و تانیث کے تعین کے لیے یہ اصول مد نظر رکھا جاتا ہے کہ اس کا فیصلہ اسی قسم کے دوسرے الفاظ کے مطابق کیا جائے، جو پہلے سے اس زبان میں موجود ہیں۔ مثلاً 'ریل' گاڑی کی ایک قسم ہے اس لیے اسے مؤنث کہنا چاہیے۔[398] لغت میں کسی حد تک اس کی پابندی ملتی ہے۔ پھر بھی بعض انگریزی الفاظ ایسے ہیں جو دو حیثیتوں کے حامل ہیں، لیکن انھیں صرف مذکر یا صرف مؤنث قرار دیا گیا ہے، مثلاً 'ویکسین' کو مؤنث لکھا ہے، لیکن اس کی ایک مثال یوں درج کی گئی ہے:

کسولی میں یہ ویکسین تیار ہوتے تھے۔۔۔۔[399]

اسی طرح 'ممبر' (Member)،[400] 'ہیومنسٹ' (Humanist)،[401] تھیوسوفسٹ (Theosophist)[402] اور 'سائنٹسٹ' (Scientist)[403] کو صرف مذکر لکھا ہے حالاں کہ یہ الفاظ بہ طور مؤنث بھی اسی طرح ہی استعمال ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان میں سے 'ممبر' کی درج ذیل مثال بھی دی گئی ہے جس سے اس کا مؤنث ہونا بھی ثابت ہے:

اگرچہ وہ کمیونسٹ پارٹی کی ممبر کبھی نہ تھی مگر اشتراکیت کا فلسفہ اس کے۔۔۔۔طور طریقوں میں نمایاں تھا۔ (قصے تیرے فسانے میرے)[404]

دیگر زبانوں سے مستعار لیے گئے الفاظ میں عربی زبان کے الفاظ کی تذکیر و تانیث کے اختلافات بھی، جو الفاظ کی جمع سے متعلق ہیں، لغت میں موجود ہیں، جس کے لیے اصول یہ ہے کہ جو حالت واحد کی ہے وہی جمع کی بھی ہو گی۔ البتہ معرفت، حقیقت، قوت اور شفقت جیسے الفاظ اس سے مستثنیٰ ہیں۔[405] بالفاظِ دیگر عربی کی جمع خواہ اسم مذکر ہو یا مؤنث

دبستان لکھنو میں مذکر بولی جاتی ہے لیکن دہلی میں مذکر کی مذکر اور مونث کی مونث ہوتی ہے اور یہی درست بھی ہے۔ لہٰذا اس اصول پر لغتِ مذکور کے اندراجات کو دیکھا جائے تو 'مشکل' (مونث) کی جمع 'مشکلات' اور 'مشکلوں' کو تو مونث لکھا ہے لیکن 'مشکلیں' کو مذکر بنادیا ہے جو سراسر غلط ہے۔[406] 'مخلاف' بمعنی صوبہ کو مذکر اور اس کی جمع 'مخالیف' کو مونث بنادیا گیا ہے[407] اور جیسا کہ درج بالا سطور میں ذکر کیا گیا ہے کہ 'نعل' مذکر اور مونث دونوں حیثیات میں مستعمل ہے لیکن نہ صرف یہ کہ اسے مذکر لکھا ہے بل کہ 'نعلین' کو مونث لکھا ہے۔ قاعدے کے اعتبار سے اس کی جمع کو بھی مذکر اور مونث دونوں لکھنا چاہیے کیوں کہ اسناد میں بھی ہر دو قسم کی مثالیں موجود ہیں۔[408] جب کہ ایک اندراج 'تراکیب' بھی ہے، جسے مذکر اور مونث تحریر کیا گیا ہے۔ یہ 'ترکیب' کی جمع ہے جو صرف بہ طور مونث مستعمل ہے۔ چناں چہ اصول کی رو سے 'تراکیب' کو بھی مونث ہی ہونا چاہیے۔ مزید برآں مثالوں سے بھی اس کی تذکیری حیثیت ثابت نہیں۔[409]

الغرض درج بالا بحث میں مختلف نکات کے تحت اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے مشمولات کا جائزہ لینے کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ لغت بلا شبہ اردو لغت نویسی میں ایک اہم باب یا اہم سنگ میل ہے جس نے اپنے اندراجات کے ذریعے نہ صرف اردو زبان وادب اور سابقہ اردو لغات کے تمام تر سرمائے کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کی ہے بل کہ ترتیب اندراجات کے ضمن میں ایسے قابلِ تقلید اقدامات کو بھی رواج دینے کی کوشش کی ہے، جن سے صرفِ نظر کر کے پچھلی لغات نے بہت سے مسائل کو جنم دیا۔ اس لغت نے تلفظ اور قواعدی حیثیت کے تعین اور تذکیر و تانیث کے مختلف قسم کے اختلافات سے بھی اپنے انداز میں نمٹنے کی سعی کی ہے اور اس ضمن میں حاصل شدہ تمام تر معلومات اپنے صارفین تک پہنچانے کی سعی کی ہے، لیکن چوں کہ کوئی بھی نیا کام تسامحات یا اغلاط سے مبرا نہیں ہو سکتا اس لیے مذکورہ تمام مشمولات سے متعلق کئی قسم کی خامیاں لغت میں در آئی ہیں جنھیں تکرار کے پیش نظر دوبارہ بیان کرنا مناسب نہیں۔ اگرچہ ان خامیوں کا تناسب بعد کی جلدوں کی نسبت آغاز کی جلدوں میں زیادہ ہے لیکن اس کی یہ توجیہ پیش کی جاسکتی ہے کہ ہر نئے اور طویل المیعاد منصوبے کا آغاز کچھ دشواریوں کا شکار ہوتا ہے۔ مرورِ ایام کے ساتھ جیسے جیسے سہولیات کا حصول ممکن ہوتا جاتا ہے اور کام سے واقفیت بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے اس میں بہتری آتی چلی جاتی ہے۔ چناں چہ اس حوالے سے بھی لغت میں تسامحات کے لیے صرف ابتدائی عملے یا صدور کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا کیوں کہ کئی معاملات مثلاً ایک سے زیادہ قواعدی حیثیت کے لیے الگ شقوں کے قیام وغیرہ کے حوالے سے آغاز کی جلدوں میں زیادہ پابندی ملتی ہے۔ چناں چہ تمام تر تفصیلات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ ضرور ممکن ہے کہ موجودہ مواد کو حرفِ آخر نہ سمجھتے ہوئے لغت میں ترامیم واضافے کا عمل جاری رکھا جائے اور نظرِ ثانی کے بعد اگلی اشاعتوں میں اسے زیادہ بہتر اور مکمل بنانے کی کوشش کی جائے کیوں کہ یہ

کمیاں اور کوتاہیاں لغت کی تدوین کے سلسلے میں کی جانے والی عرق ریزی کے مقابلے میں انتہائی کم ہیں اور ان کے بیان سے تقریباً دو لاکھ چونسٹھ ہزار الفاظ پر مشتمل ایک ضخیم لغت کی مجموعی مساعی کو ہر گز نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

حواشی اور حوالہ جات

۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بیست و یکم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۷ء)، ص ۲۵۷۔

۲۔ ایضاً، ص ۴۵۷۔۴۷۸۔

۳۔ ایضاً، جلد بیست ودوم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۱۰ء)، ص۶۱۹۔۶۵۱۔

۴۔ ایضاً، جلد نوزدہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۳ء)، ص۳۲۳۔

۵۔ ایضاً، جلد دوم (کراچی: ترقی اردو بورڈ، ۱۹۷۹ء)، ص۹۷۵۔

۶۔ ایضاً، جلد پنجم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۳ء)، ص۶۲۶۔

۷۔ ایضاً، جلد ہشتم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۷ء)، ص۶۶۷۔

۸۔ ایضاً، جلد یازدہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۰ء)، ص۵۶۱۔

۹۔ ایضاً، جلد دوازدہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۱ء)، ص۸۴۴۔

۱۰۔ ایضاً، جلد ہفت دہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۰ء)، ص۸۴۶۔

۱۱۔ ایضاً، جلد ہژدہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۲ء)، ص۷۰۶۔

۱۲۔ ایضاً، جلد بیستم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۵ء)، ص۷۸۷۔

۱۳۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص۵۷۸۔

۱۴۔ نسیم امروہوی، ''کچھ اس لغت کے باب میں'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ خ۔

۱۵۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بیست ویکم، ص۷۲۷۔۷۴۱۔

۱۶۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص۵۲۸۔

۱۷۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص۹۳۶۔

۱۸۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص۷۳۔۷۴۔

۱۹۔ ایضاً، ص۱۳۷۔

۲۰۔ ایضاً، جلد دوم، ص۱۱۹۷۔

۲۱۔ ایضاً، جلد سوم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۱ء)، ص۴۵۰۔

۲۲۔ ایضاً، جلد ششم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۴ء)، ص۹۲۸۔

۲۳۔ ایضاً، جلد ہفتم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۶ء)، ص۴۶۱۔

۲۴۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص۶۳۲۔

۲۵۔ ایضاً، جلد دہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۹ء)، ص۹۶۸۔

۲۶۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص۱۴۰۔

۲۷۔ ایضاً، ص۶۱۵۔

۲۸۔ ایضاً، جلد بیستم، ص۷۹۷۔

۲۹۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص۵۷۳۔

۳۰۔ نسیم امروہوی، "کچھ اس لغت کے باب میں" مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ خ۔

۳۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص ۲۵۔

۳۲۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۸۲۴۔

۳۳۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۴۰۳۔

۳۴۔ ایضاً، جلد چہارم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۲ء)، ص ۸۸۹۔

۳۵۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۵۰۵۔

۳۶۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۸۳۹۔

۳۷۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۴۹۱۔

۳۸۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۱۰۶۔

۳۹۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۵۸۳۔

۴۰۔ ایضاً، ص ۵۶۰۔

۴۱۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۴۶۴۔

۴۲۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۹۷۴۔

۴۳۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۵۹۹۔

۴۴۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۵۲۲۔

۴۵۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۳۶۷۔

۴۶۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۹۰۴۔

۴۷۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۵۳۸۔

۴۸۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۱۱۳۔

۴۹۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۴۲۶۔۴۲۷۔

۵۰۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۶۹۲۔

۵۱۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۸۸۴۔

۵۲۔ ایضاً، جلد پانزدہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۳ء)، ص ۵۶۲۔

۵۳۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۸۲۸۔

۵۴۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۹۶۲۔

۵۵۔ ایضاً، جلد اول، ص ۵۔

۵۶۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۶۳۵۔

۵۷۔ ایضاً، جلد اول، ص ۵۔

۵۸۔ ایضاً، ص ۷۔

۵۹۔ ایضاً، ص ۹۰۔

۶۰۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۳۹۳۔

۶۱۔ ایضاً، ص ۵۰۵۔

۶۲۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۵۰۷۔

۶۳۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۴۴۴۔

۶۴۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۱۶۔

۶۵۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۸۸۰۔

۶۶۔ ایضاً، ص ۸۹۱۔

۶۷۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۶۵۳۔

۶۸۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص ۴۹۸۔

۶۹۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۲۶۰۔

۷۰۔ ایضاً، جلد اول، ص ۸۷۔

۷۱۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۹۲۔

۷۲۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۱۳۷۔

۷۳۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۲۲۷۔

۷۴۔ ایضاً، ص ۹۲۴۔

۷۵۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۱۱۷۔

۷۶۔ ایضاً، جلد سیزدہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۱ء)، ص ۴۷۴۔

۷۷۔ ایضاً، جلد چہاردہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۲ء)، ص ۶۸۴۔

۷۸۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۸۵۷۔

۷۹۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۸۶۵۔

۸۰۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۵۸۱۔

۸۱۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص ۶۹۸۔

۸۲۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۹۳۔

۸۳۔ ایضاً، جلد اول، ص ۳۸۷۔

۸۴۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۳۲۰۔

۸۵۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۲۹۹۔

۸۶۔ ایضاً، جلد نہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۸ء)، ص ۵۳۵۔

۸۷۔ ایضاً، جلد سیزدہم، ص ۵۶۴۔

۸۸۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۷۱۵۔

۸۹۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۴۹۶۔

۹۰۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۸۰۳۔

۹۱۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۷۴۶۔

۹۲۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۲۵۴۔

۹۳۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۵۷۶۔

۹۴۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۵۰۲۔

۹۵۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص، ۶۳۵۔

۹۶۔ خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات، جلد دوم (لاہور: اوردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء)، ص ۲۰۵۲۔

۹۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بیست ویکم، ص ۶۳۵۔

۹۸۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۳۰۱۔

۹۹۔ خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات، جلد اول (لاہور: اوردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء)، ص ۵۶۲۔

۱۰۰۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد شانزدہم (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۴ء)، ص ۸۴۶۔

۱۰۱۔ خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات، جلد دوم، ص ۱۷۵۸۔

۱۰۲۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ہفت دہم، ص ۲۱۳۔

۱۰۳۔ ایضاً، ص ۲۵۱۔

۱۰۴۔ نورالحسن نیر، نور اللغات، جلد اول ودوم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)، ص ۹۸۵۔

۱۰۵۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد پنجم، ص ۴۹۹۔

۱۰۶۔ ایضاً، جلد اول، ص ۹۳۔

۱۰۷۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۹۶۵۔

۱۰۸۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۷۱۸۔

۱۰۹۔ ایضاً، ص ۱۰۶۶۔

۱۱۰۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۹۳۴۔

۱۱۱۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۱۳۶۔

۱۱۲۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۳۹۴۔

۱۱۳۔ ایضاً، ص ۹۹۰۔

۱۱۴۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۴۱۱۔

۱۱۵۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۳۸۴۔

۱۱۶۔ ایضاً، ص ۵۶۲۔

۱۱۷۔ ایضاً، ص ۵۱۳۔

۱۱۸۔ ایضاً، ص ۹۴۰۔

۱۱۹۔ ایضاً، ص ۹۸۔

۱۲۰۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۷۰۵۔

۱۲۱۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۵۴۔

۱۲۲۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۷۔

۱۲۳۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۷۱۹۔

۱۲۴۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۴۳۵۔

۱۲۵۔ ایضاً، ص ۲۳۔

۱۲۶۔ ایضاً، ص ۳۸۴۔

۱۲۷۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۲۶۶۔۲۶۷۔

۱۲۸۔ ایضاً، ص ۵۱۵۔۵۱۶۔

۱۲۹۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۷۳۱۔ ۷۳۲۔

۱۳۰۔ نسیم امروہوی، "کچھ اس لغت کے باب میں" مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ خ۔

۱۳۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص ۹۴۱۔

۱۳۲۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۱۱۹۵۔

۱۳۳۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۵۳۸۔

۱۳۴۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۸۸۵۔

۱۳۵۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۱۲۷۔

۱۳۶۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۹۷۰۔

۱۳۷۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۸۹۸۔

۱۳۸۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۳۰۶۔

۱۳۹۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص ۹۳۲۔

۱۴۰۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۳۹۱۔

۱۴۱۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۶۵۸۔

۱۴۲۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۵۵۹۔

۱۴۳۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۶۲۷۔

۱۴۴۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۴۴۶۔

۱۴۵۔ ایضاً، ص ۴۹۰۔

۱۴۶۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۴۱۷۔

۱۴۷۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۷۸۱۔۷۸۵۔

۱۴۸۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۵۳۶۔۵۳۷۔

۱۴۹۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۲۸۵۔۲۸۶۔

۱۵۰۔ ایضاً، جلد سیزدہم، ص ۴۵۳۔۴۵۴۔

۱۵۱۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۳۴۵۔۳۴۶۔

۱۵۲۔ ایضاً، جلد اول، ص ۳۷۶۔

۱۵۳۔ ایضاً، ص ۹۲۷۔

۱۵۴۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۷۳۴۔

۱۵۵۔ ایضاً، ص ۳۷۷۔

۱۵۶۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۲۷۷۔

۱۵۷۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۵۸۰۔۵۸۱۔

۱۵۸۔ ایضاً، جلد اول، ص ۳۲۱۔۳۲۵۔

۱۵۹۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۴۲۷۔

۱۶۰۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۲۶۹۔۲۷۰۔

۱۶۱۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۵۱۰۔

۱۶۲۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۷۷۰۔

۱۶۳۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۶۱۴۔

۱۶۴۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۲۳۰۔

۱۶۵۔ غلام مصطفیٰ خان،جامع القواعد:حصہ نحو(لاہور:اردو سائنس بورڈ،۲۰۱۲ء)،ص۱۶۷۔

۱۶۶۔ محمد ہادی حسین،"تعارف" مشمولہ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد اول،صفحہ ب۔ج۔

۱۶۷۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد ششم،ص۷۳۱۔

۱۶۸۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)،"اصول ترتیب و تسوید محیط اردو" مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص۷۔

۱۶۹۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد بیست و دوم،ص۶۵۱۔۶۵۳۔

۱۷۰۔ ایضاً،ص ۱۷۰۔۱۷۳۔

۱۷۱۔ ایضاً،جلد اول،ص۶۔

۱۷۲۔ ایضاً،جلد دوم،ص۷۳۹۔

۱۷۳۔ ایضاً،جلد پنجم،ص۸۱۔

۱۷۴۔ ایضاً،جلد دہم،ص ۶۰۴۔

۱۷۵۔ ایضاً،جلد شانزدہم،ص۷۸۳۔

۱۷۶۔ ایضاً،جلد ہژدہم،ص ۷۶۳۔

۱۷۷۔ ایضاً،جلد نہم،ص۸۵۴۔

۱۷۸۔ ایضاً،ص۵۲۹۔

۱۷۹۔ ایضاً،جلد چہاردہم،ص۵۹۳۔

۱۸۰۔ ایضاً،جلد پانزدہم،ص۱۹۹۔

۱۸۱۔ ایضاً،جلد ہفت دہم،ص۷۱۰۔

۱۸۲۔ ایضاً،جلد نوزدہم،ص۷۲۶۔

۱۸۳۔ ایضاً،جلد بیست و یکم،ص ۶۹۳۔

۱۸۴۔ ایضاً،جلد بیست و دوم،ص ۶۳۳۔

۱۸۵۔ ایضاً،جلد پنجم،ص۷۹۷۔۸۰۱۔

۱۸۶۔ ایضاً،جلد ششم،ص۲۸۵۔

۱۸۷۔ ایضاً،جلد پانزدہم،ص۸۴۱۔

۱۸۸۔ ایضاً،جلد شانزدہم،ص۷۵۱۔

۱۸۹۔ ایضاً،جلد ہژدہم،ص۷۲۸۔

۱۹۰۔ ایضاً،ص۹۰۰۔

۱۹۱۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص ۴۷۷۔

۱۹۲۔ ایضاً، ص ۴۵۷۔

۱۹۳۔ ایضاً، ص ۶۲۷۔

۱۹۴۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۲۳۷۔

۱۹۵۔ ایضاً، ص ۳۵۶۔ ۴۱۰۔

۱۹۶۔ ملاحظہ کیجیے: رؤف پاریکھ، ''اردو لغت (تاریخی اصول پر): تعبیر و تاریخ'' مشمولہ لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ، ص ۳۳۲۔ نیز لغت کے تجویزی یا تشریحی / وصفی ہونے کی مدلل بحث کے لیے دیکھیے:
رؤف پاریکھ، ''لغت نویسی میں کورپس، کورپس لسانیات، وصفیت اور تجربیت کا کردار'' مشمولہ لغوی مباحث، ص ۱۸۹۔ ۱۹۴۔

۱۹۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بیستم، ص ۱۰۴۔

۱۹۸۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۱۱۹۔

۱۹۹۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۷۸۶۔

۲۰۰۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۴۲۷۔

۲۰۱۔ ایضاً، جلد نہم، ص ۷۹۴۔

۲۰۲۔ ایضاً، ص ۳۲۷۔

۲۰۳۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۶۴۔

۲۰۴۔ ایضاً، ص ۴۰۱۔

۲۰۵۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۴۶۔

۲۰۶۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۳۴۹۔

۲۰۷۔ ایضاً، ص ۶۹۰۔

۲۰۸۔ ایضاً، ص ۲۴۹۔

۲۰۹۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۳۵۲۔

۲۱۰۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۳۱۳۔

۲۱۱۔ ایضاً، ص ۳۱۵۔

۲۱۲۔ ایضاً، جلد نہم، ص ۱۸۱۔

۲۱۳۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۴۲۵۔

۲۱۴۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۳۹۸۔

۲۱۵۔ ایضاً، جلد سیزدہم، ص ۹۳۵۔

۲۱۶۔ ایضاً، ص ۵۰۵۔

۲۱۷۔ ایضاً، ص ۵۰۶۔

۲۱۸۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص ۸۱۹۔

۲۱۹۔ ایضاً، ص ۷۷۔

۲۲۰۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۵۴۸۔

۲۲۱۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۶۷۴۔

۲۲۲۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۸۵۰۔۸۵۲۔

۲۲۳۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۱۷۵۔

۲۲۴۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۸۱۶۔

۲۲۵۔ اردو لغت بورڈ (مرتب)، "اصول ترتیب و تسوید محیط اردو" مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص ۷۔

۲۲۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دہم، ص ۲۱۶۔

۲۲۷۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص ۱۵۲۔

۲۲۸۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص ۲۸۱۔

۲۲۹۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص ۲۰۹۔

۲۳۰۔ ایضاً، ص ۷۷۷۔

۲۳۱۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۸۔

۲۳۲۔ اردو لغت بورڈ (مرتب)، "اصول ترتیب و تسوید محیط اردو" مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص ۶۔

۲۳۳۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بیستم، ص ۵۷۳۔

۲۳۴۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۷۳۱۔

۲۳۵۔ اردو لغت بورڈ (مرتب)، "اصول ترتیب و تسوید محیط اردو" مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص ۶۔

۲۳۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوازدہم، ص ۹۷۲۔

۲۳۷۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۱۱۲۔

۲۳۸۔ نسیم امروہوی، "کچھ اس لغت کے باب میں" مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ ذ۔

۲۳۹۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلد سیزدہم،ص۲۵۵۔

۲۴۰۔ ایضاً،جلد ہژدہم،ص۴۳۴۔

۲۴۱۔ ایضاً،جلد نوزدہم،ص۶۷۔

۲۴۲۔ ایضاً،ص۹۲۲۔

۲۴۳۔ نسیم امروہوی،"کچھ اس لغت کے باب میں" مشمولہ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلداول،صفحہ ذ۔

۲۴۴۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلد چہارم،ص۹۱۴۔۹۱۵۔

۲۴۵۔ ایضاً،جلد ششم،ص۵۹۹۔

۲۴۶۔ ایضاً،جلد ہشتم،ص۹۹۱

۲۴۷۔ ایضاً،جلد سیزدہم،ص۵۲۱

۲۴۸۔ ایضاً،جلد ہفت دہم،ص۵۹۹

۲۴۹۔ نسیم امروہوی،"کچھ اس لغت کے باب میں" مشمولہ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلداول،صفحہ ذ۔

۲۵۰۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلد دوازدہم،ص۸۷۰۔

۲۵۱۔ ایضاً،جلد ہشتم،ص۲۲۹۔

۲۵۲۔ ایضاً،جلداول،ص۹۰۰۔

۲۵۳۔ اردولغت بورڈ(مرتب)،"اصول ترتیب وتسوید محیط اردو" مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات،ص۷۔

۲۵۴۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلد سوم،ص۹۵۳۔

۲۵۵۔ ایضاً،جلد ششم،ص۳۲۷۔

۲۵۶۔ ایضاً،جلد ہفتم،ص۵۲۳۔

۲۵۷۔ ایضاً،ص۴۸۵۔

۲۵۸۔ ایضاً،جلد پانزدہم،ص۴۷۰۔

۲۵۹۔ ایضاً،جلد ہفت دہم،ص۱۰۱۔

۲۶۰۔ ایضاً،ص۳۷۲۔

۲۶۱۔ ایضاً،جلد دوازدہم،ص۴۷۶۔

۲۶۲۔ ایضاً،جلد دوم،ص۱۴۲۴۔

۲۶۳۔ ایضاً،جلد بیست ودوم،ص۲۶۶۔۲۶۷۔

۲۶۴۔ ایضاً،جلد ششم،ص۲۸۸۔

۲۶۵۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص۲۷۹۔

۲۶۶۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص۳۶۷۔

۲۶۷۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص۹۴۴۔

۲۶۸۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص۵۹۷۔

۲۶۹۔ ایضاً، ص۶۷۷۔

۲۷۰۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص۸۱۴۔

۲۷۱۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص۶۱۲۔

۲۷۲۔ ایضاً، ص۷۷۴۔

۲۷۳۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص۵۲۔۵۳۔

۲۷۴۔ نسیم امروہوی، ''کچھ اس لغت کے باب میں''مشمولہ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ ض۔

۲۷۵۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد نہم، ص۶۸۹۔

۲۷۶۔ ایضاً، جلد دہم، ص۴۸۱۔

۲۷۷۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص۸۱۷۔

۲۷۸۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص۳۔

۲۷۹۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)، ''اصول ترتیب و تسوید محیط اردو'' مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص۷۔

۲۸۰۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص۹۳۴۔

۲۸۱۔ ایضاً، جلد سوم، ص۸۶۸۔

۲۸۲۔ ایضاً، ص۸۳۳۔

۲۸۳۔ ایضاً، جلد نہم، ص۲۶۷۔

۲۸۴۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص۱۷۷۔

۲۸۵۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)، ''اصول ترتیب و تسوید محیط اردو'' مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص۷۔

۲۸۶۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد سوم، ص۲۴۳۔

۲۸۷۔ ایضاً، جلد پنجم، ص۵۶۹۔

۲۸۸۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص۵۹۴۔

۲۸۹۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص۳۵۰۔

۲۹۰۔ ایضاً، ص۴۰۹۔

۲۹۱۔ ایضاً، جلد اول، ص۱۴۔

۲۹۲۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص۷۴۴۔

۲۹۳۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص۱۷۲۔

۲۹۴۔ ایضاً، ص۲۰۴۔

۲۹۵۔ ایضاً، جلد دوم، ص۱۰۶۹۔

۲۹۶۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص۴۱۵۔

۲۹۷۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص۱۹۴۔

۲۹۸۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص۴۶۴۔

۲۹۹۔ ایضاً، جلد بیستم، ص۵۴۹۔

۳۰۰۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص۵۲۔

۳۰۱۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص۴۹۶۔

۳۰۲۔ ایضاً، جلد ہفتدہم، ص۷۷۰۔

۳۰۳۔ ایضاً، ص۷۷۰۔

۳۰۴۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص۲۰۹۔

۳۰۵۔ ایضاً، جلد چہارم، ص۷۸۲۔

۳۰۶۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص۲۷۱۔

۳۰۷۔ ایضاً، جلد دہم، ص۱۱۳۔

۳۰۸۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص۸۶۸۔

۳۰۹۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص۱۲۸۔

۳۱۰۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص۵۸۶۔

۳۱۱۔ ایضاً، جلد بیستم، ص۳۰۵۔

۳۱۲۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص۱۳۲۔

۳۱۳۔ ایضاً، جلد اول، ص۸۶۱۔

۳۱۴۔ ایضاً، ص۸۶۰۔

۳۱۵۔ ایضاً، جلد دوم، ص۱۱۶۸۔

۳۱۶۔ ایضاً، ص۱۱۲۳۔

۳۱۷۔ ایضاً،جلد سوم،ص ۵۴۳۔

۳۱۸۔ ایضاً،ص۵۵۵۔

۳۱۹۔ ایضاً،جلد یازدہم،ص۵۶۴۔

۳۲۰۔ ایضاً،جلد پانزدہم،ص۶۰۹۔

۳۲۱۔ مسعود ہاشمی،اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ،ص۲۱۰۔

۳۲۲۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد سوم،ص۶۹۷۔

۳۲۳۔ ایضاً،ص۷۲۸۔

۳۲۴۔ ایضاً،جلد پنجم،۵۷۸

۳۲۵۔ ایضاً،جلد ششم،ص۲۹۸

۳۲۶۔ ایضاً،جلد ہشتم،ص۶۸۷

۳۲۷۔ ایضاً،جلد دوازدہم،ص۴۷۴

۳۲۸۔ ایضاً،جلد بیست ویکم،ص۶۷۹

۳۲۹۔ ایضاً،جلد ششم،ص۹۵۶۔۹۵۷

۳۳۰۔ ایضاً،جلد دوم۔

۳۳۱۔ ایضاً،جلد دوازدہم،ص ۴۶۹۔

۳۳۲۔ ایضاً،ص۵۵۵۔

۳۳۳۔ ایضاً،جلد ہژدہم،ص۶۷۰۔

۳۳۴۔ ایضاً،جلد ہفت دہم،ص۸۴۱۔

۳۳۵۔ ایضاً،ص۹۲۹۔

۳۳۶۔ ایضاً،جلد بیستم،ص۶۷۸۔

۳۳۷۔ ایضاً،جلد بیست ودوم،ص۴۲۲۔

۳۳۸۔ ایضاً،ص۶۴۹۔

۳۳۹۔ ایضاً،جلد سوم،ص۴۶۹۔

۳۴۰۔ ایضاً،جلد ششم،ص۲۹۹۔

۳۴۱۔ ایضاً،جلد ہشتم،ص۱۰۔

۳۴۲۔ ایضاً،جلد دوازدہم،ص۱۰۰۶۔

۳۴۳۔ ایضاً،جلد نوزدہم،ص۶۹۷۔

۳۴۴۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۴۱۹۔

۳۴۵۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۳۸۴۔

۳۴۶۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۲۶۵۔

۳۴۷۔ ایضاً، ص ۲۶۶۔

۳۴۸۔ ایضاً، جلد اول، ص ۱۰۱۳۔

۳۴۹۔ ایضاً، ص ۱۲۴۔

۳۵۰۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۶۷۸۔

۳۵۱۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۲۸۳۔

۳۵۲۔ نسیم امروہوی، ''کچھ اس لغت کے باب میں'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ ظ۔

۳۵۳۔ ایضاً، صفحہ ظ۔ الف الف۔

۳۵۴۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد چہارم، ص ۲۱۳۔

۳۵۵۔ ایضاً، ص ۲۷۰۔

۳۵۶۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۸۴۸۔

۳۵۷۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۴۸۷۔

۳۵۸۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۱۷۔

۳۵۹۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۱۲۷۔

۳۶۰۔ ایضاً، ص ۳۶۷۔

۳۶۱۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۳۵۳۔

۳۶۲۔ ایضاً، جلد سیزدہم، ص ۶۲۹۔

۳۶۳۔ ایضاً، جلد اول، ص ۷۹۔۸۰۔

۳۶۴۔ ایضاً، ص ۶۷۰۔۶۷۱۔

۳۶۵۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۱۹۰۔

۳۶۶۔ ایضاً، ص ۱۲۲۔

۳۶۷۔ ایضاً، ص ۱۶۷۔

۳۶۸۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۴۷۴۔

۳۶۹۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۶۔

۳۷۰۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۶۶۴۔

۳۷۱۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۶۱ ۷۔
۳۷۲۔ ایضاً، ص ۶۰۷۔
۳۷۳۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۳۱۹۔
۳۷۴۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۸۹۷۔
۳۷۵۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۳۲۳۔
۳۷۶۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۹۱۷۔
۳۷۷۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۱۰۷۰۔
۳۷۸۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۳۹۷۔
۳۷۹۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۴۷۔
۳۸۰۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد پنجم، ص ۴۵۔
۳۸۱۔ جان ٹی۔ پلیٹس(John T. plats)، *A Dictionary of Urdu, Classical Hindi and English*(لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۱۱۹۰۔
۳۸۲۔ خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات، جلد دوم، ص ۲۰۲۱۔
۳۸۳۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص ۸۔
۳۸۴۔ ایضاً، ص ۱۵۔۱۶۔
۳۸۵۔ ایضاً۔
۳۸۶۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۶۸۷۔
۳۸۷۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۲۲۷۔
۳۸۸۔ ایضاً، جلد اول، ص ۶۳۷۔
۳۸۹۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۸۸۲۔
۳۹۰۔ ایضاً، جلد اول، ص ۶۸۵۔
۳۹۱۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۴۸۰۔
۳۹۲۔ ایضاً، ص ۳۰۷۔
۳۹۳۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۱۲۰۔
۳۹۴۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۱۶۱۔
۳۹۵۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۱۵۲۔
۳۹۶۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۲۷۸۔

۳۹۷۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۶۷۰۔

۳۹۸۔ مولوی عبدالحق، قواعد اردو (کراچی: انجمن ترقی اردو، ۲۰۱۳ء)، ص ۷۰۔

۳۹۹۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بیست و یکم، ص ۴۴۱۔

۴۰۰۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۶۷۵۔

۴۰۱۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۵۰۰۔

۴۰۲۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۹۳۴۔

۴۰۳۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۳۹۳۔

۴۰۴۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۶۷۵۔

۴۰۵۔ مولوی عبدالحق، قواعد اردو، ص ۶۹۔

۴۰۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ہژدہم، ص ۱۳۸۔

۴۰۷۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۶۱۲۔

۴۰۸۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۱۶۴۔

۴۰۹۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۸۲۔

باب چہارم:

اردولغت(تاریخی اصول پر) (جلد۱تا۲۲) کے اندراجات میں معنوی و تاریخی حقائق کا تجزیہ

باب چہارم:

اردولغت(تاریخی اصول پر)(جلد۱تا۲۲) کے اندراجات
میں معنوی وتاریخی حقائق کا تجزیہ

بین الاقوامی ماہرین لغت نے جدید لغت نویسی کے جو اصول بیان کیے ہیں ان کو نو(۹) عنوانات کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے، جن میں سے ابتدائی چھ اصولوں یعنی اندراجات اور ان کی نوعیت، ترتیب و تسوید اندراجات، املا، تلفظ، قواعدی حیثیت اور تذکیر و تانیث کے حوالے سے گذشتہ باب میں اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی بائیس جلدوں کا تحقیقی و تنقیدی محاکمہ کیا جا چکا ہے۔ اس باب میں مذکورہ لغت کے معنوی اور تاریخی حقائق کا تجزیہ کیا جائے گا، جس کے لیے باقی کے اصول لغت نویسی میں سے الفاظ کی معنوی وضاحت، اسناد و امثلہ اور لسانی مآخذ اور اشتقاق کے حوالے سے لغت کی تمام جلدوں کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ معنوی اور تاریخی حقائق کی فراہمی کے ضمن میں اردو کی اس کلاں لغت میں کون کون سے جدید طریقہ ہائے کار اختیار کیے گئے ہیں اور مہیا کردہ معلومات کا معیار و مرتبہ کیا ہے؟

۱.۴ معنوی وضاحت:

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں معنی کی وضاحت کے لیے طوالت سے گریز کرتے ہوئے جامعیت اور اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس میں کسی لغویے کی وضاحت کے لیے دو طریقے اختیار کیے گئے ہیں: اولاً اس کی تعریف متعین کی گئی ہے یعنی وضاحتی طریقہ کار اپنایا گیا ہے اور پھر لفظ کے مترادفات بیان کیے گئے ہیں۔

لغت میں کسی بھی لفظ کی تعریف کے بیان میں مرتبین کی کاوش نمایاں نظر آتی ہے تاہم کئی الفاظ ایسے ہیں جن کی تعریف کے تعین میں کسی نہ کسی متعلقہ کتاب یا دیگر لغات سے مدد لی گئی ہے۔ ایسی صورت حال میں اس کتاب یا ماخذ کا نام بھی تعریف کے ساتھ ہی درج کر دیا گیا ہے تاکہ ابہام یا اعتراض کی گنجائش نہ نکل سکے۔

قواعدی نوعیت کے اختلاف کی طرح مختلف المعنی اندراجات کے لیے بھی علیٰحدہ علیٰحدہ شقیں قائم کی گئی ہیں۔ چوں کہ دیگر علوم و فنون کی یا پیشہ ورانہ اصطلاحات بھی شامل کی گئی ہیں اس لیے ایسے لغویوں کی تشریح و توضیح کے لیے اس متعلقہ یا مخصوص علم یا فن کا نام بھی قوسین میں ظاہر کر دیا گیا ہے۔ اس عمل سے معنی کی ترسیل میں مزید بہتری آئی ہے۔

عام طور پر تقریباً ہر اندراج کے معنی کی فراہمی کے بعد اس کی سند یا مثال بھی مہیا کر دی گئی ہے، لیکن ایسے مقامات پر جہاں سند دستیاب نہیں ہو سکی، وہاں مرتبین نے اپنی طرف سے مثال دے کر معنی یا اس کے محل استعمال کو واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ مزید برآں نہ صرف اندراجات کے لغوی، مجازی اور اصطلاحی معنوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے بل کہ معنی میں ہونے والی تدریجی تبدیلیوں یا اضافوں کو بھی پیش نظر رکھا گیا ہے اور ان تمام تبدیلیوں کو اسناد کی مدد سے ظاہر کیا گیا ہے۔

اگرچہ اصول لغت نویسی کے بین الاقوامی معیارات اور بورڈ کے اپنے اصولوں کے مطابق پہلے کسی لفظ کی تعریف و توضیح اور پھر مترادفات دیے گئے ہیں لیکن لغت میں صرف یہی طریقہ کار نہیں ملتا بل کہ متنوع قسم کے تجربات دکھائی دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر کہیں مترادفات پہلے اور وضاحت یا تعریف بعد میں بھی کی گئی ہے۔ اس کے ثبوت کے لیے 'ب' کے اندراجات میں سے 'بساہا' کی مثال دی جاسکتی ہے جس کے معنی 'زہریلا، زہر سے بھرا ہوا' درج کیے گئے ہیں۔[1] 'سر چکرانا' کے لیے 'سر گھومنا' اور 'چکر آنا' کے بعد 'نیم غشی اور ڈگمگاہٹ کی کیفیت جب کہ آس پاس کی چیزیں گھومتی ہوئی محسوس ہوں'[2] تحریر کیا گیا ہے۔ جب کہ ان کے علاوہ بھی کئی ایسے لغات بآسانی نظر آجاتے ہیں جن میں بورڈ کے توضیح کے اصولوں سے انحراف پایا جاتا ہے، مثلاً:

نیربان: رک: نیربان، بے ہیئت، کسی بناوٹ یا ڈھنگ سے مبرا[3]

عرضی: تحریری درخواست، عرضداشت، التماس یا گزارش جو تحریری طور پر کی جائے[4]

چیپل: گرجا، عیسائیوں کی عبادت گاہ[5]

پُور: شہر، گانو، قصبہ، بالعموم چھوٹی آبادی جو کسی بڑے شہر کے قریب ہو[6]

کہیں ایسے الفاظ بھی پائے جاتے ہیں جن کی تشریح کے لیے صرف تعریف کا اہتمام کیا گیا ہے اور مترادفات نظر انداز کردیے گئے ہیں، مثال کے طور پر:

بھکسانا: کسی چیز کا دیر تک پڑے رہنے یا کسی اور سبب سے بدبودار ہو جانا[7]

دسُترو: مقابلہ کرنے والا، سامنا کرنے والا[8]

کمری: جس کی کمر جھکی ہوئی ہو۔ کمر جھکا کر چلنے والا[9]

مغبوط: جس کی مانند ہونے کی کوشش کی جائے، جس کا اتباع کیا جائے[10]

درج بالا تمام الفاظ ایسے ہیں جن کے مترادفات نہایت آسانی سے تلاش کیے جاسکتے تھے، لیکن اس سلسلے میں کوئی خاطر خواہ کوشش دکھائی نہیں دیتی۔ تاہم کئی مقامات پر صورت حال اس کے برعکس بھی ہے یعنی ایسے اندراجات بھی ہیں جن کے صرف مترادفات دیے گئے ہیں، مثالیں ملاحظہ کیجیے:

ابر: بادل، گھٹا، بدلی[11]

ادات: آلات، اوزار، اسباب[12]

ماما اصیل: لونڈی، باندی، کنیز، خدمت گار[13]

ملزج: لجلجا، چپ چپا، لیس دار[14]

تیکار: حقارت، نفرت، بے عزتی، ذلت، خفت[15]

نیہا: محبت، عشق، پیار، موہ، پریت[16]

یکتی: دلیل، چال، طریقہ، ڈھنگ، ترکیب[17]

اگرچہ یہاں اس حقیقت سے بھی انکار ممکن نہیں کہ ہر لفظ اور بالخصوص مجرد الفاظ کی توضیح نہیں ہو سکتی، ان کے معنی کے تعین کے لیے مترادفات ہی سے مدد لینی پڑتی ہے لیکن درج بالا امثال میں مجرد الفاظ کے علاوہ 'ابر'، 'ادات' اور 'ماما اصیل' جیسے الفاظ بھی ہیں جن کی ایک مکمل تجزیاتی جملے میں تعریف متعین کی جا سکتی تھی اور کی جانی چاہیے تھی، لیکن نہیں کی گئی۔

مترادفات کے بیان میں اردو کی اکثر لغات میں اور بھی کئی مسائل پائے جاتے ہیں، جن میں سے ایک اہم مسئلہ یہ ہے کہ ان میں اکثر و بیشتر ایسے مترادفات لائے جاتے ہیں جو معنی کو کھول کر بیان کرنے کے بجائے ان میں ابہام پیدا کر دیتے ہیں اور معانی کی ترسیل میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ جب کہ اصولاً مترادفات ایسے ہونے چاہییں جو معنی کے لحاظ سے دیے گئے لفظ سے قریب ترین ہوں اور انھیں الجھانے والے نہ ہوں بل کہ معنی کی مزید وضاحت میں اہم کردار ادا کرنے والے ہوں، لیکن اردو لغت میں اول الذکر قسم کے مترادفات دکھائی دیتے ہیں، مثلاً ایک ہی شق کے تحت 'بھرنگ' کے درج ذیل معنی دیے گئے ہیں:

> بڑی شہد کی مکھی؛ ایک پرندہ؛ بھجنگی؛ بھنگراج؛ سونے کا پھول دان؛ عیاش، شہوت پرست، رنڈی باز؛ ایک پودا[18]

'بھگا (۲)' کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

> رک: بھگ (۱)، خوبصورتی، جمال، روپ؛ قوت، طاقت، قدرت، شکتی؛ جاے مخصوص[19]

'پگنا' کے معنی ہیں:

> گھی وغیرہ میں تلے جانے کے بعد کھانڈ کے شیرے میں (بغرض غلاف) ڈالا جانا، غلافا جانا، قوام کیا جانا، قوام میں لپیٹنا، شکر چڑھانا، شکر میں لت پت کرنا، غلافنا، (مجازاً) عاشق ہونا، شیدا ہونا، مفتون ہونا[20]

'خِم' کے مطالب ہیں:

زخم،پیپ؛خاصیت،طبیعت،ناک کاچوہا[۲۱]

'ریولیوشن' کے ذیل میں درج ہے:

گردش،دوری گردش،انقلاب[۲۲]

'متثاقل' کے معنی ہیں:

بھاری ،وزنی،سست؛زمین کی طرف آنے والا؛لڑنے سے انکار کرنے والا،بزدل[۲۳]

'ماٹھو' کے مترادفات ہیں:

بندر،بوزنہ؛مسخرہ آدمی،ظریف،بھانڈ،کم عقل،بیوقوف آدمی،بھولا آدمی[۲۴]

'نیہار' کی تشریح یوں کی گئی ہے:

کہر،دھند؛پالا،برف؛بے حد شبنم[۲۵]

'ہیوہ' کی وضاحت میں لکھا ہے:

شوق،محبت؛طمع،انتظار[۲۶]

جب کہ 'یکت' کے معنی ہیں:

۱۔ ملاہوا،جڑاہوا،لگاہوا،مملو،سٹاہوا،ملحق،ملصق،چسپاں

۲۔ جوگ،یوگ،اچت،لائق،ٹھیک،درست؛مناسب،موزوں[۲۷]

ان تمام الفاظ کے معانی کو بہ غور دیکھا جائے تو ان تمام اندراجات اور اسی قسم کے دیگر اندراجات کے معنوں کو مختلف شقوں میں تقسیم کرنا چاہیے کیوں کہ تمام معنی ایک دوسرے کے مترادفات نہیں ہیں۔یہ درست ہے کہ کوئی بھی لفظ کسی دوسرے لفظ کا کلیہ تاًمترادف نہیں ہو سکتا اور نہ ہی ہوتا ہے لیکن ان میں سے بیش تر مترادفات میں اس قدر بھی باریک فرق نہیں کہ انھیں ایک ہی شق میں جڑ دیا جائے۔مزید یہ کہ ان تمام معنوں میں سے ہر ایک کی امثال بھی الگ الگ درج ہونی چاہیے تھیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ کیا کوئی بھی اندراج دیے گئے تمام معنوں میں استعمال ہوا ہے؟اگر ہاں تو ان معنوں میں کس عہد سے کس عہد تک اور کہاں کہاں مستعمل رہا ہے؟کیا اب بھی یہ تمام معنوں میں استعمال ہو رہا ہے؟اگر نہیں تو اس کے کون سے معنی مروجہ اور معروف ہیں؟وغیرہ وغیرہ،لیکن لغت میں اس کا اہتمام موجود نہیں ہے۔

اردو لغت میں الفاظ کی تشریح و توضیح کے ضمن میں انگریزی مترادفات کا استعمال بھی جا بجا دکھائی دیتا ہے۔اگرچہ ان مترادفات میں سے حیوانات اور نباتات کے سلسلے میں ایک جگہ یہ وضاحت ملتی ہے کہ نباتات اور حیوانات کے جدید سائنسی

اور اصطلاحی نام بھی دیے گئے ہیں کیوں کہ صرف خصوصیات کے بیان سے کسی ایک پودے یا جانور کو اس کے خاندان کے دوسرے پودوں یا جانوروں سے ممیز نہیں کیا جا سکتا،[۲۸] لیکن اس کے علاوہ بھی انگریزی مترادفات (قوسین میں یا بنا قوسین کے) صرف پودوں اور جانوروں کے نام کے ساتھ ہی نہیں بل کہ کئی عام استعمال کے الفاظ یا مختلف علوم کی اصطلاحات کے ساتھ بھی نظر آتے ہیں، جس کو بنیاد بناتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ لغت میں اردو الفاظ کے انگریزی مترادفات کے استعمال کا کوئی مستقل کلیہ نہیں، مثلاً:

کاذب صفر: صفر غیر حقیقی (کہربا)(انگ:False Zero)[۲۹]

زیریں تراب: زمین کی سطح کی نیچے کی پرت، دوسری پرت، (انگ:Subsoil)[۳۰]

تمانچہ دوّار: پستول، گھومنے والا طمنچہ، revolver،a pistol[۳۱]

جَرَث: رتھ، جنگی رتھ، چوپہیا گاڑی، انگ:Chariot[۳۲]

ہاتھ چِٹھی: دستاویز جس میں لین دین کا حساب لکھا رہتا ہے (انگ:pass book)[۳۳]

ہوا خلیہ: ہوا والا خلیہ (انگ:(Air Cell)[۳۴]

ہندسی: علم الاعداد کا جاننے والا، مہندس (انگ:Engineer)[۳۵]

ہلاک گاہ: مارنے کی جگہ، قتل کرنے کی جگہ، مقتل(Killing Ground)[۳۶]

لغات میں معانی کے تعین کے لیے اس امر کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے کہ ہر معنی اپنی جگہ مکمل ہو اور ایک مکمل تجزیاتی جملے پر مبنی ہو، جو صارفین لغت کو اس کے تمام پہلوؤں سے آشنا کر سکے، لیکن اردو لغت میں ایسے معنی بھی دیے گئے ہیں جو ناکافی ہیں یا لفظ کے معنی کو پوری طرح منتقل نہیں کر پاتے:

روسی: ایک پھلدار درخت اور اس کا پھل[۳۷]

گھڑ سیم: ایک قسم کی بڑی سیم[۳۸]

ماشی: مچھلی[۳۹]

ماشی لتا: ایک بیل[۴۰]

مقلوبہ: فلسطینی کھانوں میں سے ایک کھانا[۴۱]

ناگاستر: سانپوں کا ہتھیار[۴۲]

نیہار کر: شبنم بنانے والا نیز چاند[۴۳]

ہتّا: مارا ہوا[44]

ہرشیک: محسوس کرنے کا عضو، اندری[45]

ہچکہ: لڑکیوں کا ایک قدیم کھیل[46]

یَونی: رشتے دار عورت[47]

علاوہ ازیں کہیں کہیں سرسری معنی بھی ہیں، جن کے بیان میں لفظ کی جنس، برادری یا خاندان کا ذکر کرکے نہایت بنیادی قسم کی اور ادھوری معلومات مہیا کی گئی ہیں۔ لہٰذا ایسے الفاظ کی مکمل تفصیل کی ضرورت باقی ہے:

بھارتی تیرتھ: ایک تیرتھ یا مقدس مقام کا نام[48]

پوتکی: چڑیا کی ایک قسم[49]

تافتہ: (۱) ایک قسم کا ریشمی کپڑا

(۲) گھوڑوں اور کبوتروں میں ایک خاص قسم کا رنگ[50]

تاقی: ٹوپی کی ایک قسم[51]

ڈھر: ایک قسم کی عوامی راگنی[52]

ماشی مکھی: ایک قسم کا کبوتر[53]

مالیر: راگ کی ایک قسم[54]

مرند: ایک قسم کا لشکر[55]

منڈوی: ایک غلہ[56]

نیونجی: ایک قسم کا پھول[57]

کسی بھی لفظ کے معنی کے بیان میں موزوں الفاظ کا انتخاب کلیدی کردار ادا کرتا ہے، لیکن لغت نویسی کے ضمن میں یہ وصف جس قدر ناگزیر خیال کیا جاتا ہے اس کو برتنے میں اتنی ہی لاپروائی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ اندراجات کی تعریف کے تعین میں یہی سہل پسندی بورڈ کے مرتبین کے یہاں ان مقامات پر دکھائی دیتی ہے جہاں معنی کے بیان میں اضافی یا غیر ضروری الفاظ در آئے ہیں، مثلاً 'ابّا' کے معنی نمبر ۲ میں وضاحت کی گئی ہے:

چچا، ماموں وغیرہ الفاظ کے بعد تعظیم کے طور پر، گویا باپ کے مرتبے میں جیسے نانا ابا، دادا ابا۔[58]

اول تو اس کی کوئی مثال ادب سے درج نہیں کی گئی مزید یہ کہ ' چچاابا' یا 'ماموں ابا' کی تراکیب زیادہ معروف نہیں۔اس لفظ کی وضاحت کے لیے اسی قدر ہی لکھ دینا کافی تھا کہ 'تعظیم کے طور پر گویا باپ کے مرتبے میں استعمال ہوتا ہے، جیسے نانا ابا، دادا ابا، تایا ابا وغیرہ۔'

'ز' کی تقطیع میں 'زرینہ کام' کے معنی درج کیے گئے ہیں:

جس پر سونے کے تاروں کا سنہرا کام یا زری کا کام کیا ہوا ہو۔[59]

سونے کے تاروں کا کام سنہرا ہی ہوگا اس لیے یہاں محض اتنا لکھنا چاہیے تھا، 'جس پر سونے کے تاروں یا زری کا کام کیا ہوا ہو۔' کیوں کہ 'زری' کے معنی بھی 'سنہری' یا 'زریں' ہی کے ہیں۔اسی طرح بعض مقامات پر الفاظ کی تکرار بھی نظر آتی ہے حالاں کہ ایسے اندراج کے مناسب مترادفات بہ آسانی تلاش کیے جا سکتے ہیں۔مثال کے طور پر 'منہ سے فرمانا' کی وضاحت میں لکھا ہے:

کہنا، زبان سے کہنا[60]

یہاں 'کہنا' کی تکرار اضافی ہے۔اس کے مترادفات کے طور پر 'بولنا' یا 'بیان کرنا' بھی تحریر کیے جا سکتے تھے۔

موزوں و مناسب الفاظ کے تعین کے لیے ایک اصول آسان ترین اور معروف الفاظ کا چناؤ بھی ہے۔اس کے لیے لغت نویس کو نامانوس، غریب، متروک اور مشکل الفاظ کے علاوہ بے جا لفاظی سے بھی گریز کرنا چاہیے تاکہ لغت عام خواندہ طبقات کے صارفین کے لیے بھی قابل قبول بن سکے۔لغت میں اس کا ہر ممکن اہتمام ملتا ہے۔تاہم ایسے معانی بھی مل جاتے ہیں جو لفظ کو مزید الجھا دیتے ہیں، مثلاً:

جزی فساد: مسخ کا فساد یا جزی فساد زاویئی ہٹاؤ ہے جو جزی زور سے پیدا ہوتا ہے۔[61]

جعل بسیط: جعل بسیط جو عبارت ہے نفس تقرر اعیان ثابتہ سے علم الٰہی میں ایجاب کے ساتھ کہ جن پر آثار و احکام مرتب نہ ہوں۔[62]

گپ: پچر، اڑانی، فانہ[63]

لزومیہ: وہ قضیۂ شرطیہ جس میں مقدم و تالی (موضوع و محمول) کے باہم علاقے کی بنا پر کوئی حکم لگایا جائے۔[64]

محرُوت: ایک خاص قسم کے انجدان کی جڑ، اشترغاز[65]

محرّضات: ہیجانات، تہیجات، ترنگیں[66]

مشیمہ: ایک اسپنج کا متخلخل جسم، جو رحم کی دیوار سے لگا ہوا ہوتا ہے اور نال کی ڈوری اس میں لگی ہوتی ہے۔یہ فی الواقع جنین کا آلۂ تنفس و تغزیہ ہوتا ہے، بعد پیدائش جنین کے مشیمہ بھی باہر نکل آتا ہے۔[67]

ہردیو: منتشر و شرونا[۶۸]

ہواباش تحول: تحلیل کا عمل جو سالماتی آکسیجن کی موجودگی میں ہوتا ہے، لیموئی ترشے کا دور[۶۹]

اسی طرح لغت کا ایک منصب لفظ کے تمام اور ممکنہ معانی کو کھول کر بیان کرنا بھی ہے، لیکن اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں اکثر اوقات لغات کے محدود یا نامکمل معانی درج کیے گئے ہیں، حالاں کہ درج شدہ معانی سے ان کا مفہوم کئی زیادہ وسیع ہے۔ مثال کے طور پر 'بساند/بساندھ' کی وضاحت 'مچھلی یا کچے گوشت کی بو' یا 'بدبو'[۷۰] جیسے الفاظ سے کی گئی ہے۔ یہاں 'بدبو' کے معنی درست ہیں جو ہر قسم کی ناخوش گوار بو کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، لیکن جہاں تک 'مچھلی یا کچے گوشت کی بو' کا تعلق ہے، یہ لفظ محض مچھلی یا کسی بھی قسم کے کچے گوشت کی بو کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا بل کہ کئی قسم کی ناخوش گوار بو کے لیے بھی مستعمل ہے جیسا کہ دودھ کی بساند، پسینے کی بساند وغیرہ۔

'بیج' (Badge) کے معنی دیے گئے ہیں:

وہ چھوٹا سا کاغذ یا کپڑا جس پر کسی جماعت وغیرہ کا امتیازی نشان بنا ہو۔[۷۱]

لیکن 'بیج' کاغذ یا کپڑے کے علاوہ لوہے یا کسی اور دھات کا اور جماعت کے علاوہ کسی ادارے یا محکمے کا بھی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح 'لین بدلنا' کی وضاحت اور اس کی مثال دیکھیے:

ریل گاڑی کا ایک لائن سے دوسری لائن پر منتقل ہونا۔\
لین بدلی اتنے میں اور کچھ ہٹی ٹرین\
دور ہی سے رہ گیا اب دلوں کا لین دین[۷۲]

چوں کہ لغات اور ان کے معانی میں وقت کے ساتھ ساتھ ہونے والی تبدیلیوں کو بھی مد نظر رکھنا پڑتا ہے اس لیے اب لین کو محض مثال کی وجہ سے صرف ریل گاڑی کے لیے مخصوص نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لین ریل گاڑی کے علاوہ کسی دوسری گاڑی کے لیے بھی ہو سکتی ہے۔

محدود یا نامکمل معنی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایک لفظ جتنے بھی معنوں میں مستعمل ہے، لغت میں ان تمام معنوں کے حصول و اندراج کے لیے کوشش نہیں کی گئی، مثلاً 'ماتھا پیٹنا' کے معنی یوں دیے گئے ہیں:

رک: ماتھا پٹّن کرنا [سر مغزی کرنا، دیر تک سمجھانا، (طنزاً اسلام کرنا)]، سر پیٹنا[۷۳]

لیکن ان کے علاوہ یہ بہ طور محاورہ 'بہت کوشش کرنا، ماتم کرنا، افسوس کرنا' کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔[۷۴] 'برباد کرنا، منتشر کرنا، غائب کرنا، اڑنچھو کرنا'[۷۵] کے علاوہ 'تین تیرہ کرنا' کے ایک معنی 'پریشان کرنا' کے بھی ہیں۔[۷۶] ایسے ہی 'ہلکے بھاری ہونا' بھی 'ناگوار سمجھنا اور خفیف ہونا'[۷۷] کے علاوہ 'بگڑنا اور ناراضی ظاہر کرنا'[۷۸] کے معنوں میں بھی مستعمل

ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس نوعیت کی نامکمل وضاحتوں کے اندراج یا لفظ کے معنی کے محدود ہونے کی ایک وجہ ایک ہی ماخذ سے اخذ کردہ اندراجات بھی ہیں۔ جن میں سے کچھ لغات اور ان سے پیدا شدہ مسائل کی تفصیل باب سوم میں 'اندراجات کی نوعیت اور اقسام' کے ذیل میں بھی دی جا چکی ہے۔

کسی بھی لغت میں کہاوتوں اور ضرب الامثال کی موجودگی کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے ان کے اندر کسی بھی علاقے کی ثقافت مضمر ہوتی ہے اور اسی ثقافتی پس منظر میں اس کا محل استعمال واضح ہوتا ہے۔ لیکن اردو لغت(تاریخی اصول پر) میں کئی ایسی کہاوتیں مل جاتی ہیں جنھیں سلیس اردو میں لکھ کر یا قدرے آسان زبان میں ترجمہ کر کے چھوڑ دیا گیا ہے۔ ان میں سے اکثر کی کوئی مثال بھی موجود نہیں جس سے ان کے مطالب اور محل استعمال واضح نہیں ہو پاتے، مثلاً:

پہاڑ کے انگن سلوٹ (کہاوت): پہاڑ کے ستون پتھر ہوتے ہیں۔[79]

اردو لغت کے مطابق یہ کہاوت جامع اللغات سے لی گئی ہے، لیکن اس کا محض ترجمہ کر دیا گیا ہے۔ جب کہ اس کے اصل معنی ہیں 'بادشاہوں کی طاقت رعایا کی مدد سے ہوتی ہے۔'[80] مکمل معنی جامع اللغات میں موجود تھے اور اس کا اندراج بھی کہاوت کی مکمل تفہیم کے لیے ضروری تھا لیکن مرتبین کی طرف سے اسے نظر انداز کیا گیا ہے۔ اسی قبیل کی اور امثال ملاحظہ کیجیے، جن کی وضاحت یا تو دیگر کہاوتوں کی مدد سے کی گئی ہے یا پھر انھیں ترجمہ کر کے یا کیے بغیر نامکمل تحریر کیا گیا ہے:

بخت اُڑ گئے بلندی (باقی) رہ گئی / ہے: اقبال جاتا رہا یاد رہ گئی، بھاگ بھاگ گیا اس کا راگ رہ گیا، رسی جل گئی بل نہیں گئے۔[81]

تو چاہ میری جائی کو میں چاہوں (تیری چارپائی) تیرے کھاٹ کے پائے کو: ساس اپنے داماد سے کہتی ہے۔[82]

لیمو کے چور کا ہاتھ کٹتا ہے: اندھیر نگری چوپٹ راجہ[83]

مایا گنٹھ اور بدیا کنٹھ: روپیہ اپنے قبضے میں ہونا چاہیے اور علم دماغ میں۔

مایا مری نہ من مرے، مر مر گئے سریر، آسا، ترشنا مرے کہہ گئے داس کبیر: نہ تو قدرت مرتی ہے، نہ دل نہ خواہش نہ امید، بدن مر جاتا ہے امید وار پیاسا رہ جاتا ہے۔[84]

اگرچہ کہاوتوں اور ضرب الامثال کے ضمن میں محمد ہادی حسین نے یہ بھی عرض کیا تھا:

> کہاوتوں کے پس منظر بیان کرنے سے عمداً احتراز کیا گیا ہے، کیونکہ اس سے قیاس آرائی اور پھر اختلافات کا دروازہ کھل جاتا، جس سے کوئی مفید نتیجہ برآمد ہونے کی توقع نہیں تھی۔"[85]

لیکن ۶ ملاًاس اصول سے انحراف کیا گیا ہے اور اکثر محل استعمال بھی نہیں دیا گیا، مثلاً: 'لال بجھ کڑ' کے یہ ذیلی اندراجات دیکھیے:

لال بجھ کڑ بوجھ یاں اور نہ بوجھا کوئے، پیر میں چکی باندھ کے کوئی ہرنا کودا ہوئے (کہاوت): رات کو گانو کے پاس سے ہاتھی گزرا۔ اس کے پانو کا نشان دیکھ کر لوگ بہت پریشان ہوئے۔ لال بجھکڑ نے یہ فیصلہ دیا کہ کوئی ہرن پانو میں چکی باندھ کے کودا ہے۔

لال بجھ کڑ بوجھ یاں اور نہ بوجھا کوئے، کڑی بڑنگا توڑ کے اوپر ہی کو لوئے (کہاوت): ایک لڑکا ایک ستون کو دونوں بازوؤں سے پکڑے ہوئے تھا۔ باپ نے چنے دیے تو اس نے دونوں ہاتھ پھیلا کر لیے، پھر ہاتھ نہ نکل سکے، لال بجھکڑ کو بلایا گیا اس نے کہا چھت اُتار کر لڑکے کو اوپر کھینچ لو۔[۸۶]

یا پھر یہ ملاحظہ کیجیے:

سمدھن کا تکلا/ تکوا چبھ چبھ جا، ہاتھ/ چوری کا لپکا کبھی نہ جا (کہاوت): انسان کو جب کوئی بری عادت پڑ جاتی ہے تو چاہے اس کی وجہ سے کیسی ہی ذلت یا تکلیف ہو وہ عادت کبھی نہیں جاتی۔ چوری کی عادی ایک عورت نے اپنی سمدھن کے گھر سے چرخے کا تکلا چرا کر اپنے نیفے میں رکھ لیا۔ وہ تکلا چبھ چبھ جاتا تھا، جس سے وہ بیکل تھی اور بار بار کہتی سمدھن کا تکلا چبھ چبھ جا، میرے ہاتھ کا لپکا کبھی نہ جا۔[۸۷]

اردو لغت میں کئی ایسے اندراجات بھی ملتے ہیں، جن کے معنی خود سے گھڑ لیے گئے ہیں، حالاں کہ ان کے ذیل میں درج شدہ امثال سے ان کے دیگر معنوں کی وضاحت ہوتی ہے۔ مثلاً 'تَلائی' کے معنی نور اللغات اور جامع اللغات سے اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے:

تَلائی: ۲۔ تلنے کی اجرت (نور اللغات، جامع اللغات)

۳۔ تلنے کا چھوٹا سا برتن (نور اللغات)[۸۸]

جب کہ نور اللغات میں درج ہے:

تُلائی: تولنے کا کام، تولنے کی اجرت

تِلائی: تلنے کا چھوٹا سا برتن[۸۹]

نور اللغـات میں ’تلائی‘ کا اندراج ہی نہیں ہے پھر یہاں ’تلائی‘ اور ’تُلائی‘ میں بھی فرق واضح ہے۔ ’تلنا‘ اور ’تولنا‘ دو مختلف الفاظ ہیں جن سے یہ مشتق ہیں لیکن لغت میں ان کا امتیاز روا نہیں رکھا گیا۔

ایک اور جگہ ’ہول‘ کے معنی نمبر ۲ کی وضاحت اور اس کے استعمال کی اسناد میں سے ایک مثال یوں دی گئی ہے:

ہول: ۲۔اضطراب، گھبراہٹ، بے چینی

بچے بھی مارے ہول کے تر ہیں پسینے میں

میرا تو دل ابھی سے اچھلتا ہے سینے میں[90]

لیکن محولہ بالا مثال میں معنی نمبر ۲ کے بجائے اسی اندراج کے معنی نمبر ا یعنی ’ڈر، خوف، ہیبت، دہشت‘[91] وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح لغت میں ’مشکل سے نکالنا‘ کو ’مصیبت سے بچانا، تکلیف سے رہائی دینا‘ لکھنے کے بعد قصــــــــہ کہانیاں کا یہ اقتباس بہ طور سند نقل کیا گیا ہے:

ماسٹر کی بیوی خود تو نکل آئی بچے کو اندر چھوڑ آئی۔ بڑی مشکل سے نکالا ہے۔[92]

لیکن اس سند سے مذکورہ معانی کے بجائے ’بڑے جتن سے نکالنا‘ یا ’بڑی دشواری سے نکالنا‘ جیسے معنی ہی اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ مزید یہ کہ اندراج میں ’مشکل سے نکالنا‘ بہ طور محاورہ درج ہے جب کہ مثال میں ’نکالنا‘ مجازی معنوں میں نہیں بل کہ اپنے اصل معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اسی قسم کی ایک اور غلطی ’جلوہ‘ کے معنی نمبر ۲ ’آرسی مصحف کی رسم‘ اور ’دولھا کا دلھن کی نقاب اٹھانا‘ میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے جہاں سودا کا یہ شعر دیا گیا ہے:

ڈومنی جلوہ لگی دینے جو نہیں

اور وہاں ماتھا مرا ٹھنکا وو ہیں[93]

لیکن اس مثال سے ’جلوہ‘ کے مذکورہ معنی واضح نہیں ہوتے۔ مزید برآں درج بالا شعر میں محض ’جلوہ‘ نہیں بل کہ ایک محاورہ ’جلوہ دینا‘ استعمال ہوا ہے۔ اس لحاظ سے یہ شعر بھی ’جلوہ دینا‘ ہی کے ذیل میں درج ہونا چاہیے۔

لغت میں کچھ الفاظ کی وضاحت اور تشریح کے لیے دیگر ماخذات سے بھی مدد لی گئی ہے۔ ایسی صورت میں اقتباسات یا ان کی تلخیص کے اندراج کے بعد ’ماخوذ‘ لکھ کر قوسین میں اصل ماخذ کا حوالہ دیا گیا ہے، جو درست بھی ہے۔ تاہم مسئلہ وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں دیگر ماخذات سے نقل کردہ معانی کے ساتھ نہ تو ’ماخوذ‘ کا لفظ ملتا ہے اور نہ ہی اقتباس اصل ماخذ کے مطابق ہوتا ہے۔ نتیجتاً دیگر ماخذات سے نقل کردہ عبارات میں الفاظ کا ہیر پھیر یا ردوبدل نظر آتا ہے۔ اس قسم کے مسائل کو ذیل کے جدول کی مدد سے بھی ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:[94]

نمبر	اندراجات	اردو لغت(تاریخی اصول	اصل ماخذ میں درج شدہ عبارت

شمار		پر) میں درج کردہ عبارت	
۱	**اوڑھ لی لوئی تو کیا کرے گا کوئی**	جب بے حیائی اختیار کر لی تو پھر کس کا ڈر[۹۵]	بے حیا بے شرم کی نسبت بولتے ہیں ۔پیش تر اس جگہ "منھ کی گئی لوئی تو کیا کرے گا کوئی" بولتے تھے۔ (نور اللغات:۱۔۲،ص۴۱۰)
۲	**آبرو ساری دولت کی یا روپیہ کی ہے**	روپے پیسے سے سب کی عزت ہوتی ہے۔[۹۶]	دولت مندی سے عزت ہوتی ہے۔(نور اللغات:۱۔۲،ص۳۴)
۳	**بے درد قصائی کیا جانے پیر پرائی**	سخت دل آدمی دوسرے کی تکلیف محسوس نہیں کر سکتا[۹۷]	سخت دل کو دوسرے کی تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔(نور اللغات:۱۔۲، ص۷۳۱)
۴	**بھلا جی(بھلا)**	دوسرے کی بات ٹھیک ہو تو کھسیانا ہو کر (جواباً) یہ فقرہ کہتے ہیں۔[۹۸]	دوسرے کی بات ٹھیک ہو تو کھسیانہ ہو کر کہتے ہیں۔ (جامع اللغات:۱،ص۴۲۹)
۵	**پرواہ**	تیز یا خوب صورت گھوڑا۔ مویشیوں کا ریوڑ[۹۹]	تیز یا خوب صورت گھوڑا۔ مویشی کا ریوڑ (جامع اللغات:۱،ص۵۳۰)
۶	**پروبیشن**	ملازمت سے پہلے متعلقہ کام سیکھنے کا زمانہ،کار آموزی کی مدت،مدت آزمائش[۱۰۰]	کام سیکھنے کا زمانہ یا وقت۔ (جامع اللغات:۱،ص۵۳۰)
۷	**پسائی والی**	پیسنے والی،پسنہاری[۱۰۱]	پیسنے والی(جامع اللغات:۱،ص ۵۳۸)
۸	**پیر کو نہ فقیر (شہید) کو پہلے**	جب کوئی کم حیثیت شخص اپنے آپ کو اوروں پر مقدم سمجھے تو اس وقت کہتے	جب کوئی کم حیثیت شخص اپنے آپ کو مقدم سمجھے تو کہتے ہیں۔

	کانے چور کو	ہیں۔[۱۰۲]	(جامع اللغات:۱،ص۵۹۴)
۹	تیلی کا تیل جلے مشعلچی مفت کڑھے	خرچ کسی کا ہو غم کوئی کرے۔[۱۰۳]	نقصان کسی کا ہو، غم کوئی کرے۔ (نور اللغات:۱۔۲،ص۱۰۲۶)
۱۰	جاٹ کہے سن جاٹنی یاہی گاؤں میں رہنا۔اونٹ بلیا لے گئی توہاں جی ہاں جی کہنا	اگر رہنا ہی ہے تو وہاں کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔[۱۰۴]	اگر رہنا ہی ہے تو وہاں کی تکالیف برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ (جامع اللغات:۱،ص۷۴۰)
۱۱	جادو کی نظر/نگاہ	منتر پڑھ کر کسی کی طرف دیکھنے کا عمل کہ اس پر جادو کا اثر ہو جائے۔[۱۰۵]	منتر پڑھ کر کسی کی طرف دیکھنا۔(جامع اللغات:۱،ص۷۴۱)
۱۲	جوان جائے پتال بڑھیا مانگے بھٹار (بھرتار)	الٹا زمانہ ہے جوان مرتے ہیں بڑھیاں خاوند مانگتی ہیں۔[۱۰۶]	الٹا زمانہ۔جوان مرتی ہیں بڑھیاں خاوند مانگتی ہیں۔ (جامع اللغات:۱،ص۷۸۹)
۱۳	چلتے بیل کے آر لگانا	کام کرتے کراتے آدمی کو تنگ کرنا، ناحق کسی کو تنگ کرنا[۱۰۷]	کام کرنے والے کو روکنا۔ناحق کسی کو تنگ کرنا(نور اللغات:۱۔۲، ص۱۱۶۶۔ ۱۱۶۷)
۱۴	چون کا حاکم بھی برا ہوتا ہے	ادنیٰ سے ادنی حاکم سے بھی ڈرنا چاہیے[۱۰۸]	ادنی قسم کے حاکم سے بھی ڈرنا چاہیے۔ (نور اللغات:۲۔۱،ص۱۱۸۴)
۱۵	داغا جانا	آتش بازی چھوڑی جانا؛توپ بندوق کا چلایا جانا[۱۰۹]	آتش بازی چھوڑی جانا۔توپ بندوق کا چھوڑا جانا۔ (نور اللغات:۳۔۴،ص۸)

۱۶	دخلی	اجازتِ داخلہ[110]	اجازت۔ داخلہ (جامع: ۱، ص ۹۹۰)
۱۷	دمڑے کرنا	بیچنا، ستا بیچنا، بیچ کر نقد روپے کر لینا[111]	بیچنا، بیچ کر نقد روپے کر لینا (جامع اللغات: ۱، ص ۱۰۲۳)
۱۸	ڈھیروں مال اڑانا	بے حساب دولت لٹانا، بے شمار مال کا غبن کرنا[112]	بے شمار دولت لٹانا، بے شمار مال کا غبن کرنا (نور اللغات: ۳۔۴، ص ۱۵۷)
۱۹	سانپ کا پاؤں دیکھنا	جب کوئی شخص ناممکن بات کرتا ہے تو اس سے کہتے ہیں کیا تم نے سانپ کا پاؤں دیکھا ہے[113]	جب کوئی شخص ناممکن باتیں کرتا ہے تو اس سے کہتے ہیں کہ تم نے سانپ کا پاؤں دیکھا ہے (نور اللغات: ۳۔۴، ص ۲۷۹)
۲۰	سکھانا	کسی کو انتظار میں دیر تک بٹھائے رکھنا[114]	کسی کو دیر تک بٹھائے رکھنا۔ (نور اللغات: ۳۔۴، ص ۳۴۹)
۲۱	سکھائے میں آنا	کسی کے کہنے یا اکسانے کو مان کر اس پر عمل کرنا، بہکائے میں آنا[115]	کسی کے کہنے میں آنا (نور اللغات: ۳۔۴، ص ۳۵۰)
۲۲	شمار کنندہ	گننے والا، گنتی کرنے والا[116]	شمار کرنے والا۔ (جامع اللغات: ۲، ص ۱۳۳۶)
۲۳	صد کلاغ را یک کلوخ بس است	سو کوؤں کے لیے ایک ڈھیلا کافی ہے، بزدلوں کو دھمکی ہی کافی ہوتی ہے۔[117]	بہت سے بزدلوں کو دھمکی ہی کافی ہوتی ہے۔ (جامع اللغات: ۲، ص ۱۳۵۷)

۴	صاحب فیل	ابرہا کا لقب جس نے کعبہ شریف پر ہاتھیوں کے ساتھ حملہ کیا تھا[118]	ابرہا کا لقب، جو یمن کا چھیالیسواں بادشاہ تھا اور جس نے کعبہ شریف پر حملہ کیا تھا (جامع اللغات: ۲، ص ۱۳۵۲)
۵	طائرِ نیم بسمل کی طرح پھڑکنا	عاشق کا بے قرار ہو کر تڑپنا، بہت تڑپنا، دید کا طالب ہونا، مضطرب ہونا[119]	عاشق کا بے قرار ہو کر تڑپنا۔ (جامع اللغات: ۲، ص ۱۳۷۴)
۶	کان کا پتلا	رک: کان کا کچا، ہر طرح کی بات مان لینے والا[120]	دیکھو کان کا کچا۔ (جامع اللغات: ۲، ص ۱۴۸۸)
۷	کڑا مول	مہنگی قیمت، کڑا بھاؤ[121]	مہنگی قیمت۔ (جامع اللغات: ۲، ص ۱۵۱۹)
۸	کاٹھ کا گھوڑا لوہے کی زین، جس پر بیٹھے لنگڑ دین	لنگڑوں کی طرف اشارہ ہے، لنگڑے پر پھبتی[122]	لنگڑوں کی طرف اشارہ ہے۔ (جامع اللغات: ۲، ص ۱۴۷۶)
۹	کلیجا نکال کر / کے لے جانا	کسی کی دولت لے جانا، مال مار کر لے جانا، چن کر سب سے اچھی چیز لے جانا[123]	کسی کی دولت چرا کر لے جانا، مال مار کر چلا جانا۔ (فرہنگ آصفیہ: ۳۔۴، ص ۵۵۲)
۰	کیلی والا لال	کنواں چلانے والے کی آواز جو راگ کے ساتھ نکالی جاتی ہے، پانی کھینچتے وقت باغبانوں کی آواز، لاؤ کھینچنے والوں	بارا لینے والے یعنی کنواں چلانے والے کی آواز جو راگ کے ساتھ نکالی جاتی ہے۔ (فرہنگ آصفیہ: ۳۔۴، ص ۶۶۱)

		کاایک بول[۱۲۴]	
۱	۱۔ گل شاہ	شاہ زمین؛مراد: آدم علیہ السلام، کیو مورث کالقب[۱۲۵]	ا۔ شاہ زمین ۲۔ کیومورث کا لقب ۳۔آدم (جامع اللغات:۲،ص۱۶۴۱)
۲	۱۔ لکھیرا	وہ شخص جو لاکھ کا یالاکھ چڑھانے کاکام کرتاہے،لکھریا[۱۲۶]	وہ شخص جو لاکھ کا یالاکھ چڑھانے کاکام کرتا ہے یا لاکھ کی چیزیں بناتا یا بیچتا ہے(لاکھ سے)(جامع اللغات:۲،ص۱۷۲۳)
۳	۱۔ مردہ جلانا	(ہندو)مردے کو لکڑیوں پر رکھ کر آگ لگاکر راکھ کرنا(یورپ میں برقی مشینوں کے ذریعے یہ کام انجام دیاجاتا ہے)[۱۲۷]	مردے کو لکڑیوں پر رکھ کر آگ لگاکر راکھ کرنا۔یہ ہندوؤں کا طریقہ ہے۔یورپ میں بجلی کے ذریعے دومنٹ میں راکھ ہو جاتاہے۔(جامع اللغات:۲،ص۱۸۰۹)
۴	۱۔ متھرا کی بیٹی گوکل کی گائے، کرم پھوٹے تو باہر جائے	متھرا والے بیٹی کو اور گوکل والے گائے کو باہر نہیں دیتے[۱۲۸]	متھراوالے بیٹی کواور گوکل کے باشندے گائے کوباہر نہیں دیتے(جامع اللغات:۲،ص۱۷۷۶)
۵	۱۔ من کی مرسی کس سے کہوں،پیٹ مسوسا دے دے رہوں	اپنی تکلیف یا بھوک کس سے کہوں پیٹ دباکر خاموش ہورہتی ہوں۔[۱۲۹]	اپنی تکلیف یا بھوک کا ذکر نہیں کر سکتی۔پیٹ کو دباکر خاموش ہو رہتی ہوں۔(جامع اللغات:۲،ص ۱۸۷۳)
	۱۔ نستک	مویشی کی ناک کاسوراخ جس میں رسی	مویشی کی ناک جس میں رسی ڈالتے

۶		ڈالتے ہیں[۱۳۰]	ہیں(جامع اللغات:۲،ص۱۶۲۵)
۷	ناک کے رینٹھ سے بد تر کر ڈالنا	نہایت ذلیل کرنا، حقیر بنا دینا، بات نہ پوچھنا، نظروں سے گرادینا[۱۳۱]	نہایت حقیر اور ذلیل کر دینا، گوُہ سے گھن ناؤنا کرڈالنا، گوُہ سے بدتر کر دینا، نظروں سے گرا دینا، بات نہ پوچھنا(فرہنگ آصفیہ:۳۔۴،ص۵۳۱)
۸	نہار ہونا	صبح سے بن کھائے ہونا، صبح سے بالکل نہ کھانا، بالکل بھوکا یا گرسنہ ہونا[۱۳۲]	صبح سے بن کھائے ہونا، صبح سے نہ کھانا، بالکل نہ کھانا، بالکل بھوکا یا گرسنہ ہونا۔ (فرہنگ آصفیہ:۳۔۴،ص۶۱۹)
۹	نیام سے تلوار کھینچنا	تلوار ہاتھ سے پکڑ کر میان سے باہر نکالنا[۱۳۳]	تلوار ہاتھ سے پکڑ کر غلاف سے باہر کھینچنا(جامع اللغات:۲،ص۱۹۹۸)
۰	ہاتھاپائی کی لینا	مار کٹائی اختیار کرنا، لپا ڈگی پر اتر پڑنا، کشتم کشتا پر آمادہ ہونا، دھینگا مشتی پر آجانا[۱۳۴]	مار کٹائی اختیار کرنا، لپاڈگی پر اتر پڑنا، کشتم کشتا پر موجود ہو جانا، دھینگا مشتی پر آجانا (فرہنگ آصفیہ:۳۔۴،ص۶۸۵)
۱	ہر چہ دانا کند کند ناداں لیک بعد از خرابی بسیار/ہزار رسوائی	دانا جو شروع میں کرتا ہے ناداں بھی آخر میں وہی کرتا ہے لیکن سخت ذلت اٹھانے کے بعد[۱۳۵]	نادان بھی آخر وہی کرتا ہے جو دانا شروع میں کرتا ہے لیکن سخت ذلت اٹھانے کے بعد(جامع اللغات:۲،ص۲۰۵۸)
۲	یوم حصاد	فصل کاٹنے کا موسم، فصل کاٹنے کا وقت[۱۳۶]	فصل کاٹنے کا موسم(جامع اللغات:۲ ،ص۲۰۹۷)
	یہ میری سکشا	میری یہ نصیحت یاد رکھو پیارے ادھار	ادھار کبھی نہیں بیچنا چاہیے۔

۳	**مان پیارا، سودا کدھے نہ بیچ ادھارا**	کبھی نہیں بیچنا چاہیے [کذا] [۱۳۷]	(جامع اللغات:۲،ص۲۰۹۹)

درج بالا جدول میں فراہم کردہ معلومات کے مطالعے کے بعد اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ ان میں سے بہت سے الفاظ اور تراکیب ایسی ہیں، جن کی وضاحت اردو لغت(تاریخی اصول پر) میں زیادہ بہتر انداز میں کی گئی ہے۔ بالالفاظ دیگر، دیگر لغات میں درج کردہ معانی میں جو خلارہ گیا ہے، اردو لغت میں ان کو پُر کرنے کی حتی الامکان سعی کی گئی ہے، لیکن پھر بھی اگر معانی براہ راست دیگر ماخذات سے لیے گئے تھے اور ان میں جان بوجھ کر تصرف یا ردوبدل بھی کیا گیا تو ایسی صورت میں لغت میں اس کی وضاحت بھی، 'کذا' کی علامت کے ذریعے، ضرور دینی چاہیے تھی جیسا کہ بعض مقامات پر اقتباسات کی تصحیح میں بھی نظر آتا ہے۔

ایسے الفاظ، جو کسی قدر ہم معنی یا مترادف سمجھے جاتے ہیں، تقریباً ہر لغت میں ان کے لیے ایک دوسرے سے رجوع کرنے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اردو لغت میں بھی یہ خاصیت موجود ہے اور اس کے لیے نہ صرف معانی بل کہ اشتقاق میں بھی 'رک'(رجوع کیجیے) کا اختصار مستعمل ہے۔ تاہم لغت نویسی کے بین الاقوامی اصولوں کے مطابق اسے ذولسانی لغات کے لیے عموماً اور دیگر لغات کے لیے بالخصوص بہتر نہیں سمجھا جاتا کیوں کہ ماہرین کے نزدیک لغت کا ہر اندراج اپنی جگہ مکمل ہونا چاہیے۔ بہ صورت دیگر اس سے کئی مسائل جنم لیتے ہیں جنھیں اردو لغت میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر لغت مذکور میں 'اُپلے تھوپنا' کے معنی دیکھنے ہیں تو اس کے لیے 'اُپلے تھاپنا' کے اندراج کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور 'اُپلے تھاپنا' کے لیے 'اُپلے پاتھنا' کے معنی دیکھنا ہوں گے۔[۱۳۸] 'بسائند/بسایندھ' کے معنی کے لیے 'بساہند' کی طرف اور 'بساہند' کے لیے 'بساند/بساندھ' سے رجوع کرنے کے لیے کہا گیا ہے۔[۱۳۹] اسی طرح 'تائیسر' کے لیے 'تایسرا' کے معنی کی طرف اور 'تایسرا' کے لیے 'تائیسرا' کے اندراج کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے۔[۱۴۰] جیسا کہ ظاہر ہے کہ اگر یہ تمام اندراجات ایک دوسرے کے مترادفات ہیں اور ان کے معنی بھی ایک ہی ہیں تو ایسی صورت میں لغت کے مروجہ طریقہ کار کے مطابق بھی انھیں متبادل اندراجات کی صورت میں درج کر کے ایک ہی بار معنی کی وضاحت کر کے ان کے استعمال کی مختلف امثال درج کی جانی چاہیے تھیں، جو نسبتاً ایک سہل طریقہ کار بھی تھا، تاہم نظر ثانی شدہ اشاعت میں اس مسئلے پر بھی کسی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

۲.۴ اسنادوامثلہ:

اردو لغت(تاریخی اصول پر) کی سب سے اہم خاصیت اس میں موجود اندراجات کے استعمال کی اسناد ہیں، جن کی بنا پر یہ لغت تاریخی اصول پر مرتب کی جانے والی لغات میں شمار کی جاتی ہے۔ ان اسناد و امثلہ کے اندراج کی بابت اردو لغت بورڈ کے مرتبین کے پیش نظر کچھ مقاصد رہے ہیں جو یہ ہیں:

الف۔ لفظ کی تاریخ کا تعین کرنا کہ تاریخ کے کس کس دور میں اس کے استعمال کی اسناد موجود ہیں۔

ب۔ لفظ کے معنی اور استعمال کی وضاحت کرنا کہ یہ کس طرح اور کس موقع پر استعمال ہوا ہے تاکہ تعارف میں کسی حد تک مکمل تفصیل مہیا کی جاسکے۔

ج۔ کسی لفظ کی حدود یا وسعت کا تعین کرنا تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ وہ شاذ ہے یا بکثرت استعمال ہوتا ہے نیز ایک مصنف یا ایک علاقے میں مستعمل ہے کہ مختلف مصنفین کے ہاں مختلف مقامات پر رائج ہے۔

د۔ وہ چیدہ چیدہ ادبی اقتباسات یا عبارات پیش کرنا جن میں لغت میں شامل کرنے کے قابل کوئی لفظ وارد ہوا ہو اور عبارت میں اس کے استعمال سے ایک نئی معنویت پیدا ہوئی ہو۔ ایسی صورت میں امثلہ یا اسناد صرف لغوی معنی کی وضاحت نہیں کرتیں بل کہ بعض اوقات مختلف مثالیں مختلف فوائد کی حامل ہوتی ہیں۔ [۱۳۱]

ان مقاصد سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس لغت میں تاریخی ترتیب معنی کی بنیاد پر نہیں بل کہ امثال واسناد کی بنیاد پر قائم کی گئی ہے اور اس مقصد کے لیے اردو ادب کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

دورِ اوّل: ابتدا تا ۱۷۰۰ء

دورِ دوم: ۱۷۰۰ء تا ۱۸۵۷ء

دورِ سوم: ۱۸۵۷ء تا حال

یوں اس لغت میں تیرھویں صدی عیسوی سے لے کر اکیسویں صدی کے آغاز تک کی کتب، رسائل اور اخبارات سے امثال درج کی گئی ہیں اور تقریباً سات سو پچاس برس سے زائد تاریخ ادب اردو مرتب کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ جب اس لغت کا اولین نمونہ نمونۂ لغات اردو کے نام سے جولائی ۱۹۶۱ء میں مرتب کیا گیا تھا، اس وقت دورِ سوم ۱۸۵۷ء سے ۱۹۵۷ء تک تھا[۱۳۲] بعد ازاں جب بورڈ نے مکمل اصول مرتب کر کے ۱۹۸۸ء میں کتابی شکل میں شائع کیے تو دور سوم کا دورانیہ بڑھا دیا گیا، لیکن اس کے باوجود اس ادوار بندی کی بنیادوں کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔

لغت میں اسناد کی فراہمی کے لیے جدید طریقہ کار کو بروئے کار لاتے ہوئے کورپس(Corpus) سے مدد لی گئی ہے۔ تقریباً چودہ لاکھ کارڈوں کی شکل میں لغت کی اسناد کا کورپس اب بھی اردو لغت بورڈ کی عمارت میں محفوظ ہے۔ یہ کارڈ تقریباً اڑھائی ہزار کتابوں، مخطوطات اور رسائل کے مطالعات کے بعد تیار کیے گئے ہیں۔ ان میں لفظ، اس کے استعمال سے متعلق اقتباس اور منتخب کی گئی عبارت کا حوالہ درج کیا گیا ہے جو زیادہ تر کتاب کے عنوان، سنہ اشاعت اور صفحہ نمبر پر مشتمل ہے۔ اس کورپس کی تیاری کے حوالے سے نہ صرف بورڈ کے جملہ اراکین کی مساعی قابل غور ہے بل کہ ملک بھر سے پانچ سو سے زائد علما و فضلا سے بھی مطالعہ کتب کے کام میں مدد لی گئی ہے۔ معروف ماہر لسانیات اور بورڈ کے سرگرم رکن شان الحق حقی نے بے شمار کارڈ خود اپنے ہاتھوں سے تحریر کیے ہیں۔ ان کے علاوہ مطالعہ کتب کے ضمن میں جون ایلیا، حفیظ ہوشیار پوری، سید قدرت نقوی، سخاوت مرزا، محشر بدایونی، ڈاکٹر شوکت سبزواری، سید مظہر علی، ہادی حسین، ڈاکٹر فرحت عالم، عبد الوحید یکتا، خلیق نقوی، مظہر علی نصرت، سعید النساء بیگم، وفا راشدی، صلاح الدین قریشی، تحسین سروری، عبد اللطیف کشتہ، سید محمد تقی، عابدہ رضوی اور سید بنیاد علی جیسے علما نے اپنا حصہ بھی ڈالا ہے۔[۱۴۳]

لغت میں ہر لغویے کے استعمال کی اسناد حتی الامکان مذکورہ ادوار سے دینے کی کوشش کی گئی ہے، جس میں الفاظ کے معنوں یا ان کے تلفظ و املا میں ہونے والی تبدیلیوں کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔ اگر کوئی لفظ ایک دور کی ابتدا سے آخر تک دستیاب ہے تو ہر دور کی ایک مثال کافی سمجھی گئی ہے لیکن اگر معنی میں اختلاف پیدا ہوا ہے تو اس صورت میں ایک سے زائد امثال فراہم کی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ دور اول میں قدیم ترین اور دور آخر میں جدید ترین مثال کو مرجح قرار دیا گیا ہے۔

اسناد کے انتخاب میں اختصار اور جامعیت کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ یہ اہتمام اس مقام پر زیادہ دکھائی دیتا ہے جہاں کسی لفظ کی ایک ہی دور یا ایک سنہ سے ایک سے زائد امثال مندرج ہیں۔ اگر وضاحت اور اختصار کے لیے کسی اقتباس میں ضروری ردوبدل کی ضرورت سمجھی گئی ہے تو اس صورت میں اسے واوین کے بغیر درج کیا گیا ہے۔ مزید برآں ایسے الفاظ جو معتبر ہیں اور لغت میں درج کیے جانے کے قابل ہیں، لیکن ان کے استعمال کی کوئی سند نہیں مل سکی تو ایسے موقع پر مرتبین نے خود ہی مثال وضع کر کے اس لفظ کے معنی اور محل استعمال واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

ہر سند کے ساتھ سنین کے اندراج کو بھی لازمی خیال کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں تصانیف کی تکمیل یا اشاعت اول کے سنین کو اولیت دی گئی ہے اور ان کی عدم موجودگی میں مصنف کا سنہ وفات درج کر دیا گیا ہے۔ تاہم جہاں سنین کے اندراج میں کسی قسم کی تشکیک یا شبہ پیدا ہوا وہاں سنہ کے ساتھ یا اس کی جگہ سوالیہ (؟) کی علامت استعمال کی گئی ہے۔ مثال کے طور پر مختلف اندراجات کے لیے درج شدہ امثلہ کے حوالہ جات دیکھیے:

داڑھی بڑھانا: (؟، طلسم ہوش ربا(مہذب اللغات)) [۱۴۴]

مقبول عام ہو جانا: (؟،ادبی رجحانات،۲۷۸) [۱۴۵]

سبک: (۱۷۴۶ء؟، قصہ مہر افروز ودلبر،۲۷۹) [۱۴۶]

جیسا کہ پچھلے باب میں بھی ذکر کیا گیا ہے کہ لغت میں بہت سے ایسے الفاظ شامل کیے گئے ہیں جن کے استعمال کی امثال موجود نہیں۔ جب کہ اندراجات کی وضاحت میں ہی اردو لغت کے مدیر اول جناب نسیم امروہوی نے باور کروایا تھا کہ لغت میں جو الفاظ شامل کیے گئے ہیں ان میں دوسری زبانوں کے ایسے دخیل الفاظ جو اردو بول چال میں مروج ہیں یا مروج تھے یا کم سے کم دو مصنفین نے اپنی تصانیف میں استعمال کیے ہیں، انھیں بھی شامل کیا گیا ہے۔[۱۴۷] لیکن لغت کی تمام جلدوں میں ایسے الفاظ کی بھرمار نظر آتی ہے جو اردو کے علاوہ دوسری زبانوں سے مستعار لیے گئے ہیں لیکن ان کے استعمال کی دو تو کیا ایک بھی سند موجود نہیں ہے، مثلاً یہ مقامی الفاظ ملاحظہ کیجیے:

ٹوما: مچھلی کی ایک قسم [۱۴۸]

پھکسیاری: بلی کے برابر ایک جانور [۱۴۹]

چپات: مغربی وضع کا جوتا، جو ایڑی دار ہوتا ہے اور ایرانی جوتے سے ایڑی ہونے کی وجہ سے ممیز ہے۔ [۱۵۰]

ڈھانڈ/ڈھانڑ: تانبے پیتل کے برتن۔ [۱۵۱]

سپاری: آہنگر [۱۵۲]

شہنا: رکھوالا [۱۵۳]

کھجور: سن کے ریشوں کی چھیج یا جھری [۱۵۴]

لَبنی: تیر اک [۱۵۵]

نیونجی: ایک قسم کا پھول۔ [۱۵۶]

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی مختلف اقساط پر جو تبصرے اردو نامہ کے شمارے میں شائع ہوتے تھے اس کی قسط نمبر ۳۵ (مطبوعہ اردو نامہ، شمارہ ۴۲) پر محمد احسن خاں کا تبصرہ اردو نامہ کے شمارہ نمبر ۴۷ میں شائع ہوا جس میں انھوں نے ابتدا ہی میں اس مسئلے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا:

میرے خیال میں اگر مندرجہ ذیل دو سوالوں کا واضح جواب دے دیا جائے تو
اساسی الجھنیں رفع ہو سکتی ہیں:

(۱) جہاں صرف ایک دور کی سند درج کی گئی ہے کیا وہاں دو دوروں کی اسناد نہیں ملتیں یا نہیں ملیں؟

(۲) جہاں کوئی سند نہیں دی گئی۔ وہاں مثال کیوں درج نہیں کی جاتی؟ اصولاً تو سند کا التزام ضروری ہے۔[۱۵۷]

اس کے جواب میں نائب معتمد مجلس مشاورت جناب خلیق نقوی نے لکھا:

(الف) یقیناً نہیں ملیں البتہ تلاش ہر مرحلے پر جاری ہے۔

(ب) اپنی جانب سے کوئی مثال اس وقت درج کی جاتی ہے جب کوئی سند نہیں ملتی۔ اگر طباعت کی نوبت پر بھی سند نہ مل سکی تو لفظ کا استعمال (Usage) دکھانے کے لیے اپنی جانب سے مثال درج کر دی جائے گی۔[۱۵۸]

لیکن اس کے باوجود لغت میں کئی مقامات پر اس کا اہتمام نظر نہیں آتا۔

درج بالا صورت حال متبادل اشکال کے اندراج و امثال کے ضمن میں بھی دکھائی دیتی ہے اور اس حوالے سے بھی بورڈ کے اراکین کے ہاں کم از کم دو اسناد کی فراہمی پر زور ملتا ہے۔ جیسا کہ "اجزائے لغت پر تبصروں کا جائزہ" میں خلیق نقوی رقم طراز ہیں:

شمارہ نمبر ۱۵ میں وارث سرہندی نے اس بات پر زور دیا ہے کہ شمارہ نمبر ۱۴ میں جو حصۂ لغت شائع ہوا ہے، اس میں "اپنی کملی میں مست ہونا" کے ساتھ "اپنی کملی میں مگن ہونا" بھی درج کیا جائے۔ مجلس مشاورت نے طے کیا کہ عموماً "مست ہونا" بولتے ہیں۔ اگر "مگن ہونا" کی کم سے کم دو سندیں مستند ادیبوں کے ہاں مل جائیں تو مجوزہ اضافہ کیا جا سکتا ہے۔[۱۵۹]

اسی طرح ایک اور مقام پر جب محمد احسن خاں نے 'ایڈٹ' اور 'ایڈٹنگ' کی متبادل اشکال 'اڈٹ' اور 'اڈٹنگ' کے اندراج کی تجویز پیش کی تو لکھتے ہیں:

اڈٹ یا اڈٹینگ کی سند یا حوالہ درکار ہے۔ بغیر ثبوت کے ہم متبادل شکل نہیں دیا کرتے۔[۱۶۰]

لیکن لغت میں متبادل اشکال کی امثال کی عدم موجودگی کی صورت میں اصول لغت نویسی کے ساتھ ساتھ بورڈ کے اپنے اصولوں سے بھی انحراف دکھائی دیتا ہے، مثلاً 'بھر ساری/بھر سائیں/بھر سائی/بھر سائیں' بمعنی 'بھٹی، تنور' کے

اندراجات پلیٹس کی لغت، جامع اللغات اور شبد ساگر سے اخذ کیے گئے ہیں، لیکن مثال ان میں سے ایک کی بھی نہیں ہے۔[۱۶۱] اسی طرح:

آنڈی بانڈی/آنڈے بانڈے: سیر[۱۶۲]

دیارا/دیاڑا: دریابرآر[۱۶۳]

سوناپاسا/پاسہ/پانُسہ: سونے کی تقریباً ۲۰ تولے وزنی مستطیل شکل[۱۶۴]

متلاہٹ/متلائی: جی متلانے کی کیفیت[۱۶۵]

مقام مصلیٰ/مصلے: مقام ابراہیم[۱۶۶]

مونڈ پیر/گرو: سنیاسی[۱۶۷]

ہرن نائنی/نَینی: آہو چشم عورت[۱۶۸]

ہستا کچھر/ہستا کشر: دستخط[۱۶۹]

بھی ایسے ہی اندراجات ہیں جن کے استعمال کی کوئی سند اردو ادب سے نہیں ملتی۔

اردو لغت میں بعض ایسے الفاظ بھی ہیں، جن کی درج کردہ اسناد سے بہتر اسناد بھی مل سکتی تھیں، لیکن اس ضمن میں تساہل پسندی یا جلد بازی سے کام لیا گیا ہے مثلاً 'ی/ے' کی تقطیع کا ایک اندراج 'یم بہ یم' بمعنی 'دریا بہ دریا، دریا کے ساتھ دریا، روانی یا تسلسل کے ساتھ' ملتا ہے، جس کی درج ذیل دو اسناد مہیا کی گئی ہیں:

اسیر دام نہ ہوگا مرا دل آزاد
کسی کا حکم کبھی موج یم بہ یم پہ چلا (۱۹۷۷، جعفر طاہر، غزلیات، ۷۶)
اور کبھی پردۂ محمل سے جھلکنے کے لیے
یم بہ یم بام پہ مژگاں کے امنڈ آتی ہیں (۱۹۹۶، افکار (نقاش کاظمی)، کراچی، اگست، ۳۶)[۱۷۰]

غور طلب بات یہ ہے کہ یہی اندراج علامہ محمد اقبال کی معروف نظم ''جبریل و ابلیس'' میں یوں ملتا ہے:

خضر بھی بے دست و پا، الیاس بھی بے دست و پا
میرے طوفاں یم بہ یم، دریا بہ دریا، جو بہ جو[۱۷۱]

لیکن بورڈ نے ۱۹۷۷ء اور ۱۹۹۶ء کی دو امثال درج کر کے نہ صرف معتبر ماخذ کو نظر انداز کیا ہے بل کہ مذکورہ اندراج کے استعمال کی تاریخ بھی مختصر کر دی ہے، حالاں کہ کلیات اقبال اسناد و امثلہ کے لیے ان کے مآخذ میں شامل رہی ہے۔ اسی طرح 'مشکلیں پڑنا' کے ذیل میں درج کیا گیا ہے:

گو مشکلیں پڑ رہی ہیں، اللہ کرے کامیاب ہو جاؤں (۱۹۵۱، کشکول، ۲۷۸)[۱۶۲]

حالاں کہ اس کے لیے مرزا اسد اللہ خاں غالب کا یہ شعر بھی تحریر کیا جا سکتا تھا:

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں[۱۶۳]

اس کے علاوہ بھی مزید امثال دیکھیے:

آنت: سب سے پہلے مریض کی آنتوں کی حالت دیکھیں [شرح اسباب (ترجمہ)][۱۶۴]

سائکل: اگر ایک سائکل سوار ۱۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے ۵ گز نیم قطر کا قوس بناتا ہوا مڑتا تو مرکز قوس کی سمت اس کا اسراع کیا ہو گا؟ [سائنس سب کے لیے (ترجمہ)][۱۶۵]

مقام: شیکسپیئر کے ڈراموں میں مقام (مکان) میں بڑی تبدیلیاں نظر آتی ہیں۔ (اشارات تنقید)[۱۶۶]

ہمارے لیے: یہ تحریریں ہمارے لیے اس وجہ سے دلچسپ ہیں کہ ہم سوچتے ہیں۔ (افسانے کی حمایت میں)[۱۶۷]

درج بالا امثال میں دیکھا جا سکتا ہے کہ یہ ترجمہ شدہ کتب یا تنقیدی کتب سے سے اخذ کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں 'آنت' کے لیے دی گئی مثال 'آنتوں' کی اور 'سائکل' کے ذیل میں درج شدہ مثال 'سائکل سوار' کی ہے لہٰذا اصولاً انھیں انھی کے تحت اندراجات میں مندرج ہونا چاہیے جب کہ لغت میں 'آنتوں' بہ طور لغویہ بھی الگ سے موجود ہے۔

اردو لغت میں ایسی اسناد بھی بہ آسانی مل جاتی ہیں، جو براہ راست ادبی کتب یا بنیادی مآخذ سے نہیں لی گئیں بل کہ ثانوی ماخذ سے یا کسی اور تنقیدی کتاب سے لی گئی ہیں۔ تقریباً ہر جلد میں امانتؔ، آتشؔ، امیرؔ، رشکؔ، داغؔ، اوجؔ، نکہتؔ، منیرؔ اور قرارؔ وغیرہ کے کئی اشعار مل جاتے ہیں جو ذرا سے تردد سے شعرا کے مجموعوں، دواوین، کلیات یا تذکروں سے بآسانی دستیاب ہو سکتے تھے لیکن ان کے اندراج میں لاپروائی برتی گئی ہے۔ مثال کے طور پر 'دون پر آنا' بمعنی شیخی مارنا کے ذیل میں رشکؔ کا شعر دیوان سے درج کرنے کے بجائے نور اللغات سے لیا گیا ہے:

میں کیا کہ کاتبِ خط شوق آئے دون پر
مدحت جو تیرے گانے کی تحریر ہو گئی[۱۶۸]

اسی طرح 'مطلب کی بات' کی وضاحت کے لیے نور اللغات سے نقل کردہ امیرؔ کا یہ شعر دیکھیے:

مطلب کی بات منھ تلک آئی نہیں کبھی
اک بات ہے کہ میرے دہن میں زبان ہے[۱۶۹]

حالاں کہ لغت میں کئی مقامات پر امیرؔ اور رشکؔ کے اشعار براہِ راست ان کے دواوین سے نقل کیے گئے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان کے دواوین دستیاب تھے، تو ایسی صورت میں ثانوی ماخذات سے استفادہ کرنے کی کوئی توجیہ سمجھ نہیں آتی۔ بل کہ ایک مقام پر تو ایک اور عجیب صورت حال دیکھنے کو ملتی ہے کہ ایک اندراج یعنی 'کمر کا ڈھیلا' کے ذیل میں جان صاحب کا درج ذیل شعر ملتا ہے جو لغت میں موجود حوالے کے مطابق ردیف 'د' کے صفحہ نمبر ۲۴۴ سے لیا گیا ہے:

کمر کے ڈھیلے ہی اچھی بری ہیں دیکھتے شکل

کڑے نہ کرتے ہیں صورت نہ ناک کان پسند[۱۸۰]

جب کہ اس سے اگلے ہی اندراج یعنی 'کمر کا مضبوط' میں بھی جان صاحب کا ہی شعر دیا گیا ہے، جو یہ ہے:

کمر کا ہووے جو مضبوط اور دکھائے مزہ

مجھے تو اتنوں میں کوئی نظر نہیں آتا[۱۸۱]

تاہم دونوں میں فرق یہ ہے موخر الذکر شعر اصل ماخذ کی دستیابی کے باوجود ثانوی ماخذ نور اللغات سے نقل کردہ ہے۔ غرض اس قسم کی لاپروائیاں جہاں مرتبین کی کوتاہیوں پر دال ہیں وہیں ان کی وجہ سے نقل لغت کے باوجود بعض اشعار غلط صورت میں بھی درج ہو گئے ہیں، جس نے لغت میں ایک اور خامی پیدا کر دی ہے۔ مثلاً 'دھوئی ہوئی زبان' کے لیے اوجؔ کا شعر اردو لغت میں نور اللغات کا حوالہ دے کر یوں نقل کیا گیا ہے:

مضموں مہکتے ہیں سخن لاجواب سے

دھوئی ہوئی زباں ہے عطر وگلاب سے[۱۸۲]

جب کہ نور اللغات میں یہ شعر یوں درج ہے:

مضمون مہکتے ہیں سخن لاجواب سے

دھوئی ہوئی زبان ہے عطرِ گلاب سے[۱۸۳]

اسی قسم کے مزید اشعار دیکھیے جو ماخذ اردو لغات سے تقابل کر کے درج کیے گئے ہیں:[۱۸۴]

نمبر شمار	اندراجات	اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج شدہ اسناد	دیگر لغات میں دی گئی امثال
۱	بھلی کہی	اپنی کہو گزرتی ہے کس طرح اے امیرؔ ہم ہیں فقیر لوگ ہماری بھلی نہیں[۱۸۵]	اپنی کہو گزرتی ہے کس طرح اے امیرؔ ہم ہیں فقیر لوگ ہماری بھلی کہی (نور اللغات: ا۔۲، ص۷۰۹)
۲	تو ہی تو ہے	یہ اندھے ہیں کہتے ہیں جو ہم ہی ہم ہیں	یہ اندھے ہیں جو کہتے ہیں ہم ہی ہم ہیں

		جو آنکھیں ہوں روشن تو پھر تو ہی تو ہے [۱۸۶]	جو آنکھیں ہوں روشن تو پھر تو ہی تو ہے (نور اللغات: ۱۔۲، ص۱۰۰۰)
۳	خون گردن پر سوار ہونا	کج رکھ کے وہ کلاہ جو چڑھتے ہیں اسپ پر گردن پر ان کی خون ہمارا سوار ہے [۱۸۷]	کج رکھ کے وہ کلاہ جو چڑھتے ہیں اسپ پر گردن پہ ان کی خون ہمارا سوار ہے (نور اللغات: جلد۱۔۲، ص۱۲۷۲)
۴	زبان پر آئی ہوئی بات کاٹ دینا	دہانِ زخم کو جوہر سے داب دیتی تھی زباں پر آئی ہوئی بات کاٹ دیتی تھی [۱۸۸]	دہانِ زخم کو جوہر سے داب دیتی تھی زباں پہ آئی ہوئی بات کاٹ دیتی تھی (نور اللغات: جلد۳۔۴، ص۲۳۴)
۵	کہے سنے سے	کہے سنے سے ذرا پاس آ کے بیٹھ گئے نگاہ پھیر کے تیور چڑھا کے بیٹھ گئے [۱۸۹]	کہے سنے سے ذرا پاس آ کے بیٹھ گئے نگاہ پھیر کے تیوری چڑھا کے بیٹھ گئے (نور اللغات: جلد۳۔۴، ص۸۷۱)
۶	گھرنی کھانا	چھوٹ کر عشق کے پھندے سے کدھر جائے گا گھرنیاں چاہِ زنخداں میں مرے کھائے گا [۱۹۰]	چھوٹ کر عشق کے پھندے سے کدھر جائے گا گھرنیاں چاہِ زنخداں میں میرے کھائے گا (فرہنگ آصفیہ: ۳۔۴، ص۱۲۸)
۷	مارنا	کیا کہیے ہمیں تیرے تغافل نے تو مارا لے اب تو خبر اے بتِ بیدار ہماری [۱۹۱]	کیا کہیے ہمیں تیرے تغافل نے تو مارا لے اب تو خبر اے بتِ بیداد ہماری (فرہنگ آصفیہ: ۳۔۴، ص۲۵۹)
۸	مشک فشاں	نکہت زلفِ رسا مشک فشاں ہوتی ہے مشک کی بو کہیں پردوں میں نہاں ہوتی ہے [۱۹۲]	نکہت زلفِ رسا مشک فشاں ہوتی تھی مشک کی بو کہیں پردوں میں نہاں ہوتی تھی (نور اللغات: ۳۔۴، ص۱۲۷۲)
۹	منہ پھرنا	جدھر منہ پھرے ان کا ہٹ جائیں سب جدھر نکلیں دستے سے کٹ جائیں سب [۱۹۳]	جدھر منہ پھرے ان کا ہٹ جائیں سب جدھر نکلیں رستے سے کٹ جائیں سب (نور اللغات: ۳۔۴، ص۱۳۶۱)
۱۰	نظرِ کیمیا	اللہ رکھے آپ کی نظرِ کیمیا اثر	اللہ رے آپ کی نظرِ کیمیا اثر

	اثر	تانبے کو بار ہاز رِ احمر بنا دیا[194]	تانبے کو بار ہاز رِ احمر بنا دیا (نور اللغات: ج۔۴، ص۱۵۲۲)
۱۱	یوں تو	باندھوں میں تیغ ابروے خم دار کا خیال یوں تو نہ کٹ سکیں گے یہ دن ہجر یار کے[195]	باندھوں میں تیغ ابروے خم دار کا خیال یوں تو نہ کٹ سکیں گے یہ دن اختیار کے (نور اللغات: ج۔۴، ص۱۷۲۷)

درج بالا اشعار کے غلط اندراج کے علاوہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں 'خون گردن پر سوار ہونا' کی اس مثال کو 'خون سوار ہونا' کے ذیل میں درج کیا گیا ہے، جو ایک اور غلطی ہے کیوں کہ شعر کے مطابق اصل محاورہ 'خون گردن پر سوار ہونا' ہی ہے۔ لہٰذا اس شعر کو 'خون سوار ہونا' کی مثال کے طور پر استعمال نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں 'خون گردن پر سوار ہونا' اور 'زبان پر آئی ہوئی بات کاٹ دینا' کی اسناد کی فراہمی کے لیے اندراج کے مطابق اشعار میں 'پہ' کو 'پر' سے بدل دیا گیا۔ حالاں کہ ایسی صورت میں اصل اندراج شعر کے مطابق ہونا چاہیے نہ کہ یہ کیا جائے کہ شعر میں اندراج کے مطابق تصرف کر لیا جائے۔ مزید برآں درج بالا امثال میں اس بات کا بھی امکان موجود ہے کہ دیگر لغات میں ان کا اندراج غلط ہوا ہو اور بورڈ کے مرتبین نے اس میں اصلاح کی ہو لیکن ایسی صورت میں بورڈ کا اپنا ایک وضع کردہ اصول ہے کہ لغت میں ''اقتباسات کی عبارت من و عن نقل کی گئی ہے ہاں جہاں کہیں کوئی ایسی بدیہی غلطی نظر آئی ہے جو مصنف سے منسوب نہیں کی جاسکتی وہاں واوین میں صحیح شکل دی دی ہے اور اگر کوئی غلطی بداہتہً کتابت یا طباعت کی نہیں بل کہ خود مصنف کے قلم کی ہے، تو (کذا) لکھ کر چھوڑ دیا ہے۔''[196] لہٰذا لغات سے اشعار درج کرنے کے بعد اغلاط کے آگے 'کذا' لکھنا چاہیے تھا یا پھر قوسین میں اس کی درست شکل دے دینی چاہیے تھی۔

مذکورہ بالا مسئلہ محض اشعار تک ہی محدود نہیں بل کہ ایسے مقامات پر، جہاں مرتبین کو امثال نہ ملنے کی صورت میں خود سے وضع کر دینی چاہیے تھیں، لفظ کے استعمال کی امثال تک دیگر لغات سے ہو بہ ہو نقل کی گئی ہیں، مثلاً:

اتنیسار ہونا (ہضم نہ ہونا): سارا کھایا پیا اتنیسار ہو گیا۔ (ماخوذ: فرہنگ آصفیہ)[197]

آنا (جائداد کا سولھواں حصہ): گاؤں میں ایک آنے کا حصہ دار وہ بھی ہے۔ (ماخوذ: امیر اللغات)[198]

آنکنا (منتر پڑھ کر گلٹی پر پھونکنا): ملاجی کنور کو ایسا آنکتے ہیں کہ ایک ہی دو دن میں تحلیل ہو جاتا ہے (ماخوذ: امیر اللغات)[199]

پیٹھ سیدھی کرنا (آرام لینا): بڑی دیر تک سبق پڑھا ہے پیٹھ سیدھی کر لوں تو چلوں۔ (ماخوذ: نور اللغات)[200]

پیچھا کرنا (بندوق یا توپ کا چلتے وقت پیچھے دھکا دینا): یہ بندوق پیچھا کرتی ہے۔ (ماخوذ: نور اللغات)[201]

تڑقانا (شق کرنا): تم نے میرا گلاس تڑقایا۔ (ماخوذ: نور اللغات)[202]

تعریف کرتے منھ سوکھتا ہے(جیسی چاہیے تعریف نہیں ہوسکتی): امانی بیگم کا بیٹا کیسا بگڑا تھا،اب خدا نے ایسا کر دیا کہ تعریف کرتے منھ سوکھتا ہے۔(ماخوذ:نوراللغات) ۲۰۳

داد(سزا،پاداش): اس کی داد خدا دے(ماخوذ:نوراللغات) ۲۰۴

داد نہ فریاد(نہ انصاف ہے نہ فریاد سنی جاتی ہے): اندھے کی داد نہ فریاد،اندھا مار بیٹھے گا۔(ماخوذ:نوراللغات) ۲۰۵

مار ڈالنا(ہنساتے ہنساتے لٹا دینا): یار تیری باتوں نے تو ہنساتے ہنساتے مار ڈالا۔(ماخوذ:فرہنگ آصفیہ) ۲۰۶

اگران امثال پر نظر ثانی کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے کسی بھی لفظ کے معنی اس قدر پیچیدہ نہیں تھے کہ ان کی مثال وضع نہ کی جاسکے۔تاہم اگران امثلہ کو اس نقطۂ نظر سے درج کیا گیا ہے کہ دیگر لغات میں اس کے استعمال کی مثال موجود ہے تو بھی یہ بورڈ کے اصول کے مطابق نہیں کیوں کہ ایسی صورت میں کسی بھی لغت کے مرتب کو مصنف کا درجہ نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی لغات کو کوئی ادبی تصنیف کہا جا سکتا ہے۔جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ اگر بورڈ کے مرتبین نے امثال کے وضع کرنے کی ذمے داری اپنے سر لی تھی تو پھر یہ امثال بھی بورڈ کے اپنے مرتبین ہی کی وضع کردہ ہونی چاہیے تھیں۔

امثال کے جو معتبر نسخے دریافت نہیں ہو سکے ان کی درستی خود کی گئی ہے۔اس حوالے سے ترقی اردو بورڈ (کراچی) کے صدر(۱۹۷۷ء) کا کہنا ہے:

> خام مواد کے جمع کرنے میں ایک دقت یہ بھی پیش آئی کہ بعض تصانیف کے
> معتبر نسخے دستیاب نہ ہو سکے اور نتیجے میں متن کی درستی بھی جابجا کرنی پڑی۔ ۲۰۷

اسی سے آگے لغت کے تعارف میں،جس میں محمد ہادی حسین کا یہ بیان سامنے آیا،مزید کہتے ہیں کہ تقریباً چودہ لاکھ الفاظ کے کارڈ مع اسناد مرتب شکل میں بورڈ کی کیبینٹ میں محفوظ ہیں،جو تقریباً اڑھائی ہزار کتب،رسائل اور مخطوطات کے مطالعے کے بعد ماخذات کے حوالے کے ساتھ تیار کیے گئے ہیں۔ ۲۰۸ جن تصانیف کے متن میں درستی کی گئی ہے،ہادی صاحب نے ان تصانیف کی کہیں بھی وضاحت نہیں کی تو ایسی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ لغت میں ماخذات سے حاصل شدہ متن پر،جو بورڈ کے دفتر میں کورپس کی شکل میں موجود ہے،کس حد تک اعتماد کیا جا سکتا ہے؟کیوں کہ اس نے چودہ لاکھ الفاظ کے تقریباً تمام کارڈوں کو مشتبہ و مشکوک بنا دیا ہے۔لہٰذا اسی شک کی بنیاد پر مختلف جلدوں میں موجود ،مختلف تصانیف سے حاصل کردہ متون کا اصل ماخذ سے تقابل کیا گیا اور نتیجہ تاً جو تسامحات نظر نواز ہوئے ان کی تفصیل ذیل میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے: ۲۰۹

نمبر شمار	اندراجات	اردو لغت میں درج شدہ امثال	اصل ماخذات میں درج کردہ

			اسناد
۱	بِکٹ	سنوں سکھیاں بکٹ میری کہانی بھئی ہوں عشق کے مارے دوانی (افضلؔ)(جلد دوم، ص ۱۱۹۳)	سنو سکھیو! بِکٹ میری کہانی بھئی ہوں عشق کے غم سوں دوانی[۲۱۰]
۲	پرداز	حلبی آئینے قدم قدم ایسے لگے اور ان کے پردازوں میں ہیرے اور موتی جڑے ہوئے تھے۔ (جلد سوم، ص ۸۴۲)	حلبی آئینے قد آدم چاروں طرف لگے اور ان کی پردازوں میں ہیرے اور موتی جڑے ہوئے تھے۔[۲۱۱]
۳	تنگ چشمی	حسن آرا۔۔۔مکتب میں گئی تو غیبت، بد لحاظی، تنگ چشمی، لالچ۔۔۔ساتھ لیتی گئی۔ (جلد پنجم، ص ۶۲۷)	حسن آرا۔۔۔مکتب میں گئی تو شرارت، بد مزاجی، بد زبانی، خود پسندی، بیباکی، جنگ جوئی، حسد، دروغ گوئی، غیبت، بد لحاظی، تنگ چشمی، لالچ۔۔۔ساتھ لیتی گئی۔[۲۱۲]
۴	دم چرانا(چورانا)	ان بچوں نے اس کے کہنے کے بموجب کیا، ہر ایک اپنا اپنا دم چورا کر گر رہا۔ (جلد نہم، ص ۴۶۰)	اُن بچوں نے اسکے کہنے کے بموجب کیا ۔ہر ایک اپنا اپنا دم چرا کر گر رہا۔[۲۱۳]
۵	دم گھوٹ گھوٹ کے مار ڈالنا	چلتا ہوں ذوق قید سے ہستی کی چھوٹ کے یہ قید مار ڈالے گی دم گھوٹ گھوٹ کے (ذوقؔ)(جلد نہم، ص ۴۷۶)	چلتا ہوں ذوق قید سے ہستی کی چھوٹ کے یہ قید مار ڈالے گی دم گھونٹ گھونٹ کے [۲۱۴]
۶	سوادائی نظارہ	صبح جب میری نظر سودائی نظارہ تھی آسماں پر اک شعاعِ آفتاب آوارہ تھی (اقبالؔ)(جلد دوازدہم، ص ۱۴۷)	صبح جب میری نگہ سودائی نظارہ تھی آسماں پر اک شعاعِ آفتاب آوارہ تھی[۲۱۵]
۷	گڈمڈ کرنا	جو خیالات ابھی تھوڑی دیر ہوئے اس کے پیش نظر تھے۔۔۔۔ تخلیہ نے ان کو اگلے پچھلے تصورات سے گڈ مڈ کر کے ایک	جو خیالات ابھی تھوڑی دیر ہوئے اس کے پیش نظر تھے۔۔۔۔ متخلیہ نے ان کو اگلے پچھلے تصورات سے گڈ مڈ کر کے ایک نئے

		نئے پیرایے میں لا سامنے کھڑا کیا۔ (جلد پانزدہم، ص ۹۲۱)	پیرایے میں لاسامنے کھڑا کیا۔[۲۱۶]
۸	مال متاع	اسی طرح سر نہرائے نہرائے کے ارجمند کوں سلام کی اور سب اپنے اپنے مال متاع ہاتھوں سے ڈھانکیں ،اپنے اپنے ملک کوں چلے، بادشاہزادہ و سوداگر بچہ خطا کی طرف کوں چلے۔ (جلد ہفت دہم، ص ۱۹۴)	اسی طرح سر نہرائے کے ارجمند کوں سلام کی اور سب اپنی اپنی مال متاع ہاتھوں سے ڈھانکیں اپنے اپنے ملک کوں چلے ،بادشاہزادہ و سوداگر بچہ خطا کی طرف کوں چلے۔[۲۱۷]
۹	میت	ناچنا تو ایسے گنی کے آگے کی بات ہے کیونکہ لے تال کی میت اس کے ہاتھ ہے۔(جلد ہفت دہم، ص۲۹۹)	ناچنا تو ایسے گنی کے آگے بات ہے کیوں کہ لے تال کی میت کھپت اُسی کے ہاتھ ہے۔[۲۱۸]
۱۰	زندگی	کنارے لگ رہی پیو بن اکیلی یہی ہے زندگی مجھ پر ڈھیلی (جلد یازدہم، ص۱۷۷)	کنارے لگ رہی پیو بن اکیلی بھئی ہے زندگی مجھ پر ڈہیلی[۲۱۹]
۱۱	کیا غضب کیا	تو نے کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں (جلد پانزدہم، ص۴۹۵)	تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو بھی فاش کر دیا میں ہی تو ایک راز تھا سینۂ کائنات میں [۲۲۰]
۱۲	مکان	روئے حسین مظلوم کے لیے ساتواں آسمان و زمین اور مکان و مکین (جلد ہژدہم، ص۵۱۹)	روئے حسین مظلوم لیے ساتوں [اصل: ثاتوں] آسمان و زمین اور مکان و مکین[۲۲۱]
۱۳	واعظ	واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو کیا بات ہے تمہارے شراب طہور کی (غالب)(جلد بیست و یکم، ص ۱۷)	واعظ نہ تم پیو نہ کسی کو پلا سکو کیا بات ہے تمھاری شراب طہور کی[۲۲۲]

۱۴	ہچکی لگ جانا/لگنا	دلبر اُٹھ کھڑی رہتی ہے۔چاہتی ہے کہ فقیر سے عرض کرے کہ آنسو چلتے ہیں اور ہچکی لگ جاتی ہے۔ (جلد بیست ویکم، ص،۲۰۷)	دلبر اٹھ کھڑی رہتی ہے ،چاہتی ہے کہ فقیر سے عرض کرے کہ آنسو چلتے ہیں اور ہچکی لگتی ہےاور بات نہیں نکلتی۔[۲۲۳]
۱۵	ہلکاہلکا	کثرت کتاب بینی کی وجہ سے ہلکاہلکادرد سر ہر وقت رہتا تھا۔اب کتاب ہوئی یک قلم موقوف۔ (جلد بیست ودوم، ص۸۶)	کثرت کتاب بینی کی وجہ سے ہلکاہلکادرد سر ہر وقت رہتا تھااب کتاب بینی ہوئی یک قلم موقوف۔[۲۲۴]
۱۶	ہے ہے	ارے یہ عشق ہے ہے کیابلا ہے کہ جس کی آگ سے سیں تن من جلا ہے (جلد بیست ودوم، ص۴۳۸)	ارے یہ عشق ہے یا کیابلا ہے کہ جس کی آگ سے سب جگ جلا ہے[۲۲۵]

لغت میں کئی اندراجات کے ذیل میں ایک ہی شق میں ایک سے زائد نیز مختلف قسم کے معانی ملتے ہیں، لیکن اکثر ان کے استعمال کی ایک ہی سند ملتی ہے، جو ان میں سے کسی ایک یا چند معنوں کی وضاحت کرتی ہے باالفاظِ دیگر اس سے ایک ہی شق میں دیے گئے تمام معانی واضح نہیں ہو پاتے۔ مثلاً 'ت' کی تقطیع' کاایک مرکب 'ترک پسر' ہے جس کے معنی 'ترک لڑکا، حسین، نوجوان، محبوب اور معشوق کے دیے گئے ہیں اور سند میں بھی ایک ہی مثال درج ہے جو یہ ہے:

ایک غمازنے اس ترک پسر سے یہ کہا
ہے جو سوداکوئی شاعر وہ ترامفتوں ہے[۲۲۶]

اس شعر میں 'ترک پسر' سے مراد 'ترک لڑکا' ہی ہے، 'نوجوان' کے معنوں میں بھی اسے کسی حد تک لیا جا سکتا ہے لیکن باقی معنی اس شعر سے پوری طرح واضح نہیں ہوتے۔اسی طرح 'مسند آرائی' (تخت نشینی، مسند کو زینت دینا) کی سند دیکھیے:

آرائی، گیتی آرا، صف آرا، صف آرائی، مسند آرا، مسند آرائی (وضع اصطلاحات)[۲۲۷]

اس قسم کی مثال محض الفاظ کی جمع آوری ہے اس سے بھی مذکورہ معانی اخذ نہیں کیے جا سکتے۔ جب کہ ایک اور مقام پر ایسا ہی ایک اور اندراج 'پیٹ پھٹ جانا/پھٹنا' بمعنی 'دور ہونا، ناپید ہونا اور غارت ہونا' بھی ملتا ہے، جس کی سند میں مخزن المحاورات میں درج کردہ یہ مثال نقل کی گئی ہے:

اب کے برکھا سے کال کا پیٹ پھٹ گیا۔[۲۲۸]

اس مثال سے بھی صرف 'دور ہونا' کا اظہار ہوتا ہے۔ اگر یہ محاورہ 'ناپید ہونا' اور 'غارت ہونا' کے معنوں میں بھی مستعمل ہے تو اس کے اثبات کے لیے مزید امثلہ درکار ہیں، جو سر دست لغت میں موجود نہیں۔

لغت میں اسناد و امثلہ کی توثیق و تصدیق کے لیے جو حوالہ جات درج کیے گئے ہیں ان کے اندراج کے ضمن میں بھی یکساں طریقہ کار نہیں ملتا۔ مثال کے طور پر ایک ہی جلد میں ایک ہی اخبار سے لیے گئے دو حوالوں میں فرق ملاحظہ کیجیے:

دستی گھڑی: (۱۹۸۷، روزنامہ جنگ، کراچی، ۱۰/فروری: ۲) [۲۲۹]

دعا قبول ہونا: (۱۹۸۷، جنگ، کراچی، ۲۱، مارچ، ۲)[۲۳۰]

کتاب کے حوالے میں اختلاف دیکھیے:

میٹھے منھ سے بات کرنا: (۱۸۰۰؟، قصہ گل وہرمز، ۳۳)[۲۳۱]

ناتا لگانا: (۱۸۰۰، قصہ گل وہرمز، ۱۱۳(الف)) [۲۳۲]

'لہو پانی ایک ہونا' کے ذیل میں اوج کا ایک شعر بہ طور سند دیا گیا ہے جو نور اللغات سے اخذ کردہ ہے، لیکن اس کی جلد اور صفحہ نمبر درج نہیں کیا گیا[۲۳۳] جب کہ اسی جلد کے ایک اور اندراج 'لولو بننا' کے لیے نور اللغات ہی سے اخذ کردہ جان صاحب کا شعر مندرج ہے لیکن اس کا مکمل حوالہ (۱۸۷۹، جان صاحب (نور اللغات، ۲۲۷:۴)) کی صورت دیا گیا ہے۔[۲۳۴]

اسی طرح کہیں کتاب اور مصنف کے نام کی تقدیم و تاخیر میں افتراق ہے:

نادانی: (۱۴۲۱، بندہ نواز، معراج العاشقین، ۳۴)[۲۳۵]

مزاج پانا: (۱۹۳۳، ترانۂ یگانہ، مرزا یاس، ۱۴۱)[۲۳۶]

کہیں ایک ہی اندراج کی امثلہ میں مصنف کے نام کا طریقۂ اندراج الگ الگ ہے:

ناسوری: (۱۹۴۳، مبادی نباتیات، محمد سعید الدین، ۲: ۸۸۷)

(۱۹۶۲، مبادی نباتیات (ڈاکٹر عبدالرشید)، ۳۸) [۲۳۷]

تو کہیں ایک ہی کتاب کے عنوان کو دو الگ طریقوں سے تحریر کیا گیا ہے:

مسند زرتار: (۱۹۴۲، مقالات محمود شیرانی، ۵: ۳۳۲) [۲۳۸]

مفہوم ہونا: (۱۹۶۹، مقالات حافظ محمود شیرانی، ۳۲)[۲۳۹]

لیکن ان میں بھی زیادہ تشویش ان حوالہ جات کے متعلق ہے جو نامکمل یا ناقابل تفہیم ہیں، مثلاً:

منہ میں پھپھوندی لگنا: (۱۹۶۰، ماہ نو، کراچی، مئی) [۲۴۰]

جس میں صفحہ نمبر کا اندراج ہی نہیں ہے۔ یا:

مختلف المعنی: (۱۹۸۷، مختلف + رک: ال(ا) + معنی / معنی (رک)) [۲۴۱]

جس میں سند کے حوالے اور اشتقاق کو ملا دیا گیا ہے۔ مزید برآں کچھ اسناد ایسی بھی ہیں جن کا حوالہ سرے سے ہی موجود نہیں، مثلاً:

پیروی کرنا: تائید کرنا، کوشش کرنا، اتباع کرنا

حالیؔ آب آؤ پیروئ مغربی کریں
بس اقتدائے مصحفیؔ و میرؔ کر چکے [۲۴۲]

ان کے علاوہ بھی کئی مقامات پر کہیں مسودے، نظم یا غزل وغیرہ کی تکمیل کے سنین اور کہیں مکمل کتاب یا مجموعے کی تاریخ اشاعت درج کی گئی ہے، جس کی بہ دولت نہ صرف حوالوں میں ابہام یا الجھاؤ پیدا ہوا ہے بل کہ بہت سی کتابوں کے غلط سنین بھی لغت میں در آئے ہیں۔ مثال کے طور پر 'ہمدوش'، 'ہمراز' اور 'ہُو' تینوں کے استعمال کی مثالیں علامہ محمد اقبال کی کتاب بانگ درا سے لی گئی ہیں 'ہمدوش' کے لیے بانگ درا کے ساتھ ۱۹۰۵ء، 'ہمراز' میں ۱۹۰۴ء [۲۴۳] جب کہ 'ہُو' کے ذیل میں درج کردہ شعر کے ساتھ ۱۹۱۱ء [۲۴۴] کے سنین دیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ بانگ درا کے ساتھ ۱۹۲۴ء کا سنہ بھی مل جاتا ہے۔ لیکن یہاں قابل غور امر یہ ہے کہ 'ہمراز' سے قطع نظر باقی دونوں اندراجات کے اشعار بانگ درا کی معروف نظم ''شکوہ'' کے ایک ہی صفحے سے لیے گئے ہیں، جن کا اندازہ مکمل تفصیل سے لگایا جا سکتا ہے:

ہمدوش: برابر برابر، شانہ بشانہ
مشکلیں امت مرحوم کی آساں کر دے
مورِ بے مایہ کو ہمدوش سلیماں کر دے (۱۹۰۵، بانگ درا، ۱۸۵) [۲۴۵]

ہُو: وہ، وہ ہے، اللہ ہو کا مخفف
دور ہنگامہ گلزار سے یک سو بیٹھے
تیرے دیوانے بھی ہیں منتظر ہُو بیٹھے (۱۹۱۱، بانگ درا، ۱۸۵) [۲۴۶]

لہٰذا ایک ہی مقام سے اخذ کردہ اشعار کے سنین مختلف ہونے کی وجہ سمجھ نہیں آتی۔ مزید برآں اردو لغت کی اسناد و امثلہ کے لیے دیکھے جانے والے ماخذات کے سنین اور مصنفین کے سنین وفات پر مشتمل اردو لغت بورڈ، کراچی کی طرف سے شائع کردہ فہرست میں بھی بانگ درا کے مقابل لکھا ہے:

بانگ درا (ڈاکٹر شیخ محمد اقبال) بلحاظ سنین حصہ اول و دوم و سوم نیز جن کے سنین موجود ہیں، عمل ہوگا۔ مثلاً شکوہ [۲۴۷] ۱۹۱۱، ۱۹۲۴

اس اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو شکوہ سے لیے گئے اشعار کے لیے ۱۹۱۱ء کا ہی سنہ درست ہے۔ تاہم ان کے علاوہ بھی سنین کی اغلاط موجود ہیں، جنھیں ذیل کے جدول میں دیکھا جا سکتا ہے:

نمبر شمار	اندراجات	اردو لغت میں دی گئیں اسناد کے حوالہ جات میں درج شدہ سنین	درست سنین
	خاوراں [۲۴۸]	(۱۹۳۶، بال جبریل، ۱۸۲)	۱۹۳۵ء
	چندہ اگاہنا [۲۴۹]	(۱۹۸۳، گوندنی والا تکیہ (غلام عباس)، ۱۱۵)	۱۹۵۴ء
	عید کارڈ [۲۵۰]	(۱۹۷۲، بزم آرائیاں، ۱۴۳)	۱۹۸۰ء
	پھل دایک [۲۵۱]	(۱۸۹۵، فرہنگ آصفیہ، ۱: ۵۵)	۱۸۸۸ء

درج بالا اختلافات کے علاوہ لغت میں جابجا نہ صرف اندراجات اور ان کی اسناد میں انھی اندراجات کے املا کا اختلاف ملتا ہے بل کہ بہ طور اسناد نقل کیے جانے والے اقتباسات میں بھی املا کے کئی مسائل ملتے ہیں، جن کی تفصیل کے لیے باب سوم کی شق نمبر ۳۔۳ بہ عنوان 'املا کا تعین' ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات اور کتب کی بابت ایک اور اہم مسئلہ بھی لائق غور ہے اور یہ ہے کہ لغت میں اسناد کی فراہمی کے لیے ہر طرح کے اخبارات، ترجمہ شدہ اور تنقیدی کتب کے ساتھ ساتھ ۱۹۹۰ کی وفاقی محتسب کی سالانہ رپورٹ تک سے امثال لی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ لغت میں شامل کئی انگریزی اندراجات ایسے ہیں جنھیں یا تو ذو لسانی لغات مثلاً اوکسفرڈ انگریزی اردو لغت سے درج کیا گیا ہے یا پھر جن کی اسناد اردو میں دخیل یورپی الفاظ سے دی گئی ہیں، مثلاً 'نیڈل'، 'کوکونٹ'، 'کینڈل' اور 'میکینکی' وغیرہ۔ ان اسناد میں صرف ان کے اردو زبان میں مستعمل ہونے کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، مثال کے طور پر:

کوکونٹ: کافی کی طرح کوکونٹ اردو میں (از قسم مشروبات) عام ہو گئے ہیں۔ [۲۵۲]

کینڈل: کینڈل (Candle) شمع یا موم بتی کے مفہوم میں بول چال میں رائج ہے۔ [۲۵۳]

مزید یہ کہ مذکورہ کتاب سے اخذ کردہ امثال کے علاوہ ان کی کوئی اور مثال بھی نہیں دی گئی۔ اگر کتاب کے مطابق ایسے الفاظ تحریر یا تقریر میں رائج ہیں تو ان کی مثال بھی ہونی چاہیے تھی یا عوامی بول چال کو مد نظر رکھتے ہوئے خود سے بھی وضع کی جاسکتی تھی، لیکن مرتبین کی امثال بھی موجود نہیں۔ چناں چہ لغت کے معیار و مرتبے کو مد نظر رکھتے ہوئے اس نوعیت کے ماخذات اور ان کی اسناد پر بھی نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۳-۴ لسانی ماخذ واشتقاق:

عام طور پر اردو لغات میں کسی لفظ کے لسانی ماخذ یا اشتقاق سے متعلق معلومات لیما یعنی راس لفظ کے ساتھ ہی درج کر دی جاتی ہیں، لیکن اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں روایت سے انحراف کرتے ہوئے ایک لفظ کی بابت تمام تر معلومات کی فراہمی کے بعد اس کی اصل اور اشتقاق عمودی بریکٹ ([ ]) میں درج کیا گیا ہے۔ تاہم ضرب الامثال، محاورات، فقرات اور مرکب افعال کے اشتقاقات اور لسانی ماخذات کی نشان دہی سے احتراز کیا گیا ہے۔

لفظ کی اشتقاقی معلومات کا انحصار لغت میں اس کے لیے مخصوص جگہ پر بھی ہوتا ہے۔ چوں کہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) ایک تاریخی لغت ہے اس لیے اس میں معانی اور مختلف ادوار سے اسناد کی فراہمی پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ چناں چہ لغت میں ناگزیر اشتقاقی معلومات درج کی گئی ہیں۔ ان میں پہلے لفظ کی اصل ظاہر کی گئی ہے اور اس کے بعد اس سے متعلق ناگزیر اضافی معلومات مہیا کی گئی ہیں۔ تاہم یہ اہتمام ضرور کیا گیا ہے کہ ہر لفظ کو پرکھے بغیر ہی اردو نہ ٹھہرایا جائے بل کہ لفظ کو اس کی اصل زبان سے منسوب کر کے اس میں معنوی یا دیگر تبدیلیوں کی وضاحت کی جائے۔

لغت میں لفظ کی اصل کے اظہار کے لیے مختلف زبانوں کے جو اختصارات و اشارات وضع کیے گئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

لاط	لاطینی			س	سنسکرت
فر	فرانسیسی			سندھ	سندھی
انگ	انگریزی			ع	عربی
		اوستا	اوستائی	عبر	عبریہ (عبرانی)
		بنگ	بنگالی	ف	فارسی
		پ	پراکرت	کش	کشمیری
		پا	پالی	گ	گجراتی

پن	پنجابی	پر	پرتگالی
پہلو	پہلوی	یو	یونانی
ت	ترکی	پش	پشتو

ان کے علاوہ 'جاپانی'، بھوج پوری اور 'عجمی'(عجمی) الفاظ بھی مندرج ہیں جن کے اختصارات وضع کرنے کے بجائے زبان کا مکمل نام تحریر کیا گیا ہے۔ مصدر، حاصل مصدر، اسم کیفیت، حالیہ تمام، حالیہ ناتمام، جمع الجمع اور موضوع کی اصطلاحات بھی اشتقاقی تفصیل کے لیے استعمال کی گئی ہیں۔ ایسے الفاظ جو دوسری زبانوں سے مستعار لیکن مفرد ہیں، ان کی اصل بتائی گئی ہے جب کہ مرکبات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ اگر کسی لفظ کے اصل یا اشتقاق میں کوئی اختلاف ہے تو اس کی مختصر وضاحت بھی لغت میں شامل کی گئی ہے۔ لفظ کے ماخذ کے بیان میں اس کی لفظی اور معنوی حیثیت کی وضاحت کی گئی ہے۔ فارسی الفاظ کی اشتقاقی تفصیل میں فارسی مصادر تک کی وضاحت کی گئی ہے جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ لغت میں کسی بھی لفظ کی اصل تک پہنچنے کے لیے حتی الامکان کوشش کی گئی ہے اور مصادر سے الفاظ میں جو تبدیلی رونما ہوئی ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ بالفاظ دیگر اردو لغت میں الفاظ میں تصرف کی مختصر ترین تاریخ کی فراہمی کا بھی اہتمام کیا گیا ہے، مثلاً:

راہ بر: [راہ+ف: بر، بردن۔ لانا، لے جانا] ۲۵۴

مسافر نواز: [مسافر+ف: نواز، نواختن۔ نوازنا] ۲۵۵

استخواں شناسی: [استخواں+ف: شناس 'شناختن' (=پہچاننا) سے فعل امر+ی، لاحقہ کیفیت] ۲۵۶

لغت میں سنسکرت اور پراکرت اور ہندی الفاظ کے اشتقاق کی وضاحت کرتے ہوئے اسے اردو رسم الخط کے ساتھ ساتھ دیوناگری رسم الخط میں بھی تحریر کیا گیا ہے جو ایک اہم اور احسن اقدام ہے۔ تاہم اس اصول کی یکساں طور پر پابندی نظر نہیں آتی۔ مثال کے طور پر کہیں 'مٹھا(ا)' بمعنی 'پتلا دہی' جیسے الفاظ ہیں، جسے سنسکرت زبان کے دو الفاظ 'منتھن' اور 'مرشٹ+کم' سے مشتق قرار دیتے ہوئے دونوں لفظوں کو اردو کے بعد کو دیوناگری رسم الخط میں بھی تحریر کیا گیا ہے؛ ۲۵۷ کہیں 'ہنس' بمعنی 'لمبی ٹانگوں لمبی گردن پتلی چونچ والا بطخ سے مشابہ ایک سفید آبی پرندہ۔۔۔' ۲۵۸ اور 'مانند' بمعنی 'آم' ۲۵۹ ایسے اندراجات کے ساتھ لفظ کی اصل درج کر کے اسے صرف دیوناگری رسم الخط میں لکھا گیا ہے اور اردو کو نظر انداز کر دیا گیا ہے؛ کہیں دیوناگری لپی کے بغیر تمام تر معلومات اردو رسم الخط میں دی گئی ہیں:

اوچا: اونچا [س: اُچّ (=اونچا)] ۲۶۰

ورخرچ: آمدنی سے زیادہ خرچ کرنے والا [س: ور+خرچ (رک)] ۲۶۱

تو کہیں محض لفظ کی اصل کی نشان دہی کو کافی سمجھا گیا ہے، مثلاً:

واس(۲): علامت حاصل مصدر [س] ۲۶۲

واتاین: جھروکا، چھوٹی کھڑکی [س] ۲۶۳

تاہم لغت میں ان تمام انواع واقسام کے اشتقاقات کی وضاحت کے لیے کوئی ایک ہی طریقہ کار مقرر ہونا چاہیے تھا، لیکن ایسا نہیں ہے۔ اس کی ایک وجہ اردو لغت بورڈ کے ایک صدر محمد ہادی حسین نے بھی بیان کی ہے۔ ان کے مطابق ہندی نژاد الفاظ کی اشتقاق نگاری کے لیے بورڈ کے پاس سنسکرت کے عالم ناپید تھے۔ آغاز میں ڈاکٹر شہید اللہ کو مشرقی پاکستان سے بلایا گیا، جو کام شروع کرنے کے کچھ ہی دن بعد ہی بعض ذاتی وجوہات کی بنیاد پر واپس چلے گئے۔ ان کے بعد یہ کام ڈاکٹر شوکت سبز واری نے اور سبز واری صاحب کی رحلت کے بعد ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری نے سنسکرت سے متعلقہ کام کو آگے بڑھایا، جس کے بعد بورڈ ہی کے ایک مدیر اعلیٰ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے تمام کام پر نظر ثانی کرنے کے بعد اس کی تکمیل کی ۲۶۴ اور جلد اول کی اشاعت عمل میں آئی۔ ظاہر ہے کہ اس کے بعد بھی اس کام میں رکاوٹیں آئی ہوں گی اور سنسکرت کے کئی علمانے اس کے بعد بھی اپنا حصہ ڈالا ہو گا، جن میں ایک اہم نام محترمہ نجم ا سحر کا بھی ہے کہ بورڈ کی لغت میں ہاتھ سے تحریر کیے گئے سنسکرت، پراکرت یا ہندی کے اشتقاقات انھی کے تحریر کردہ ہیں۔ تاہم بورڈ کے صدر محمد ہادی حسین کی درج بالا توجیہ سے لغت کے اس کمزور حصے کے متعلق اطمینان ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ اتنے بڑے منصوبے کے تحت مدون کی جانے والی لغت کے کام کی بابت سنسکرت کے ماہرین کی خدمات کے حصول کے لیے مزید اور ہر ممکن کوشش کی جانی چاہیے تھی۔

لغت میں جہاں ہندی نژاد الفاظ کے اندراجات کے ضمن میں مختلف طریقہ ہائے کار ملتے ہیں، وہیں اسی سے ملتی جلتی صورت حال عربی الفاظ کے اشتقاق کے ذیل میں بھی نظر آتی ہے۔ بورڈ کے اصول کے مطابق عربی الفاظ میں لفظ کی اصل کی نشان دہی کے بعد اس کا مادہ بھی ہلالی بریکٹ میں دیا گیا ہے، مثلاً:

خدشہ: فکر [ع: (خ د ش)] ۲۶۵

شطار: ذہین [ع: (ش ط ر)] ۲۶۶

لیکن کہیں 'مغرورت' بمعنی 'زبردستی لیا ہوا' جیسے اندراجات کے ذیل میں لفظ کی اصل کی نشان دہی کے بعد اس کے مادے کے اندراج کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہے۔ ۲۶۷ تو کہیں لسانی ماخذ کے لیے مقرر کردہ عربی زبان کی علامت 'ع' کے

بعد مادے کا اندراج ہی نہیں کیا گیا۔ حالاں کہ ان میں سے کئی الفاظ اس قدر عام فہم الفاظ ہیں کہ ان کے مادے معلوم کرنے کے لیے زیادہ تردد کی بھی ضرورت نہیں تھی۔ مثال کے طور پر یہ الفاظ دیکھیے:

فواسق: فاسق کی جمع [ع] [۲۶۸]

لطف: مہربانی، کرم [ع] [۲۶۹]

قطعہ: کسی چیز کا ٹکڑا [ع] [۲۷۰]

لزج: چپکنے والا [ع] [۲۷۱]

فکر: اندیشہ [ع] [۲۷۲]

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ چوں کہ اب لغت نویسی کے لیے مادے کی ساخت کے ساتھ ساتھ مادے کے معنی کا ہونا بھی ضروری ہے تا کہ معنی کی مکمل تفہیم کو ممکن بنایا جا سکے، اس لیے اردو لغت کو بھی جدید اور مزید سائنٹفک بنانے کے لیے ضروری ہے کہ مادوں کے ساتھ ان کے معانی کی فراہمی کا اہتمام بھی کیا جائے۔

ماخذ و اشتقاقات کی فراہمی کے ذیل میں درج بالا مسائل کے علاوہ کئی اور مسائل بھی جا بجا نظر آتے ہیں اور بعض اوقات تو ایسے الفاظ بھی مل جاتے ہیں جنھیں درج تو کر دیا گیا ہے لیکن ان کے لسانی ماخذات کی نشان دہی کے لیے بالکل بھی کوشش نہیں کی گئی بل کہ اس ضمن میں بورڈ کی طرف سے وضع کردہ ایک نیا طریقہ یہ اپنایا گیا کہ جن الفاظ کا اشتقاق معلوم نہیں ہو سکا ان میں سوالیہ کی علامت (؟) لگا کر اپنی ذمہ داریاں پوری کر لی گئیں، مثلاً:

پالیتی: جاسوس، مخبر [؟] [۲۷۳]

پڑوی: ایک قسم کی ایکھ [؟] [۲۷۴]

مٹوکی: وہ کپڑا جو ملکٹ کے اوپر لگایا جاتا ہے [؟]

ٹوکی: تخت [؟]

ٹول: قند [؟] [۲۷۵]

جنک: چینی بحری جہاز [؟] [۲۷۶]

جوّا: ہاتھ کی پشت کا زیور [؟] [۲۷۷]

ایسی صورت حال آغاز کی جلدوں میں پائی جاتی ہے لیکن انھی جلدوں سمیت کچھ اور مقامات پر تو سوالیہ کی بھی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور عمداً یا سہواً اشتقاق ہی کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اس بات کے ثبوت کے طور پر 'راؤنڈ' بمعنی 'مقابلہ کا ایک

دور' کا ذکر کیا جا سکتا ہے، جس کے اشتقاق میں لسانی ماخذ 'انگ: انگریزی' کا ذکر کرنے کے بعد 'Round' کا اندراج ہی نہیں کیا گیا[۲۷۸] یا پھر اس کے لیے ایک اندراج 'ہم سفر زیست' ایسے اندراجات کی مثال دی جا سکتی ہے، جس کی سند دینے کے بعد اشتقاق دینے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی گئی۔[۲۷۹] یہ درست ہے کہ لفظ کی اصل کے بیان میں تمام تر معلومات حاصل نہیں کی جا سکتیں، اس کے لیے ایک حد تک ہی سعی کی جا سکتی ہے، لیکن پھر بھی اگر لغت میں ایک لفظ کا اندراج ہے تو اشتقاق نہ سہی لیکن لسانی ماخذ کے لیے ضرور کوشش کی جانی چاہیے۔ لغت میں موجود مقامی الفاظ بھی اسی کے ذیل میں آتے ہیں، جن کے سلسلے میں ان کے مقامی ہونے کی نشان دہی کرنے کے بعد اس خطے یا علاقے کی نشان دہی بھی ضروری تھی جہاں وہ مستعمل ہیں لیکن ان کے لیے کوئی التزام نہیں۔ یہاں تک کہ بعض مقامی الفاظ کی توضیح میں ہی ان کے لسانی ماخذ کی توضیح موجود ہے لیکن اس کے باوجود ان سے اغماض برتا گیا ہے، مثال کے طور 'ڈھ' کی تقطیع میں ایک لفظ 'ڈھوڈر کاں' بمعنی 'کلاغ، پہاڑی کوا، زاغ سیاہ' ہے، جس کی سند میں لکھا ہے:

اس کو پنجابی میں ڈھوڈر کاں کہتے ہیں اور ہندوستان میں پہاڑی کوا (سیر پرند) [۲۸۰]

لیکن اس کے باوجود اسے صرف 'مقامی' بتایا گیا ہے۔ جب 'ہو' (وہ) کو 'بھوجپوری'،[۲۸۱] اور 'ہوٹا' (لہر)[۲۸۲] اور 'واہی' (کاشت کاری)[۲۸۳] کی اصل کو 'پنجابی' قرار دیا جا سکتا ہے تو 'ڈھوڈر کاں' کو بھی مقامی کے بجائے پنجابی لکھنا بہتر ہے۔

اردو لغت میں بعض اندراجات ایسے بھی ہیں، جن کے اشتقاق تو مہیا کیے گئے ہیں لیکن ان میں بدیہی اغلاط پائی جاتی ہیں۔ مثلاً انگریزی لفظ 'فینٹسی' کا اندراج 'Pantasy' دیا گیا ہے[۲۸۴] جو یا تو 'Fantasy' یا پھر 'Phantasie/Fantasie' ہونا چاہیے تھا؛ 'گٹار' کا اشتقاق Gutter اور 'گٹر' کا اشتقاق Guitar تحریر کر کے دو یکسر مختلف الفاظ کو آپس میں خلط ملط کر دیا گیا ہے؛[۲۸۵] 'واچ واچ' بمعنی 'واہ، واہ' کو 'حکایت الصوت' بنا دیا گیا ہے[۲۸۶] جب کہ 'یسرت' کا لسانی ماخذ '[ی: (ی س ر)]' تحریر کیا گیا ہے،[۲۸۷] جو اس بنا پر غلط ہے کہ لغت میں 'ی' سے کسی زبان کا اختصار ظاہر نہیں کیا گیا۔ یہ عربی لفظ ہے لہٰذا مادے کے اندراج سے پہلے 'ع' ہونا چاہیے۔ ذیل میں ایسی ہی مزید اغلاط ملاحظہ کی جا سکتی ہیں:

بابائے قوم: [بابا+قوم (رک)] [۲۸۸]
نستعلیق کمپوزنگ: [انگ: نستعلیق+Compsing] [۲۸۹]
شرافت پناہ: [شراف+پناہ (رک)] [۲۹۰]
کرنسی آفس: [انگ: Current Office] [۲۹۱]

ملز اونر: [انگ:Mills Owners] [292]

ہیٹ یونٹ: [انگ:Heat Unite] [293]

تاہم کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جن کے ماخذات کی وضاحت میں قیاس آرائیوں سے بھی کام لیا ہے۔ جس نے لغت میں ابہام کو جنم دیا ہے۔ یہ طریقہ قدیم لغات کے لیے تو کسی حد تک قابل قبول تھا لیکن اب جدید لغت نویسی کے اصولوں پر کاربند ایک لغت نویس کو اس کی چھوٹ نہیں دی جاتی بل کہ مبنی بر تحقیق معلومات کی فراہمی کو ہی قابل قدر گردانا جاتا ہے۔ بہ طور ثبوت مختلف النوع اشتقاقات دیکھیے:

آنڈکی: [غالباً مقامی] [294]

بویا: [غالباً: انگ:Buoy سے] [295]

پنجیان: [پنجہ (رک) سے؟] [296]

ٹپڑ: [رک: ٹپڑ؟] [297]

ڈھوک: [غالباً ڈھکنا۔ چھپانا (رک) سے ماخوذ] [298]

کپکپا: [غالباً قمقمہ (رک) کا بگاڑ] [299]

لجلجا: [غالباً لسلسا (رک) کا بگاڑ] [300]

ماندرا/ماندری: [غالباً، س: منتری کا بگاڑ] [301]

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں معانی کی وضاحت کی طرح لسانی ماخذ اور اشتقاق کے لیے بھی دیگر اندراجات کی طرف رجوع کروایا گیا ہے۔ تاہم اس میں بھی مسائل موجود ہیں۔ مثلاً 'جَعل' (بمعنی بنانا، کرنا) کے تحت اندراجات کے اشتقاق کے سلسلے میں 'جعل' کی طرف رجوع کرنے کے لیے کہا گیا ہے لیکن خود 'جعل' کا اشتقاق ہی نہیں۔[302] 'جغرافی میل' کے ذیل میں '[جغرافی + میل (رک)]' تحریر کیا گیا ہے [303] لیکن 'جغرافی' کی اصل ہی مندرج نہیں۔ 'بھ' کے ایک مرکب 'بھبھاس گر' کے لیے 'بھبھاس' کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے، جب کہ 'بھبھاس' کی اشتقاقی تفصیل موجود نہیں [304] ایسے ہی 'اچھی طرح: [اچھی + طرح (رک)]' [305] اور 'وہی بات' اور 'وہی بھر' [306] کے لسانی ماخذات اور اشتقاقات کے لیے بالترتیب 'اچھی' اور 'وہی' کی طرف رجوع کروایا گیا ہے لیکن ان اندراجات کے ذیل میں بھی کسی قسم کی اشتقاقی معلومات درج نہیں کی گئیں۔ چوں کہ لغت نویسی کے اصولوں کے مطابق

ہر اندراج کا اشتقاق مکمل صورت میں درج ہونا چاہیے اس لیے اس بابت مذکورہ مسئلے سمیت باقی تمام مسائل کے حل کی طرف بھی بورڈ کے اراکین کی توجہ درکار ہے۔

غرض پیش نظر باب میں الفاظ کی معنوی تشریح و توضیح ،ان کے استعمال کی اسناد و امثلہ اور لسانی ماخذات اور اشتقاقات کے حوالے سے اردو لغت(تاریخی اصول پر) کی تمام جلدوں میں پائے جانے والے معنوی اور تاریخی حقائق کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو لغت میں معنی کی تعیین اور اس کی اہمیت کے ساتھ ساتھ لغات کی تدوین کے تاریخی اصولوں کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے اردو لغت نویسی کے جدید اور سائنسی طریقہ کار کو فروغ دینے کی ہر ممکن سعی کی گئی ہے ؛لفظ کی وضاحت میں تعریف و تشریح کے علاوہ مترادفات اور پھر ان کی توثیق کے لیے ان کے استعمال کی اسناد و امثلہ کی تلاش میں بھی کڑی محنت کا ثبوت دیا گیا ہے اور تقریباً ہر لفظ کی اصل و اشتقاق تک پہنچنے کی پوری پوری کوشش کی گئی ہے۔اگرچہ معنی کے تعین میں متنوع تجربات کے ساتھ کئی مقامات پر بورڈ کے متعین کردہ اصولوں سے انحراف ،غلط معنوں کے اندراج اور نقل لغت کی بنا پر در آنے والے تسامحات ملتے ہیں ؛اسناد کے ضمن میں ناکافی امثال، کورپس میں غلط اسناد کے اندراج ،اسناد کی عدم موجودگی اور مرتبین کی طرف سے ان کی تصحیح جیسے بڑے مسائل نظر آتے ہیں اور لسانی ماخذات اور اشتقاق کے ذیل میں ان کی عدم فراہمی یا ادھوری اشتقاقی تفاصیل جیسی کوتاہیاں نظر نواز ہوئی ہیں ،جو لغت کے معیار و مرتبے کو نقصان پہنچانے کا باعث بھی بنی ہیں، لیکن اس کے باوجود ان کی بنا پر بائیس(۲۲) جلدوں میں موجود لاکھوں الفاظ کے معانی،اسناد اور اصل سے متعلق معلومات کی دست یابی نیز ان کی جمع آوری کے سلسلے میں کی جانے والی عرق ریزی اور جگر کاوی کو ہر گز نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے کیوں کہ اس سے قبل اردو کی کسی بھی دوسری لغت میں الفاظ کے معنوی اور تاریخی حقائق کی بابت اس قدر وقیع سرمایہ موجود نہیں۔مزید برآں ابھی لغت کی مزید اشاعتیں منظر عام پر نہیں آئیں اور نہ ہی یہ پہلی اشاعت حرف آخر کہی جاسکتی ہے۔وقت کے ساتھ ساتھ ہی بہتری کی طرف قدم بڑھایا جاسکتا ہے۔لہٰذا اگر لغت کی آئندہ اشاعتوں میں درج بالا تمام مسائل پر سنجیدگی سے غور کیا جائے تو مذکورہ بالا نوعیت کے تمام تر تسامحات کو دور نہ بھی کیا جاسکے تو کم از کم ان میں کسی حد تک کمی ضرور لائی جاسکتی ہے۔

حواشی اور حوالہ جات

۱۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد دوم، ص ۱۱۲۰۔

۲۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۶۶۱۔

۳۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۲۲۷۔

۴۔ ایضاً، جلد سیزدہم، ص ۳۷۱۔

۵۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۷۷۵۔

۶۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۲۹۷۔

۷۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۱۵۸۔

۸۔ ایضاً، جلد نہم، ص ۲۲۴۔

۹۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۱۸۲۔

۱۰۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۳۷۱۔

۱۱۔ ایضاً، جلد اول، ص ۲۳۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۲۹۳۔

۱۳۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۲۰۷۔

۱۴۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۶۳۳۔

۱۵۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۷۵۳۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۸۲۶۔

۱۷۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۶۴۹۔

۱۸۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۱۲۴۔

۱۹۔ ایضاً، ص ۱۶۲۔

۲۰۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۱۱۶۔

۲۱۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۶۹۰۔

۲۲۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۱۰۰۴۔

۲۳۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۳۱۳۔

۲۴۔ ایضاً، ص ۱۳۵۔

۲۵۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۸۲۶۔

۲۶۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۵۰۱۔

۲۷۔ ایضاً، ص ۶۴۷۔

۲۸۔ محمد ہادی حسین، ''تعارف'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ ج۔

۲۹۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد چہاردہم، ص ۴۵۰۔

۳۰۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۲۵۵۔

۳۱۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۵۳۷۔

۳۲۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۵۶۸۔

۳۳۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص ۵۰۰۔

۳۴۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۲۹۶۔

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۹۷۔

۳۶۔ ایضاً، ص ۶۱۔

۳۷۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۸۷۴۔

۳۸۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص ۴۷۴۔
۳۹۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۱۸۱۔
۴۰۔ ایضاً، ص ۱۹۸۔
۴۱۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۵۰۰۔
۴۲۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۶۲۹۔
۴۳۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۸۲۶۔
۴۴۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۶۴۳۔
۴۵۔ ایضاً، ص ۷۷۷۔
۴۶۔ ایضاً، ص ۷۰۱۔
۴۷۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۷۰۷۔
۴۸۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۱۵۔
۴۹۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۲۷۳۔
۵۰۔ ایضاً، ص ۸۶۵۔
۵۱۔ ایضاً۔
۵۲۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۲۲۷۔
۵۳۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۱۸۱۔
۵۴۔ ایضاً، ص ۲۰۶۔
۵۵۔ ایضاً، ص ۸۷۸۔
۵۶۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۷۸۸۔
۵۷۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۸۲۵۔
۵۸۔ ایضاً، جلد اول، ص ۸۔
۵۹۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۱۰۲۔
۶۰۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۹۴۲۔
۶۱۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۶۰۵۔
۶۲۔ ایضاً، ص ۶۳۳۔
۶۳۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۸۵۶۔
۶۴۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص ۷۸۴۔

۶۵۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۵۵۱۔

۶۶۔ ایضاً، ص ۵۴۵۔

۶۷۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۱۵۱۔

۶۸۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص ۴۹۷۔

۶۹۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۲۸۴۔

۷۰۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۱۱۲۰۔

۷۱۔ ایضاً، ص ۱۵۱۸۔

۷۲۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۹۵۔

۷۳۔ ایضاً، ص ۱۳۱۔

۷۴۔ محمد حسن، ہندوستانی محاورے (دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۰۷ء)، ص ۱۶۱۔
اضافی معنوں کے لیے پروفیسر محمد حسن کی مرتبہ ہندوستانی محاورے کا انتخاب اس لیے کیا گیا ہے کیوں کہ 'پیش لفظ' کے مطابق یہ کتاب ایک پراجیکٹ کے نتیجے میں منظرِ عام پر آئی ہے، جس کی تیاری میں مرتب نے ہندی اور اردو دونوں میں محاورات کی جتنی فرہنگیں دستیاب ہو سکیں ان سب سے مدد لی ہے اور اس کاوش کے نتیجے میں لگ بھگ سات ہزار محاورات پر مشتمل یہ کتاب تیار کی ہے۔ اس لحاظ سے یہ تقریباً تمام اہم فرہنگوں کے محاورات اور ان کے ممکنہ معانی پر مشتمل ایک اہم کتاب کہی جا سکتی ہے۔

۷۵۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد پنجم، ص ۸۴۷۔

۷۶۔ محمد حسن، ہندوستانی محاورے، ص ۴۸۔

۷۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد بیست و دوم، ص ۹۲۔

۷۸۔ محمد حسن، ہندوستانی محاورے، ص ۱۷۸۔

۷۹۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد چہارم، ص ۳۶۱۔

۸۰۔ خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات، جلد اول، ص ۵۶۷۔

۸۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد دوم، ص ۸۶۳۔

۸۲۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۶۴۵۔

۸۳۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۹۴۔

۸۴۔ ایضاً، ص ۲۶۸۔

۸۵۔ محمد ہادی حسین، ''تعارف'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ ج۔

۸۶۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد شانزدہم، ص ۶۴۳۔

۸۷۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص۹۶۹۔

۸۸۔ ایضاً، جلد پنجم، ص۴۶۷۔

۸۹۔ نورالحسن نیر، نور اللغات، جلد اول و دوم، ص۹۸۱۔

۹۰۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد بیست و دوم، ص۳۸۸۔۳۸۹۔

۹۱۔ ایضاً۔

۹۲۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص۱۳۵۔

۹۳۔ ایضاً، جلد ششم، ص۱۳۷۔

۹۴۔ اس جدول کی تیاری کے لیے اردو لغت(تاریخی اصول پر) کی تمام جلدوں کے علاوہ ان لغات سے مدد لی گئی ہے:

الف۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد اول و دوم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)

ب۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد سوم و چہارم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)

ج۔ نورالحسن نیر، نور اللغات، جلد اول و دوم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)

د۔ نورالحسن نیر، نور اللغات، جلد سوم و چہارم (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء)

ہ۔ خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات، جلد اول (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء)

و۔ خواجہ عبدالمجید، جامع اللغات، جلد دوم (لاہور: اردو سائنس بورڈ، ۱۹۸۹ء)

تاہم یہاں تکرار سے بچنے کے لیے، مقالے میں درج دیگر لغات سے اخذ کردہ معلومات کے ساتھ صرف صفحہ نمبر اور لغت کا نام دیا گیا ہے جب کہ اردو لغت(تاریخی اصول پر) سے حاصل کردہ تفصیلات کے حوالوں کا اندراج 'حواشی اور حوالہ جات' کے تحت کیا گیا ہے۔

۹۵۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص۱۰۴۲۔

۹۶۔ ایضاً، جلد دوم، ص۴۱۔

۹۷۔ ایضاً، ص۱۴۸۱۔

۹۸۔ ایضاً، جلد سوم، ص۱۷۹۔

۹۹۔ ایضاً، ص۹۱۳۔

۱۰۰۔ ایضاً، ص۹۱۴۔

۱۰۱۔ ایضاً، جلد چہارم، ص۴۰۔

۱۰۲۔ ایضاً، ص۵۰۶۔

۱۰۳۔ ایضاً، جلد پنجم، ص۱۸۴۰۔

۱۰۴۔ ایضاً، جلد ششم، ص۳۵۹۔

۱۰۵۔ ایضاً، ص ۳۶۸۔

۱۰۶۔ ایضاً، ص ۸۷۶۔

۱۰۷۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۵۴۸۔

۱۰۸۔ ایضاً، ص ۷۴۹۔

۱۰۹۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۹۵۶۔

۱۱۰۔ ایضاً، جلد نہم، ص ۷۶۔

۱۱۱۔ ایضاً، ص ۵۱۲۔

۱۱۲۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۲۶۳۔

۱۱۳۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۳۵۷۔

۱۱۴۔ ایضاً، ص ۸۶۵۔

۱۱۵۔ ایضاً، ص ۸۶۵۔

۱۱۶۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۶۸۵۔

۱۱۷۔ ایضاً، ص ۹۰۲۔

۱۱۸۔ ایضاً، ص ۸۴۱۔

۱۱۹۔ ایضاً، جلد سیزدہم، ص ۷۰۔

۱۲۰۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص ۵۶۵۔

۱۲۱۔ ایضاً، ص ۸۷۳۔

۱۲۲۔ ایضاً، ص ۴۳۷۔

۱۲۳۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۱۱۸۔

۱۲۴۔ ایضاً، ص ۵۵۱۔

۱۲۵۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص ۱۰۱۔

۱۲۶۔ ایضاً، ص ۸۵۰۔

۱۲۷۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۸۰۱۔

۱۲۸۔ ایضاً، ص ۳۸۹۔

۱۲۹۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۷۰۱۔

۱۳۰۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۹۲۵۔

۱۳۱۔ ایضاً، ص ۶۱۸۔

۱۳۲۔ ایضاً، جلد بیستم، ص۷۶۳۔

۱۳۳۔ ایضاً، ص۶۹۵۔

۱۳۴۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص۷۵۴۔

۱۳۵۔ ایضاً، ص۳۲۷۔

۱۳۶۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص۲۹۶۔

۱۳۷۔ ایضاً، ص۲۳۷۔

۱۳۸۔ ایضاً، جلد اول، ص۸۰۔

۱۳۹۔ ایضاً، جلد دوم، ص۱۱۲۰۔۱۱۲۱۔

۱۴۰۔ ایضاً، جلد چہارم، ص۹۱۷۔

۱۴۱۔ اردو لغت بورڈ(مرتب)، "اصول ترتیب و تسوید محیط اردو" مشمولہ اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات، ص۱۲۔

۱۴۲۔ ترقی اردو بورڈ(مرتب)،نمونۂ لغات اردو، ص نمبر ندارد۔

۱۴۳۔ یہ معلومات راقم الحروف کے ذاتی مشاہدے پر مبنی ہیں۔ اگست ۲۰۱۷ء میں راقمہ نے خود اردو لغت بورڈ، کراچی کے دفتر میں بورڈ کے مرتب کردہ اُن طبلقوں کا جائزہ لیا تھا، جن میں یہ کارڈ اور ان میں تحریر کردہ معلومات محفوظ ہیں۔

۱۴۴۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد دہم، ص۶۳۔

۱۴۵۔ ایضاً، جلد نہم، ص۴۵۳۔

۱۴۶۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص۷۴۳۔

۱۴۷۔ نسیم امروہوی، "کچھ اس لغت کے باب میں" مشمولہ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ خ۔

۱۴۸۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد ششم، ص۱۶۶۔

۱۴۹۔ ایضاً، جلد چہارم، ص۶۹۸۔

۱۵۰۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص۳۳۸۔

۱۵۱۔ ایضاً، جلد دہم، ص۲۱۶۔

۱۵۲۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص۴۵۷۔

۱۵۳۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص۷۷۰۔

۱۵۴۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص۶۳۵۔

۱۵۵۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص۳۹۔

۱۵۶۔ ایضاً، جلد بیستم، ص۸۲۵۔

۱۵۷۔ محمد احسن خاں، ''اجزاے لغت پر تبصرہ'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۴۷(اکتوبر ۱۹۷۳ء)، ص ۱۱۰۔

۱۵۸۔ ایضاً، ص ۱۱۲۔

۱۵۹۔ خلیق نقوی، ''اجزاے لغت پر تبصروں کا جائزہ'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۳۶(اپریل تا جون ۱۹۷۰ء)، ص ۱۲۷۔

۱۶۰۔ محمد احسن خاں، ''اجزاے لغت پر تبصرہ''، ص ۱۱۱۔

۱۶۱۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد سوم، ص ۱۱۴۔

۱۶۲۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۳۳۱۔

۱۶۳۔ ایضاً، جلد نہم، ص ۷۸۲۔

۱۶۴۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۱۹۷۔

۱۶۵۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۳۶۵۔

۱۶۶۔ ایضاً، ہژدہم، ص ۴۴۶۔

۱۶۷۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۱۹۵۔

۱۶۸۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۷۸۲۔

۱۶۹۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۱۰۔

۱۷۰۔ ایضاً، ص ۶۷۶۔

۱۷۱۔ اقبال، کلیات اقبال(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۷ء)، ص ۴۳۶۔

۱۷۲۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد ہژدہم، ص ۱۳۸۔

۱۷۳۔ مرزا اسد اللہ خاں غالب، دیوان غالب(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، س۔ن)، ص ۵۸۔

۱۷۴۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد دوم، ص ۳۲۱۔

۱۷۵۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۳۹۱۔

۱۷۶۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۴۴۱۔

۱۷۷۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۱۵۰۔

۱۷۸۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۱۳۸۔

۱۷۹۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۲۲۷۔

۱۸۰۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۱۷۸۔

۱۸۱۔ ایضاً۔

۱۸۲۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۴۱۔

۱۸۳۔ نور الحسن نیر، نور اللغات، جلد سوم و چہارم، ص ۱۲۴۔

۱۸۴۔ اس جدول کی تیاری میں معلومات کے حصول کے لیے نور اللغات اور فرہنگ آصفیہ کی ان تمام جلدوں سے مدد لی گئی ہے جن کا ذکر 'حوالہ نمبر ۹۴' میں کیا جاچکا ہے۔ ان لغات کی جلد نمبر اور صفحہ نمبر جدول میں ہی درج کر دیے گئے ہیں جب کہ اردو لغت سے حاصل شدہ معلومات کے حوالوں کا اندراج 'حواشی اور حوالہ جات' میں کیا گیا ہے۔

۱۸۵۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد سوم، ص ۱۸۹۔

۱۸۶۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۷۶۴۔

۱۸۷۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۸۴۱۔

۱۸۸۔ ایضاً، جلد یازدہم، ص ۲۳۔

۱۸۹۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۴۷۳۔

۱۹۰۔ ایضاً، جلد، شانزدہم، ص ۴۷۱۔

۱۹۱۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۱۶۶۔

۱۹۲۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۱۳۱۔

۱۹۳۔ ایضاً، ص ۷۱۹۔

۱۹۴۔ ایضاً، جلد بیستم، ص ۱۲۱۔

۱۹۵۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۷۰۰۔

۱۹۶۔ محمد ہادی حسین، ''تعارف'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ ج۔

۱۹۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص ۹۰۱۔

۱۹۸۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۳۲۰۔

۱۹۹۔ ایضاً، ص ۳۳۸۔

۲۰۰۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۶۲۴۔

۲۰۱۔ ایضاً، ص ۸۴۴۔

۲۰۲۔ ایضاً، جلد پنجم، ص ۱۲۸۔

۲۰۳۔ ایضاً، ص ۲۹۱۔

۲۰۴۔ ایضاً، جلد ہشتم، ص ۹۰۹۔

۲۰۵۔ ایضاً، ص ۹۱۳۔

۲۰۶۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۱۵۲۔

۲۰۷۔ محمد ہادی حسین، ''تعارف'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ الف۔

۲۰۸۔ ایضاً، صفحہ ج۔

۲۰۹۔ اس جدول میں حوالہ جات کے اندراج کے مسائل سے بچنے کے لیے اردو لغت(تاریخی اصول پر) کی جلدوں سے اخذ کردہ معلومات کی جلد اور صفحہ نمبر جدول میں ہی درج کر دیے گئے ہیں جب کہ دیگر ماخذات سے درج کردہ اسناد کا حوالہ ''حواشی اور حوالہ جات'' میں دیا گیا ہے۔

۲۱۰۔ محمد افضل افضل،بکٹ کہانی مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی،ڈاکٹر مسعود حسین خاں(لکھنؤ: سرفراز پریس، ۱۹۷۰ء)،ص۳۱۔

۲۱۱۔ میر امن دہلوی،باغ و بہار مرتبہ رشید حسن خاں(لاہور: نقوش،۱۹۹۲ء)،ص۸۹۔

۲۱۲۔ نذیر احمد خاں،بنات النعش(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۴۵ء)،ص۱۲۔

۲۱۳۔ حیدر بخش حیدری،طوطا کہانی(لاہور: جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز،سنہ ندارد)،ص۲۱۔۲۲۔

۲۱۴۔ محمد ابراہیم ذوق،کلیات ذوق مرتبہ تنویر احمد علوی(لاہور: مجلس ترقی ادب،۲۰۰۹ء)،ص۲۴۸۔

۲۱۵۔ اقبال،کلیات اقبال،ص۲۳۷۔

۲۱۶۔ ڈپٹی نذیر احمد،توبتہ النصوح مرتبہ پروفیسر افتخار احمد صدیقی(لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۶۴ء)،ص۲۵۔

۲۱۷۔ عیسوی خاں بہادر،قصۂ مہر افروز و دلبر مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں(دہلی: انجمن ترقی اردو(ہند)،۱۹۸۸ء)، ص۷۳۔

۲۱۸۔ میر شیر علی افسوس،آرایش محفل مرتبہ کلب علی خاں فائق(لاہور: مجلس ترقی ادب،۱۹۶۳ء)،ص۴۹۔

۲۱۹۔ محمد افضل افضل،بکٹ کہانی،ص۴۳۔

۲۲۰۔ اقبال،کلیات اقبال،ص۲۹۷۔

۲۲۱۔ فضل علی فضلی،کربل کتھا مرتبہ مالک رام و مختار الدین احمد(پٹنہ: ادارۂ تحقیقات اردو،۱۹۶۵ء)،ص۴۶۔

۲۲۲۔ مرزا اسداللہ خاں غالب،دیوان غالب(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،س۔ن)،ص۱۰۹۔

۲۲۳۔ عیسوی خاں بہادر،قصۂ مہر افروز و دلبر،ص۱۴۴۔

۲۲۴۔ ڈپٹی نذیر احمد، ابن الوقت مرتبہ خلیق انجم(نئی دہلی: مکتبہ جامعہ،۱۹۸۰ء)،ص۴۲۔

۲۲۵۔ محمد افضل افضل،بکٹ کہانی،ص۳۲۔
یہاں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ نہ صرف اقتباس میں غلطی ہے بل کہ یہ مثال اندراج کے ساتھ بھی میل نہیں کھاتی۔

۲۲۶۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد پنجم،ص۱۳۷۔

۲۲۷۔ ایضاً،جلد ہژدہم،ص۷۰۔

۲۲۸۔ ایضاً،جلد چہارم،ص۴۳۶۔

۲۲۹۔ ایضاً،جلد نہم،ص۲۳۳۔

۲۳۰۔ ایضاً،ص۲۵۴۔

۲۳۱۔ ایضاً،جلد نوزدہم،ص۳۳۸۔

۲۳۲۔ ایضاً،ص ۵۳۰۔

۲۳۳۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۴۲۔

نوٹ: اوجؔ کے مذکورہ شعر کا حوالہ یہ ہے: (۱۹۱۲، اوج (نور اللغات))

۲۳۴۔ ایضاً،ص ۲۔

۲۳۵۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۴۷۷۔

۲۳۶۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۹۱۵۔

۲۳۷۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۵۸۵۔

۲۳۸۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۷۰۔

۲۳۹۔ ایضاً،ص ۴۳۱۔

۲۴۰۔ ایضاً،ص ۹۶۸۔

۲۴۱۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۲۲۱۔

۲۴۲۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۵۲۰۔

۲۴۳۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۱۶۴۔

۲۴۴۔ ایضاً،ص ۲۶۸۔

۲۴۵۔ ایضاً،ص ۱۶۴۔

۲۴۶۔ ایضاً،ص ۲۶۷۔۲۶۸۔

۲۴۷۔ فہرست سنین (مرتب)، (کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۸۶ء)، ص ۱۵۔

۲۴۸۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ہشتم، ص ۳۳۴۔

۲۴۹۔ ایضاً، جلد ہفتم، ص ۶۰۸۔

۲۵۰۔ ایضاً، جلد سیزدہم، ص ۶۱۵۔

۲۵۱۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۷۰۵۔

۲۵۲۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۳۸۴۔

۲۵۳۔ ایضاً،ص ۵۶۲۔

۲۵۴۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۴۵۴۔

۲۵۵۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۹۶۳۔

۲۵۶۔ ایضاً، جلد اول، ص ۳۴۳۔

۲۵۷۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۴۱۲۔

۲۵۸۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۲۲۳۔

۲۵۹۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۱۸۵۔

۲۶۰۔ ایضاً، جلد اول، ص ۱۰۲۸۔

۲۶۱۔ ایضاً، جلد بیست و یکم، ص ۱۹۲۔

۲۶۲۔ ایضاً، ص ۵۷۔

۲۶۳۔ ایضاً، ص ۲۰۔

۲۶۴۔ محمد ہادی حسین، ''تعارف'' مشمولہ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، صفحہ ب۔

۲۶۵۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد ہشتم، ص ۴۹۵۔

۲۶۶۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۵۹۰۔

۲۶۷۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۳۷۸۔

۲۶۸۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص ۳۴۔

نوٹ: لفظ 'فواسق' کا مادہ (ف س ق) ہے۔

۲۶۹۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص ۹۶۷۔

نوٹ: لفظ 'لطف' کا مادہ (ل ط ف) ہے۔

۲۷۰۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص ۲۹۰۔۲۹۱۔

نوٹ: لفظ 'قطعہ' کا مادہ (ق ط ع) ہے۔

۲۷۱۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص ۸۳۷۔

نوٹ: لفظ 'لزج' کا مادہ (ل ز ج) ہے۔

۲۷۲۔ ایضاً، جلد سیزدہم، ص ۹۸۸۔۹۸۹۔

نوٹ: لفظ 'فکر' کا مادہ (ف ک ر) ہے۔

۲۷۳۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۴۵۱۔

۲۷۴۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۱۷۔

۲۷۵۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۱۶۳۔

۲۷۶۔ ایضاً، ص ۸۱۸۔

۲۷۷۔ ایضاً، ص ۸۶۳۔

۲۷۸۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۴۸۱۔

۲۷۹۔ ایضاً، جلد بیست و دوم، ص ۱۲۷۔

۲۸۰۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۲۴۸۔

۲۸۱۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۲۸۰۔

۲۸۲۔ ایضاً، ص ۳۵۵۔

۲۸۳۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۱۱۴۔

۲۸۴۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص ۷۹۔

۲۸۵۔ ایضاً، جلد پانزدہم، ص ۸۷۴۔۸۷۵۔

۲۸۶۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۳۲۔

۲۸۷۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۵۹۹۔

۲۸۸۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۵۰۹۔

۲۸۹۔ ایضاً، جلد نوزدہم، ص ۹۲۵۔

۲۹۰۔ ایضاً، جلد دوازدہم، ص ۵۳۷۔

۲۹۱۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص ۸۴۶۔

۲۹۲۔ ایضاً، جلد ہژدہم، ص ۶۳۳۔

۲۹۳۔ ایضاً، جلد بیست ودوم، ص ۴۴۷۔

۲۹۴۔ ایضاً، جلد اول، ص ۹۴۱۔

۲۹۵۔ ایضاً، جلد دوم، ص ۱۴۲۸۔

۲۹۶۔ ایضاً، جلد چہارم، ص ۲۱۲۔

۲۹۷۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۴۵۔

۲۹۸۔ ایضاً، جلد دہم، ص ۲۴۹۔

۲۹۹۔ ایضاً، جلد چہاردہم، ص ۶۵۴۔

۳۰۰۔ ایضاً، جلد شانزدہم، ص ۳۳۷۔۳۴۷۔

۳۰۱۔ ایضاً، جلد ہفت دہم، ص ۲۲۴۔

۳۰۲۔ ایضاً، جلد ششم، ص ۶۳۳۔۶۳۴۔

۳۰۳۔ ایضاً، ص ۶۳۵۔

۳۰۴۔ ایضاً، جلد سوم، ص ۶۵۔

۳۰۵۔ ایضاً، جلد اول، ص ۲۳۵۔۲۳۶۔

۳۰۶۔ ایضاً، جلد بیست ویکم، ص ۴۱۴۔۴۱۵۔

اب پنجم:

اردو لغت (تاریخی اصول پر):
اعتراضات اور ان کا تنقیدی محاکمہ

باب پنجم:

اردو لغت (تاریخی اصول پر): اعتراضات اور ان کا تنقیدی محاکمہ

اردو لغت نویسی کی تاریخ اور روایت کا جائزہ لیا جائے تو اس میں اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی بائیس (۲۲) جلدیں ایک اہم سنگ میل کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ یہ اردو کی ایک ایسی کلاں لغت ہے جس کی ترتیب و تدوین میں اردو زبان و ادب کے معروف دانش وروں، معلمین، محققین اور ماہرین نے مختلف ادوار میں اپنے فرائض انجام دینے والے بورڈ کے مختلف صدور اور مدیران اعلیٰ کی زیر نگرانی اپنی خدمات بھی پیش کیں اور اسے اردو زبان و ادب کی کسی حد تک مکمل اور مفید لغت بنانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، لیکن اتنی اہم اور اپنی نوعیت کی پہلی اردو لغت ہونے کے باوجود نہ صرف یہ کہ بعض اشخاص نے اس کا خیر مقدم نہیں کیا اور اسے غیر معیاری سمجھا بل کہ اردو نامہ میں اس کی اقساط اور بعد

ازاں پہلا نمونہ نمونۂ لغات اردو (۱۹۶۱ء) کے عنوان سے شائع ہوتے ہی اس پر تنقید و تعریض کا سلسلہ شروع ہو گیا ،جو اس کے خام مسودوں اور مختلف جلدوں کے منظر عام پر آنے کے ساتھ ساتھ چلتا رہا اور اس کی تکمیل (۲۰۱۰ء) کے بعد بھی آج تک جاری و ساری ہے۔ لٰہذا زیر نظر باب میں مقررہ عنوانات کے تحت اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے معترضین کے اعتراضات کا جائزہ لینے کے بعد ان کا تنقیدی محاکمہ کیا جائے گا تاکہ تمام تفصیلات کی روشنی میں اس بات کا فیصلہ کیا جا سکے کہ یہ اعتراضات کس حد تک درست یا ناروا ہیں؟

۵-۱ اردو نامہ، کراچی:

اردو نامہ (۱۹۶۰ء تا حال) اردو لغت بورڈ، کراچی کا ایک سہ ماہی مجلہ ہے، جسے وقتِ اشاعت نہ صرف اردو صحافت کی تاریخ میں زبان و مسائل زبان سے تعلق رکھنے والا واحد جریدہ قرار دیا گیا[۱] بل کہ برصغیر پاک و ہند میں، بالخصوص لسانیات سے علاقہ رکھنے کے سبب، اپنی نوعیت کا واحد علمی مجلہ بھی کہا گیا۔[۲] چوں کہ اردو لغت بورڈ ایک علمی اور تحقیقی ادارہ تھا، اس لیے اس کی کئی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بورڈ کے قیام کے کچھ ہی عرصے بعد یعنی اگست ۱۹۶۰ء میں جناب شان الحق حقی کی زیر ادارت اس مجلے کا اجرا کیا گیا، جس کی تجویز بھی انھوں نے ہی پیش کی تھی کہ ادارے کا اپنا ایک جریدہ ہونا چاہیے۔ اس جریدے میں بورڈ کی کاروائیوں کے ساتھ ساتھ ابتدائیے، اداریے، علمی و تحقیقی مضامین، نوادرات ادب، سوانح قیصری بیگم، جشن پاکستان سے متعلقہ مضامین اور رپورٹیں، انجمن ادبی رسائل پاکستان کی قراردادیں، قراردادِ تعزیت، ابو الفضل صدیقی کا طویل افسانہ، رباعیات، قطعات، غزلیات، اردو لغت بورڈ کی مطبوعات سے متعلقہ معلومات، کتب اور شماروں میں شائع ہونے والے مضامین پر تبصرے اور مراسلات شائع ہوئے نیز "شعبۂ لغت" کے تحت اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے اندراجات اور ان کی تفاصیل [الف مقصورہ تا اِستیلا] ۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۷ء مسلسل شائع ہوتی رہیں۔ یوں ۱۹۷۷ء تک اس کے چوّن (۵۴) شمارے طبع ہوئے، لیکن اس کے بعد وسائل کی کمی کے پیش نظر اسے بند کرنا پڑا اور اگلے چالیس سال یعنی ۱۹۷۷ء تا ۲۰۱۷ء تک اس کا کوئی اور شمارہ منظر عام پر نہیں آ سکا۔ تاہم حال ہی میں جناب عقیل عباس جعفری اور ان کے عملے کی مستعدی سے شان الحق حقی کی پیدائش کے صد سالہ جشن کے موقع پر ۲۰۱۷ء میں اس کا پچپنواں شمارہ شائع کر کے اس مجلے کو دوبارہ جاری کیا گیا ہے، جو تادم تحریر اس کا آخری شمارہ ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ مجلہ بورڈ کی ضروریات کے پیش نظر جاری ہوا اور اس میں سب سے اہم ضرورت یہ تھی کہ اردو لغات کی روایت کو مد نظر رکھتے ہوئے اردو لغت کی پہلی جلد کی اشاعت سے بھی پہلے اس کے مشمولات کو اہل علم و فضل کے مطالعے کے لیے اس مجلے میں شائع کیا جائے تاکہ اس سلسلے میں بہترین تجاویز موصول ہونے

کی صورت میں لغت کے معیار کو مزید بہتر بنایا جا سکے۔ چناں چہ لغت کے مشمولات ۱۹۷۷ء تک کے شماروں میں پینتالیس(۴۵)اقساط میں شائع ہوتے رہے اور ماہرین لغت اور لسان اس پر اپنی آرا پیش کرنے کے ساتھ لسانی مسائل سے بحث بھی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ''شعبۂ لغت'' ہی کے تحت ''اجزاے لغت پر تبصرہ'' کے عنوان سے ایک سلسلہ بھی متعارف ہوا، جس میں وارث سرہندی، محمد احسن خاں اور شریف الحسن کے تبصرے شائع ہوئے اور ان میں موجود اعتراضات کے جوابات دیتے ہوئے شان الحق حقی اور خلیق نقوی نے ان تبصروں پر اپنے حواشی بھی تحریر کیے۔ اس کے علاوہ ''مراسلات'' کے تحت بھی ماہر القادری، عبدالماجد دریابادی، ممتاز احمد عباسی، سید قدرت نقوی، صفدر آہ، میکش اکبر آبادی، محمد سلیم الرحمٰن، سید انوار الحق جیلانی، سید شبیر علی کاظمی ایسے ماہرین نے بھی لغت کے اندراجات پر اپنی آرا پیش کیں اور بورڈ کے مرتبین ان کا خیر مقدم کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اٹھائے جانے والے سوالات کے جوابات بھی فراہم کرتے رہے۔ نتیجتاً اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے لیے نہ صرف اندراجات، ترتیب اندراجات، املا، تلفظ، قواعدی حیثیت، تذکیر و تانیث، معنوی وضاحت، اسناد و امثلہ اور لسانی ماٰخذ و اشتقاق سے متعلق اہم اور نئی معلومات فراہم ہوئیں، جن کی روشنی میں اردو لغت میں گراں قدر اضافے کیے گئے بل کہ ماہرین کے تبصروں اور مباحث میں اردو لغت کے اصول و ضوابط اور اس کے مشمولات پر تنقید و تعریض کے کچھ پہلو بھی سامنے آئے، جن کا تذکرہ اور اس ضمن میں بورڈ کے مدونین کی طرف سے کیے جانے والے اقدامات کا اجمالی جائزہ پیش کرنے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ یہاں کسی تبصرے یا 'مراسلات' میں موجود ایک ہی نوعیت کے ایسے اعتراضات کو، جو ایک سے زیادہ معترضین کے ہاں موجود تھے، ہر ناقد کے حوالے سے بار بار درج نہیں کیا گیا بل کہ بے جا طوالت اور تکرار سے بچنے کے لیے عموماً ان کا تذکرہ صرف ایک ہی بار کیا گیا ہے کیوں کہ مقالے اور بالخصوص اس باب کا اصل مقصد اردو نامہ میں شائع ہونے والے تمام اعتراضات کی جمع آوری نہیں بل کہ ان نوعیت کا اندازہ لگانا ہے۔ اس کے لیے کئی مقامات پر ہر نوع سے ایک اعتراض بھی کافی سمجھا گیا ہے، جس کی تفصیل نکات کی صورت میں درج ذیل ہے:

۱۔ عبد الماجد دریا بادی نے لغت کے مسودے میں نامانوس الفاظ کی موجودگی پر اعتراض کیا تھا، جن میں 'اجنوں'، 'اجوبن'، 'اجوت(۱)'، 'اجھنوں'، 'اجھوں' اور 'اُچ' شامل ہیں۔ ان کے مطابق ان الفاظ کا اندراج اگر ضروری ہے تو ان سب کے آگے 'متروک' کا اضافہ کر دینا چاہیے۔ جیسا کہ 'اجوں' کے سامنے لکھا گیا ہے،[۳۱] لیکن اسے اس بنا پر رد کر دیا گیا کہ اگر کسی لفظ کی صرف قدیم ترین سند دی گئی ہو تو ایسی صورت میں 'متروک' لکھ دینا زائد ہوتا ہے۔ اگر لکھ دیا جائے تو پھر ایک اور سوال سر اٹھاتا ہے کہ کب سے متروک ہے؟ اس نوعیت کی صراحت ایسی لغت کے لیے بھی قابل

قبول نہیں، جو زبان وادب کے تمام ادوار کے لیے مرتب کی جائے۔ علاوہ ازیں چوں کہ کوئی بھی لفظ ایک دم متروک نہیں ہوتا بل کہ اسے کافی عرصے تک لوگ استعمال کرتے رہتے ہیں اس لیے کسی بھی لفظ کے بارے میں یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا۔[۴] چناں چہ اب اردو لغت میں مذکورہ الفاظ سمیت کسی بھی لفظ کے سامنے 'متروک' کا لفظ دکھائی نہیں دیتا۔

۲۔ بہ حوالہ اندراجات سید شبیر علی کاظمی نے ان سنسکرت اور پراکرت الفاظ و اصطلاحات کی بھی تجویز پیش کی تھی، جو اردو کتب میں اردو رسم الخط میں موجود ہیں۔[۵] شان الحق حقی نے بحیثیت مدیران کی تجویز کی تائید کی اور واضح کیا کہ اندراجات کے سلسلے میں اردو مصنفین کے پیرو ہونے کی وجہ سے اردو لغت پابند ہے کہ وہ ایسی اصطلاحات کو شامل کرے۔ ایک تاریخی لغت کا دامن وسیع ہوتا ہے اور اردو لغت تاریخی ہی ہے اس لیے اس میں سند مہیا ہونے پر ایسے الفاظ شامل کیے جائیں گے۔[۶] تاہم اب بھی بہت سے سنسکرت اور پراکرت الفاظ ایسے ہیں جن کے استعمال کی کوئی سند نہیں ملی، لیکن وہ شامل لغت ہیں۔

۳۔ 'اپنا ٹینٹ نہ سہارے اور کی پھاں دیکھے' کے اندراج پر وارث سرہندی کا کہنا تھا کہ اندراج ہی میں قوسین () میں 'ٹینٹ' اور 'پھاں' کے معنی درج ہونے چاہییں۔[۷] لیکن یہ اعتراض بے بنیاد ہے کیوں کہ اندراج میں الفاظ کے معنی درج کرنے کا اصول لغت نے اختیار نہیں کیا۔ اندراج میں قوسین میں متبادلات درج کیے جاتے ہیں معنی نہیں۔ مزید بر آں 'ٹینٹ' اور 'پھلی' کی تشریح 'ٹ' اور 'پ' کی تقطیع میں موجود ہونی چاہیے۔[۸]

۴۔ 'اپنی کملی میں مست ہونا' اردو زبان میں 'اپنی کملی میں مگن ہونا' کی صورت میں بھی مستعمل ہے، جس کی دلیل کے طور پر وارث سرہندی نے درج ذیل سند بھی مہیا کی:

جچتا نہیں نظروں میں یاں خلعت سلطانی
کملی میں مگن اپنی رہتا ہے گدا تیرا[۹]

لیکن اندراج اور سند کا خیر مقدم کرنے کے بعد بھی اردو لغت میں اس کا اندراج موجود نہیں۔

۵۔ وارث سرہندی کے مطابق نغمہ راز کے شعر:

ورنہ اس رنج میں مر جاؤں گی
اپنے جی سے میں گزر جاؤں گی

کا تعلق 'اپنے جی سے' کے اندراج سے نہیں بل کہ 'اپنے جی سے گزر جانا' سے ہے، جس کی بابت شان الحق حقی نے فرمایا کہ 'اپنے جی سے گزر جانا' کوئی محاورہ نہیں البتہ 'جی سے گزر جانا' درست ہے،[۱۰] لیکن اس کے باوجود لغت میں یہ شعر 'اپنے جی سے گزرنا' کے تحت ہی درج ہے۔

۶۔ 'احاطہ' کے اندراج میں ماہر القادری معترض تھے کہ اس میں 'حاطہ '(احاطہ کا عوامی تلفظ) اور 'گھیر' کا بھی اندراج ہونا چاہیے، لیکن اس کے جواب میں شان الحق حقی کا کہنا ہے کہ 'حاطہ'، ' احاطہ' کے سامنے ہی درج کر دیا گیا ہے ،جب کہ 'گھیر' کا اندراج 'گھ' کے ذیل میں ہو گا۔[11]

۷۔ لغت میں طب کی اصطلاح 'اذراقی'[12] اور نفسیات کی اصطلاح 'اذیت پسند /پسندی'[13] کی عدم موجودگی کے سبب ان کے اندراج کی سفارش کی گئی تھی، جس کے متعلق بورڈ کے مرتبین نے یقین دہانی بھی کروائی کہ نظر ثانی کے بعد اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے، لیکن یہ اندراجات بورڈ کی لغت میں اب بھی درج نہیں۔

۸۔ محمد سلیم الرحمٰن نے 'اِجو کیشن' کی سند نہ ہونے کی بنا پر اس کے اندراج اور ہجوں پر اعتراض کیا تھا،[14] لیکن لغت کی اشاعت کے وقت اسے نظر انداز کر دیا گیا۔ ہنوز یہ لفظ جلد اول میں موجود ہے اور اس کے معنی کے لیے 'ایجو کیشن' کی طرف رجوع کروایا گیا ہے، جو ہجوں اور تلفظ کے اعتبار سے درست ہے۔ حالاں کہ یہ اعتراض بالکل بجا تھا کیوں کہ اگر 'اِجو کیشن' اسی شکل اور تلفظ کے ساتھ اردو ادب میں مستعمل ہے تو اس کی سند بھی موجود ہونی چاہیے۔

۹۔ 'ارزال' کو سہو کتابت کی بنا پر غلط قرار دے کر لغت سے خارج کرنے کا حکم دیا گیا تھا،[15] لیکن یہ اندراج بھی موجود ہے۔ تاہم 'ارچی' بمعنی 'آگ' کو عدم درستی کی بنا پر قلم زد کر دیا گیا ہے۔[16]

۱۰۔ املا کو بنیاد بناتے ہوئے 'ارہر' کی سند پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس میں 'ارہریں' لکھا گیا ہے، جب کہ اردو میں 'مونگ'، 'ارد'، 'ارہر' اور 'مسور' کی جمع نہیں آتی۔ چوں کہ مصنف نے غلط لکھا ہے اس لیے یہ سند دینی ہی نہیں چاہیے۔ اسی طرح کا ایک اور اعتراض لفظ 'اڈریسیں' پر بھی ہے کہ سر سید نے اسے غلط لکھا ہے نیز اسے بہ طور مؤنث استعمال کرنا بھی درست نہیں۔ تاہم ان کے جواب میں فرمایا گیا کہ لغت میں صحیح یا غلط کا حکم نہیں لگایا جاتا۔ جو لفظ کسی بھی زمانے میں جس شکل میں بھی اساتذہ کے ہاں مستعمل رہا ہے، وہ ویسا ہی تحریر کیا جاتا ہے۔ اس میں لغت نویس کی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کی جاتی۔[17]

۱۱۔ 'ارزاں بعلت' پر اتفاق کیا گیا کہ یہ درست نہیں اسے 'ارزاں بہ علت' لکھنا بہتر ہے،[18] لیکن اس کے باوجود املا میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

۱۲۔ تلفظ کے ضمن میں ممتاز احمد عباسی نے Mosqui'to، Aban'don اور Jan'uary جیسے الفاظ میں اجزائی بل یعنی Syllabic Stress کو بنیاد بناتے ہوئے اعتراض کیا ہے کہ اردو لغت بورڈ نے اپنی لغت میں اجزائی بل (Syllabic Stress) کی اہمیت کے باجود کسی بھی اندراج کا اصولی لہجہ نہیں بتایا نیز شان الحق حقی نے اپنے تبصرے

میں یہ اعلان بھی کر دیا ہے کہ اردو زبان اتنی بے ہنگم ہے کہ اس میں کسی ایسے اصولی لہجہ ٔ تلفظ کا کوئی وجود نہیں، جس کی پابندی ؏ ملاً بھی ممکن اور مستحسن ہو[19] لیکن خود شان الحق حقی نے اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ کسی بات کی مثال میں کوئی بھی مثال پیش کی جاسکتی ہے اور انگریزی زبان میں ترفع یعنی رفع صوت کے بدلنے کی جو مثالیں ممتاز احمد عباسی نے پیش کی ہیں ان کا انگریزی میں کوئی جواز نہیں البتہ غیر زبان دان سے اس غلطی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے مثالوں کے ذریعے بھی واضح کیا کہ اردو الفاظ میں اجزائی بل یا زور (stress) مفہوم اور طرز کلام کے لحاظ سے بدل سکتا ہے، لیکن انگریزی میں ایسا نہیں ہے۔[20] چناں چہ موصوف کا یہ اعتراض وارد ہی نہیں ہوتا۔

۱۳۔ عابد احمد علی نے اپنے مراسلے میں رموز او قاف کو جدید بنانے کی تجویز پیش کرتے ہوئے لکیر یا ڈیش کے بجائے 'نقطہ' یا 'علامت وقفہ' کے استعمال پر زور دیا تھا۔[21] چناں چہ اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے اردو لغت کی جلدوں میں وقفے کی علامت کے استعمال کو فروغ دیا گیا ہے۔

۱۴۔ صفدر آہ نے لفظ 'لغت' کو مؤنث بولنے کی بابت شان الحق حقی پر اعتراض کیا تھا کہ اس کو مذکر ہی بولنا اور لکھنا چاہیے۔[22] لیکن خود شان الحق حقی نے اس کا جواب دیتے ہوئے درج ذیل امور واضح کیے:

الف۔ اردو زبان میں تذکیر و تانیث کا تعین محض سماعی اور بے قاعدہ ہے، لیکن پھر بھی لغت بالاصل مؤنث ہے۔

ب۔ اردو میں 'لغت' کے وزن پر جتنے بھی لفظ داخل ہیں، چند مستثنیات مثلاً 'جَگت' وغیرہ کو چھوڑ کر باقی مؤنث بولے جاتے ہیں مثلاً 'صفت'، 'جہت'، 'نیت'، 'صحت' وغیرہ تو یہ مذکر کیسے ہو سکتا ہے؟ جب کہ 'جگت' بھی بضم اوّل مؤنث بولا جاتا ہے۔

ج۔ اکثر فصحا لغت کو لفظ کے معنوں میں مذکر بھی بولتے ہیں، لیکن اہل لکھنؤ نے، غالباً لغت ہی کے قیاس پر، اسے لفظ کے معنی میں مؤنث بھی لکھا ہے۔

د۔ چوں کہ تذکیر و تانیث کا فیصلہ نوع یا نفس کی بنیاد پر بھی کیا جاتا ہے اور لغت ایک کتاب ہے، اس لیے بھی لغت کو مؤنث قرار دیا جانا چاہیے۔

ہ۔ مولوی احتشام الدین اور مولوی عبدالحق بھی اسے مؤنث ہی بولتے اور لکھتے رہے۔

و۔ میر امن کے ہاں بھی یہ 'لفظ' کے معنوں میں مؤنث ہے، لیکن بہ طور لفظ اب مذکر پر اتفاق ہے اور اس کی امثال بھی موجود ہیں جب کہ بہ طور کتاب امثال سے یہ لفظ مؤنث ثابت ہے۔[23]

انھی دلائل سے اتفاق کرتے ہوئے بعد ازاں عبدالماجد دریابادی نے بھی اس بات کی تائید کی کہ لغت کی تذکیر وتانیث کے متعلق شان الحق حقی کی رائے متوازن ہے جس میں مزید حجت کی گنجائش نہیں۔[۲۴]

۱۵۔ محمد احسن خاں نے 'اُپھرنا' کے معنی سیر ہونا، اکتانا اور حد سے بڑھنا بتائے تھے، لیکن مرتبین کی طرف سے یہ اس بنا پر رد کر دیے گئے کہ یہ معنی امیر اللغات اور فرہنگ آصفیہ میں نہیں ملتے۔ ماہر القادری کے مطابق نور اللغات میں سیر ہونا اور اکتانا کے معنی درج ہیں،[۲۵] لیکن اس کے باوجود اردو لغت میں انھیں درج نہیں کیا گیا۔

۱۶۔ لغت میں 'ارناوت' کے معنی 'سنڈا'، 'مسٹنڈا' اور 'جرائم پیشہ' درج کرنے کے بعد اس کی مثال مضامین حیرت سے یوں دی گئی تھی:

چند ارناوتوں کے کوڑے مارے گئے اور دو کو گولی مار دینے کا حکم دیا گیا۔[۲۶]

ماہر القادری نے دلائل سے ثابت کیا کہ مثال سے یہ معنی کسی طور واضح نہیں ہوتے مزید یہ کہ دوآبہ کے قصبوں اور دیہاتوں میں عورتیں جوان ہو کر مرنے والے کے لیے 'ارناوت' استعمال کرتی ہیں اس لحاظ سے اس کے معنی 'بن بیاہا (کنوارا)'، 'جوان پٹھا' کے ہونے چاہییں،[۲۷] لیکن اس قدر تفصیل کے بعد بھی لغت میں کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

۱۷۔ محمد احسن خاں نے اپنے تبصرے میں 'اڈیشن' کی وضاحت کو نامکمل سمجھتے ہوئے اس کی تعریف کے ساتھ بہ طور مترادفات 'چھاپ'، 'طبع' اور 'اشاعت' کے اضافے کی سفارش کی تھی، جسے قبول کرنے کے باوجود پہلی جلد کی اشاعت کے وقت نظر انداز کر دیا گیا ہے۔[۲۸]

۱۸۔ میکش اکبر آبادی نے 'اتحاد' کے معنوں پر اعتراض کیا تھا کہ اس کے معنی 'وحدت'، 'واحدیت'، 'دو یا دو سے زیادہ کا مل کر ایک ہونا' تحریر کیے گئے ہیں۔ جب کہ تینوں میں واضح فرق ہے۔ تصوف میں 'احدیت'، 'وحدت' اور 'واحدیت' تنزلات ستہ کے تین درجے ہیں۔[۲۹] چناں چہ شان الحق حقی نے اس کی صراحت کرتے ہوئے فرمایا کہ مجلس کو معلوم تھا کہ ان تینوں میں فرق ہے، لیکن 'اتحاد' کے معنی نمبر ا کی تشریح میں یہ مسئلہ پیدا نہیں ہوتا۔ مزید یہ کہ تصوف کی اصطلاح کے طور پر اس کا اندراج الگ شق کے تحت کیا گیا ہے۔[۳۰] تاہم اس وضاحت کے باوجود بھی لغت کی موجودہ جلد میں 'اتحاد' کے معنی سے 'وحدت' کو حذف کر دیا گیا ہے۔

۱۹۔ 'اپسرا' کے معنی پر اعتراض کرتے ہوئے وارث سرہندی نے کہا کہ اس کے ایک معنی 'حور' بھی ہیں جو شامل لغت نہیں،[۳۱] لیکن شان الحق حقی کا کہنا ہے کہ اردو میں حور کے معنی 'حسینہ' کے ہیں اور یہ مندرج ہیں۔[۳۲]

۲۰۔ 'ارجمند' کے معنی میں 'بے ہمتا'، 'پسندیدہ'، 'مبارک و مسعود' اور 'بامراد اور کامیاب' جیسے مترادفات پر اعتراض کیا گیا کہ ان کا اندراج درست نہیں۔[۳۳] چناں چہ اسے درست تسلیم کرتے ہوئے ترمیم کے بعد 'بے ہمتا' اور 'مبارک و مسعود' حذف کر دیے گئے ہیں۔

۲۱۔ ایرانی مہینہ 'اردی' کی تشریح پر اعتراض ہوا تھا کہ یہ مہینہ مارچ کے بعد نہیں بل کہ اپریل کی ۲۰، ۲۱ یا ۲۲ تاریخ سے آغاز ہوتا ہے اور ۳۱ دن کا ہوتا ہے۔[۳۴] اگرچہ خلیق نقوی کے مطابق اس کی درستی بھی کر دی گئی تھی، لیکن لغت کی پہلی جلد میں اب بھی اپریل کے بجائے مارچ کا مہینہ لکھا ہے۔

۲۲۔ محمد احسن خاں کے مطابق 'اپنے ہی تک رکھنا' کے ذیل میں 'اپنے ہی دل میں رکھنا' کے معنی درج نہیں تھے،[۳۵] جس کی بابت عرض کیا گیا کہ اس اندراج میں 'ہی' اضافی ہے اور اصل اندراج 'اپنے تک رکھنا' ہے، لیکن اردو لغت میں یہ محاورہ اب بھی 'ہی' کے اضافے کے ساتھ ہی درج ہے اور اس میں محمد احسن خاں کے بتائے گئے معنی بھی درج نہیں۔

۲۳۔ سید شبیر کاظمی کے مطابق لغت کے مسودے میں درج لفظ 'اچنگ' کے معنی 'امنگ، آرزو، ولولہ' کی وضاحت درج ذیل مثال سے نہیں ہوتی:

وہ نرگس کا نقشہ سمن کی امنگ
وہ گل سرخ عارض حنا کی اچنگ[۳۶]

چناں چہ نظر ثانی کے بعد نہ صرف معنوں میں 'جوش'، 'شوخی' اور 'شرارت' کا اضافہ کر دیا گیا ہے بل کہ موجودہ لغت میں شعر بھی یوں تحریر کیا گیا ہے:

وہ البیلا ابیلا جوئی رنگ رنگ
وہ گل سرخ عارض حنا کی اچنگ[۳۷]

۲۴۔ وارث سرہندی نے اردو نامہ کے شمارہ نمبر ۲۹ میں ''اجزائے لغت پر تبصرہ'' کے عنوان کے تحت کئی ایسے محاورات اور امثال کی نشان دہی کی ہے، جن کی اسناد نہیں دی گئیں۔[۳۸] اس کے جواب میں شان الحق حقی نے فرمایا تھا کہ فی الوقت سند مہیا نہیں ہے اگر لغت کی اشاعت تک بھی نہ مل سکی، تو لغات کے حوالے درج کیے جائیں گے۔[۳۹] چناں چہ لغت میں 'اپنا منہ دیکھتا ہے'، 'اپنا گھر ہگ بھر' اور 'اپنا سونا کھوٹا تو پرکھنے والے کا کیا دوس' کے ذیل میں امیر اللغات، مہذب اللغات اور نور اللغات کے مرتبین کی وضع کردہ امثال اردو لغت میں شامل کر لی گئی ہیں، جو درست نہیں ہے۔ اس کے بجائے خود بھی مثال وضع کی جا سکتی تھی۔

۲۵۔ 'اٹھوارا' کے ایک معنی 'آٹھ دن کا عرصہ' بتانے کے بعد باغ و بہار سے اس کی سند بھی فراہم کی گئی،[۴۰] لیکن لغت میں معنی اور سند دونوں موجود نہیں ہیں۔

۲۶۔ 'اچمن' کی اصل سے بحث کرتے ہوئے عرش ملسیانی نے لکھا تھا کہ اصل لفظ 'آچمن' ہے اور یہ ہندی نہیں بل کہ سنسکرت سے اخذ کردہ ہے نیز اس کے معنی 'پوجا کے وقت شدھی کے خیال سے چلو یا جل پان' کرنے کے بھی ہیں۔[۴۱] اسی لفظ سے متعلق ایک اور اضافہ سید شبیر کاظمی نے بھی کیا ہے کہ یہ لفظ 'کھانے سے قبل طہارت کی خاطر چلو سے پانی پینے' کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔[۴۲] چناں چہ دونوں قسم کی سفارشات کو مد نظر رکھتے ہوئے نہ صرف لفظ کے اشتقاق میں تبدیلی کرلی گئی ہے بل کہ دونوں اضافی معنی بھی درج کر دیے گئے ہیں۔

۲۷۔ لفظ 'اردھنگ' کے اشتقاق [اردھ=نصف+انگ=عضو] پر اعتراض کیا گیا کہ اس میں 'انگ' تن یا بدن کے طور پر آیا ہے نیز اس کی دو متبادل اشکال 'اردھانگ' اور 'ادھنگ' ہیں،[۴۳] لیکن اسے درست ماننے کے باوجود نہ تو 'عضو' کو 'جسم' سے بدلا گیا اور نہ ہی متبادلات کا اندراج کیا گیا ہے۔

غرض درج بالا تفصیل کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو نامہ جس مقصد کے لیے جاری کیا گیا تھا، وہ پورا بھی ہوا اور اس کی وساطت سے اصول اور مشمولات لغت کے تمام پہلوؤں سے متعلق اعتراضات اور ان کی روشنی میں اصلاحات بھی سامنے آئیں، جن کی معاونت سے اردو لغت کو بہتر بنیادوں پر استوار کرنے کی سعی کی گئی، لیکن قبل از اشاعت اور بر وقت نشان دہی کے باوجود اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی موجودہ اور طبع شدہ جلد میں کئی اغلاط برقرار ہیں، جن کی کوئی توجیہ سمجھ نہیں آتی۔ تاہم ان کی اہمیت اور لغت کے معیار اور مرتبے کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ ناگزیر ہے کہ بورڈ کی مجلس ادارت کے اراکین اپنی آئندہ اشاعتوں کے لیے ان پر نظر ثانی کر کے ان خامیوں کو درست کریں تاکہ اردو لغت کو کسی حد تک مکمل اور اغلاط سے پاک کیا جاسکے۔

مشفق خواجہ:

مشفق خواجہ (۱۹۳۵ء۔۲۰۰۵ء) اردو زبان و ادب کے نقاد، محقق، صحافی اور شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ ان کا اصل نام خواجہ عبدا [illegible] حیٔ تھا، لیکن چوں کہ تخلص 'مشفق' تھا اس لیے مشفق خواجہ کے نام سے مشہور ہوئے۔ علاوہ ازیں 'خامہ بگوش' کے قلمی نام سے کالم بھی لکھتے رہے۔ ان کے والد خواجہ عبدالوحید کئی کتب کے مصنف اور چچا خواجہ عبدالمجید معروف اردو لغت جامع اللغات کے مؤلف تھے چناں چہ تصنیف و تالیف سے دلچسپی انھیں وراثت میں ملی، جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انھوں نے نہ صرف تحقیقی مضامین، کالموں اور خطوط کے مجموعے تحریر کیے بل کہ

تذکرۂ خوش معرکہ زیبا، غالب اور صفیر بلگرامی، جائزۂ مخطوطات اردو اور کلیات یگانہ جیسی گراں قدر مطبوعات بھی ان ہی کی مساعی کی بہ دولت منظر عام پر آسکیں۔ اس کے علاوہ وہ ۱۹۵۷ء سے ۱۹۷۳ء تک انجمن ترقی اردو (پاکستان) سے بھی وابستہ رہے، جہاں انھوں نے قومی زبان، سہ ماہی اردو اور قاموس الکتب کی ادارت کے فرائض انجام دیے اور مولوی عبدالحق کی زیر نگرانی علمی و ادبی شعبے کے نگران بھی رہے۔[۴۴] اس عرصے نے ان کی علمی صلاحیتوں کو بھی مزید جلا بخشی اور انھیں بلند پایہ محققین کی صف میں لا کھڑا کیا، جس کا ایک نمونہ ان کے مضمون ''نمونۂ لغات اردو مرتبہ ترقی اردو بورڈ، کراچی''[۴۵] کی صورت میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

مشفق خواجہ کا یہ مضمون اولاً ماہ نامہ سات رنگ، کراچی کے ستمبر۔اکتوبر کے شمارے میں ۱۹۶۱ء میں، نمونۂ لغات اردو کی اشاعت (جون ۱۹۶۱ء) کے فوراً بعد 'کتابوں کی باتیں' کے عنوان کے تحت شائع ہوا جب کہ موجودہ عنوان اس کا ذیلی عنوان تھا۔[۴۶] یہ نمونہ مجوزہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) کا پہلا نمونہ ہے، جو حسب روایت اردو لغت بورڈ کی طرف سے علما کے تبصروں کے لیے شائع کیا گیا۔ اس میں 'اب' تا 'اشفاق' (منتخب الفاظ) اور 'اصابت' تا 'اصیل' (مسلسل و مکمل) کے اندراجات شامل ہیں اور بورڈ کے صدر ممتاز حسن کا پیش لفظ، اصول لغت، علامات و تلخیصات اور کتب حوالہ اس کے علاوہ ہیں۔ مشفق خواجہ نے اپنی تنقید میں ان میں سے کوئی بھی گوشہ تشنہ نہیں رہنے دیا اور پیش لفظ سے لے کر کتب کے حوالوں تک مختلف قسم کے اعتراضات کو ۴۳ شقوں میں تقسیم کیا ہے، جن کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے:

مشفق خواجہ کا پہلا اعتراض بورڈ کے اس بیان پر ہے کہ لغت میں تمام مواد براہ راست مستند ادب سے لیا گیا ہے جب کہ نمونے میں دیگر لغات اور اصطلاحات کی فرہنگیں بھی شامل ہیں، جن سے اسناد نقل کی گئی ہیں۔[۴۷] اس کے علاوہ کتب کے مستند یعنی اغلاط سے پاک ایڈیشن بھی سامنے نہیں رکھے گئے۔[۴۸] یہ دونوں اعتراضات اپنی اپنی جگہ درست ہیں کیوں کہ نہ صرف نمونے میں بل کہ لغت کی اشاعت کے بعد ہر جلد میں ثانوی ماخذ سے نقل کردہ اسناد مل جاتی ہیں مزید یہ کہ ان اسناد کے علاوہ دیگر اسناد میں، جو بنیادی مآخذ سے نقل کی گئی ہیں، بھی کثرت سے اغلاط موجود ہیں، جس نے تقریباً ہر سند کو مشکوک بنا دیا ہے۔

ایک اہم اعتراض بورڈ کے متعین کردہ ادوار پر بھی کیا گیا ہے کہ اس کی تقسیم کی بنیاد کا تعین نہیں کیا جاسکتا اور اگر یہ تقسیم لسانی اعتبار سے بھی کی گئی ہے تو بھی ایک ہی دور میں کئی ایسے شعرا ملتے ہیں جن میں لسانی اعتبار سے تفریق پائی جاتی ہے۔[۴۹] چناں چہ ان تمام معاملات میں نہ صرف اپنے اصولوں کی پیروی کرنی چاہیے تھی بل کہ ادوار کی بھی مزید اور واضح

تقسیم ہونی چاہیے تھی، لیکن مشفق خواجہ کی نشان دہی کرنے، لغت میں اصولوں کی تفصیل بیان کرنے اور ایک الگ کتابچے کی صورت میں اصول لغت شائع کرنے کے دوران اور اس کے بعد بھی ان ادوار کی تقسیم پر توجہ نہیں دی گئی۔

اس ضمن میں یہ بھی عرض کیا گیا ہے کہ حتی الامکان ہر لفظ کے استعمال کی سند ہر دور سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن پھر بھی ہر دور کی مثال نہیں ملتی۔[۵۰] اس کے علاوہ کہیں ایک دور کی ایک سے زائد اسناد درج کر دی گئی ہیں؛[۵۱] کہیں غلط سند دی گئی ہے؛[۵۲] کہیں اسناد میں اہم الفاظ حذف کر دیے ہیں؛ کہیں عبارت کی ترتیب میں رد و بدل ہے؛[۵۳] کہیں غیر مستند شاعروں کے اشعار پیش کیے گئے ہیں[۵۴] تو کہیں قدیم دکنی الفاظ میں تحریف کی گئی ہے۔[۵۵] یہ تمام اعتراضات بالکل بجا ہیں اور ان کی صداقت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ اسناد کے باب میں مشفق خواجہ نے جن تسامحات کی نشان دہی کی تھی، ان کو درست تسلیم کرتے ہوئے لغت کی جلد اول میں ان میں سے بیش تر کی تصحیح کر لی گئی ہے اور غیر متعلقہ، متنازع یا اضافی اسناد کو حذف کر دیا گیا ہے۔ تاہم نمونۂ لغات اردو میں موجود ایک اندراج 'اجالا' کے لیے مرتبین کی تحریر کردہ سند پر یہ اعتراض کہ مرتبین کی طرف سے مثال وضع کرنے کا طریق کار کسی بھی طرح مناسب نہیں،[۵۶] بالکل بھی قابل قبول نہیں کیوں کہ نہ صرف نمونۂ لغات اردو کے "اصول لغت" کے اصول نمبر ۱۰ میں اس بات کو واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ سند کی عدم موجودگی میں مرتبین اپنی طرف سے مثال دے کر لفظ کے معنی یا محل استعمال کی وضاحت کر سکتے ہیں،[۵۷] بل کہ جدید دور میں لغت نویسی کے لیے کورپس کے استعمال کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ایسا لفظ جو کسی ادیب کے ہاں نہیں مل سکا لیکن زبان کا حصہ ہے تو اس کے معنی اور استعمال کی سند کے لیے بھی کورپس کو بنیاد بنانا چاہیے، جو ریکارڈ کی بنیاد پر ترتیب دیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں لغت نویسی کے لیے اس طریقہ کار کو نہ اپنانے کی وجہ سے اردو زبان کے بہت سے عام الفاظ کے ضائع ہونے کا بھی خدشہ ہے، جس کی متحمل اردو زبان نہیں ہو سکتی۔

مشفق خواجہ نے نمونۂ لغات میں درج بیش تر الفاظ کے معانی کو شکوک و شبہات کی نظر سے دیکھنے کے ساتھ ساتھ کئی الفاظ کے عمومی اور درست معنوں کی عدم موجودگی پر بھی نکتہ چینی کی ہے۔ مثلاً شق نمبر ے میں کہتے ہیں:

> "اصنام" کے معنی صرف یہ لکھے ہیں، "بت، مورتیاں، صورتیں جن کی پوجا کی جائے۔" یہ نہیں بتایا گیا کہ معشوقوں کے لیے بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے۔[۵۸]

چناں چہ اس قسم کی اصلاح نے کئی الفاظ کی تشریح میں اضافے کیے ہیں تاہم بعض مقامات میں ان کی تنبیہ کے باوجود بھی لغت میں خامی در آئی ہے، مثال کے طور پر نمونۂ لغات اردو میں 'ابر سیاہ' کے معنی 'گہرا بادل' نہ بتانے پر مشفق خواجہ نے شکر ادا کیا ہے اور 'ابر تیرہ' اور 'ابر سیاہ' کو ہم معنی قرار دیا ہے،[۵۹] لیکن نمونے میں مذکورہ معنی درج نہ ہونے کے

بعد بھی لغت کی جلد اول میں 'ابر سیاہ' کی توضیح میں 'گہرا بادل' بھی درج کر دیا گیا ہے، [۶۰] جس پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

اشتقاق کی بابت بھی مرتبین کا یہی رویہ ملتا ہے کہ مشفق خواجہ کی راہ نمائی کے بعد جلد اول کی طباعت میں ان میں سے بھی کئی کی درستی کر دی ہے۔ تاہم بعض اغلاط کی طرف مفصل اشارہ کرنے کے باوجود بھی ان میں سے کچھ لغت کی اشاعت میں موجود ہیں، جس کی مثال کے لیے 'اصحاب' کے اشتقاق پر مشفق خواجہ کے اعتراض کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔[۶۱] اس کے ساتھ ساتھ طباعت کی غلطیوں، [۶۲] سنین کے اندراج [۶۳] اور صفحات نمبر [۶۴] میں کوتاہیوں اور مآخذ قلمی نسخوں کے متعلق نامکمل معلومات [۶۵] پر جو دلائل پیش کیے گئے ہیں، ان کی صداقت بھی محتاج بیان نہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ نمونۂ لغات پر بروقت تنقید سے بھی ان کا تدارک نہیں کیا جا سکا یا پھر ان سفارشات کو در خورِ اعتنا ہی نہیں سمجھا گیا، جس کے سبب یہ مسائل بعد میں بھی برقرار رہے۔

۳-۵ ڈاکٹر شوکت سبزواری:

ڈاکٹر شوکت سبزواری (۱۹۰۸ء۔ ۱۹۷۳ء) اردو زبان کے قابل قدر ماہرین لسانیات، محققین، ناقدین اور شعرا میں شمار کیے جاتے ہیں۔ انھوں نے اردو زبان سے دلچسپی کی بنا پر اردو لسانیات میں پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی اور اپنی مقبول ترین تصنیف اردو زبان کا ارتقا میں اردو زبان کے آغاز سے متعلق اپنا نظریہ پیش کیا، جب کہ اردو قواعد، داستان زبان اردو اور لسانی مسائل کے عنوانات کے تحت علم لسانیات کے لیے ان کی خدمات اس سے سوا ہیں۔ چوں کہ وہ بحیثیت مدیر اول اور مدیر اعلیٰ اردو لغت بورڈ، کراچی سے بھی وابستہ رہے اس لیے اس سے نہ صرف بورڈ کی ضخیم اردو لغت کے منصوبے سے ان کی دلچسپی اور وابستگی محسوس کی جا سکتی ہے بل کہ اس کا اندازہ لغت کے چند اندراجات پر کی جانے والی ان کی تنقید سے بھی ہوتا ہے جو یہاں زیر بحث ہے۔

یہ تنقید اردو لغت بورڈ کی لغت کی پہلی جلد کے خام مسودے کے ایک صفحے کے محض پانچ اندراجات اور ان کی تفصیل پر کی گئی ہے، جن میں 'ادراک'، 'ادراک بسیط'، 'ادراک مرکب'، 'ادراک میں آنا' اور 'اِدّراک' شامل ہیں۔[۶۶] چوں کہ ان کی یہ تحریر ایک طویل عرصے تک غیر مطبوعہ رہی ہے اس لیے اس کا سنہ تصنیف تو معلوم نہیں کیا جا سکا۔ تاہم اپنی تحریر کی ایک نقل انھوں نے محمد احسن خاں (ساکن لاہور) کو ارسال فرمائی تھی۔ چناں چہ احسن خاں صاحب نے اسے انجمن ترقی اردو (پاکستان) کی درخواست پر مجلہ اردو، کراچی میں اشاعت کی غرض سے بھیجا۔ یوں ڈاکٹر شوکت

سبز واری کی یہ نادر تحریر، ان کی وفات کے بعد ہی سہی، مذکورہ بالا ادارے کی مساعی سے ۲۰۱۳ء۔۱۴ء کے شمارے میں پہلی بار منظر عام پر آئی۔[۶۷]

ڈاکٹر شوکت سبز واری نے ان اندراجات کی تفصیلات میں شامل الفاظ کے معانی، درج کردہ معنوں کے علاوہ دیگر ممکنہ معنوں کی عدم وضاحت، غلط معنوں کے اندراج، اسناد و امثلہ اور ان کے لیے غیر مستند مآخذ سے رجوع کرنے جیسے مسائل کو اپنی تنقید کا مرکز و محور بنایا ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے کچھ سوالات اٹھائے ہیں اور پھر ساتھ ہی ان کے جوابات بھی فراہم کر دیے ہیں، مثلاً لفظ 'اِدّراک' کے ذیل میں لکھتے ہیں:

> اِدّراک کے معنی کے لیے آپ نے نمبر ۵ کی طرف رجوع کرایا ہے۔ یعنی آپ کے نزدیک اس کے معنی سمجھ بوجھ کے ہیں۔ لیکن آپ کی پیش کردہ اسناد سے یہ معنی نہیں نکلتے۔ سند سے "وقوف یا توجہ" کے معنی نکلتے ہیں۔ ایک شے کا بے توجہ وقوف اوراک ہے اور اس کی طرف توجہ اِدّراک ہے۔ "سمجھ بوجھ" اس کے معنی آپ نے کہاں سے نکال لیے۔[۶۸]

درج بالا مثال نہ صرف ان کی تنقیدی بصیرت اور لغت فہمی پر دال ہے بل کہ اس تمام مضمون میں کیے گئے کسی بھی اعتراض پر شک و شبہے کی گنجائش نہیں۔ تاہم یہاں اس بات کا ذکر بھی ضروری ہے کہ یہ تنقید تعریض کے خیال سے تحریر نہیں کی گئی بل کہ سات صفحات پر مشتمل اس مختصر مضمون کے ہر صفحے پر لغت کو مکمل بنانے کی سعی نظر آتی ہے، جس سے اس بات کی قوی امید ہے کہ دیر سے شائع ہونے کے باوجود لغت کی آئندہ طباعتوں کے لیے ڈاکٹر صاحب کی اس کاوش سے ضرور استفادہ کیا جائے گا۔

جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے پیش نظر اردو لغت کی پہلی جلد کا خام یا مجوزہ مسودہ ہے۔ تاہم لغت کی پہلی طبع شدہ جلد کے ساتھ اس کا موازنہ و تقابل کیا جائے تو بعض اغلاط اب بھی ویسی ہی دکھائی دیتی ہیں۔ مثال کے طور پر 'ادراک مرکب' کے معنی "وجودِ حق کا ادراک مع الشہود (مصباح التعرف: ۳۰)" تحریر کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر شوکت سبز واری کے نزدیک اصل مرکب 'مع الشعور' ہونا چاہیے، جس کے ثبوت کے لیے انھوں نے کشاف سے ایک عبارت بھی دی ہے،[۶۹] لیکن اردو لغت میں ہنوز اسی طرح درج ہے۔ تاہم حوالے میں کتاب کا مکمل نام مصباح التعرف لارباب التصوف لکھ دیا گیا ہے۔[۷۰] اس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ لغت کے اس اندراج پر نظر ثانی کی گئی تھی لیکن اس کے معنی پر توجہ نہیں دی گئی۔ اسی طرح 'ادراک' کے معنی نمبر ا کی شق نمبر ii میں سے صنعت کا شعر؛ معنی نمبر ۲ کی شق نمبر i سے بُستان حکمت اور شق نمبر ii سے مکتوبات حالی کی عبارات؛ معنی نمبر ۳ کی شق نمبر i سے

نفسیاتی اصول اورتجزیۂ نفس اور شق نمبر ii سے ابتدائی حیوانیات کے اقتباسات؛ معنی نمبر ۴ سے خیابان آفرینش اور معنی نمبر ۵ سے محمد خاتم النبیین سے اخذ کردہ اسناد حذف کر دی گئی ہیں جب کہ اب 'اڈراک' کے لیے مثال اصول نفسیات کے بجائے نفسیاتی اصول سے فراہم کی گئی ہے۔[۴۱] اسناد و امثلہ میں یہ تبدیلی بھی ان اندراجات پر نظر ثانی کا بین ثبوت ہے لیکن نہ صرف معانی کی اغلاط جوں کی توں ہیں بل کہ مزید اغلاط بھی داخل ہو گئی ہیں ، مثلاً مجوزہ مسودے کا پہلا اندراج 'ادرافوس' ہے، جس کی ایک وضاحت قوسین میں 'ہفت قلزم' کے اندراج کے ساتھ 'ادرافیس' بھی دی گئی ہے لیکن لغت کی جلد اول میں 'ادرافوس' کو بہ طور اندراج درج کرنے کے بعد اس کے مساوی یا متبادل کے طور پر 'ارارفیس' تحریر کیا گیا ہے،[۴۲] جسے اگرچہ کتابت کی غلطی پر بھی محمول کیا جا سکتا ہے، لیکن پھر بھی یہ لفظ توجہ کا متقاضی ہے۔

غرض تفصیلات کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر شوکت سبزواری نے اپنی تحریر میں لغت کے ابتدائی مسودے کے منتخب مشمولات پر جو اعتراضات کیے ہیں نہ صرف ان سے اتفاق کیا جا سکتا ہے بل کہ اس سلسلے میں جن مزید کوتاہیوں کی نشان دہی کی ہے، لغت کی اگلی اشاعتوں میں ان کی بابت بھی بہتری کی امید کی جا سکتی ہے۔

۵-۴ رشید حسن خاں:

رشید حسن خاں (۱۹۳۰ء-۲۰۰۶ء) اتر پردیش، بھارت سے تعلق رکھنے والے اردو زبان و ادب کے نام ور محقق، مدون، ماہر لسانیات اور شاعر کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ اردو کے کلاسیکی متون کی تدوین کے حوالے سے ان کی شہرت محتاج بیان نہیں۔ انھوں نے دردؔ، سوداؔ، نظیرؔ، انیسؔ، دبیرؔ، ناسخؔ اور شبلیؔ کے کلام کے انتخاب بھی ترتیب دیے[۴۳] اور بہ حوالہ لسان اور لسانیات زبان اور قواعد، املاے غالب، اردو کیسے لکھیں، کلاسیکی ادب کی فرہنگ اور اردو املا جیسی خدمات انجام دیں۔ اس کے علاوہ ان کے کئی تحقیقی و تنقیدی مضامین بھی ملتے ہیں، جنھیں بعد ازاں مجموعہ ہاے مضامین تلاش و تعبیر اور تفہیم میں شامل کیا گیا۔ انھی مضامین میں ایک مضمون ''ترقی اردو بورڈ کا لغت'' بھی ہے، جو اولاً مجلہ اظہار (بمبئی) کے شمارہ نمبر ۵ میں جنوری ۱۹۸۴ء میں شائع ہوا تھا،[۴۴] لیکن اب یہ مضمون ان کے مجموعے تفہیم میں شامل ہے،[۴۵] جس کے 'حرفِ آغاز' میں وہ رقم طراز ہیں:

> مل جل کر منصوبہ بندی کے تحت بڑے کاموں کو مکمل کرنے کی روایت ہمارے یہاں ابھی تک نہیں بن سکی ہے۔ ترقی اردو بورڈ کراچی کے لغت کی پہلی جلد پر تبصرہ بھی اسی کی روشنی میں دیکھنا چاہیے۔ یہ دراصل اخلاقیات تحقیق کا مسئلہ ہے اور یوں ہم سب کی توجہ کا مستحق ہے۔[۴۶]

چناں چہ رشید حسن خاں کا یہ تبصرہ لغت کی صرف پہلی جلد کے مشمولات تک محدود ہے، لیکن اس میں بھی وہ ایک ہزار سے زائد صفحات پر موجود اردو لغت بورڈ کی مساعی سے نالاں ہیں، جس کی وجوہات کو اعتراضات کے قالب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے:

رشید حسن خاں کا پہلا اعتراض لغت میں موجود الفاظ کی اسناد سے آغاز ہوتا ہے کہ اس ضمن میں جو اسناد فراہم کی گئی ہیں ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ ان میں سے کئی نہ صرف غیر معتبر ماخذات سے اخذ کی گئی ہیں بل کہ دوسری لغات سے جو اسناد نقل کی گئی ہیں، ان کا بھی اصل تصانیف سے مقابلہ نہیں کیا گیا۔ جب کہ ان معاملات سے متعلق بورڈ کے صدر کے بیانات بھی تسلی بخش نہیں۔[۷۷] علاوہ ازیں حوالہ جات میں سنین کی کوتاہیوں[۷۸] کے ساتھ ساتھ معتبر ماخذ کی عدم دست یابی کی صورت میں از خود متن میں کی جانے والی درستی کو بھی انھوں نے تشویش کی نگاہ سے دیکھا ہے، کیوں کہ اس فیصلے نے تمام اسناد کو مشکوک بنا دیا ہے[۷۹] اور یہ درست بھی ہے۔ نہ صرف جلد اول میں بل کہ لغت کی کئی جلدوں میں بکٹ کہانی، قصہ مہر افروز و دلبر، کلام اقبال، کلام ذوق و غالب وغیرہ کی ایسی امثال بآسانی مل جاتی ہیں جن میں مرتبین یا ان علما کی طرف سے تصحیح شدہ متن شامل لغت کیا گیا ہے، جن سے مطالعہ کتب کے ضمن میں مدد لی گئی تھی اور انھوں نے نہ صرف متن میں خود ساختہ درستی کر ڈالی بل کہ اکثر اوقات متن کی غلط قرأت کی بنا پر اندراجات کو بھی غلط متن کے مطابق ڈھال لیا ہے، جس سے لغت میں غلط امثال کے ساتھ غلط اندراجات کا بھی اضافہ ہوا ہے۔[۸۰]

تاہم یہاں دو باتوں کا اظہار بھی ضروری ہے، اول یہ کہ درج بالا نوعیت کی اسناد کے لیے انھوں نے لکھا ہے کہ "نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے"،[۸۱] لیکن خود 'ابر نو بہار' کے ذیل میں مصحفیؔ کا شعر یوں نقل کیا ہے:

اے ابر نو بہار برس اس سے دور دور
مرقد کی میری خاک کہیں اس سے گل نہ ہو[۸۲]

حالاں کہ اردو لغت میں اس کا متن یوں درج کیا گیا ہے:

اے ابر نو بہار برس اس سے دور دور
مرقد کی میری خاک کہیں اور گل نہ ہو[۸۳]

اسی طرح 'ابول' کی سند لغت میں یوں دی گئی ہے:

مکھ میں ابول دیکھے۔ سیورا سر جھول دیکھے۔۔۔[۸۴]

لیکن رشید حسن خاں نے اسی کا حوالہ دیتے ہوئے اسے یوں تحریر کیا ہے:

مکھ میں ابول دیکھے۔ سبورا سر جھول دیکھے۔۔۔[۸۵]

اگرچہ یہ درست ہے کہ رشید حسن خاں نے لغت میں اس کبت کے غلط اندراج کی نشان دہی کی ہے اور اس کے بعد اس کا درست متن بھی فراہم کر دیا ہے، لیکن جو لفظ یعنی 'سیورا' اردو لغت میں درست طور پر تحریر تھا، اسے غلط نقل نہیں کرنا چاہیے تھا۔

دوسرے یہ کہ ایسے سنسکرت الفاظ، جن کی کوئی سند درج نہیں کی گئی، ان کے کے لیے رشید حسن خاں نے صرف مہذب اللغات کو موردالزام ٹھہراتے ہوئے کہا ہے کہ مرتبین نے مہذب اللغات کے اندراجات سے دھوکا کھایا ہے، جس میں ایک خاص تحریک کی بنا پر ایسے ٹھیٹھ ہندی اور سنسکرت الفاظ داخل کیے گئے، جو اردو میں مستعمل نہیں اور اردو میں ان کے استعمال کی سند نہ صاحب مہذب اللغات کے پاس ہے نہ مرتبین کے پاس،[86] لیکن رشید حسن خاں نے اس تحریک کی وضاحت بھی نہیں کی اور جن الفاظ کا حوالہ دیا ہے ان میں 'آبندو'، 'ابواہت'، 'ابواہتا' اور 'ابودھ' شامل ہیں۔[87] حالاں کہ ان میں سے 'ابواہتا' مہذب اللغات میں درج ہی نہیں نیز اردو لغت میں ان اندراجات کے مآخذ میں مہذب اللغات سے پہلے پلیٹس کی لغت کا حوالہ بھی ملتا ہے،[88] لیکن رشید حسن خاں نے اپنے اعتراض میں اسے بری الذمہ قرار دے دیا ہے۔

رشید حسن خاں چوں کہ اردو املا کے ماہرین میں شمار کیے جاتے ہیں، اس لیے لغت میں اتنے اہم مسئلے کو وہ کیسے نظر انداز کر سکتے تھے؟ چناں چہ انھوں نے اپنی پوری تنقید میں کئی بار اردو لغت کی پہلی جلد کے صحت املا کے اعتبار سے ساقط ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور اس میں بھی زیادہ تنقید اس بات پر کی گئی ہے کہ لغت میں کسی لفظ کا مستند املا درج کرنے کے بجاے اس کی تمام تر صورتیں کیوں درج کر دی گئیں، جن میں سے بعض قدیم ہونے کے ساتھ ساتھ کسی کاتب کی کم سوادی کا نتیجہ بھی ہو سکتی ہیں۔ اس طریقے سے صحت املا کا تصور ہی ختم ہو جائے گا۔[89] اس کے علاوہ رشید حسن خاں کو سب سے زیادہ الفاظ کی غیر حقیقی اشکال پر بھی کچھ تحفظات ہیں، جو اردو لغت میں 'اوس'، 'اوبال' وغیرہ کی شکل میں ملتی ہیں۔[90] تاہم املا کے ضمن میں ان تمام اعتراضات سے مکمل طور پر اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ اس لغت کو تاریخی اصولوں پر مرتب کیا گیا ہے لہٰذا اس میں اردو کا ہر لفظ شامل کیا گیا ہے چاہے وہ متروک ہو یا رائج، قدیم ہو یا جدید یا پھر قدیم املا کی متبادل اشکال ہوں۔ پھر تاریخی اصولوں کا تقاضا ہے کہ وہ ایک زبان کے ادوار قائم کر کے ہر دور سے اس کی امثال پیش کرے اور ان امثلہ میں متعلقہ ادوار کے املا کو جوں کا توں پیش کرے اور ان کے معنی میں تبدیلی یا تسلسل کو ریکارڈ کرے۔[91] ایسی صورت میں لغت میں املا کی مختلف صورتیں درج کرنے کا اعتراض اس پر وارد ہی نہیں ہوتا۔ مزید برآں چوں کہ اس لغت کی تیاری میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے اصولوں سے بھی مدد لی گئی ہے اور انھیں لغت کے آغاز میں درج بھی کیا گیا ہے، اس

لیے لغت کی پرکھ میں انھیں بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے مطابق بھی لغت نویس کا یہ حق نہیں ہے کہ وہ لفظوں کا انتخاب کرے اور نہ اسے اس بات کا حق ہے کہ کسی لفظ کو اچھا یا برا قرار دے بل کہ اس کی لغت میں متروک و رائج تمام الفاظ ،ان کے معنی اور استعمالات درج ہونے چاہییں۔[92] ہاں اگر کسی لفظ کے متعلق واضح طور پر یہ شہادت موجود ہو کہ وہ کسی دور میں مروج نہیں رہا یا کاتب کی کم سوادی کا نتیجہ ہے تو اس کی وضاحت ضروری ہے۔ محض شک کی بنا پر تمام متبادل اشکال کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ تاہم جہاں تک غیر حقیقی اشکال کا تعلق ہے تو وہ اعراب بالحروف کے نتیجے میں وجود میں آئیں اگر انھیں درج کرنا ضروری بھی ہے تو حقیقی الفاظ کے ذیل میں اس کی وضاحت کی جا سکتی ہے کہ ان کی یہ شکل کن وجوہات کی بنا پر مستعمل رہی ہے۔

املا کے ان مسائل کے ساتھ ساتھ املے کی عدم پابندی[93] اور ہائے ملفوظ و مخلوط میں عدم امتیاز[94] کو بھی تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے، جو بالکل بجا ہے۔ ان تمام مسائل سے متعلق اصولوں کی لغت کے آغاز میں صراحت بھی ملتی ہے، لیکن پھر بھی ان سے رو گردانی کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہمزہ کے مسائل کو بھی موضوع بحث بنایا گیا ہے اور اس ضمن میں جہاں لغت سے بے احتیاطی کی امثال پیش کی گئی ہیں[95] وہیں لغت کی جلد کے اوپر درج کردہ 'ترقیِ اردو بورڈ' کو 'ی' کے نیچے زیر کے ساتھ درست تسلیم کیا گیا ہے، لیکن لغت میں مختلف مقامات پر تحریر کردہ 'ترقیٔ اردو بورڈ' کو غلط گردانا گیا ہے،[96] جس کی وضاحت پیش کرتے ہوئے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا کہنا ہے کہ رشید صاحب یائے معروف کے ساتھ کسرہ لکھنے کے حامی تھے ،لیکن بعض اہل قلم، جن میں ابو محمد سحر بھی شامل ہیں، اس سے اختلاف کرتے ہیں اس لیے لغت میں بھی انھوں نے ہمزہ ہی لکھا ہے، جب کہ رشید صاحب نے اپنے مطابق اس کے برعکس تحریر کیا ہے۔[97]

رشید حسن خاں نے لغت کے تلفظ کی اغلاط کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ سب سے زیادہ اعتراض انھیں ملفوظی اور مکتوبی اعراب میں اختلاف[98] یا ایک ہی لفظ کے دو تلفظ کے اندراج مثلاً اِڈیشن اور اَڈیشن وغیرہ[99] پر یا پھر ایسی اسناد کی عدم موجودگی پر ہے، جو بالخصوص تلفظ کے تعین کے لیے درج کی جاتی ہیں۔[100] اردو لغت کے حوالے سے ان تمام اعتراضات سے اتفاق کیا جا سکتا ہے۔ تاہم تلفظ کی بے قاعدگیوں کا ذکر کرتے ہوئے انھوں نے بھی، لغت سے نقل کرنے کے باوجود، تلفظ کا غلط اندراج کرتے ہوئے لفظ 'آبول' (فت ا، و مج) بمعنی 'خاموش' کو 'اَبُول' یعنی الف کے اوپر زبر اور واؤ معروف لکھ دیا ہے،[101] جس پر توجہ دی جانی چاہیے کیوں کہ اس سے لفظ ہی بے معنی ہو جاتا ہے۔ انھوں نے تذکیر و تانیث کے مسئلے کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا چناں چہ اس کے سلسلے میں ایسے اندراجات پر نکتہ چینی کی گئی ہے، جو مذکر اور مونث دونوں طرح استعمال ہوتے ہیں، لیکن ان کی صرف ایک حیثیت بیان کی گئی ہے۔[102]

رشید صاحب نے الفاظ کے معنی کی وضاحت کے بیان میں جو سفارشات پیش کی ہیں، ان میں خود سے معنی گھڑ لینے [۱۰۳] اور غیر واضح معانی کی فراہمی [۱۰۴] سے پیدا شدہ مسائل پر مفصل بحث شامل ہے۔ ان مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ لغت میں ایسے اندراجات کا داخل ہو جانا ہے، جو اصل ماخذات میں بھی درج نہیں تھے، لیکن مرتبین کی طرف سے ان کے غلط معنی کے تعین کے نتیجے میں وہ بھی در آئے یا پھر درست اندراجات نظر انداز ہو گئے، مثلاً 'ادھر سا' یا 'ادھر' کی جگہ 'ادھی' درج ہو گیا، جو فسانۂ عجائب کے کسی بھی معتبر نسخے میں شامل ہی نہیں تھا، [۱۰۵] لیکن ایسے تسامحات کی نشان دہی میں بعض مقامات پر، اردو لغت سے رشید حسن خاں کے منتخب کردہ اقتباسات میں بھی اغلاط شامل ہو گئی ہیں، جس کی مثال کے لیے ان کے مضمون میں اردو لغت سے نقل کردہ لفظ 'ابر' کی وضاحت کا حوالہ دیا جا سکتا ہے، جس کی تفصیل میں لکھا ہے:

> (تصوف) وہ حجاب جو شہودِ حق کے حصول میں حائل طالبین کے لیے لطف انگیز
> اور بنابریں محرومی محرومیِ تجلیِ حق کا باعث ہو۔ [۱۰۶]

جب کہ اردو لغت میں درج عبارت میں نہ تو 'محرومی' کی تکرار ہے اور نہ ہی 'شہودِ حق' کی ترکیب ملتی ہے بل کہ اس کی جگہ صرف 'شہود' ہے۔ [۱۰۷]

غرض رشید حسن خاں کے اعتراضات کا مفصل جائزہ لینے کے بعد اسی قدر کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے بورڈ کی لغت کے حوالے سے جن نکات پر تعریض کی ہے، وہ نہ صرف انتہائی اہم ہیں بل کہ تقریباً ہر جلد میں مل جاتے ہیں، جن سے بورڈ کی لغت کی افادیت میں کمی کا اندیشہ ہے، لیکن چند ایک ناروا اعتراضات سے صرف نظر کر کے باقی کے اعتراضات کو راہ نما بنایا جائے، تو اس کے اعتبار میں اضافہ کیا جا سکتا ہے، جو دنیا کی تیسری بڑی لغت کے لیے اشد ضروری ہے۔

۵-۵ شمس الرحمٰن فاروقی:

شمس الرحمٰن فاروقی (پ ۱۹۳۵ء) کا شمار اردو زبان و ادب کی کثیر الجہات شخصیات میں کیا جاتا ہے کیوں کہ انھوں نے تنقید، تحقیق، شاعری، فکشن، لغت نویسی، صحافت عروض اور ترجمہ سبھی میدانوں میں اپنے جوہر دکھائے ہیں۔ انھوں نے انگریزی ادب میں ایم۔اے کیا اور ابتدا میں تدریس (۱۹۵۶ء۔۱۹۵۸ء) کے فرائض بھی انجام دیے، لیکن بعد میں حکومت ہند کے اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ انھوں نے تقریباً چالیس برس تک مجلہ شب خون کی ادارت کے علاوہ سہ ماہی نئی کتاب کے صدر مجلس ادارت کی خدمات بھی انجام دیں۔ اگرچہ ان کی شہرت کی ایک وجہ ان کا معروف ناول کئی چاند تھے سر آسماں بھی ہے۔ تاہم اردو زبان اور لسانیات کے موضوع پر ان کی تصانیف مثلاً لغات

روزمرہ،شعر شور انگیز اور لفظ و معنی کے ساتھ ساتھ ان کے مضامین بھی انتہائی اہمیت کے حامل ہیں۔ چناں چہ چالیس سے زائد اردو اور انگریزی تصانیف اور دیگر ادبی خدمات پر انھیں نہ صرف ہندوستان کی کئی اکادمیوں اور ادبی اداروں کی طرف سے انعامات و اعزازات سے نوازا گیا ہے بل کہ وہ اردو کے پہلے ادیب ہیں جنھیں شعر شور انگیز کے لیے برصغیر کے سب سے بڑے ادبی اعزاز 'سرسوتی سمان' سے سرفراز کیا گیا ہے، جب کہ علی گڑھ یونی ورسٹی کی اعزازی ڈگری ڈی۔لٹ اس کے علاوہ ہے۔[۱۰۸]

جہاں تک اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے حوالے سے شمس الرحمٰن فاروقی کی تحقیق و تنقید کا تعلق ہے، تو اس بابت ان کا ایک مقالہ ''اردو لغات اور لغت نگاری'' کے عنوان سے ڈاکٹر گوپی چند نارنگ کی مرتبہ لغت نویسی کے مسائل (۱۹۸۵ء) میں شامل کیا گیا تھا، جسے کتابت کی اغلاط کی درستی کے بعد شمس الرحمٰن فاروقی نے اپنی کتاب تنقیدی افکار میں بھی شامل کیا۔[۱۰۹] تاہم جیسا کہ مقالے کے عنوان سے بھی ظاہر ہے، فاروقی صاحب کا یہ مضمون صرف بورڈ کی لغت کے باب میں نہیں ہے بل کہ اس میں اولاً ڈاکٹر مولوی عبدالحق کی لغت کبیر کے دیباچے کا وہ حصہ نقل کیا گیا ہے، جس میں انھوں نے اصول لغت نویسی بیان کیے ہیں۔ بعدازاں دیباچے میں موجود لغت نویسی کے مسائل پر فرداً فرداً بحث کرنے کے بعد خود بھی ۲۵ نکات کے تحت لغت نگاری کے بنیادی مسائل کی صراحت فرمادی ہے، جنھیں مدنظر رکھتے ہوئے انھوں نے اردو کی تین معروف اور اہم لغات فرہنگ آصفیہ، نور اللغات اور اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے مشمولات کا جائزہ لیا ہے۔ چوں کہ مضمون کی تحریر کے وقت (۱۹۸۵ء) انھیں اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی پہلی دو جلدیں 'الف مقصورہ' اور 'الف ممدودہ، ب' ہی دست یاب ہو سکی تھیں اس لیے انھوں نے باقی دونوں لغات کے بھی وہی حصے سامنے رکھتے ہوئے ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے،[۱۱۰] لیکن یہاں باقی لغات پر تنقید سے صرف نظر کرتے ہوئے صرف اردو لغت پر اعتراضات کا تنقیدی محاکمہ کیا جائے گا، جو حسب ذیل ہے:

لغت کے حروف تہجی سے آغاز کیا جائے تو شمس الرحمٰن فاروقی کو نہ صرف 'الف مقصورہ و ممدودہ' اور 'ب' کی نامکمل تشریحات پر تحفظات ہیں[۱۱۱] بل کہ وہ 'الف ممدودہ' کے بعد 'الف مقصورہ' کی ترتیب اور پھر مفرد حروف تہجی کے بعد مرکب حروف تہجی کے الگ اندراج کے قائل ہی نہیں۔ حالاں کہ 'الف ممدودہ' دو الف کے برابر ہی ہے اور اس بنا پر ایک مرکب حرف ٹھہرتا ہے، جسے لغت میں مفرد یعنی 'الف مقصورہ' کے بعد ہی درج ہونا چاہیے۔[۱۱۲] انھیں 'آ' کے بعد ہائیہ حروف میں بھی 'ڑھ'، 'ژھ'، 'لھ' اور 'مھ' جیسے حروف پر زیادہ اعتراض ہے کیوں کہ ان میں سے کئی لفظ کے

آغاز میں استعمال نہیں ہوتے۔ ان کے مطابق اگر تمام ہکاری آوازوں کو حروف تہجی میں شامل کر بھی لیا جائے تو پھر زیر، زبر اور پیش کے ساتھ ان کے تین تین سیٹ قائم کر کے حروف کی تعداد مزید بڑھا دینی چاہیے۔"[۱۳] جہاں تک حروف کی نامکمل توضیحات کا تعلق ہے تو اس معاملے میں واقعتاً بورڈ کے مرتبین کو نظر ثانی کرنی چاہیے، لیکن ہکاری آوازوں پر اعتراض اس بنا پر درست قرار نہیں دیا جاسکتا کہ ان کو سب سے پہلے ڈاکٹر مولوی عبدالحق نے باقاعدہ حروف تہجی کی حیثیت دی اور معروف ماہر لسانیات اور لغت نویس مسعود حسین خاں بھی اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ الگ حروف ہیں۔ اردو میں ان کی تعداد پندرہ (۱۵) ہو چکی ہے اور 'وھ' اور 'یھ' کی شمولیت کے بعد ان کے سترہ (۱۷) تک پہنچنے کے امکانات ہیں۔ اگر انھیں الگ نہ کیا جائے تو ترتیب حروف اور لغت نویسی میں بڑے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں، مثلاً پرانی لغات میں 'بھر' اور 'بہر' جیسے الفاظ کا اندراج ایک ساتھ ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ دیوناگری رسم الخط میں بھی ان حروف کی الگ حیثیت ہے اس لیے بھی ان کا علیٰحدہ اندراج درست ہے۔"[۱۴] شریف الحسن بھی اسی کے قائل ہیں کہ اگر ہندی زبان میں ان کی علیٰحدہ حیثیت نہیں تو نہ ہو لیکن منطق کا تقاضا ہے کہ اردو میں انھیں علیٰحدہ حروف مانا جائے۔[۱۵] تاہم ان حروف پر مذکورہ اعراب لگا کر انھیں الگ حروف تہجی شمار کرنے والی دلیل کے جواب میں یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ انگریزی کے برعکس اردو میں مختصر مصوتے حروف سے ظاہر نہیں ہوتے، ان کے لیے زیر، زبر، پیش کا استعمال کیا جاتا ہے اس لیے یہ اعراب علامات ہیں، حروف نہیں۔ مزید یہ کہ ب، پ، ت وغیرہ پر بھی اعراب لگا کر پڑھا جاتا ہے لیکن انھیں الگ حروف تہجی نہیں مانا جاتا۔"[۱۶] اس لیے ہائیہ اصوات کے لیے بھی یہ طریقہ اختیار نہیں کیا جاسکتا۔

اندراجات کے تعین میں بھی شمس الرحمٰن فاروقی نے بچوں کی زبان[۱۷] کے علاوہ بعض اہم الفاظ لغت میں درج نہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بھی شکوہ کیا ہے کہ غیر اردو کے الفاظ، جو لغت میں مستقل اندراج کے قابل ہی نہیں تھے، لغت میں بار پاگئے ہیں۔"[۱۸] ان میں وہ الفاظ بھی شامل ہیں جو مکالموں میں استعمال کیے گئے ہیں لیکن انھیں لغت میں جگہ دے کر اردو زبان کا حصہ بنا دیا گیا ہے، مثلاً 'آل رائٹ' وغیرہ۔"[۱۹] بلاشبہ نہ صرف اس سے اتفاق کیا جاسکتا ہے بل کہ اس کے ثبوت میں لغت میں درج کئی انگریزی اور مقامی الفاظ کے علاوہ ان سنسکرت یا ہندی نژاد الفاظ کا حوالہ دیا جاسکتا ہے، جن کے معانی دیگر ماخذات سے تو درج کر دیے گئے ہیں لیکن نہ تو اردو ادب سے اس کی کوئی مثال فراہم کی جاسکی اور نہ ہی خود سے مثال دے کر اس کا استعمال واضح کیا گیا ہے۔

اندراجات کے سلسلے میں فاروقی صاحب کو ایک اور اعتراض بھی ہے کہ چوں کہ لغت کے مرتبین کا ذہن روز مرہ، محاورہ، فقرہ اور ضرب المثل جیسی اصطلاحات کے بارے میں واضح نہیں ہے اس لیے انھوں نے ایسے فقرات کو بھی

داخل لغت کر لیا ہے، جو سیاق و سباق کے محتاج ہیں۔[۱۲۰] حالاں کہ یہ لغت اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری کی طرز پر ترتیب دی گئی ہے اور انھوں نے بھی ایسے اندراجات کو نظر انداز کیا ہے،[۱۲۱] لیکن لغت کے مرتبین نے اس پر توجہ نہیں دی۔ یہ اعتراض بالکل بجا ہے۔ اصل اندراج کو مد نظر رکھتے ہوئے کئی ایسے ذیلی اندراجات شامل کر لیے گئے ہیں، جو نہ صرف سیاق و سباق کا تقاضا کرتے ہیں بل کہ کسی دوسرے لفظ کے ساتھ جڑ کر اصل اندراج کے معنوں میں کسی قسم کی تبدیلی بھی واقع نہیں ہوتی۔ ایسے اندراجات کی مثالیں مہیا کرنے کے لیے شمس الرحمٰن فاروقی نے 'آنکھ' اور 'آواز' کے ذیلی مرکبات درج کیے ہیں اور بعض اندراجات کے ساتھ قوسین میں ان کے درست مقام کی نشان دہی بھی کی ہے، مثلاً 'آنکھ کا/کی کیچڑ' کے لیے لکھا ہے کہ ''اس کی جگہ ''کیچڑ'' کی تقطیع میں ہونا چاہیے تھا[کذا]''۔ اسی طرح انھوں نے 'آنکھ کی سیل' اور 'آنکھوں کی سیل' کے لیے 'سیل' کی تقطیع اور 'آواز بازگشت' کے لیے 'بازگشت' کی تقطیع کو مناسب سمجھا ہے،[۱۲۲] لیکن فاروقی صاحب کی اس اندراجاتی ترتیب سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔ اس ضمن میں لغت کی اپنی ترتیب درست ہے کیوں کہ معیاری اصول لغت نویسی کے ساتھ ساتھ بورڈ کے اپنے اصولوں کے مطابق بھی مفردات کے اندراج کے بعد اس کے ذیلی یا تحتی مرکبات، محاورات اور کہاوتیں بھی اسی کے تحت حروف تہجی کی ترتیب سے درج کی جاتی ہیں۔ چناں چہ اگر اندراجات 'آنکھ کا/کی کیچڑ'، 'آنکھ کی سیل'، 'آنکھوں کی سیل'، اور 'آواز بازگشت' ہیں، تو ان کا اندراج بھی 'آنکھ' اور 'آواز' کے ذیلی مرکبات کے طور پر کیا جائے گا۔ اس کی تلاش کے لیے مرکبات کے آخری جزو کی تقطیع کا خیال صارفین لغت کے ذہن میں نہیں سما سکتا۔ ترتیب اندراجات کی اغلاط پر بحث کرتے ہوئے فاروقی صاحب نے یہ بھی عرض کیا ہے کہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں لفظ 'اوہاں' کو 'ایہاں' کے بعد درج کیا گیا ہے،[۱۲۳] جو تہجی کی ترتیب سے درست نہیں۔ اگر واقعتاً ایسا ہوتا تو فاروقی صاحب کا یہ کہنا بالکل درست تھا، لیکن اردو لغت میں مذکورہ اندراجات کی ترتیب ملاحظہ کی جائے تو 'ایہاں' بمعنی 'یہاں' کے بعد جلد اول کا آخری اندراج 'ایہاں اوہاں' بمعنی 'یہاں وہاں' ہے[۱۲۴] اور اس اندراج میں بھی لغت کے مقرر کردہ طریقہ کار کے مطابق تحتی اندراج کے لیے اصل اندراج کو دوبارہ تحریر کرنے کے بجائے اس کی جگہ تحتی اندراج کی علامت یعنی خط یا لکیر (ـــــ) لگائی گئی ہے اور اس کے بعد 'اوہاں' لکھا گیا ہے۔ یوں یہ اندراج لغت میں 'ـــ اوہاں' کی صورت میں درج ہے، لیکن اس سے مراد 'ایہاں اوہاں' ہی ہے۔[۱۲۵]

اردو لغت میں الفاظ کے معنی اور ان کی تشریح کی بابت شمس الرحمٰن فاروقی نے جو اعتراضات پیش کیے ہیں انھیں درج ذیل نکات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف۔ غلط معانی کا اندراج کیا گیا ہے۔[۱۲۶]

ب۔ مرتبین نے خود سے معنی فرض کر لیے ہیں۔[127]

ج۔ دوسری لغات سے درج کردہ معنی میں الفاظ کا ہیر پھیر کیا گیا ہے، جس سے معنی میں تصرف ہو گیا ہے۔[128]

د۔ معنی میں تعریف نامکمل یا ناکافی ہے یا صرف مترادفات مندرج ہیں۔[129]

اگر ان کی صداقت کو پرکھا جائے تو اردو لغت کی نہ صرف پہلی دو جلدوں پر بل کہ باقی جلدوں پر بھی یہ اعتراضات وارد ہوتے ہیں،[130] لیکن لغت میں ایک ہی اندراج کے لیے دیے گئے ایک سے زیادہ مترادفات یا معنی پر (جن میں سے بعض غلط ہیں، ہم معنی ہیں یا پھر ایک ہی مطلب کو محض کوئی لفظ بدل کر دو بار تحریر کیا گیا ہے) شمس الرحمٰن فاروقی کے اس طنز سے کہ ''ارباب لغت کی ایک لفظ سے تسلی کہاں ہوتی ہے'' [131] اتفاق کرنا ذرا مشکل معلوم ہوتا ہے کیوں کہ لغت کے صارفین کی ذہنی استعداد مختلف ہوتی ہے چناں چہ ان کی راہ نمائی کے لیے ایک سے زائد معنی درج کیے جا سکتے ہیں اور ان کی تعداد پر کوئی قید نہیں لگائی جا سکتی۔ البتہ یہ بجا ہے کہ مترادفات ایک دوسرے کی وضاحت کرنے والے ہوں اور ان میں سے کوئی غلط نہ ہو۔

فاروقی صاحب نے تذکیر و تانیث کے ضمن میں بھی ایک اعتراض کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ جن الفاظ کو مذکر اور مؤنث دونوں صورتوں میں درج کیا گیا ہے ان کی جنس کا کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا گیا۔[132] اور یہ ٹھیک بھی ہے کیوں کہ ایک مکمل لغت میں اس بابت زمانی، مکانی، دبستانی اور شعری ضرورت کے تحت در آنے والے اختلافات کو بھی جگہ دینی چاہیے تا کہ صارف اس کے مطابق لفظ کا درست استعمال سیکھ سکے۔

الفاظ کے استعمال کی اسناد کے بیان میں غلط اسناد کے اندراج[133] اور 'کم از کم دو مصنفین کے ہاں الفاظ کے استعمال کی شرط'[134] کے علاوہ 'مثالوں کے قدیم و جدید ہونے کے ذریعے الفاظ کے رائج یا متروک ہونے کی شہادت'[135] کے حوالے سے بورڈ کے اپنے اصولوں میں جو بے اصولی نظر آتی ہے فاروقی صاحب نے اسے بھی تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو بالکل مناسب ہے کیوں کہ اس سے جو مسائل پیدا ہوئے ہیں، انھوں نے ان کی بھی نشان دہی کی ہے۔ مثال کے طور پر 'التفات' کو مذکر اور مؤنث دونوں لکھا ہے اور استعمال کی مثالیں بھی دی ہیں جب کہ آخری مثال مؤنث کی ہے لیکن 'التفات' کو بالاتفاق مذکر تسلیم کر لیا گیا ہے۔ چناں چہ یہ نہ صرف غلط ہے بل کہ یہ تفصیل ایک طالب علم کی راہ نمائی کے لیے بھی ناکافی ہے۔[136]

فاروقی صاحب کے مطابق بورڈ کا یہ کہنا کہ متروکات کی نشان دہی سے زبان کے محدود ہونے کا خدشہ ہے، ہرگز ٹھیک نہیں کیوں کہ کسی لفظ کے ترک کرنے کی اطلاع پہنچانا لغت نویس کا فرض ہے۔[137] اس بیان سے صد فیصد اتفاق کیا جا

سکتا ہے کیوں کہ ہاورڈ جیکسن ایک اچھی لغت میں کسی لفظ کا محل استعمال بتانے کے لیے جو لیبل وضع کرتا ہے ان میں سے ایک 'تاریخ' (History) یعنی متروک یا رائج الفاظ کا فیصلہ کرنا بھی ہے [۱۳۸] اور اگر لغت تاریخی اصول پر مرتب کی جارہی ہو تو لفظ کی تاریخ کی وضاحت اور بھی ضروری ہو جاتی ہے۔

اردو لغت کو زیادہ معیاری بنانے کے لیے ان میں درج اسناد و امثلہ کے حوالہ جات بھی درج کیے گئے ہیں، جس میں تحریر کردہ سنین کے غلط اندراج پر بھی فاروقی صاحب نے اعتراضات کیے ہیں جن میں سے ایک اعتراض 'بلبلِ شیراز' کی سند پر یہ کیا گیا ہے کہ اس کے ذیل میں اقبال کا شعر درج کر کے حوالہ کسی کلیات کے صفحہ نمبر ۸۹ کا حوالہ دے کر سنہ ۱۹۰۵ء دیا گیا ہے۔ چناں چہ فاروقی صاحب کا سوال ہے کہ اقبال کا خدا معلوم کون سا کلیات ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا تھا؟ [۱۳۹] اول تو یہ کہ اردو لغت میں کلیات اقبال کا صفحہ نمبر ۸۹ نہیں بل کہ ۹۰ درج کیا گیا ہے [۱۴۰] دوم کلیات اقبال کے صدی ایڈیشن میں بھی کلیات اور بانگ درا دونوں کا صفحہ نمبر ۹۰ ہی ہے ۸۹ نہیں۔ [۱۴۱] غالباً فاروقی صاحب نے اس بات کا اطمینان کر لینے کے بعد کہ یہ شعر "داغ" سے لیا گیا ہے، مرثیے کے صفحہ اول کا نمبر یعنی ۸۹ ہی درج کر دیا ہے جب کہ اقبال کا یہ شعر اسی نظم کے صفحۂ دوم یعنی ۹۰ پر درج تھا۔ تاہم سنین کے متعلق ان کے اعتراض کا مدلل جواب فراہم کرتے ہوئے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا کہنا ہے کہ بورڈ کے اصولوں میں سے ایک اصول یہ بھی ہے کہ جس تحریر کا سال تصنیف معلوم ہو جائے وہی درج کیا جاتا ہے۔ بانگ درا کے پہلے حصے کی منظومات ۱۹۰۵ء تک تحریر کی گئی تھیں اور اقبال کا محولہ بالا شعر "داغ" کے مرثیے سے لیا گیا ہے، جو اسی پہلے حصے میں شامل ہے، اس لیے اس حصے سے نقل کیے گئے کسی بھی شعر پر یہی سنہ لکھنا چاہیے، لیکن حوالہ اصولاً کلیات اقبال کے صدی ایڈیشن کا نہیں بل کہ بانگ درا کے ایڈیشن کا ہونا چاہیے۔ [۱۴۲] سنین کے تسامحات کی نشان دہی میں فاروقی صاحب کا ایک اور اعتراض بھی قابل توجہ ہے جس کے مطابق اردو لغت میں 'بازار میں بٹھانا' کی ایک مثال طلسم ہوش ربا سے دے کر تاریخ ۱۸۹۲ء دی گئی ہے، لیکن 'بازاران' کے ذیل میں کسی انتخاب طلسم ہوش ربا سے سند دے کر سنہ ۱۸۸۸ء تحریر کیا گیا ہے۔ [۱۴۳] جہاں تک سنین کی بات ہے تو ان میں سے کوئی بھی غلط نہیں۔ 'بازار میں بٹھانا' کی سند طلسم ہوش ربا کی جلد ششم سے دی گئی ہے، جس کا سال تصنیف ۱۸۹۲ء ہی ہے۔ جب کہ بورڈ کی جاری کردہ فہرست سنین کے مطابق انتخاب طلسم ہوش ربا محمد حسن عسکری کی مرتب کردہ ہے اور اس کے ساتھ 'بلحاظ سنین متعلقہ' لکھا ہے، یعنی اس انتخاب میں شامل عبارت، جو لغت میں نقل کی جائے گی، جس جلد میں شامل ہو گی اسی کے سنین کا حوالہ دیا جائے گا۔ چناں چہ 'بازاران' کی مثال کے لیے جو اقتباس تحریر کیا گیا ہے وہ طلسم ہوش ربا کی جلد نمبر ۳ سے لیا گیا ہے، جس کا سال تصنیف ۱۸۸۸ء ہی ہے۔ [۱۴۴] چوں

کہ اسناد کی فراہمی کے لیے مطالعہ کتب کی خدمات بورڈ کے اراکین کے علاوہ کئی بیرونی علمانے بھی انجام دی تھیں، اس لیے عین ممکن ہے کہ طلسم ہوش ربا اور انتخاب طلسم ہوش ربا کے اقتباسات دو الگ اشخاص نے نقل کیے ہوں اور بورڈ کو جہاں بھی مطلوبہ سند مل گئی، ماخذ پر توجہ دیے بغیر اسے درج کر لیا۔ تاہم اس ضمن میں یہ ضرور عرض کیا جا سکتا ہے کہ جب طلسم ہوش ربا جیسی مستند کتاب کی تمام جلدیں دستیاب تھیں تو اصل ماخذ سے رجوع کرنے کے بجائے اس کے انتخاب سے مثال درج نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اس سے نہ صرف اسناد کا معیار متاثر ہوتا ہے بل کہ لغت کے طریقۂ کار میں یکسانیت پر بھی حرف آتا ہے۔

مختصراً درج بالا بحث کے بعد یہ کہا جا سکتا ہے کہ شمس الرحمٰن فاروقی صاحب نے بورڈ کی لغت پر جو اعتراضات کیے ہیں ان میں سے بیش تر سخت لیکن درست انداز میں کیے گئے ہیں، لیکن کچھ مقامات پر انھوں نے، بورڈ کو بے اصول قرار دینے کے باوجود، خود بھی بورڈ کے اصولوں کو نظر انداز کرتے ہوئے بعض بے جا اعتراضات کر ڈالے ہیں، جن پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

۵-۲ ڈاکٹر مسعود ہاشمی:

ڈاکٹر مسعود ہاشمی اردو زبان کے ایک اہم ناقد، محقق اور لغت نویس گردانے جاتے ہیں۔ ان میں سے بھی علم لغت اور لغت نویسی ان کی دلچسپی کے خصوصی میدان ہیں، جس میں انھوں نے معروف ماہر لسانیات ڈاکٹر مسعود حسین خاں کی نگرانی میں جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی سے پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ ان کا یہ مقالہ ۱۹۹۲ء میں اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ کے عنوان سے ترقی اردو بیورو، نئی دہلی سے طبع ہوا۔ جب کہ اسی موضوع پر ان کی ایک اور تصنیف اردو لغت نویسی کا پس منظر بھی ملتی ہے، جو ابتداً ان کے مقالے کا ہی حصہ تھی، لیکن بعد میں اسے مقالے میں شامل کرنے کے بجائے الگ کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا۔[۱۳۵] چوں کہ ڈاکٹر صاحب ترقی اردو بیورو کی اردو لغت کی تیاری کے دوران ڈاکٹر مسعود حسین خان کے ساتھ بہ طور ریسرچ آفیسر بھی اپنے فرائض انجام دے چکے ہیں، اس لیے اس تجربے نے ان کے کام میں نکھار پیدا کیا اور نتیجتاً ان کی دو لغات ہندی۔ اردو شبدکوش اور اردو ہندی عملی لغت حکومت ہند کے ایک اہم ادارے سنٹرل ہندی ڈائریکٹوریٹ سے طبع ہوئیں۔[۱۳۶] تاہم اردو لغت بورڈ، کراچی کی اردو لغت سے متعلق جو تنقید یہاں زیر بحث ہے، وہ ان کی مذکورہ بالا کتاب اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ کے آخری باب کا ایک حصہ ہے، لیکن مقالے میں اس لغت کے علاوہ فرہنگ آصفیہ، نور اللغات، جامع اللغات، لغت کبیر، فیروز اللغات، مہذب اللغات اور اردو لغت (ترقی

اردو بیورو، نئی دہلی) کے مشمولات کا تنقیدی جائزہ بھی 'اندراجات'، 'ترتیب اندراجات'، 'تلفظ'، 'قواعدی نوعیت'، 'معنوی وضاحت' اور 'اصل اور ماخذ لسانی کی نشان دہی' کے عنوانات کے تحت لیا گیا ہے، جس سے بہ خوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ڈاکٹر مسعود ہاشمی جدید اصول لغت نویسی سے پوری طرح واقف تھے۔

اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے جائزے کے لیے ڈاکٹر صاحب نے اس لغت کی ابتدائی چھ جلدوں کے مشمولات کو مد نظر رکھا ہے کیوں کہ مقالے کی تحریر تک یہی شائع ہو پائی تھیں۔ اندراجات سے لے کر لسانی ماخذ کی نشان دہی تک ہر عنوان کی مناسبت سے انھوں نے لغت کی خوبیاں بیان کی ہیں اور پھر اگر انھیں کہیں کوئی خامی نظر آئی ہے تو بہ طور ثبوت امثلہ کے ساتھ ہی ان کی نشان دہی بھی کر دی ہے۔ تاہم اس باب کے مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے یہاں صرف اعتراضات کو پیش نظر رکھا گیا ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ اندراجات کے تعین میں ڈاکٹر صاحب کا سب سے پہلا اعتراض ''نقل لغت کے زور میں ایسی اضافی تراکیب کا اندراج'' ہے جنھیں وہ لغاتی اندراجات کے طور پر تسلیم کرنے کو تیار ہی نہیں۔ یہ غیر لغاتی اندراجات ان کے خیال میں 'اپنا بوجھ'، 'اپنا جی'، 'اپنا حساب کر لو'، 'تلوار کا دھنی'، 'تلوار کی چمک'، 'تلوار کی جھنکار' جیسے الفاظ ہیں۔[147] یا پھر ایسے اندراجات ہیں جن کے استعمال کی کوئی سند موجود نہیں اور نہ ہی وہ اردو زبان کے الفاظ ہیں۔ علاوہ ازیں ایک ہی اندراج ایک سے زائد بار بھی ملتا ہے، مثلاً مذکر اسما کی تانیث یا الفاظ کی مغیرہ اشکال کی تفصیل ایک ہی اندراج کے ذیل میں بھی دی گئی ہے اور پھر ان میں سے بعض کو بہ طور الگ اندراج بھی داخل کیا گیا ہے۔[148] اگر دیکھا جائے تو دونوں قسم کے اعتراضات کی صیابت سے انکار ممکن نہیں کیوں کہ لغت کی تدوین کے مقاصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے اندراجات جو سراسر غلط طور پر درج کیے گئے ہیں؛ جن کے استعمال کی ایک بھی مثال نہیں یا پھر ایسے تحتی اندراجات، جن میں اصل اندراج کے معنوں میں کسی بھی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی، یقیناً غیر لغاتی اندراجات ہیں اور لغت میں ان کی شمولیت لغت کا حجم بڑھانے کے علاوہ اور کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ علاوہ ازیں مذکر و مونث یا مغیرہ شکلوں کی صورت میں ایک لفظ کو دو بار درج کرنا بھی غیر ضروری ہے جب کہ دونوں مقامات پر اس کی وضاحت میں کوئی فرق روا نہ رکھا گیا ہو۔

۲۔ لغت میں تلفظ کی وضاحت کے لیے مکتوبی اور ملفوظی طریقے اختیار کیے گئے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے مؤخر الذکر کو قدیم قرار دیتے ہوئے طوالت اور عربی اصطلاحات (فتحہ، کسرہ، ضمہ وغیرہ) کے استعمال کے حوالے سے بھی اسے قابل قبول قرار نہیں دیا[149] جو درست بھی ہے کیوں کہ لغت نویسی کے ذیل میں تلفظ کی وضاحت کے کئی جدید طریقے ملتے ہیں جو تمام لغت بینوں کے لیے اس سے زیادہ قابل فہم ہو سکتے ہیں۔

۳۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق لغت میں تلفظ کی تعیین کے لیے یکساں طریقہ بھی نہیں ملتا۔ کہیں اعراب ملفوظی میں تلفظ کے اختلاف کو واضح کر دیا گیا ہے تو کہیں اسی فرق کی بنا پر مختلف ا لتلفظ لیکن متحد المعانی لفظ کو دو بار درج کر کے ان کا تلفظ واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔[۱۵۰] یہ طریقہ کار لغت کے باب میں عدم یکسانیت کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ صارفین کے لیے بھی پریشانی کا باعث ہے۔اس ضمن میں کوئی ایک رہنما اصول ہونا چاہیے جس کی پیروی پوری لغت میں کی جانی چاہیے۔

۴۔ تلفظ سے متعلق ایک اعتراض لغت میں تلفظ کی تکرار پر بھی ہے کہ اندراجات اور ان سے بننے والے تحتی الفاظ کے ذیل میں تلفظ کو ہر اندراج کے ساتھ دہرایا گیا ہے اور اس کے لیے مثال یہ دی گئی ہے کہ '' 'ترِپَن' کا تلفظ اس کی مفرد حیثیت میں دینے کے بعد اس سے بننے والی ایک ترکیب 'ترپن سیل' میں بھی ترپن کا تلفظ دیا گیا ہے۔''۔[۱۵۱] ڈاکٹر مسعود ہاشمی کا یہ اعتراض سرے سے وارد ہی نہیں ہوتا۔اس میں کئی مسائل ہیں جنھیں نمبر وار بیان کیا جاتا ہے:

الف۔ لغت میں ذیلی اندراجات میں ان کے مفردات کے تلفظ کا اعادہ نہیں ملتا۔ مفرد کا تلفظ واضح کرنے کے بعد ہر مرکب ذیلی اندراج میں،اعادے ہی سے بچنے کے لیے، مفرد کے تلفظ کی جگہ خط(ــــــ) کھینچ کر مرکب کے جزوِدوم کا تلفظ تحریر کیا گیا ہے،مثلاً 'تریاق' کے تحتی اندراجات کے ملفوظی تلفظ دیکھیے:

ــــِ کبیر: کس صف(ـــ فت ک ،ی مع)

ــــِ مُحلّل: کس صف(ـــ ضم م،فت ح،شد ل بکس)[۱۵۲]

لغت کی تمام جلدوں میں اسی اصول کی پابندی کی گئی ہے۔

ب۔ ڈاکٹر صاحب کی تحریر کی گئی ترکیب 'ترپن سیل' ہے جب کہ لغت میں 'ترپن' کے بعد درج کردہ لغات میں سے ایک اندراج 'ترِپن بیل' ہے۔'ترپن سیل' اندراج لغت میں موجود ہی نہیں۔

ج۔ 'ترِپن بیل' ، 'ترپن' سے بننے والی ترکیب نہیں ہے۔لغت میں 'ترِپَن' :(کس ت،سک ر،فت پ)کے تلفظ سے دو اندراجات ملتے ہیں:

'ترپن'، بمعنی 'پچاس اور تین'(۵۳)

'ترپن' بمعنی 'تار پین'(عوامی تلفظ)

جب کہ 'ترپن بیل' کے معنی 'تکھ ُونٹے لہریے کی بوٹی دار بیل' کے ہیں۔ معنی کے علاوہ اشتقاق [رک:تر+پن(رک) +بیل(رک)] سے بھی واضح ہے کہ یہ ترکیب 'ترِ' اور 'پن' سے مشتق ہے نہ کہ 'ترپن' سے۔[۱۵۳]

۵۔ لغات کی قواعدی نوعیت کی وضاحت کو اس لغت کا سب سے مضبوط حصہ قرار دینے کے بعد اس کی صرف ایک ہی خامی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اس میں کہیں کہیں فقروں کو اسم بنا دیا گیا ہے۔[۱۵۴] جہاں تک اعتراض کی بات ہے تو اعتراض بالکل بجا ہے۔ لغت میں کئی مقامات پر قواعدی حیثیت کے بیان میں تسامحات نظر آتے ہیں، لیکن اپنے اعتراض کے ثبوت میں ڈاکٹر صاحب نے 'اپنے مطلب کی' کی مثال دی ہے اور ساتھ لکھا ہے کہ لغت میں اسے اسم اور مذکر تحریر کیا گیا ہے۔[۱۵۵] لیکن لغت میں اسے اسم اور مؤنث بتایا گیا ہے البتہ 'اپنے مطلب کا (یار)' کو 'امذ' لکھا ہے۔[۱۵۶] ڈاکٹر صاحب کا یہ بھی کہنا ہے کہ لغت میں قواعدی نوعیت کی نشان دہی حتی الامکان درست طریقے پر کی گئی ہے[۱۵۷] لیکن لغت میں مذکورہ بالا خامی کے علاوہ بھی کئی مسائل ملتے ہیں، جن پر مدلل بحث باب سوم میں کی جا چکی ہے۔

۶۔ ڈاکٹر مسعود ہاشمی کی طرف سے لفظ کی معنوی توضیح کے باب میں سب سے زیادہ اعتراضات ملتے ہیں، جنھیں ان نکات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

الف۔ پہلے مترادفات اور پھر توضیحی تعریف ملتی ہے یا پھر اس کے برعکس۔ یکساں اہتمام نہیں ملتا۔

ب۔ لغت میں ایک ہی شق میں درج مترادفات ایک دوسرے کی توضیح نہیں کرتے بل کہ ان میں فرق ہے۔

ج۔ غلط معانی کا اندراج بھی ہے۔

د۔ ناکافی یا ناقص معانی بھی نظر آتے ہیں۔

درج بالا تمام نکات پر ڈاکٹر صاحب نے مدلل اور بھرپور بحث کرنے کے بعد ہر ایک کے ثبوت کے لیے کم از کم دو امثال بھی مہیا کی ہیں، جن میں کسی بھی ابہام کی گنجائش نہیں کیوں کہ ان اعتراضات کے حوالے سے اُن کے پیش نظر صرف چھ جلدیں تھیں، جب کہ یہ تمام مسائل اس کے بعد کی جلدوں میں بھی موجود ہیں۔[۱۵۸]

۷۔ اصل اور مآخذ لسانی کی نشان دہی میں مضمون میں اشتقاق کے لیے 'رجوع کیجیے' کی ہدایت کے اندراج کے بعد بھی اشتقاق اول لسانی ماخذ کی عدم موجودگی پر اعتراض مع مثال کیا گیا ہے، جو بالکل درست ہے۔[۱۵۹] حالاں کہ ہر لفظ کی تفصیلات کے آخر میں اشتقاق کے لیے جگہ مخصوص کی گئی ہے لیکن اس کے باوجود کئی مقامات پر اس اصول سے یا تو مکمل طور پر روگردانی کی گئی ہے یا پھر بڑے بریکٹ [ ] میں سوالیہ کی علامت (؟) تحریر کر کے اشتقاق اور لفظ کی اصل کے لیے کوشش ہی نہیں کی گئی۔

چناں چہ ڈاکٹر مسعود ہاشمی کی تنقید کا محاکمہ کرنے کے بعد یہ کہا جاسکتا ہے انھوں نے جن پہلوؤں پر سوالات اٹھائے ہیں وہ نہ صرف وقیع ہیں بل کہ اردو لغت بورڈ کے لیے راہ نما بھی قرار دیے جا سکتے ہیں تاہم ترتیب اندراجات اور قواعدی حیثیت کے تعین کے حوالے سے ان کی اپنی تحریر میں جو کوتاہیاں در آئی ہیں انھیں بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

۵۔۷ ڈاکٹر عبدالرشید:

ڈاکٹر عبدالرشید (۱۹۵۶ء) جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی کے شعبۂ اردو میں پروفیسر کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک کامیاب مترجم اور مبصر بھی ہیں، لیکن ان کی شہرت کا ایک معتبر حوالہ لسانیات اور لغت نویسی سے ان کی دلچسپی بھی ہے، جن کا اندازہ ان کی فرہنگ کلام میرؔ (چراغ ہدایت کی روشنی میں) اور فارسی میں ہندی الفاظ جیسی تصانیف کے علاوہ ان کے لائق تحسین مقالوں "چند معروضات: شعر شور انگیز کے تعلق سے"، "لغات روزمرہ: چند معروضات"، "چراغِ ہدایت اور کلام میرؔ"، "فارسی فرہنگوں میں ہندوی/اردو مترادفات"، "اردو لغت (تاریخی اصول پر): چند معروضات"، "اردو لغت (تاریخی اصول پر): چند معروضات" (دوسری قسط)، "کچھ اور محاورات (جو اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج نہیں ہیں)" اور "متن اساس فرہنگیں: مسائل اور صورت حال" سے لگایا جا سکتا ہے۔ تاہم پیش نظر باب کی مناسبت سے یہاں صرف اردو لغت (تاریخی اصول پر) پر تحریر کیے گئے درج بالا تینوں مقالوں کے مشتملات سے بحث کی جائے گی۔

اردو لغت بورڈ، کراچی کی اردو لغت سے متعلق ڈاکٹر عبدالرشید کا پہلا مضمون بہ عنوان اردو لغت (تاریخی اصول پر): چندمعروضات ۲۰۰۷ء میں سہ ماہی اردو ادب کے جولائی تا ستمبر کے شمارے میں منظر عام پر آیا۔ ڈاکٹر صاحب کے اس مضمون کو دو واضح حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ پہلے حصے میں ڈاکٹر صاحب نے اس لغت کو "بیسویں صدی میں اردو لغت نگاری کا اہم کارنامہ" قرار دیتے ہوئے لغت میں قدیم سے لے کر جدید لغات کے تمام الفاظ و محاورات کی مع امثال جمع آوری اور نئے الفاظ و محاورات کے اندراج کی بنا پر اسے لائق تحسین گردانا ہے[۱۶۰] اور اس کے بعد اس میں موجود ان دو تسامحات کی طرف خصوصی توجہ دلائی ہے:

۱۔ سنسکرت، پراکرت، ہندی اور انگریزی الفاظ کی کتابت میں غلطی۔

۲ الفاظ کی سند میں زبان و بیان کی اغلاط اور ان میں موجود الفاظ کا ردوبدل۔

اعتراض اول میں ڈاکٹر صاحب نے اولاً مذکورہ اغلاط اور اس بابت بورڈ کے پیش کردہ جواز پر کہ پاکستان میں سنسکرت کے ماہرین تقریباً ناپید تھے، تشویش کا اظہار کرتے ہوئے ایسے الفاظ کی اشتقاق نگاری میں پڑوسی ممالک کے ماہرین سے مدد لینے کی تجویز دی ہے۔ بعد ازاں ہندی نژاد الفاظ سے قطع نظر کرتے ہوئے لفظ 'علم' کے تحت اندراجات میں سے سات اندراجات میں موجود ہجوں کی اغلاط کو بنیاد بناتے ہوئے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر سنسکرت کے ماہرین ناپید تھے تو انگریزی الفاظ میں اس قسم کی کوتاہیاں کیوں ہیں؟[۱۶۱] اگر اس اعتراض کا تجزیہ کیا جائے تو ڈاکٹر صاحب کی منتخب کردہ امثال سمیت ان کا اعتراض بالکل درست ہے۔ صرف پہلی جلد میں انگریزی اور ہندی نژاد الفاظ کا صحت نامہ ملتا ہے لیکن بعد کی جلدوں میں اس کا بھی اہتمام موجود نہیں لہٰذا اغلاط جوں کی توں موجود ہیں۔ مزید برآں اسی مقالے کے باب سوم میں بھی شق نمبر ۳۔۰۳ بہ عنوان ''املا کا تعین'' کے ذیل میں ایسے ہی کئی انگریزی الفاظ کی امثال درج کی جا چکی ہیں، جو اس اعتراض کی درستی پر مہر ثبت کرتی ہیں۔

جہاں تک ڈاکٹر عبدالرشید کے کیے گئے دوسرے اعتراض کا تعلق ہے وہ اصل ماخذ کی نسبت اسناد میں 'الفاظ کے ادھر سے ادھر ہونے' یا ان کے غیر معیاری ہونے سے متعلق ہے، جس کے ضمن میں ڈاکٹر صاحب نے بورڈ کے مدیر اول مولانا نسیم امروہوی کے اپنے الفاظ نقل کیے ہیں، جو یہ ہیں:

> لفظوں کے استعمال کی مثالوں کے جو تیرہ چودہ لاکھ کارڈ مرتب کرائے گئے تھے وہ علی العموم ایسی سطح کے لوگوں نے لکھے تھے، جنھوں نے املا کی بے شمار غلطیاں کی تھیں اور اقتباسات کی عبارتیں جوں کی توں نقل کرنے کی بجائے جس طرح ان کا جی چاہا نقل کر دی تھیں۔۔۔۔ بایں ہمہ اسی کم سے کم مدت میں زیادہ سے زیادہ مثالیں ان کے ماخذ سے مقابلہ کر کے درج لغت کی گئیں، جس کے بعد یہ تو اطمینان ہو گیا ہے کہ کوئی مثال غلط درج نہیں ہوئی۔ یہ اور بات ہے کہ کسی مقام پر الفاظ ادھر سے ادھر ہو گئے ہوں۔[۱۶۲]

لیکن اس قدر اہم اور بڑے مسئلے یعنی تاریخی لغت میں اسناد کے اندراج میں ایسا لچک دار رویہ اختیار کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے عبارت کی اسی کجی کی طرف توجہ دلا کر لفظ 'شاخ' کے ذیل میں درج مثال سے چشم پوشی کرنے کا مشورہ دینے کے ساتھ اس طرح کے بیانات سے لغت کے علمی وقار کم ہونے کی تنبیہ کی ہے۔[۱۶۳] تاہم مقالے کے باب چہارم کی شق نمبر ۴۔۰۲ بہ عنوان ''اسناد و امثلہ'' کی تفصیلات میں کئی ایسی امثال ملاحظہ کی جا سکتی ہیں، جن میں لغت میں درج کردہ اقتباسات کے ان کے اصل ماخذات کے ساتھ تقابل کے بعد اردو لغت کی اغلاط درج کی گئی ہیں۔

مضمون کے دوسرے حصے میں ڈاکٹر عبد الرشید نے بورڈ کی لغت کے لیے استعمال کیے جانے والے ماخذات اور لغت میں موجود اردو محاورات کے مخزن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اردو محاورات سے متعلق اپنے کسی دوسرے کام کے لیے اردو لغت سے استفادہ کرنے کا دیانت داری سے اعتراف کیا ہے، تاہم اس کام کے دوران انھیں اس بات کا احساس بھی ہوا کہ اردو زبان کے کچھ محاورات ایسے ہیں، جو بورڈ کی لغت میں درج ہونے سے رہ گئے ہیں۔ علاوہ ازیں بعض ایسے اردو محاورات کی امثال بھی ان کی نظر سے گزریں، جو اردو لغت میں مندرج قدیم ترین اسناد سے بھی قدیم تھیں۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب نے مضمون کے دوسرے حصے میں قارئین اور صارفین لغت کی انھی قدیم ترین مثالوں تک رسائی کو ممکن بنانے کی سعی کی ہے، جو ان کے مقالے کا بنیادی مقصد بھی ہے۔[۱۶۴]

ڈاکٹر عبد الرشید نے مقالے میں لغت میں شامل ایک سو اکتیس (۱۳۱) محاورات کی قدیم ترین امثال پیش کی ہیں ، جن میں سے انتالیس (۳۹) محاورات 'الف مقصورہ' (جلد اول) اور بیانوے (۹۲) محاورات 'الف ممدودہ' (جلد دوم) کی تقطیع سے لیے گئے ہیں۔ اس طرح سو سے زائد مزید امثال مہیا کر کے انھوں نے اردو لغت کے پایۂ اعتبار میں اضافہ کرنے کی سعی کی ہے، جس میں کسی قسم کے شک کی گنجائش نہیں، البتہ ان امثال کے مطالعے کے دوران ڈاکٹر عبد الرشید کی تنقید میں جو تسامحات نظر نواز ہوئے ہیں، مضمون نگار اور اردو لغت کے مرتبین کی معاونت کے نقطۂ نظر سے، ان کا جائزہ ذیل کی سطور میں دیا جا رہا ہے:

۱۔ ڈاکٹر عبد الرشید نے اردو لغت میں درج کردہ ایک محاورے 'آدھی چھوڑ کر ساری کو دوڑنا' کے حوالے سے سخن بے مثال (۱۸۷۸ء) کے درج ذیل شعر کو لغت میں درج مذکورہ اندراج کا قدیم ترین حوالہ قرار دیا ہے:

با مثل نیمۂ خط پر کار توڑ کے
ساری کو دوڑیے نہیں آدھی کو چھوڑ کے

اور اس کے بعد اس سے بھی قدیم مثال کے لیے ذوق کا یہ شعر فراہم کیا ہے:

گر خدا دیوے قناعت ماہ دو ہفتہ کی طرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر [۱۶۵]

حالاں کہ اردو لغت میں یہ مثال 'آدھی کو چھوڑ کر (۔کے) پوری (۔ساری) کو دوڑنا کے تحت یوں درج ہے:

گر خدا دیوے قناعت ماہ یک ہفتہ کی طرح
دوڑے ساری کو کبھی آدھی نہ انساں چھوڑ کر [۱۶۶]

دراصل لغت میں اسی محاورے کے دو اندراجات ملتے ہیں ایک 'کو' کے اضافے کے ساتھ ہے اور دوسرا اس کے بغیر۔ ڈاکٹر عبدالرشید نے اندراج کو حرف 'کو' کے بغیر درج کیا ہے لیکن اور قدیم ترین مثال کا حوالہ دوسرے اندراج کا دیا ہے، جس سے ان کو یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ اردو لغت نے اس محاورے کے لیے ذوق کے نقل شدہ شعر کا حوالہ نہیں دیا۔ البتہ یہ امر ضرور غور طلب ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے مضمون اور اردو لغت میں مندرج شعر کے پہلے مصرعے میں ' دوہفتہ ' اور 'یک ہفتہ' کا تصرف پایا جاتا ہے، جو اصل متن میں 'دوہفتہ' ہی ہے۔[۱۶۷] لہٰذا اردو لغت میں مذکورہ شعر کے حوالے سے اس غلطی کو ضرور درست کیا جاسکتا ہے۔ مزید یہ کہ دونوں محاورات کو ایک ہی اندراج میں درج کیا جانا چاہیے، جیسا کہ دیگر کئی مقامات پر ملتا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر صاحب کے مطابق 'آہ مارنا' کے لیے لغت میں درج قدیم ترین مثال کا حوالہ 'چندر بدن و مہیار، ۱۶۳۸ء' دیا گیا ہے،[۱۶۸] لیکن اردو لغت میں 'آہ مارنا' کی قدیم مثال طوطی نامہ (۱۶۳۹ء) سے درج کی گئی ہے۔ چندر بدن و مہیار سے اخذ کردہ سند 'آہ مارن' کی ہے۔[۱۶۹]

۳۔ ڈاکٹر صاحب نے اردو لغت میں 'آنکھ (آنکھوں) سے خون ٹپکنا' کی قدیم ترین مثال کا حوالہ 'سراب مغرب، ۱۹۱۱ء' لکھا ہے،[۱۷۰] جب کہ اردو لغت میں اس محاورے کے معنی نمبر ا کی قدیم ترین سند 'تسلیم (امیر اللغات)، ۱۹۱۱ء' سے، معنی نمبر ۲ کی قدیم مثال ' غالب، ۱۸۶۹ء' سے اور بہ طور جمع اس کے استعمال کی سب سے پرانی دستیاب سند 'مرثیۂ یکتا، ۱۸۸۱ء' سے اخذ کی گئی ہے۔ ڈاکٹر صاحب کے درج کردہ ماخذ کا اندراج اس محاورے کے ذیل میں ہے ہی نہیں۔

۴۔ محاورہ 'آسمان پر اُڑنا' کی قدیم مثال میں اردو لغت میں فرہنگ آصفیہ (جلد اول) کے مرتبین کی وضع کردہ مثال نقل کی گئی ہے، جس کے آگے ۱۸۸۵ء تحریر کیا گیا ہے۔[۱۷۱] جب کہ فرہنگ آصفیہ کی جلد اول کی اشاعت اول کا سنہ طباعت ۱۸۸۸ء ہے۔ ڈاکٹر عبدالرشید نے بھی لغت کے تتبع میں غلط تحریر کیا ہے۔[۱۷۲]

۵۔ اردو لغت میں 'آنکھوں سے اترنا' کے ذیل میں مرزا عشق کا شعر ان کی سنہ وفات (۱۸۸۵ء) کے ساتھ دیا گیا ہے، جو فرہنگ آصفیہ سے نقل کردہ ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنے مضمون میں اس کا حوالہ دیتے ہوئے فرہنگ آصفیہ کے ساتھ ۱۸۸۵ء لکھ دیا ہے،[۱۷۳] جو درست نہیں۔

۶۔ 'آغوش میں کھینچنا' کے لیے ڈاکٹر صاحب نے قدیم ترین سند ظفر کی دی ہے اور اس کے ساتھ ۱۸۵۴ء لکھا ہے۔[۱۷۴] اگر یہ شعر کلیات ظفر (جلد سوم) سے لیا گیا ہے تو سنہ کا اندراج درست ہے لیکن 'ظفر' کی جگہ کلیات

ظفـــرؔ ہوناچاہیے۔یااگر'ظفرؔ' لکھناہےتوپھرسنہ ۱۸۶۲ء(سنہ وفاتِ ظفرؔ)ہوناچاہیے۔اسی طرح 'آنکھ دوڑنا' کے ذیل میں بھی کلیات ظفرؔ کی جگہ ظفرؔ کے ساتھ ۱۸۴۹ء لکھاگیاہے۔[175] اس پر بھی یہی شرط عائد ہوتی ہے۔

۷۔ 'آنکھوں میں رات کاٹنا/گزارنا' کی تفصیلات میں 'مصحفی، ۱۸۲۲ء' لکھاہے[176] جب کہ اصل سنہ ۱۸۲۴ء ہے۔

۸۔ 'الٹی سانس لینا' کے حوالے میں افسوس کی آرائش محفل کے سنہ کو ۱۸۵۰ء کے بجائے ۱۸۰۵ء تحریر کیا گیا ہے۔[177]

۹۔ 'الف کشیدن' کے ذیل میں رئیس امروہوی کی تصنیف اچھے مــــرزا کو' اچھے میاں' بنادیاہے۔[178] حالاں کہ اردولغت میں اچھے مرزا ہی درج تھا۔

۱۰۔ محاورہ 'آفتاب ڈوبنا' کو 'آفت ڈوبنا' لکھاگیاہے،[179] لیکن مثال 'آفتاب ڈوبنا' ہی کی دی گئی ہے۔

ڈاکٹر صاحب کادوسرامضمون "اردولغت(تاریخی اصول پر):چند معروضات"(دوسری قسط) کے عنوان کے تحت تحریر کیاگیاہے۔یہ دوسری قسط سہ ماہی اردو ادب(نئی دہلی) کے شمارہ اکتوبر تاد سمبر(۲۰۱۳ء) میں منظر عام پر آئی،جو پچھلے مضمون کا تسلسل ہی ہے۔انھوں نے اپنی تحقیق کو بڑھاتے ہوئے،کلاسیکی متون سے، حرف 'ب' کی تقطیع کے سڑسٹھ(۶۷) محاورات کی قدیم ترین اسناد اخذ کرتے ہوئے ستر سے بھی زائد اشعار اور نثری امثال کی فراہمی کو ممکن بنایاہے۔تاہم بعض مقامات پراس میں بھی کچھ غلطیاں نظر آتی ہیں،مثال کے طورپر:

۱۔ 'بارباندھنا' کی تفصیل میں مثنوی خاور نامــــہ کا سنہ اشاعت ۱۶۴۹ء لکھاگیاہے،لیکن اسی صفحے پر 'بار کھینچنا' کی مثال سے پہلے ۱۶۱۱ء مندرج ہے،[180] جب کہ درست سنہ اشاعت ۱۶۴۹ء ہی ہے۔اسے کتابت کی غلطی بھی تسلیم نہیں کیاجاسکتاکیوں کہ پورے مضمون میں کئی مقامات پرخاور نامــــہ کے لیے ۱۶۱۱ء درج کرتے ہوئے بار بار یہ غلطی دہرائی گئی ہے۔

۲۔ 'باؤ کے گھوڑے پر سوار ہونا' کے ذیل میں جہاں اردو لغت کی قدیم ترین مثال کاذکر کیاگیاہے وہاں کلیــات ظفر کے ساتھ قوسین میں ۱۸۵۶ء کاسنہ دیاگیاہے۔[181] لیکن اردو لغت سے رجوع کیاجائے تواس میں ۱۸۴۵ء تحریر کیا گیاہے[182] اور یہی درست ہے۔دراصل اس اندراج کے لیے کلیــات ظفــر کی جلداول سے مثال لی گئی ہے اور لغت میں جلد نمبر بھی واضح ہے،لیکن ڈاکٹر عبدالرشید نے کلیات ظفر کی جلد چہارم کا سال لکھ دیاہے،جو ۱۸۵۶ء ہے۔

۳۔ اردو لغت میں 'بخت سیدھا ہونا' کی قدیم ترین مثال نور اللغات کی جلد اول (۱۹۲۴ء) سے دی گئی ہے،[۱۸۳] لیکن ڈاکٹر صاحب نے نور اللغات (۱۹۲۶ء) لکھا ہے۔[۱۸۴] اسی غلطی کا اعادہ 'بدن توڑنا'[۱۸۵] اور ' بر سر مطلب آنا'[۱۸۶] کے ذیل میں بھی کیا گیا ہے۔ حالاں کہ یہ نور اللغات کی جلد دوم کا سنہ اشاعت ہے۔

اسی موضوع پر ڈاکٹر عبدالرشید کا تیسرا مضمون بہ عنوان ''کچھ اور محاورات (جو اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج نہیں ہیں)'' باقی دونوں مضامین سے اس بنا پر مختلف ہے کہ یہ اردو لغت پر تنقید یا تعریض نہیں ہے بل کہ اس میں اردو کے کلاسیکی متون سے حاصل کردہ 'الف مقصورہ' کے اکیانوے (۹۱) اور 'الف ممدودہ' کے بہتّر (۷۲) ایسے محاورات اور ان کی اسناد مہیا کی گئی ہیں، جن میں سے کوئی بھی محاورہ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج نہیں ہے۔ اس طرح ایک سو تریسٹھ (۱۶۳) نئے محاورات اور ان کی ایک سو ستّر (۱۷۰) سے زائد امثال فراہم کر کے انھیں مع حوالہ درج کیا ہے۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ ان محاورات سے متعلق امثال اردو لغت کے مرتبین کو نہیں مل سکیں۔ بل کہ انھوں نے کئی جگہوں پر ایسی امثال تحریر کی ہیں، جن میں وہ محاورے موجود ہیں جن کی طرف ڈاکٹر صاحب نے توجہ دلائی ہے، مثال کے طور پر ایک محاورہ 'احوال پوچھنا' ہے، جس کی سند لغت میں 'احوال' کے اندراج کے تحت یہ دی گئی ہے:

کہ دیکھا شاہ نے جب وہ نظارہ

لگا تب پوچھنے احوال سارا[۱۸۷]

لیکن مرتبین لغت کی کوتاہی کی وجہ سے نہ صرف سند کو غلط مقام پر درج کر دیا گیا ہے بل کہ علیٰحدہ حیثیت سے 'احوال پوچھنا' کا بہ طور محاورہ اندراج بھی نہیں ہے۔ لہٰذا ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔ انھوں نے، محاورات کی فراہمی کے ساتھ ساتھ، قوسین میں ایسے محاورات کا فارسی متن بھی تحریر کر دیا ہے، جو فارسی زبان سے اردو میں داخل ہوئے ہیں۔ تاکہ ماخذ کے علاوہ اردو میں ان کی تبدیل شدہ صورت کا بھی مشاہدہ کیا جا سکے، مثلاً 'آنکھیں غبار لانا (غبار آوردن چشم)'[۱۸۸] اور 'آہو پر سوار ہونا (بہ آہو سوار شدن)'[۱۸۹] وغیرہ، تاہم یہ تشنگی ضرور رہتی ہے کہ محاورات کے معانی نہیں دیے گئے، جو از حد ضروری تھے۔ اس کے علاوہ مضمون میں دی گئی معلومات میں کئی فروگذاشتیں بھی سامنے آئی ہیں، جن کا تذکرہ حسب ذیل ہے:

۱۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں ثانوی مآخذ سے اسناد کی نقل کی جو خامی مرتبین کے تساہل سے بار پا گئی ہے، وہی غلطی ڈاکٹر صاحب نے بھی دہرائی ہے۔ چناں چہ 'آفتاب آنا'[۱۹۰] کی سند میں فرہنگ آصفیہ میں 'آنا' کے

ذیل میں درج شعر نقل کیا گیا ہے، جب کہ 'آنکھ پشت پاپہ ڈالنا' کی مثال کے لیے میر حسن کا شعر دیا گیا ہے،[191] جو فرہنگ آصفیہ میں 'آنکھ' کی تفصیلات میں تحریر کیا گیا تھا۔ حالاں کہ ان کے پاس کلاسیکی متون دست یاب تھے۔

۲۔ یوں تو ہر سند کے ساتھ اس کا ماخذ دیا گیا ہے لیکن مضمون میں بعض مقامات پر ادھوری معلومات بھی ملتی ہیں، مثلاً 'آرام جانا' کے لیے کلیات میر (جلد اول) سے مثال لی گئی ہے لیکن اس کا صفحہ نمبر نہیں دیا گیا۔[192] حالاں کہ کلیات میر سے حاصل کردہ باقی اسناد کے صفحات نمبر موجود ہیں۔

۳۔ اردو لغت میں 'بوجھ پکڑنا' کی قدیم ترین مثال پلیٹس کی لغت اور مخزن المحاورات سے دی گئی ہے ۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی ان کا حوالہ دیا ہے لیکن لغت کے تتبع میں ان کے سال اشاعت درج نہیں کیے۔[193] حالاں کہ دونوں ہی معروف ہیں اور ان کے سنین اشاعت بالترتیب ۱۸۸۴ء اور ۱۸۸۶ء ہیں۔

۴۔ 'بو پھیلنا' کے لیے قدیم ترین مثال اخگر کی فراہم کی گئی ہے، لیکن اس کا سنہ وفات یا شعر کا سنہ تحریر درج نہیں کیا گیا،[194] جس سے اندازہ نہیں لگایا جا سکتا کہ اخگر کی یہ مثال لغت کے متعین کردہ ادوار میں سے کس دور کی ہے۔

۵۔ اندراجات اور امثال میں درج محاورات میں افتراق نظر آتا ہے ، مثال کے طور پر ایک اندراج 'آئینہ پر پانی ڈالنا (آب بر آئینہ ریختن)' لکھا ہے اور اس کی سند میں میر کا یہ شعر نقل کیا گیا ہے:

آخر کر کے خدا کے حوالہ
آئینے پر پانی ڈالا [195]

چناں چہ نہ صرف 'آئینے' کو 'آئینہ' بنا دیا ہے بل کہ املے کے اصولوں سے بھی رو گردانی کی گئی ہے۔

۶۔ جو اسناد فراہم کی گئی ہیں ان کے متن میں اغلاط موجود ہیں، مثلاً 'آنکھوں میں سلائیاں پھرنا' کے لیے میر کا مشہور زمانہ شعر یوں لکھا ہے:

شہاں کہ کحل جواہر تھی خاکِ پاچمن کی
انھیں کی آنکھوں میں پھرتے سلائیاں دیکھیں[196]

جب کہ درست متن یوں ہے:

شہاں کہ کحل جواہر تھی خاکِ پا جن کی
انھیں کی آنکھوں میں پھرتے سلائیاں دیکھیں[197]

'آزار دینا' کی سند ہے:

کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کو

ہے میر تقصیر اس کو نہ آزار دیا کر[198]

حالاں کہ پہلا مصرعہ یوں ہے:

کچھ خوب نہیں اتنا ستانا بھی کسو کا[199]

اسی طرح ایک اور محاورے 'الماس دینا' میں لکھتے ہیں:

الماس میر تجھ کو کیا عشق نے دیا ہے
لختِ جگر گرے ہیں جو لعل پارے تیرے[200]

لیکن کلیات میر (جلد اول) میں اس کا درست متن کچھ یوں ہے:

الماس میر تجھ کو کیا عشق نے دیا ہے
لختِ جگر گرے ہیں جوں لعل پارے تیرے[201]

چناں چہ ایسے متون پر نظرِ ثانی ناگزیر ہے، تاکہ جس مقصد کے لیے یہ کاوش کی گئی ہے اس سے پوری طرح عہدہ برآ ہوا جا سکے۔

ڈاکٹر صاحب کی اس کوشش کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہاں دو اور مضامین کا تذکرہ بھی ضروری ہے، جو درج بالا مقاصد ہی کو مد نظر رکھ کر تحریر کیے گئے ہیں۔ چناں چہ لغت کی نظرثانی کے لیے ملاحظہ کیے جانے چاہییں۔ ان میں سے ایک مضمون محمد احسن خاں صاحب کا ہے، جو "اردو لغت بورڈ (کراچی) کی بائیس جلدی لغت کی فوری اور تفصیلی نظرثانی کی اشد ضرورت" کے عنوان سے طبع ہوا ہے۔ اس مضمون میں انھوں نے عبدالماجد دریابادی کی سیاحت ماجدی کے ۹تا ۱۰۸ صفحات کے مطالعے کے دوران 'الف مقصورہ' کے تیس ایسے اندراجات کی نشان دہی کی ہے، جو اردو لغت کی جلد اول میں درج نہیں ہیں۔[202] جب کہ دوسرا مضمون ڈاکٹر رؤف پاریکھ کا بہ عنوان "اردو، فارسی اور عربی کہاوتوں کی شعری اسناد (جو بورڈ کی لغت میں درج نہیں)" ہے۔ اس میں انھوں نے ان اکہتر (۷۱) اسناد کی تفصیل دی ہے، جو بورڈ کی لغت میں درج نہیں، درج شدہ اسناد سے قدیم تر ہیں یا پھر بعد کے دور کی اسناد ہیں۔ مزید برآں اس مضمون میں مضمون نگار کی طرف سے ڈاکٹر عبدالرشید کی مساعی کا اعتراف بھی موجود ہے۔[203]

غرض درج بالا سطور میں ڈاکٹر عبدالرشید کے مضامین کا تجزیہ کرنے کے بعد ان میں موجود تسامحات کی بابت یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت سی اغلاط ایسی ہیں جن میں سے کچھ کی ذمہ داری کتابت پر ڈالی جا سکتی ہے، لیکن بعض کوتاہیاں ایسی بھی ہیں جن سے ایسا عذر پیش کر کے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ تاہم یہ بھی درست ہے کہ اتنی معمولی نوعیت کی اغلاط کے لیے ڈاکٹر عبدالرشید کی تحقیق اور خلوص نیت پر بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ تمام مضامین میں ان کی تنقید کا مقصدِ اوّل و آخر بورڈ کی لغت

کی کاملیت دکھائی دیتا ہے نیز انھوں نے جن امثلہ تک رسائی کو ممکن بنایا ہے اس کی مدد سے نہ صرف بہت سے محاورات کے استعمال کی عمر میں بھی اضافہ فرمایا ہے بل کہ بورڈ کی لغت کی اگلی طباعتوں کے لیے مفید مواد فراہم کرنے کی کوشش بھی کی ہے، جس سے بہر صورت استفادہ کیا جانا چاہیے۔

حواشی اور حوالہ جات

ا۔ شان الحق حقی، ''اشاریہ اردو نامہ'' مشمولہ اشاریۂ اردو نامہ مرتبہ مصباح العثمان (کراچی، اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۷ء)، ص۸۔

۲۔ مصباح العثمان، ''تعارف''مشمولہ اشاریۂ اردو نامہ، ص۱۱۔

۳۔ عبدالماجد، ''مراسلات'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۲۵(ستمبر ۱۹۶۶ء)، ص۱۰۶۔

۴۔ ایضاً، ص۱۰۷۔

۵۔ شبیر کاظمی، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۶(جولائی۱۹۷۳ء)، ص۱۲۹۔

۶۔ ایضاً، ص۱۳۱۔

۷۔ وارث سرہندی، ''اجزائے لغت پر تبصرہ''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۲۹(اکتوبر۱۹۶۷)، ص۱۳۳۔

۸۔ ایضاً۔

۹۔ ایضاً، ص۱۳۶۔

۱۰۔ ایضاً، ص۱۳۸۔

۱۱۔ ماہر القادری، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۲۹، ص۱۴۶۔

۱۲۔ محمد احسن خاں، ''اجزائے لغت پر تبصرہ''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۷(اکتوبر۱۹۷۳ء)، ص۱۱۱۔

۱۳۔ ایضاً، ص۱۰۹۔

۱۴۔ محمد سلیم الرحمٰن، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۲۶(دسمبر۱۹۶۶ء)، ص۱۰۳۔

۱۵۔ شریف الحسن، ''اجزائے لغت پر تبصرہ''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۸(اپریل۱۹۷۴ء)، ص۱۳۵۔

۱۶۔ ایضاً، ص۱۳۱۔

۱۷۔ ماہر القادری، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۸، ص۱۱۵۔۱۱۷۔

۱۸۔ شریف الحسن، ''اجزائے لغت پر تبصرہ''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۸، ص۱۳۳۔

۱۹۔ ممتاز احمد عباسی، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۷، ص۹۴۔

۲۰۔ ایضاً، ص۹۶۔۹۷۔

۲۱۔ عابد احمد علی، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۳۸، (جنوری۱۹۷۱ء)، ص۱۴۲۔

۲۲۔ صفدر آہ، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۲۶، ص۹۴۔

۲۳۔ ایضاً، ص۹۹۔۱۰۱۔

۲۴۔ عبدالماجد، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۲۷(مارچ۱۹۶۷ء)، ص۹۱۔

۲۵۔ ماہر القادری، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۷، ص۹۲۔

۲۶۔ ادارہ، ''اردو لغت''(قسط نمبر۳۸)مشمولہ اردو نامہ کراچی شمارہ۴۶، ص۲۵۔

۲۷۔ ماہر القادری، ''مراسلات''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۷، ص۹۴۔

۲۸۔ محمد احسن خاں، ''اجزائے لغت پر تبصرہ''مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ۴۷، ص۱۰۷۔

۲۹۔ میکش اکبر آبادی، ''مراسلات'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۲۶، ص ۱۰۱۔
۳۰۔ شان الحق حقی، ''مراسلات'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۳۹ (مئی ۱۹۷۱ء)، ص ۱۱۳۔
۳۱۔ وارث سرہندی، ''اجزاے لغت پر تبصرہ'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۲۹، ص ۱۳۲۔
۳۲۔ ایضاً۔
۳۳۔ شریف الحسن، ''اجزاے لغت پر تبصرہ'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۴۸، ص ۱۳۱۔
۳۴۔ ایضاً، ص ۱۳۲۔
۳۵۔ محمد احسن خاں، ''اجزاے لغت پر تبصرہ'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۴۴۔۴۵ (مارچ ۱۹۷۳ء)، ص ۲۰۵۔
۳۶۔ شبیر کاظمی، ''مراسلات'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۲۷، ص ۹۲۔
۳۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص ۲۲۲۔
۳۸۔ وارث سرہندی، ''اجزاے لغت پر تبصرہ'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۲۹ ۔۲۷، ص ۱۳۳۔۱۳۴۔
۳۹۔ ایضاً، ص ۱۳۵۔
۴۰۔ محمد احسن خاں، ''اجزاے لغت پر تبصرہ'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۵۰ (مارچ ۱۹۷۵ء)، ص ۴۴۸۔
۴۱۔ عرش ملسیانی، ''مراسلات'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۲۷ (مارچ ۱۹۶۷ء)، ص ۹۱۔
۴۲۔ شبیر کاظمی، ''مراسلات'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۲۷، ص ۹۴۔
۴۳۔ سید انوار الحق جیلانی، ''مراسلات'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۴۶، ص ۱۳۶۔
۴۴۔ مشفق خواجہ، http://www.rekhta.org/poets/mushfiq-khwaja/profile?lang=ur، تاریخ ملاحظہ: ۱۰، جولائی ۲۰۱۸۔
۴۵۔ مشفق خواجہ، ''نمونۂ لغات اردو مرتبہ ترقی اردو بورڈ کراچی'' مشمولہ اردو لغات: اصول اور تنقید، ص ۱۰۵۔۱۱۸۔
۴۶۔ ایضاً، ص ۱۱۷۔
۴۷۔ ایضاً، ص ۱۰۶۔
۴۸۔ ایضاً، ص ۱۱۴۔
۴۹۔ ایضاً، ص ۱۰۷۔
۵۰۔ ایضاً، ص ۱۰۶۔
۵۱۔ ایضاً، ص ۱۱۰۔
۵۲۔ ایضاً، ص ۱۱۵
۵۳۔ ایضاً، ص ۱۱۲۔
۵۴۔ ایضاً، ص ۱۱۵۔

۵۵۔ ایضاً،ص ۱۱۳۔

۵۶۔ ایضاً،ص ۱۱۲۔

۵۷۔ ترقی اردو بورڈ(مرتب)،نمونۂ لغات اردو،ص ندارد۔

۵۸۔ مشفق خواجہ،''نمونۂ لغات اردو مرتبہ ترقی اردو بورڈ کراچی'' مشمولہ اردو لغات:اصول اور تنقید،ص ۱۰۸۔

۵۹۔ ایضاً،ص ۱۰۷۔۱۰۸۔

۶۰۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد اول،ص ۲۶۔

۶۱۔ مشفق خواجہ،''نمونۂ لغات اردو مرتبہ ترقی اردو بورڈ کراچی'' مشمولہ اردو لغات:اصول اور تنقید،ص ۱۱۱۔

۶۲۔ ایضاً،ص ۱۱۴۔

۶۳۔ ایضاً،ص ۱۱۵۔

۶۴۔ ایضاً،ص ۱۱۳۔

۶۵۔ ایضاً،ص ۱۱۵۔

۶۶۔ شوکت سبزواری،''اردو لغت بورڈ کی لغت:فہرست اغلاط''مشمولہ سہ ماہی اردو کراچی،جلد ۸۹۔۹۰،شمارہ ۲۰۱۳۔۲۰۱۴،ص ۱۶۸۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری کی اس تنقید کے ساتھ اسی مضمون کے صفحہ نمبر ۱۶۸ پر اُس خام مسودے کا عکس بھی دیا گیا ہے،جس کے اندراجات پر بحث کی گئی ہے۔

۶۷۔ ایضاً،ص ۱۶۱۔

یہ معلومات ڈاکٹر شوکت سبزواری کے مضمون سے پہلے ڈاکٹر رؤف پاریکھ کی درج کردہ معلومات سے لی گئی ہیں۔

۶۸۔ ایضاً،ص ۱۶۷۔

۶۹۔ ایضاً،ص ۱۶۵۔۱۶۶۔

۷۰۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد اول،ص ۳۰۴۔

۷۱۔ ایضاً۔

۷۲۔ ایضاً،ص ۳۰۳۔

۷۳۔ محمد ارشد،''رشید حسن خاں بحیثیت محقق''،-http://avadhnama.com/Rasheed-hassan bahaisiyat-muhaqiq-wa-mudawin،تاریخ ملاحظہ:۱۰؍جولائی ۲۰۱۸ء۔

۷۴۔ رشید حسن خاں،''ترقی اردو بورڈ کا لغت''مشمولہ لغت نویسی،تاریخ مسائل اور مباحث،ص ۵۷۹۔

۷۵۔ رشید حسن خاں،''ترقی اردو بورڈ کا لغت''مشمولہ تفہیم(نئی دہلی:مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،۱۹۹۳ء)۔

۷۶۔ ایضاً،ص ۸۔

۷۷۔ ایضاً،ص۱۷۶۔

۷۸۔ ایضاً،ص۱۸۲۔

۷۹۔ ایضاً،ص۱۸۰۔

۸۰۔ اس اجمال کی تفصیل کے لیے مقالے کے باب چہارم میں اسنادو امثلہ کی تفاصیل دیکھی جاسکتی ہیں، جنھیں تکرار کے پیش نظر یہاں درج نہیں کیا جارہا۔

۸۱۔ رشید حسن خاں،"ترقی اردو بورڈ کا لغت"مشمولہ تفہیم،ص۱۹۲۔

۸۲۔ ایضاً،ص۱۹۴۔

۸۳۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلد اول،ص۲۷۔

۸۴۔ ایضاً،ص۵۲۔

۸۵۔ رشید حسن خاں،"ترقی اردو بورڈ کا لغت"مشمولہ تفہیم،ص۱۹۸۔

۸۶۔ ایضاً،ص۱۹۷۔

۸۷۔ ایضاً،ص۱۹۷۔۱۹۸۔

۸۸۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلد اول،ص۵۰۔۵۱۔

۸۹۔ رشید حسن خاں،"ترقی اردو بورڈ کا لغت"مشمولہ تفہیم،ص۱۷۹۔

۹۰۔ ایضاً،ص۲۰۳۔۲۰۴۔

۹۱۔ رؤف پاریکھ،" اردولغت(تاریخی اصول پر): تعبیرو تاریخ"مشمولہ اردولغت نویسی:تاریخ، مسائل اور مباحث ،ص۱۷۰۔۱۷۱۔

۹۲۔ عبدالحق،" اردو لغات اور لغت نویسی"مشمولہ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلد اول،ص ہ

۹۳۔ رشید حسن خاں،"ترقی اردو بورڈ کا لغت"مشمولہ تفہیم،ص ۲۰۵۔۲۰۶۔

۹۴۔ ایضاً،ص۳۰۶۔

۹۵۔ ایضاً،ص۲۰۶۔

۹۶۔ ایضاً،ص۲۰۷۔

۹۷۔ رشید حسن خاں،"ترقی اردو بورڈ کا لغت"مشمولہ اردولغت نویسی،تاریخ مسائل اور مباحث،ص۵۸۰۔

۹۸۔ رشید حسن خاں،"ترقی اردو بورڈ کا لغت"مشمولہ تفہیم،ص۱۹۵۔

۹۹۔ ایضاً،ص۲۰۲۔

۱۰۰۔ ایضاً،ص۱۹۰۔

۱۰۱۔ ایضاً،ص۱۹۸۔

۱۰۲۔ ایضاً، ص ۱۸۸۔

۱۰۳۔ ایضاً، ص ۱۸۴۔

۱۰۴۔ ایضاً، ص ۱۹۷۔

۱۰۵۔ ایضاً، ص ۱۸۴۔

۱۰۶۔ ایضاً، ص ۱۹۳۔

۱۰۷۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص ۲۳۔

۱۰۸۔ رشید اشرف خان، ''شمس الرحمٰن فاروقی کے سوانحی حالات''، www.urduchannel.in>life-shamsur-rahman-farooqui، تاریخ ملاحظہ: ۱۹ر جولائی ۲۰۱۸ء۔

۱۰۹۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ''اردو لغات اور لغت نگاری'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ص ۶۴۳۔

۱۱۰۔ شمس الرحمٰن فاروقی، '' اردو لغات اور لغت نگاری'' مشمولہ تنقیدی افکار (نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، جنوری ۲۰۰۴ء)، ص ۱۹۴۔

۱۱۱۔ ایضاً، ص ۱۹۶۔۱۹۸۔

۱۱۲۔ رؤف پاریکھ، '' اردو لغت (تاریخی اصول پر): تعبیر و تاریخ''، ص ۱۷۶۔

۱۱۳۔ شمس الرحمٰن فاروقی، '' اردو لغات اور لغت نگاری'' مشمولہ تنقیدی افکار، ص ۲۲۵۔

۱۱۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ''اردو لغات اور لغت نگاری'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ص ۶۴۴۔۶۴۵۔

۱۱۵۔ شریف الحسن، ''مراسلات'' مشمولہ اردو نامہ کراچی، شمارہ ۴۳ (جولائی ۱۹۷۲ء)، ص ۱۰۳۔

۱۱۶۔ شمس الرحمٰن فاروقی، ''اردو لغات اور لغت نگاری'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث، ص ۶۴۴۔۶۴۵۔

۱۱۷۔ شمس الرحمٰن فاروقی، '' اردو لغات اور لغت نگاری'' مشمولہ تنقیدی افکار، ص ۲۱۸۔

۱۱۸۔ ایضاً، ص ۱۹۵۔

۱۱۹۔ ایضاً، ص ۲۰۳۔

۱۲۰۔ ایضاً، ص ۲۰۹۔۲۱۰۔

۱۲۱۔ ایضاً، ص ۲۱۳۔

۱۲۲۔ ایضاً، ص ۲۱۳۔۲۱۴۔

۱۲۳۔ ایضاً،ص۲۲۷۔

۱۲۴۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد اول،ص۱۱۷۱۔

۱۲۵۔ شمس الرحمٰن فاروقی،''اردو لغات اور لغت نگاری''مشمولہ اردو لغت نویسی:تاریخ ،مسائل اور مباحث، ص۶۴۵۔

۱۲۶۔ شمس الرحمٰن فاروقی،'' اردو لغات اور لغت نگاری''مشمولہ تنقیدی افکار،ص۱۹۸۔۱۹۹۔

۱۲۷۔ ایضاً،ص۲۱۹۔

۱۲۸۔ ایضاً،ص۲۱۶۔

۱۲۹۔ ایضاً،ص۲۳۱۔۲۳۲۔

۱۳۰۔ تینوں قسم کے مسائل پر مقالے کے باب چہارم میں معنی کے باب میں تفصیلی بحث کی جاچکی ہے، جسے تفصیل کے لیے ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔

۱۳۱۔ شمس الرحمٰن فاروقی،'' اردو لغات اور لغت نگاری''مشمولہ تنقیدی افکار،ص۲۰۰۔

۱۳۲۔ ایضاً،ص۲۳۶۔۲۳۷۔

۱۳۳۔ ایضاً،ص۲۰۱۔

۱۳۴۔ ایضاً،ص۲۰۸۔

۱۳۵۔ ایضاً،ص۲۰۷۔

۱۳۶۔ ایضاً،ص۲۰۷۔

۱۳۷۔ ایضاً۔

۱۳۸۔ (ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)،*Lexicography:An Introduction*،ص۱۰۹۔۱۱۵۔

۱۳۹۔ شمس الرحمٰن فاروقی،'' اردو لغات اور لغت نگاری''مشمولہ تنقیدی افکار،ص۲۳۶۔

۱۴۰۔ ملاحظہ ہو:اردو لغت(تاریخی اصول پر)،جلد دوم،ص۱۲۴۸۔

۱۴۱۔ اقبال،کلیات اقبال(لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۷۷ء)،ص۹۰۔

۱۴۲۔ شمس الرحمٰن فاروقی،''اردو لغات اور لغت نگاری''مشمولہ اردو لغت نویسی:تاریخ ،مسائل اور مباحث، ص۶۴۶۔

۱۴۳۔ شمس الرحمٰن فاروقی،'' اردو لغات اور لغت نگاری''مشمولہ تنقیدی افکار،ص۲۳۴۔

۱۴۴۔ فہرست سنین(مرتب)،ص۹۔

۱۴۵۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے:مسعود ہاشمی،اردو لغت نویسی کا پس منظر (نئی دہلی:مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،۱۹۹۷ء)

۱۴۶۔ ابوالفیض سحر،''تعارف'' مشمولہ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ،ص۱۴۔

۱۴۷۔ مسعود ہاشمی،اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ،ص۲۰۳۔۲۰۴۔
۱۴۸۔ ایضاً،ص۲۰۴۔
۱۴۹۔ ایضاً،ص۲۰۸۔
۱۵۰۔ ایضاً،ص۲۰۹۔
۱۵۱۔ ایضاً۔
۱۵۲۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلد پنجم،ص ۱۷۵
۱۵۳۔ ایضاً،ص۹۵۔
۱۵۴۔ مسعود ہاشمی،اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ،(ص۲۱۰،مسعود)
۱۵۵۔ ایضاً،ص۲۱۰۔
۱۵۶۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلداول،ص۱۱۰۔
۱۵۷۔ مسعود ہاشمی،اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ،ص۲۱۰۔
۱۵۸۔ مزید تفصیل کے لیے مقالے کاباب چہارم ملاحظہ کیاجاسکتاہے۔
۱۵۹۔ مسعود ہاشمی،اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ،ص۲۱۸۔
۱۶۰۔ عبدالرشید،"(اردولغت(تاریخی اصول پر): چند معروضات"مشمولہ اردو ادب نئی دہلی(جولائی تا ستمبر ۲۰۰۷ء)،ص۲۰۹۔
۱۶۱۔ ایضاً،ص۲۱۰۔
۱۶۲۔ نسیم امروہوی،"کچھ اس لغت کے باب میں"مشمولہ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلداول،ص،اب۔
۱۶۳۔ عبدالرشید،"(اردولغت(تاریخی اصول پر): چند معروضات"،ص۲۱۱۔
۱۶۴۔ ایضاً،ص۲۱۳۔
۱۶۵۔ ایضاً،ص۲۲۳۔
۱۶۶۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلددوم،ص۱۳۲۔
۱۶۷۔ محمد ابراہیم ذوق،کلیات ذوق مرتبہ تنویر احمد علوی(نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،،۲۰۰۲ء)،ص۱۲۳۔
۱۸۸۔ عبدالرشید،"(اردولغت(تاریخی اصول پر): چند معروضات"،ص۲۳۶۔
۱۷۹۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)،جلددوم،ص۴۴۵۔

یہاں اس بات کاذکر بھی ضروری ہے کہ یہ مضمون اردو لغت نویسی:تاریخ،مسائل اور مباحث میں بھی شامل کیاگیاہے،لیکن اس میں اسی اندراج کے حوالے سے چندر بدن و مہیار کے املا میں کتابت کی غلطی 'چندر بان و مہیار' کی صورت ملتی ہے،جو ڈاکٹر عبدالرشید کے اصل مضمون میں موجود نہیں علاوہ ازیں ایک اور اندراج 'آرائش دینا' کو بھی مذکورہ کتاب میں 'آرائش دنیا' بنادیاگیاہے،لیکن ڈاکٹر عبدالرشید کے ہاں اس کااملادرست ہے۔تاہم اصل مضمون میں جواغلاط ملتی ہیں

انھیں بھی درست نہیں کیا گیا یا ان پر توجہ نہیں دی گئی۔

۱۷۰۔ عبدالرشید، "(اردو لغت (تاریخی اصول پر): چند معروضات"، ص ۲۳۱۔

۱۷۱۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد دوم، ص ۱۹۸۔

۱۷۲۔ عبدالرشید، "(اردو لغت (تاریخی اصول پر): چند معروضات"، ص ۲۲۴۔

۱۷۳۔ ایضاً، ص ۲۳۰۔

۱۷۴۔ ایضاً، ص ۲۲۵۔

۱۷۵۔ ایضاً، ص ۲۲۹۔

۱۷۶۔ ایضاً، ص ۲۳۲۔

۱۷۷۔ ایضاً، ص ۲۱۹۔

۱۷۸۔ ایضاً۔

۱۷۹۔ ایضاً، ص ۲۲۶۔

۱۸۰۔ عبدالرشید، "اردو لغت (تاریخی اصول پر): چند معروضات (دوسری قسط)"مشمولہ اردو ادب (اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۳ء)
ص ۱۷۶۔

۱۸۱۔ ایضاً، ص ۱۷۸۔

۱۸۲۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد دوم، ص ۷۵۱۔

۱۸۳۔ ایضاً، ص ۸۲۶۔

۱۸۴۔ عبدالرشید، "اردو لغت (تاریخی اصول پر): چند معروضات (دوسری قسط)" ، ص ۱۸۰۔

۱۸۵۔ ایضاً۔

۱۸۶۔ ایضاً، ص ۱۸۱۔

۱۸۷۔ اردو لغت(تاریخی اصول پر)، جلد اول، ص ۲۶۵۔

۱۸۸۔ عبدالرشید، "کچھ اور محاورات (جو اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج نہیں ہیں)"، مشمولہ نئی کتاب (۴) نئی دہلی (جنوری
تا مارچ، ۲۰۰۸ء)، ص ۱۱۴۔

۱۸۹۔ ایضاً، ص ۱۱۵۔

۱۹۰۔ ایضاً، ص ۱۱۱۔

۱۹۱۔ ایضاً، ص ۱۱۳۔

۱۹۲۔ ایضاً، ص ۱۱۰۔

۱۹۳۔ ایضاً، ص ۱۸۵۔

۱۹۴۔ ایضاً، ص ۱۸۶۔

۱۹۵۔ ایضاً، ص ۱۱۵۔

۱۹۶۔ ایضاً، ص ۱۱۴۔

۱۹۷۔ میر تقی میر، کلیات میر جلد اول مرتبہ ظل عباس عباسی (نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳ء)، ص ۲۱۵۔

۱۹۸۔ عبدالرشید، "کچھ اور محاورات (جو اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج نہیں ہیں)"، ص ۱۱۰۔

۱۹۹۔ میر تقی میر، کلیات میر جلد اول، ص ۳۹۷۔

۲۰۰۔ عبدالرشید، "کچھ اور محاورات (جو اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں درج نہیں ہیں)"، ص ۱۰۶۔

۲۰۱۔ میر تقی میر، کلیات میر جلد اول، ص ۵۹۶۔

۲۰۲۔ محمد احسن خاں، "اردو لغت بورڈ (کراچی) کی بائیس جلدی لغت کی فوری اور تفصیلی نظر ثانی کی اشد ضرورت" مشمولہ اردو کراچی، جلد ۹۱۔۹۲ (۲۰۱۵ء۔۱۶ء)، ص ۱۶۶۔۱۷۱۔

۲۰۳۔ رؤف پاریکھ، "اردو، فارسی اور عربی کہاوتوں کی شعری اسناد (جو بورڈ کی لغت میں درج نہیں)" مشمولہ علم لغت، اصول لغت اور لغات، ص ۱۲۳۔۱۵۱۔

ماحصل

ماحصل

اردو زبان وادب کے لیے ایک جامع اردو لغت کی ضرورت شروع ہی سے محسوس کی جاتی رہی ہے، جس کے پیش نظر کئی انفرادی کاوشوں کے ساتھ ساتھ بعض علمی اور سرکاری اداروں کی طرف سے اجتماعی کوششیں بھی منظر عام پر آئیں

اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے۔اسی سلسلے کی ایک انتہائی اہم کڑی اردو لغت بورڈ ،کراچی کی کلاں لغت بہ عنوان اردولغت(تاریخی اصول پر) بھی ہے،جو بائیس(۲۲)جلدوں پر مشتمل اپنی نوعیت کی ایک ایسی منفرد لغت ہے جس کی بنیاد تاریخی اصولوں پر رکھی گئی ہے۔یہ ضخیم لغت اردو لغت بورڈ کے مرتبین و معاونین کی ۵۲ سالہ جہدِ مسلسل کا نتیجہ ہے،جس کا منصوبہ ۱۹۵۸ء میں تیار کیا گیا،تاہم اس کی عملی اور تکمیلی شکل ۲۰۱۰ء میں اس کی بائیسویں اور آخری جلد کی اشاعت کے موقع پر عمل میں آئی۔

اس لغت کی اہمیت اس بنا پر بھی ہے کہ اسے فن لغت نویسی کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ تصور کیا جاتا ہے،کیوں کہ اپنی نوعیت یعنی تاریخی لغت ہونے کی مناسبت سے اسے انگریزی زبان کی معروف ترین لغت اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری(Oxford English Dictionary)کی طرز پر مرتب و مدون کیا گیا ہے۔ چناں چہ اس مقصد کی تکمیل کے لیے جہاں مختلف ادوار میں اس کام کو سرانجام دینے والے صدور اور عملہ ادارت کی عرق ریزی سے انکار نہیں کیا جا سکتا،وہیں اردو زبان و ادب کی نام ور شخصیات اور مطالعہ کتب میں معاونت کرنے والے بیرونی علما و فضلا کی جگر کاوی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔لہٰذا اسی اہمیت و مقبولیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے زیر نظر مقالے میں اردو زبان کی اس ضخیم لغت کا تحقیقی اور تنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔اس مقصد کے لیے مقالے کی منصوبہ بندی میں جن سوالات کو مد نظر رکھا گیا تھا،وہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ کیا اردولغت(تاریخی اصول پر) جدید اصول لغت نویسی کے مطابق مرتب و مدون کی گئی ہے؟

۲۔ کیا اس کی تمام جلدوں (۱ تا ۲۲) میں زمانی فرق کے باوجود اصولوں اور معیار کی یکسانیت قائم رکھی گئی ہے؟

۳۔ اس لغت پر جو اعتراضات کیے گئے ہیں ان کی نوعیت کیا ہے اور یہ کس حد تک درست یا ناروا ہیں؟

۴۔ اردولغت(تاریخی اصول پر)اردو لغت نویسی کی روایت میں کس مقام کی حامل ہے؟

جہاں تک جدید اصول لغت نویسی کا تعلق ہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ اردو لغت بورڈ نے اپنی لغت کی ترتیب و تدوین کے لیے جن اصولوں کو راہ نما قرار دیا ہے ان میں واضح طور پر جدت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔بورڈ کے اپنے بیان کے مطابق انھوں نے اس کے لیے اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری(OED) کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر مولوی عبدالحق کے بیان کردہ اصول لغت نویسی کی پیروی کی ہے،لیکن جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ لغت کی ترتیب کے لیے جو اصول اپنائے گئے ہیں ان میں کسی لفظ کی تفصیل بیان کرنے کے لیے بین الاقوامی ماہرین لغت کے اصولوں کو بھی نظر انداز نہیں کیا گیا۔ باالفاظ

دیگر اردو لغت بورڈ نے اپنے اصولوں کے لیے جن دو ماخذات سے استفادہ کیا ہے، چوں کہ انھوں نے بھی عالمی معیارات کو مد نظر رکھا تھا، اس لیے ان کے تتبع میں یہ معیارات اردو لغت میں بھی در آئے ہیں۔ بہتر تفہیم کے لیے، راقمہ نے لغت نویسی کے ان بین الاقوامی اصولوں کو ہاورڈ جیکسن(Howard Jackson)، ہیننگ برگن ہولٹز (Henning Bergenholtz)، سون ٹارپ(Sven Tarp)، پیٹ وین سٹر کن برگ (Piet Van Sterkenburg)، آر۔آر۔کے ہارٹ مین(R.R.K.Hartmann)، گریگری جیمز (Gregory James)، ایم۔اے۔کے۔ ہیلیڈے(M.A.K.Halliday)، وولف گینگ ٹیوبرٹ (Wolfgang Teubert)، کولن ییلپ(Colin Yallop)، ایناچرماکووا(Anna Cerma'kova)، بو سونسن (Bo Svensen)، ڈرک جیرارٹس(Dirk Geeraerts)، فیرینس کیفر(Ferenc Kiefer)، جان سنکلیئر(John Sinclair)اور نکولین وین ڈر سجیس(Nicoline Van Der Sijs)کے متعین کردہ ضوابط سے اخذ کرکے بالترتیب' اندراجات' ، 'ترتیب اندراجات'، 'املا' ، 'تلفظ' ، 'قواعدی حیثیت'، 'تذکیر وتانیث' ، 'معنوی وضاحت'، 'اسناد و امثلہ ' اور' لسانی ماخذ اور اشتقاق' کے نو(۹)عنوانات میں تقسیم کر دیا ہے۔ چناں چہ جدید اصول لغت نویسی کا بورڈ کے اصولوں سے موازنہ کرنے کے لیے اولاً مقالے کے باب دوم بہ عنوان ''اردو لغت بورڈ کے اصول لغت نویسی: جدید اصول لغت کے تناظر میں'' کے ذیلی عنوان ''جدید اصول لغت نویسی'' کے تحت ماہرین لغت کے اصولوں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور بعد ازاں ''اردو لغت بورڈ کے متعین کردہ اصولوں کی تفصیل'' میں انھی عنوانات کے تحت بورڈ کے اصولوں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ جس کے بعد یہ بہ خوبی کہا جا سکتا ہے کہ لغت نویسی کے جو اصول ہمیں ماہرین لغت کے ہاں ملتے ہیں ، بورڈ نے انھیں مد نظر رکھا ہے اور اس کا اصل سہرا مولوی عبد الحق اور اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری(OED)کے سر ہے۔

اس ضمن میں ایک فکر انگیز نکتہ یہ بھی ہے کہ چوں کہ انگریزی سمیت دیگر زبانوں کے لسانی تقاضے اردو زبان سے مختلف ہیں، اس لیے بعض عالمی اصول و ضوابط میں جہاں بورڈ کے مرتبین کو کوئی کمی یا خلا نظر آیا وہاں اپنے ماہرین کی مشاورت سے ان مسائل کو حل کرنے کی کوشش کی گئی ہے، جن میں سب سے نمایاں کردار جناب شان الحق حقی کا رہا ہے۔ اس کے علاوہ بھی راہ نما اصول وضع کرنے کے لیے ڈاکٹر مسعود حسین خاں اور ڈاکٹر فرمان فتح پوری جیسے اکابرین و ماہرین کی طرف سے بعض تجاویز اور سفارشات پیش کی جاتی رہیں۔ نتیجۃً حتمی طور پر جن اصولوں پر اتفاق کیا گیا، ان کی بہ

دولت یہ لغت نہ صرف سائنٹیفک بنیادوں پر استوار ہوئی بل کہ بعض ایسے اقدامات بھی دیکھنے کو ملے، جو اس سے پہلے کی لغات (مولوی عبدالحق کی لغت کبیر سے استثنا کے ساتھ) میں نہیں ملتے، مثلاً:

الف۔ حروف تہجی کی تعداد کا تعین کرنا اور ہر حرف کا تشریحی حاشیہ شامل کرنا۔

ب۔ الف ممدودہ کے بجائے الف مقصورہ کے اندراجات سے لغت کا آغاز کرنا۔

ج۔ ہائیہ اصوات کو الگ حروف کی حیثیت دے کر ان کی الگ تقطیع قائم کرنا اور 'لھ'، 'مھ'، 'نھ' جیسے حروف کو بہ طور مرکب حروف تہجی تسلیم کرنا۔

د۔ املا کے ضمن میں ہمزہ (ء)، ہائے مخلوط (ھ) اور امالہ جیسے مسائل کو حل کرنے کے لیے مدلل اصول وضع کرنا۔

ہ۔ لفظ کی قواعدی حیثیت کے تعین کے لیے انگریزی زبان سے اخذ کردہ بنیادی آٹھ زمروں کے علاوہ ان کی ذیلی قواعدی حیثیت بیان کرتے ہوئے ان کا محل استعمال واضح کرنا۔

و۔ مروجہ علامات کے علاوہ نئے رموزِ اوقاف اور اختصارات کا استعمال کرنا۔

ز۔ معنوی وضاحت کے لیے تشریحی طریقہ کار کو فروغ دینا اور معنی میں تبدیلی کا ریکارڈ رکھنا۔

ح۔ اسناد کی فراہمی میں متعین کردہ ادوار کو پیش نظر رکھنا اور ایسے اندراجات کو شامل کرنا جن کے استعمال کی امثال کم از کم دو ادوار دو مصنفین کے ہاں مل سکیں۔

ط۔ لسانی ماخذ اور اشتقاق کے حوالے سے تمام الفاظ کو اردو کے بجائے ان کی اصل سے منسوب کرنا اور ان میں تبدیلی کا تجزیہ کرنا۔

اگرچہ ان میں سے بعض مقامات پر روایتی اصول بھی دکھائی دیتے ہیں، مثلاً اندراجات کے ضمن میں بورڈ نے ایسے فقرات کو بھی اپنی لغت میں جگہ دی ہے، جو اپنے مکمل معنوں کی ترسیل کے لیے سیاق وسباق کے محتاج ہیں، جب کہ ایسے اندراجات کو شامل لغت نہیں کیا جاتا۔ علاوہ ازیں لغت کے اصولوں میں تلفظ کی ادائیگی کے لیے جس طریقے پر اتفاق کیا گیا ہے، ان میں سے ایک ملفوظی طریقہ بھی ہے، جو نہ صرف یہ کہ جدید طریقوں سے میل نہیں کھاتا بل کہ صارفین لغت کی تفہیم کے لحاظ سے بھی قدرے پیچیدہ ہے، لیکن پھر بھی ان میں سے بیش تر اصول وضوابط کی تنظیم اور کاملیت سے انکار ممکن نہیں ہے، جس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جون ۱۹۸۸ء میں اصول ترتیب وتسوید اردو لغت مع توضیحات کے عنوان سے بورڈ کے مرتب کردہ اصولوں کا کتابچہ شائع ہونے اور ان کی حتمی شکل سامنے آنے کے بعد سے لے کر لغت کی تکمیل (۲۰۱۰ء) تک انھی کا اتباع کیا گیا۔ بعد کے ادوار میں لغت کی تالیف کا کام سرانجام دینے والے

ادارتی عملے نے ان میں تصرف یا اضافہ کرنے کی کوئی ضرورت محسوس نہیں کی اور یہ ہر دور میں اسی طرح مستعمل رہے۔ چناں چہ ایسے اصولوں کو بنیاد بنا کر جو لغت ترتیب دی گئی ہے وہ نہ صرف اپنے اصولوں کی بنا پر بھی اردو لغت نویسی کی دنیا میں تاریخی حیثیت رکھتی ہے، بل کہ عالمی معیاراتِ لغت نویسی کی حامل ایک سائنسی لغت بھی قرار دی جا سکتی ہے۔

جیسا کہ پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ اردو لغت بورڈ، کراچی کی جامع اور تاریخی لغت ایک طویل المیعاد منصوبہ تھی، جو ۵۲ سال کے عرصے میں مکمل ہوئی۔ اتنے طویل عرصے تک اس منصوبے پر کسی ایک ہی عملے کا کام کرنا ایک ناممکن سی بات تھی۔ چناں چہ مختلف ادوار میں لغت کی ترتیب و تدوین کا کام بورڈ کے مختلف صدور اور مدیران اعلیٰ کی زیر نگرانی سینکڑوں افراد کے سپرد رہا، جس کی تفصیل مقالے کے باب دوم کی شق نمبر ۲۰۱ کے تحت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ چوں کہ دنیا کا اصول ہے کہ ہر نیا آنے والا شخص کسی جاری شدہ کام کو اپنے انداز سے کرنے کی سعی کرتا ہے اور اس سلسلے میں عموماً سابقین کے طریقہ کار کو نظر انداز کیا جاتا ہے، لہٰذا یہی کچھ اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی تدوین کے دوران بھی ہوا۔ اگرچہ اصول وہی رہے، لیکن کام کرنے کے طریقہ کار میں ضرور تبدیلی آئی، جس کا لغت پر بھی اثر ہوا۔

بلاشبہ اردو لغت نے اپنے اندراجات کے ذریعے نہ صرف اردو زبان و ادب اور سابقہ اردو لغات کے تمام تر سرمائے کو اپنے دامن میں سمیٹنے کی کوشش کی بل کہ اندراجات، ترتیب اندراجات اور رموزِ اوقاف کے ضمن میں ایسے قابل تقلید اقدامات کو بھی رواج دیا، جن سے صرفِ نظر کر کے پچھلی لغات نے بہت سے مسائل کو جنم دیا تھا۔ اس لغت نے املا، تلفظ اور قواعدی حیثیت کے تعین اور تذکیر و تانیث کے مختلف قسم کے اختلافات سے بھی اپنے انداز میں نمٹنے کی سعی کی ہے اور اس ضمن میں حاصل شدہ تمام تر معلومات اپنے صارفین تک پہنچانے کی سعی کی ہے۔ معنی کے تعین میں لغات کی تدوین کے تاریخی اصولوں کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے اردو لغت نویسی کے جدید اور سائنسی طریقہ کار کو فروغ دیا ہے۔ لفظ کی وضاحت میں تعریف و تشریح کے علاوہ مترادفات اور پھر ان کی توثیق کے لیے ان کے استعمال کی اسناد و امثلہ کی تلاش میں کڑی محنت کا ثبوت دیا ہے اور تقریباً ہر لفظ کی اصل و اشتقاق تک پہنچنے کے لیے کاوش کی ہے، لیکن چوں کہ کوئی بھی نیا اور بڑا کام تسامحات یا اغلاط سے مبرا نہیں ہو سکتا اس لیے مذکورہ تمام مشمولات سے متعلق کئی قسم کی خامیاں لغت میں در آئی ہیں، جن کی مفصل وضاحت مقالے کے باب سوم اور چہارم کے ذیلی عنوانات کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔ اگر ان کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بیش تر اغلاط اور تسامحات مرتبین کے اپنے ہی وضع کردہ اصولوں سے روگردانی کی صورت میں وارد ہوئے ہیں نیز جن اصولوں کو آغاز کے مرتبین نے نظر انداز کیا یا ان پر عمل کرنے میں نرمی کا ثبوت دیا، بعد کے مرتبین نے بھی ان کی پروا نہیں کی۔ اس کے ثبوت کے طور پر لغت کے سینکڑوں اندراجات کے تحت دوادو م صنفین

کی اسناد کی عدم موجودگی کی مثال ہی کافی ہے۔ حالاں کہ یہ ایک ایسا اصول تھا، جس پر اردو نامہ کے مختلف شماروں میں بھی بار بار زور دیا گیا اور اس کی وجہ سے کئی اندراجات لغت کی اشاعت سے پہلے ہی حذف کر دیے گئے۔ یوں کئی اردو الفاظ شامل ہونے سے رہ گئے۔

اس کے علاوہ بھی اصولوں کو نظر انداز کرنے کی وجہ سے لغت کی تمام جلدوں میں کئی مسائل ملتے ہیں، مثلاً ایک سے زیادہ قواعدی حیثیت یا معنی کے اندراج کے لیے علیٰحدہ شقوں کے قیام اور رموز و علائم کی پابندی کے حوالے سے آغاز کی جلدوں میں زیادہ اہتمام ملتا ہے۔ حتیٰ کہ صحت نامہ بھی صرف پہلی ہی جلد میں شامل کیا گیا ہے۔ اشتقاق کی فراہمی اور املا سے متعلق مسائل بعد کی جلدوں میں کم نظر آتے ہیں۔ جب کہ اندراجات، تلفظ، تذکیر و تانیث، اسناد اور معنوی وضاحت کے سلسلے میں بیان کردہ تسامحات زمانی فرق کے باوجود تقریباً ہر دور میں ملتے ہیں۔ البتہ اندراجات کی ترتیب لغت کا ایک ایسا وصف ہے، جس کی بابت بہت کم کوتاہیاں دکھائی دیتی ہیں۔ تاہم بحیثیت مجموعی تمام لغت کی تمام جلدوں کے معیار اور یکسانیت کا جائزہ لیا جائے تو ان میں مسائل کا تناسب بعد کی جلدوں کی نسبت آغاز کی جلدوں میں زیادہ ہے، لیکن اس کی یہ توجیہ پیش کی جاسکتی ہے کہ ہر نئے اور طویل المیعاد منصوبے کا آغاز کچھ دشواریوں کا شکار ہوتا ہے۔ مرورِ ایام کے ساتھ جیسے جیسے سہولیات کا حصول ممکن ہوتا چلا جاتا ہے اور کام سے واقفیت بڑھتی چلی جاتی ہے اور اس میں بہتری آتی چلی جاتی ہے اور پھر اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی تدوین نصف صدی کی محنت ہے، اس لیے بھی اس میں نقائص کا در آنا فطری عمل ہے۔ اس کے علاوہ اس ادارے کو مختلف ادوار میں کرائے کی عمارات، ادارتی عملے کے اراکین اور ماہرین کی کمی، بنیادی اور ضروری سہولیات سے محرومی اور تنخواہوں کی عدم ادائیگی جیسے مسائل کا سامنا بھی کرنا پڑا ہے۔ چناں چہ اس لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر زمانی افتراق کے باوجود اردو لغت کی تمام جلدوں میں مختلف النوع تسامحات موجود ہیں اور ان سے معیار اور عدم یکسانیت جیسے مسائل پیدا ہوئے ہیں تو ان کے لیے صرف ابتدائی عملے یا صدور کو موردِ الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ اس کے لیے ہر دور کے مرتبین قصور وار ہیں۔ مزید یہ کہ اگر اپنے ہی اصولوں کی پابندی کی جائے تو لغت میں معیار اور عدم یکسانیت کے مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

اردو لغت (تاریخی اصول پر) کو ایک مسئلہ یہ بھی درپیش رہا کہ اتنی اہم اور اپنی نوعیت کی پہلی اردو لغت ہونے کے باوجود نہ صرف یہ کہ بعض اشخاص نے اس کا خیر مقدم نہیں کیا اور اسے غیر معیاری سمجھا بل کہ اردو نامہ میں اس کی اقساط اور بعد ازاں پہلا نمونہ نمونۂ لغات اردو (۱۹۶۱ء) کے عنوان سے شائع ہوتے ہی اس پر تنقید و تعریض کا سلسلہ شروع ہو گیا، جو اس کے خام مسودوں اور مختلف جلدوں کے منظرِ عام پر آنے کے ساتھ ساتھ چلتا

رہااور اس کی تکمیل (۲۰۱۰ء) کے بعد بھی آج تک جاری و ساری ہے۔ان ناقدین اور معترضین میں وارث سرہندی، محمد احسن خاں، شریف الحسن، ماہر القادری، عبدالماجد دریابادی، ممتاز احمد عباسی، سید قدرت نقوی، صفدر آہ، میکش اکبر آبادی ، محمد سلیم الرحمٰن، سید انوار الحق جیلانی، سید شبیر علی کاظمی، رشید حسن خاں، شمس الرحمٰن فاروقی، ڈاکٹر مسعود ہاشمی اور ڈاکٹر عبدالرشید جیسے اکابرین وماہرینِ لسان شامل ہیں۔چناں ان کی طرف سے اس لغت کے جن پہلوؤں کو تنقید کا نشانہ بنایا گیا، وہ نکات کی صورت میں حسب ذیل ہیں:

۱۔ لغت میں غیر لغاتی اور نامانوس اندراجات شامل کیے گئے ہیں۔

۲۔ کلاسیکی متون میں شامل بعض اندراجات کو غلط تحریر کیا گیا ہے اور بعض کو نظرانداز کر دیا گیا ہے۔

۳۔ کئی اندراجات ایسے ہیں جن کے لیے صرف ایک ہی ماخذ کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

۴۔ لغت میں قائم کردہ حروف تہجی کی تعیین اور ترتیب درست نہیں۔

۵۔ املا کے ضمن میں اپنے اصولوں میں بے اصولی سے کام لیا گیا ہے چناں چہ ہمزہ، فصل و وصل اور امالہ کے سلسلے میں مسائل کی بھرمار ہے۔

۶۔ لغت میں ایک ہی لفظ کے کئی املا ملتے ہیں، جو کشمکش کا باعث بنتے ہیں کیوں کہ ان میں درست کے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا گیا۔

۷۔ تلفظ کی ادائیگی کا طریقہ کار قدیم ہے اور بعض الفاظ کا غلط تلفظ بھی درج کیا گیا ہے۔

۸۔ قواعدی حیثیت میں بے احتیاطی ملتی ہے، چناں چہ بعض فقرات کو اسم کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

۹۔ ایسے الفاظ جو مذکر اور مؤنث دونوں حیثیتوں کے حامل ہیں ان کی صرف ایک حیثیت پر توجہ دی گئی ہے اور ان کی جنس کے متعلق کوئی حتمی فیصلہ موجود نہیں۔

۱۰۔ الفاظ کے غلط معانی کا اندراج کیا گیا ہے۔

۱۱۔ بعض مقامات پر مرتبین نے خود سے معنی گھڑ لیے ہیں۔

۱۲۔ دوسری لغات سے درج کردہ معنی میں الفاظ کا ہیر پھیر کیا گیا ہے، جس سے معنی میں تصرف ہو گیا ہے۔

۱۳۔ معنی میں تعریف نامکمل یا ناکافی ہے یا صرف مترادفات مندرج ہیں۔

۱۴۔ ایسی جگہوں پر جہاں ایک ہی معنی کافی تھے، اضافی معنی تحریر کیے گئے ہیں۔

۱۵۔ اسناد کی فراہمی میں دوار دو مصنفین کے ہاں استعمال کی شرط کو نظرانداز کیا گیا ہے۔

۱۶۔ اسناد کی عبارات میں الفاظ کار دو بدل ہے اور خود ساختہ تصحیح کی گئی ہے۔

۱۷۔ اسناد کے لیے غیر معتبر ماخذات سے بھی رجوع کیا گیا ہے۔

۱۸۔ بعض اندراجات کے معنی ان کی اسناد سے واضح نہیں ہوتے۔

۱۹۔ بنیادی ماخذات کے بجائے ثانوی ماخذات سے اسناد نقل کی گئی ہیں۔

۲۰۔ لسانی ماخذ اور اشتقاق میں سنسکرت الفاظ کا حصہ کمزور ہے۔

۲۱۔ بعض اندراجات کا اشتقاق موجود نہیں ہے۔

۲۲۔ اشتقاقی حصے میں غلط معلومات درج کی گئی ہیں۔

ان تمام اعتراضات کے جوابات اور ان کے درست یا ناروا ہونے کی بابت مقالے کے باب پنجم میں تفصیلی بحث کی جا چکی ہے۔ تکرار سے بچنے کے لیے یہاں اسی قدر عرض کیا جا سکتا ہے کہ ان میں سے اسناد اور اشتقاقات کی عدم فراہمی، غلط معنوی وضاحت، نامکمل معنی، امالہ، ہمزہ اور فصل و وصل کے سلسلے میں بے قاعدگی سے متعلق ان کے اعتراضات ضرور وزن رکھتے ہیں اور بورڈ کو ان کے حل کے لئے مناسب اقدامات کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ تاہم اندراجات کی ترتیب، حروف تہجی کی تعداد اور ان کی الگ تقطیع قائم کرنے، ایک ہی لفظ کے کئی املا درج کرنے اور لغت میں موجود تفصیلات کے متعلق فیصلہ کن بیان تحریر نہ کرنے کے حوالے سے مذکورہ بالا اکابرین کی تنقیدوں میں جو بحث ملتی ہے اس سے اتفاق کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ ایسے اعتراضات کی توجیہ موجود ہے اور ان میں سے اکثر اعتراضات اصول و مسائل سے ناواقفیت یا عدم توجہی کی بنا پر کیے گئے ہیں، جن پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ اس قسم کی فروگذاشتوں یا اعتراضات سے اردو لغت (تاریخی اصول پر) کی اہمیت اور افادیت میں اس قدر کمی واقع نہیں ہو سکتی کہ اسے بالکل ہی نظر انداز کرتے ہوئے اغلاط کا پلندہ قرار دیا جائے یا پھر اس کے مرتبین کی کاوشوں کو بیک جنبش قلم فراموش کر دیا جائے کیوں کہ ان کی تعداد بورڈ کی مجموعی مساعی کے مقابل بہت تھوڑی ہے۔ اس کے برعکس یہاں اس حقیقت کو مد نظر رکھنے کی ضرورت ہے کہ ایک لغت کا کام کبھی بھی مکمل قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہ کام جہاں اپنے اندر ناسپاسی کا عنصر لیے ہوئے ہے وہیں اس کا ایک اور المیہ یہ بھی ہے کہ اسے انفرادی یا اجتماعی سطح پر جتنا بھی مکمل کرنے کی کوشش کی جائے یہ پھر بھی زیر تکمیل ہی رہتا ہے کیوں کہ زندہ زبانیں ایک جگہ پر منجمد ہو کر نہیں رہ سکتیں۔ وہ پھلتی پھولتی، گھٹتی بڑھتی رہتی ہیں۔ لہٰذا جب جب اور جہاں جہاں اس میں تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں، لغت نویس کا کام از سر نو آغاز ہو جاتا ہے۔ نئی معلومات کے رواج پانے اور ان کے حصول کے ساتھ

ہی اس کے کندھوں پر ان کے اندراج کی ذمہ داری بھی آن پڑتی ہے۔یوں لغت میں تحقیق اور تنقید کی راہیں ہمیشہ کھلی رہتی ہیں اور اس میں کسی بھی امر کو حرف آخر تصور نہیں کیا جاسکتا۔مزید برآں چوں کہ کوئی بھی شخص بشریت کی بھول سے مبرا نہیں اس لیے تنقید میں تعمیری پہلوؤں کو بھی ضرور پیش نظر رکھنا چاہیے۔تاکہ لغت کی خامیوں اور تسامحات میں کسی حد تک کمی واقع ہو سکے نیز اردو لغت(تاریخی اصول پر) کو بہتر بنیادوں پر استوار کر کے اردو زبان و ادب کی خدمت میں اپنا حصہ ڈالا جا سکے۔اس لحاظ سے دیکھا جائے تو لغت کے ناقدین میں سے یہ رویہ اردو نامہ میں شائع ہونے والے اعتراضات کے معترضین و مشفق خواجہ اور ڈاکٹر عبدالرشید کی تنقید میں دکھائی دیتا ہے۔

درج بالا بحث اور مقالے میں پیش کی گئی تمام تر تفصیلات کی روشنی میں اگر اردو لغت نویسی کی روایت میں اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے مقام اور مرتبے کا تعین کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اردو زبان میں بورڈ کی اردو لغت سے پہلے بھی کئی اردو لغات آئیں، جنھیں نصاب ناموں، منظوم لغات، اردو بہ فارسی لغات، اردو بہ انگریزی لغات اور اردو بہ اردو لغات کے تحت تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ہر لغت نے اپنے اپنے دور کے مطابق لغت نویسی کے نئے نئے تجربات کو اپنا کر رواج دیا نیز اپنی لغت کو ایک مکمل، معیاری اور مفید عام لغت بنانے کی طرف بھرپور توجہ دی، جس کی بنا پر اردو لغت کی مختلف صورتیں جامع لغات، محاوراتی لغات، اصطلاحات اور تلفظ کی فرہنگوں وغیرہ کی شکل میں منظر عام پر آتی رہیں، لیکن اتنی اقسام کی لغات کی موجودگی کے باوجود اردو لغت نویسی کے جملہ مسائل اپنی جگہ برقرار رہے کیوں کہ ان سب کو ایک ہی لغت میں سمونے کی خاطر ان میں سے کسی نے پیش رفت ہی نہیں کی۔بھارت میں بھی ۱۹۶۹ء میں ترقی اردو بورڈ (ہند) کے نام سے ایک ادارہ قائم کر کے ایسی ہی ایک لغت بنانے کے منصوبے کا آغاز کیا گیا تھا، لیکن زمانی اعتبار سے اردو لغت بورڈ، کراچی کو اولیت حاصل ہے۔یعنی ایک جامع لغت کی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر سب سے پہلے اردو لغت بورڈ، کراچی نے اس کام کا بیڑہ اٹھایا اور مسلسل جستجو اور محنت سے بالآخر اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا کر اردو لغت نویسی کی روایت میں ایک بالکل نئے باب کا اضافہ کیا، جو لائق تحسین ہے۔تاہم یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کوئی بھی لغت، لغت نویسی کے عالمی معیاروں کے مطابق پوری طرح خود کو نہیں ڈھال سکتی۔کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی خلا رہ جاتا ہے، لیکن پھر بھی اردو لغت(تاریخی اصول پر) کے ذریعے جدید اور سائنسی طریقۂ کار کو فروغ دیتے اور روایت سے انحراف کرتے ہوئے اردو لغت نویسی کی تاریخ میں انقلاب برپا کرنے کی کوشش ضرور کی گئی ہے۔

اردو لغت(تاریخی اصول پر) کی اہمیت اس بنا پر بھی ہے کہ اس میں دو لاکھ چونسٹھ ہزار الفاظ، مرکبات، محاورات اور ضرب الامثال کو جگہ دی گئی ہے۔اتنے اندراجات اردو زبان کی کسی اور لغت میں نہیں ملتے۔اس

لحاظ سے اسے الفاظ کا ایک مخزن قرار دیا جا سکتا ہے، جو قدیم کلاسیکی عہد سے لے کر عہد موجود تک کے اندراجات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ یہاں تک کہ اس میں کلاسیکی ادبی متون سے اخذ کردہ ایسے الفاظ و محاورات بھی ہیں، جو اردو کی کسی اور لغت میں نہیں ملتے اور جن کی بنا پر ڈاکٹر عبد الرشید نے بھی یہ اعتراف کیا کہ اگر وہ اردو لغت کا مطالعہ نہ کرتے تو انھیں اپنی تحقیق کے لیے بعض محاورات تک رسائی بھی نہ ہوتی۔ مزید یہ کہ اس قدر الفاظ کے لیے بہت سی کتب کا بھی مطالعہ کیا گیا، جن میں اردو زبان کے نادر مخطوطات بھی شامل تھے۔ نہ صرف پہلی بار اتنے ماخذ کسی کام کے لیے استعمال کیے گئے ہیں بل کہ بہت سی کم یاب اور نایاب کتب ایسی ہیں، جن کے نام بھی اردو لغت کے توسط سے معلوم ہوتے ہیں۔ لہٰذا بہ طورِ مخزنِ لغات و کتب بھی اس لغت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

غرض کسی بھی زبان کے تحفظ، فروغ، ارتقا اور معیار بندی کے لیے لغت کے وجود سے انکار نہیں کیا جا سکتا اور اردو لغت اس حوالے سے اردو زبان و ادب کے لیے ایک گراں قدر سرمایہ ہے۔ اس لغت کا افتخار یہ بھی ہے کہ اس کی اشاعت نے اردو زبان کو جرمنی اور انگریزی جیسی ترقی یافتہ زبانوں کی صف میں لا کھڑا کیا ہے کیوں کہ اس سے پہلے تاریخی اصولوں پر مرتب کی جانے والی لغات انگریزی اور جرمنی زبان میں ہی ملتی ہیں۔ ان میں سے بھی اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (OED) کی اشاعت اول میں چار لاکھ چودہ ہزار آٹھ سو پچیس (۴،۱۴،۸۲۵) اور دوسری اشاعت میں چھ لاکھ پندرہ ہزار (۶،۱۵،۰۰۰) اندراجات ملتے ہیں۔ جب کہ جرمن لغت (Deutsches Wörterbuch (DWB/اور اردو لغت (تاریخی اصول پر) کے اندراجات کی تعداد بالترتیب تین لاکھ تیس ہزار (۳،۳۰،۰۰۰) اور دو لاکھ چونسٹھ ہزار (۲،۶۴،۰۰۰) ہے۔ اس اعتبار سے اردو لغت تیسرے نمبر پر لیکن اردو زبان و ادب کی لغات میں سب سے ضخیم لغت ہے، جس سے چشم پوشی نہیں کی جا سکتی۔ البتہ اس کے مقام و معیار میں بہتری کو مد نظر رکھتے ہوئے ذیل میں کچھ سفارشات اور تجاویز پیش کی جا سکتی ہیں، جن سے اس کی اہمیت اور افادیت میں مزید اضافہ ممکن ہے:

۱۔ چوں کہ لغت کے مشمولات پر نظر ثانی ناگزیر ہے، اس لیے ضروری ہے کہ اب تک جو اعتراضات منظر عام پر آ چکے ہیں اور ان میں سے جو درست ہیں، کم از کم ان کا ازالہ کر دیا جائے۔

۲۔ کوشش کی جائے کہ ایک حرف کے مشمولات کو ایک ہی جلد میں جگہ دی جائے تاکہ اس کی جلدی ترتیب درست کی جا سکے۔

۳۔ ہر جلد کے آخر میں صحت نامہ، اماکن، ماخذ وغیرہ کا ضمیمہ دیا جائے۔ تاکہ اہم معلومات تک رسائی میں آسانی ہو۔

۴۔ اردو کے کلاسیکی ادب کے الفاظ و محاورات میں سے متعدد لغت میں موجود نہیں۔ان کے اندراج کے لیے ان متون کی از سر نو قرأت ضروری ہے تاکہ یہ گراں قدر سرمایہ محفوظ کیا جا سکے۔

۵۔ عہد حاضر میں بھی جو نئے الفاظ اردو ادب کا حصہ بن چکے ہیں لیکن بورڈ کی لغت میں شامل نہیں،ان کے اندراج کے لیے معاصر ادبی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔

۶۔ موجودہ دور میں اردو ادب میں انگریزی الفاظ کا استعمال بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے۔ان میں سے ہر لفظ اردو لغت میں درج نہیں کیا جا سکتا۔ایسے الفاظ کے اندراج کے لیے بورڈ کے اصول لغت پر نظر ثانی کرتے ہوئے راہ نما اصول وضع کیے جائیں اور یہی کلیہ دوسری زبانوں کے الفاظ اور فقرات پر بھی لاگو کیا جائے۔

۷۔ اردو لغت بورڈ میں موجود کارڈوں پر مشتمل کورپس کو برقی کورپس میں تبدیل کیا جائے،تاکہ اسے مستقلاً محفوظ کیا جا سکے نیز اس تک رسائی کو ممکن بنایا جا سکے۔

۸۔ چوں کہ یہ لغت اوکسفرڈ انگلش ڈکشنری (OED) کی طرز پر مرتب کی گئی ہے اس لیے اسی لغت کی تقلید میں اردو لغت کے مشمولات سے مختصر لغت کے ساتھ ساتھ کچھ اور ذیلی لغات مثلاً محاوراتی لغت، اشتقاقی لغت اور اصطلاحات کی فرہنگیں وغیرہ شائع کی جائیں تاکہ اس کی افادیت دوچند ہو سکے اور صارفین اپنی دلچسپی کے مطابق مطلوبہ لغت سے فائدہ اٹھا سکیں۔

۹۔ اگرچہ اب اس لغت کی آن لائن اور موبائل ایپ کی صورت میں فراہمی کو بھی ممکن بنا دیا گیا ہے،تاہم ان میں بھی کئی قسم کے مسائل کا سامنا ہے، جن کے حل کے لیے اقدامات کی ضرورت ہے۔

۱۰۔ اردو لغت کو عملی اعتبار سے مفید بنانے کے لیے ضروری ہے کہ نہ صرف اس کی قیمت اور ضخامت کا خیال رکھا جائے بل کہ اس کی دست یابی کو بھی ممکن بنایا جائے کیوں کہ ایک کامیاب لغت وہی ہو سکتی ہے جو عوام کی دسترس میں ہو۔علاوہ ازیں ان کتب کی اشاعت نو اور فراہمی بھی یقینی بنائی جائے،جو بورڈ کے منصوبوں کے تحت شائع ہوئیں اور جن سے متعلق اردو نامہ کے شماروں میں معلومات ملتی ہیں، لیکن وہ بورڈ کے ریکارڈ میں محفوظ نہیں اور نہ ہی اس کے کتب خانے میں موجود ہیں، مثلاً تذکرکی۔اردو لغت،میٹھی کہانیاں،تاریخی کہانیاں ،مرقع الشعرا،باغ وبہار وغیرہ۔اگرچہ موجودہ مدیر اعلیٰ جناب عقیل عباس جعفری کی کوششوں سے مذکورہ امور سے متعلق چند مفید اقدامات کیے جا رہے ہیں، لیکن ابھی مزید کی ضرورت ہے۔

کتابیات

کتابیات

ابوالحسنات۔ ''خواب سر سید'' مشمولہ اردو لغت (یادگاری مضامین)۔ مرتبہ ابوالحسنات۔ کراچی: خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز،

جولائی ۲۰۱۰ء۔ص۹۔۱۲۔
ابوعائشہ(Abu Ayesha)۔"A Monumental Achievement"مشمولہ اردو لغت(یادگاری مضامین)۔ مرتبہ ابوالحسنات۔کراچی:خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز،جولائی ۲۰۱۰ء۔ص۵۔۱۰۔
اٹکنز،بی۔ٹی۔سُواور رنڈل،مائیکل(Atkins,B.T.Sue and Rundell,Micheal)۔*The oxford Guide to Practical Lexicography*۔نیویارک:اوکسفرڈیونی ورسٹی پریس،۲۰۰۸ء۔
احمد،اشفاق۔چغتائی،محمد اکرام اور فضلی،فضل قادر۔ہفت زبانی لغت۔لاہور:مرکزی اردو بورڈ،۱۹۷۴ء۔
احمد،ڈپٹی نذیر۔ابن الوقت۔مرتبہ خلیق انجم۔نئی دہلی:مکتبہ جامعہ،۱۹۸۰ء۔
ایضاً۔بنات النعش۔لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،۱۹۴۵ء۔
ایضاً۔توبتہ النصوح۔مرتبہ پروفیسر افتخار احمد صدیقی۔لاہور:مجلس ترقی ادب،۱۹۶۴ء۔
اردو لغت بورڈ(مرتب)۔فہرست سنین۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۶ء۔
ایضاً۔اصول ترتیب و تسوید اردو لغت مع توضیحات۔کراچی:محیط اردو پریس،۱۹۸۸ء۔
اردو نامہ کراچی۔خصوصی شمارہ،سلسلہ نمبر ۵۵(۲۰۱۷ء)۔
اردو لغت(تاریخی اصول پر)۔جلد اول۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۷۷ء۔
ایضاً۔جلد دوم۔کراچی:ترقی اردو بورڈ،۱۹۷۹ء۔
ایضاً۔جلد سوم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۱ء۔
ایضاً۔جلد چہارم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۲ء۔
ایضاً۔جلد پنجم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۳ء۔
ایضاً۔جلد ششم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۴ء۔
ایضاً۔جلد ہفتم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۶ء۔
ایضاً۔جلد ہشتم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۷ء۔
ایضاً۔جلد نہم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۸ء۔
ایضاً۔جلد دہم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۸۹ء۔
ایضاً۔جلد یازدہم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۹۰ء۔
ایضاً۔جلد دوازدہم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۹۱ء۔
ایضاً۔جلد سیزدہم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۹۱ء۔
ایضاً۔جلد چہاردہم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۹۲ء۔
ایضاً۔جلد پانزدہم۔کراچی:اردو لغت بورڈ،۱۹۹۳ء۔

ایضاً ۔ جلد شانزدہم۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۴ء۔

ایضاً ۔ جلد ہفت دہم۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۰ء۔

ایضاً ۔ جلد ہژدہم۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۲ء۔

ایضاً ۔ جلد نوزدہم۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۳ء۔

ایضاً۔ جلد بیستم۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۵ء۔

ایضاً۔ جلد بیست ویکم۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۰۷ء۔

ایضاً۔ جلد بیست ودوم۔ کراچی: اردو لغت بورڈ، ۲۰۱۰ء۔

ارشد، محمد۔ ''رشید حسن خاں بحیثیت محقق''۔ http://avadhnama.com/Rasheed-hassan-bahaisiyat-muhaqiq-wa-mudawin۔ تاریخ ملاحظہ: ۱۰؍جولائی ۲۰۱۸ء۔

افسوس، میر شیر علی۔ آرایش محفل۔ مرتبہ کلب علی خاں فائق۔ لاہور: مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۳ء۔

افضل، محمد افضل۔ بکٹ کہانی۔ مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ہاشمی اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں۔ لکھنؤ: سرفراز پریس، ۱۹۷۰ء۔

اقبال، سید جاوید۔ ''دفتر امیر اللغات'' مشمولہ لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء۔ ص ۲۵۶۔ ۲۹۴۔

اقبال۔ کلیات اقبال۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۷ء۔

امروہوی، سید قائم رضا نسیم۔ لکھنوی، سید مرتضیٰ حسین فاضل۔ جامع نسیم اللغات۔ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، سنہ ندارد۔

ایٹو، جان (Ayto,John)۔ *Word Origins*۔ لندن: اے اینڈ سی بلیک، ۲۰۰۵ء۔

آزاد، نذیر۔ لغت نگاری: اصول و قواعد۔ دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، ۲۰۱۲ء۔

ایضاً ۔ ''اردو لغت نگاری کے مسائل'' مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء۔ ص ۳۴۰۔ ۳۵۲۔

آنند، ستیہ پال، ڈاکٹر، ''فورٹ ولیم کالج اور ابتدائی ڈکشنریاں'' مشمولہ اخبار اردو۔ اسلام آباد۔ جنوری ۲۰۰۷ء۔ ص ۴۳۔ ۵۴۔

برخانوو، ایگر (Burkhanov,Igor)۔ *Lexicography:A Dictionary of Basic Terminology*۔ پولینڈ: رجیسو پیڈا گوجیکل یونی ورسٹی، ۱۹۹۸ء۔

برگن ہولٹز، ہیننگ اور تارپ، سون (Bergenholtz,Henning and Tarp,Sven)۔ *Manual of Specialised Lexicography*۔ ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۱۹۹۵ء۔

برگن ہولٹز، ہیننگ اور گوز، روفس ایچ۔ (Bergenholtz,Henning and Gouws,Rufus H.)۔ *WhatisLexicography*۔ http://www.researchgate.net/publication/269868804۔ تاریخ ملاحظہ: ۲۳؍جولائی ۲۰۱۷ء۔

بہادر، عیسوی خاں۔قصۂ مہر افروز و دلبر۔مرتبہ ڈاکٹر مسعود حسین خاں۔دہلی:انجمن ترقی اردو(ہند)،۱۹۸۸ء۔
بورر،ڈونلڈ جے۔(Borror,Donald J.) ۔ *Dictionary of Word Roots and Combining Forms*۔کیلی فورنیا:میفیلڈ پبلشنگ کمپنی،۱۹۶۰ء۔
بیگ،مرزا نسیم۔''اردو ڈکشنری بورڈ:ایک اہم علمی ادارے کا تعارف'' مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد(مارچ ۲۰۰۱ء)۔ص ۱۰۔۱۳۔
ایضاً ۔''اردو ڈکشنری بورڈ:ایک جائزہ''مشمولہ اردو لغت(یادگاری مضامین)۔مرتبہ ابوالحسنات۔کراچی:خواجہ پرنٹرز اینڈ پبلشرز،جولائی ۲۰۱۰ء۔ص ۲۰۷۔۲۱۴۔
پاریکھ،رؤف۔علم لغت،اصول لغت اور لغات۔کراچی:فضلی سنز،۲۰۱۷ء۔
ایضاً (مرتب)۔اردو لغت نویسی:تاریخ ،مسائل اور مباحث۔کراچی:فضلی سنز،۲۰۱۷ء۔
ایضاً ۔لغوی مباحث۔لاہور:مجلس ترقی ادب،۲۰۱۵ء۔
ایضاً ۔''اردو لغت(تاریخی اصول پر):تعبیر و تاریخ''مشمولہ لغت نویسی اور لغات:روایت اور تجزیہ۔مرتبہ رؤف پاریکھ۔کراچی:فضلی سنز،۲۰۱۵ء۔ص ۳۳۰۔۳۴۳۔
ایضاً ۔''امیر مینائی کی لغت نویسی اور اصول لغت نویسی''مشمولہ اردو لغات:اصول اور تنقید۔مرتبہ رؤف پاریکھ۔کراچی:فضلی سنز،۲۰۱۴ء۔ص ۶۹۔۱۰۴۔
ایضاً ۔''سلینگ اور اردو سلینگ''مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد(اپریل ۲۰۰۶ء)۔
پرویز،سجاد۔انٹرویو(عقیل عباس جعفری)۔http://www.humsub.com.pk/65495/sajjad-pervez۔تاریخ ملاحظہ:۲۵مئی ۲۰۱۷ء۔
پلیٹس،جان ٹی۔(Platts,John T.)۔ *A Dictionary of Urdu,Classical Hindi and English*۔لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۱۹۸۳ء۔
ایضاً ۔(Platts John T.) ۔ *A Dictionary of Urdu,Classical Hindi and English*۔لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۳ء۔
ترقی اردو بورڈ(مرتب)۔نمونۂ لغات اردو۔کراچی:ریپلیکا،۱۹۶۱ء۔
ٹراؤتھ، گریگری۔پی۔اور کزازی،کرسٹن(Trauth,Gregory P. and Kazzazi, Kerstin)۔ *RoutledgeDictionary of Language and Linguistics*۔نیویارک:روٹلیج،۱۹۹۴ء۔
ثاقب،شہاب الدین۔بابائے اردو مولوی عبد الحق:حیات و خدمات۔کراچی:انجمن ترقی اردو(پاکستان)،۱۹۸۵ء۔
جالبی،ڈاکٹر جمیل۔''اردو تھیسارس''مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد(اکتوبر ۱۹۹۴ء)۔ص ۷۔۹۔
جعفری،عقیل عباس۔http://www.bbc.com/urdu/entertainment-38831484۔تاریخ ملاحظہ: ۲۵مئی ۲۰۱۷ء۔

جوش ملیح آبادی یادگاری کتب خانہ۔http://www.udb.gov.pk/Kutub_khana.php۔تاریخ ملاحظہ: ۱۲؍جون ۲۰۱۷ء۔

جیرارٹس،ڈِرک (Geeraerts,Dirk)۔"Meaning and Definition" مشمولہ *APractical Guide to Lexicography*۔ مرتبہ پیٹ وین سٹر کن برگ (Piet Van Sterkenburg)۔ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی،۲۰۰۳ء۔ ص۸۳۔۹۳۔

جیکسن،ہاورڈ (Jackson,Howard)۔ *Lexicography: An Introduction* ۔لندن: روتلیج،۲۰۰۲ء۔

جین، گیان چند۔ ''علم اللغات اور لفظ اصلیات'' مشمولہ اردو لغات:اصول اور تنقید۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۴ء۔ ص۱۱۔۳۷۔

حسن، محمد۔ہندوستانی محاورے۔دہلی: ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس،۲۰۰۷ء۔

حسین، آغا افتخار۔یورپ میں اردو۔لاہور: مرکزی اردو بورڈ،۱۹۶۸ء۔

ایضاً ۔''کرنل سر ہنری یول اور اس کی اردو فرہنگ ہابسن جابسن'' مشمولہ لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ ۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۵ء۔ ص۹۴۔۱۰۸۔

حسینی، ایس۔کے۔''اردو لغت نویسی اور اہل انگلستان'' مشمولہ اردو لغت نویسی:تاریخ ،مسائل اور مباحث مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۷ء۔ ص۲۶۶۔۲۷۵۔

حقی، شان الحق۔فرہنگ تلفظ۔اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۹۵ء۔

ایضاً ۔''فرہنگ تلفظ کی بابت چند معروضات و تصریحات'' مشمولہ اخبار اردو اسلام آباد (جولائی ۲۰۰۴ء)۔ ص۵۵۔۵۹۔

ایضاً ۔''فرہنگ تلفظ'' مشمولہ اردو لغت نویسی:تاریخ،مسائل اور مباحث مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز،۲۰۱۷ء۔ ص۶۷۹۔۶۸۲۔

حیدری، حیدر بخش۔طوطا کہانی۔لاہور: جے ایس سنت سنگھ اینڈ سنز پبلشرز، سنہ ندارد۔

خان، رشید اشرف۔''شمس الرحمٰن فاروقی کے سوانحی حالات''۔www.urduchannel.in>life-shamsur-rahman-farooqui۔تاریخ ملاحظہ: ۱۹؍جولائی ۲۰۱۸ء۔

خان، عامر علی، پروفیسر۔فرہنگ اصطلاحات لسانیات۔اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۲۰۱۰ء۔

خان، غلام مصطفٰی۔جامع القواعد:حصہ نحو۔لاہور: اردو سائنس بورڈ،۲۰۱۲ء۔

خان، محمد اجمل۔''نفائس اللغات مصنفہ اوحدالدین بلگرامی'' مشمولہ اردو لغت۔پٹنہ: خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری،۱۹۹۳ء۔ ص۸۵۔۱۳۰۔

خان، رشید حسن۔''ترقی اردو بورڈ کا لغت'' مشمولہ تفہیم۔ نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ،۱۹۹۳ء۔

خان، محمد احسن۔''اجزائے لغت پر تبصرہ'' مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۴۴۔۴۵ (مارچ ۱۹۷۳ء)۔ ص۲۰۳۔۲۰۸۔

ایضاً ۔''اجزائے لغت پر تبصرہ''مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۵۰(مارچ ۱۹۷۵ء)۔ص ۴۴۸۔۴۵۱۔

ایضاً ۔''اجزائے لغت پر تبصرہ''مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۴۷(اکتوبر ۱۹۷۳ء)۔ص ۱۰۶۔۱۱۲۔

ایضاً ۔''اردو لغت بورڈ (کراچی) کی بائیس جلدی لغت کی فوری اور تفصیلی نظر ثانی کی اشد ضرورت'' مشمولہ اردو کراچی۔ جلد ۹۱۔۹۲(۲۰۱۵ء۔۱۶ء)۔ص ۱۶۶۔۱۷۱۔

خواجہ، مشفق۔http://www.rekhta.org/poets/mushfiq-khwaja/profile?lang=ur۔ تاریخ ملاحظہ: ۱۰؍جولائی ۲۰۱۸۔

ایضاً ۔''نمونۂ لغات اردو مرتبہ ترقی اردو بورڈ کراچی''مشمولہ اردو لغات:اصول اور تنقید۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۴ء۔ ص ۱۰۵۔۱۱۸۔

خویشگی، محمد عبداللہ خان۔فرہنگ عامرہ۔اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۹ء۔

داس، نیلادری شیکھر(Dash,Niladri Sekhar)۔*The Art of Lexicography*۔http://www.eolss.net/sample-chapters/C04/E6-91-16.pdf۔تاریخ ملاحظہ: ۱۰؍جون ۲۰۱۷ء۔

دتاسی، گارساں۔مقالات گارساں دتاسی۔جلد اول۔کراچی، انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۴ء۔

درانی، عطش۔اردو زبان و ادب اور یورپی اہل قلم۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء۔

دہلوی، میر امن۔باغ و بہار۔مرتبہ رشید حسن خاں۔لاہور: نقوش، ۱۹۹۲ء۔

دہلوی، سید احمد۔فرہنگ آصفیہ۔جلد اول و دوم۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء۔

ایضاً ۔فرہنگ آصفیہ۔جلد سوم و چہارم۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء۔

دوروزیوسکی، وٹولڈ(Doroszewski,Witold)۔ Elements of lexicology and Semiotics۔دی ہیگ: ماؤٹن اینڈ کمپنی ۲۰۰۶ء۔

دیواپالا، شالوم(Devapala,Shalom)۔ "Typological Classification of Dictionaries"۔http://seasrc.th.net/sealex/Devapala_TypologyDict.pdf۔ تاریخ ملاحظہ: ۱۲؍جون ۲۰۱۷ء۔

ڈینر، ہوریس جیرالڈ(Danner,Horace Gerald)۔*A Thesaurus of English Word Roots*۔میری لینڈ: رومین اینڈ لٹل فیلڈ، ۲۰۱۴ء۔

ذوق، محمد ابراہیم۔کلیات ذوق۔مرتبہ تنویر احمد علوی۔نئی دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، ۲۰۰۲ء۔

ایضاً ۔کلیات ذوق۔مرتبہ تنویر احمد علوی۔لاہور: مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۹ء۔

رشید، صفدر۔مغرب کے اردو لغت نگار۔لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۵ء۔

رضوی، مولوی سید تصدق حسین۔لغات کشوری۔لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء۔

زیدی، علی جواد۔ "اردو لغت کی جدید تدوین" مشمولہ اردو لغات: اصول اور تنقید۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۴ء۔ ص ۵۹۔۶۸۔

ژگوستا، لیڈسلو (Zgusta,Ladislav)۔*Manual of Lexicography*۔ دی ہیگ: ماؤٹن اینڈ کمپنی، ۱۹۷۱ء۔

سبزواری، شوکت۔ "اردو لغت بورڈ کی لغت: فہرست اغلاط" مشمولہ سہ ماہی اردو کراچی۔ جلد ۸۹۔۹۰ (۲۰۱۳۔۲۰۱۴)۔ ص ۱۶۱۔۱۶۸۔

سٹر کن برگ، پیٹ وین (Sterkenburg, Piet Van)۔*A Practical Guide to Lexicography*۔ ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء۔

ایضاً۔ "The Dictionary:Definition and History " مشمولہ *APractical Guide to Lexicography*۔ مرتبہ پیٹ وین سٹر کن برگ (Piet Van Sterkenburg)۔ ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء۔ ص ۳۔۱۷۔

سجیس، نکولین وین ڈیر (Sijs,Nicoline Van Der)۔ "The Codification of Etymological Information" مشمولہ *APractical Guide to Lexicography*۔ مرتبہ پیٹ وین سٹر کن برگ (Piet Van Sterkenburg)۔ ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء۔ ص ۳۱۲۔۳۲۲۔

سحر، ابو محمد۔ "امیر مینائی کی لغت نویسی" مشمولہ اردو لغات: اصول اور تنقید۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۴ء۔ ص ۱۱۹۔۱۵۸۔

سرہندی، وارث۔ علمی اردو لغت۔ لاہور: علمی کتاب خانہ، ۱۹۸۳ء۔

ایضاً۔ "اجزائے لغت پر تبصرہ" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۲۹ (اکتوبر ۱۹۶۷)۔ ص ۱۳۲۔۱۴۱۔

سنکلیئر، جان (Sinclair, John)۔ "Corpora for Lexicography" مشمولہ *APractical Guide to Lexicography*۔ مرتبہ پیٹ وین سٹر کن برگ (Piet Van Sterkenburg)۔ ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء۔ ص ۱۶۷۔۱۷۸۔

سوانیپول، پیٹ (Swanepoel, Piet)۔ "Dictionary typologies:A pragmatic approach" مشمولہ *APractical Guide to Lexicography*۔ مرتبہ پیٹ وین سٹر کن برگ (Piet Van Sterkenburg)۔ ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء۔ ص ۴۴۔۷۰۔

سونز، کیتھرین (Soanes,Catherine) (مرتب)۔*Concise Oxford English Dictionary*۔ اوکسفرڈ: اوکسفرڈ یونی ورسٹی پریس، ۲۰۰۴ء۔

سونسن، بو (Svensen, Bo)۔*A Handbook of Lexicography*۔ لندن: کیمبرج یونی ورسٹی پریس، ۱۹۹۳ء۔

ایضاً۔*Practical Lexicography:Principles and Methods of Dictionary Making*۔
اوکسفرڈ:اوکسفرڈیونی ورسٹی پریس،۱۹۹۳ء۔

سید،جابر علی۔کتب لغت کا تحقیقی و لسانی جائزہ۔جلداول۔اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۴ء۔

شاہ،عرفان۔''شان الحق حقی اور ترقی اردو بورڈ کی لغت''مشمولہ معیار اسلام آباد۔شمارہ۱۴(جولائی۔دسمبر۲۰۱۵ء)،ص۹۔۳۶۔

شریف الحسن۔''اجزائے لغت پر تبصرہ''مشمولہ اردو نامہ کراچی۔شمارہ۴۸(اپریل۱۹۷۴ء)۔ص۱۳۱۔۱۳۵۔

شیکسپیئر،جان(Shakespeare,John)۔*Dictionary, urdu-english and English-urdu*۔
لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۲ء۔

شیہان،مائیکل جے۔(Sheehan,Micheal J.)۔*Word Parts Dictionary*۔نارتھ کیرولینا:میک فارلینڈ اینڈ کمپنی،۲۰۰۰ء۔

ضمیر،شاہدالدین۔راقمہ سے ٹیلی فونی گفتگو۔مؤرخہ:۷ء جولائی۲۰۱۷ء۔

عبدالرشید۔''اردو لغت(تاریخی اصول پر):چند معروضات''مشمولہ اردو ادب نئی دہلی(جولائی تا ستمبر۲۰۰۷ء)۔ص۲۰۷۔۲۳۹۔

ایضاً۔''کچھ اور محاورات(جو اردو لغت(تاریخی اصول پر)میں درج نہیں ہیں)''مشمولہ نئی کتاب نئی دہلی۔شمارہ۴(جنوری تا مارچ،۲۰۰۸ء)،ص۹۹۔۱۱۷۔

ایضاً۔''اردو لغت(تاریخی اصول پر):چند معروضات(دوسری قسط)''مشمولہ اردو ادب(اکتوبر تا دسمبر۲۰۱۳ء)۔ص۱۷۱۔۱۹۳۔

عبدالمجید، خواجہ۔جامع اللغات۔جلداول۔لاہور:اردو سائنس بورڈ،۱۹۸۹ء۔

ایضاً۔جامع اللغات۔جلددوم۔لاہور:اردو سائنس بورڈ،۱۹۸۹ء۔

عبدالحق،مولوی۔لغت کبیر۔جلددوم۔کراچی:انجمن ترقی اردو،ص۱۹۷۷ء۔

ایضاً۔قواعد اردو۔کراچی:انجمن ترقی اردو،۲۰۱۳ء۔

غالب،مرزا اسداللہ خاں۔دیوان غالب۔لاہور:شیخ غلام علی اینڈ سنز،س۔ن۔

فاروقی،شمس الرحمٰن۔تنقیدی افکار۔نئی دہلی:قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان،جنوری۲۰۰۴ء۔

فرید آبادی،ہاشمی۔پنجاہ سالہ تاریخ انجمن ترقی اردو۔کراچی،انجمن ترقی اردو،۱۹۵۳ء۔

فضلی،فضل علی۔کربل کتھا۔مرتبہ مالک رام و مختارالدین احمد۔پٹنہ:ادارۂ تحقیقات اردو،۱۹۶۵ء۔

فوربس،ڈنکن(Forbes,Duncan)،*Dictionary,Hindustani & English*۔لندن:ایچ ایلن اینڈ کو،
۱۸۶۶ء۔

فیروزالدین،مولوی۔فیروز اللغات(جامع)۔لاہور،فیروز سنز لمیٹڈ،۱۹۶۴ء۔

فیلن،ایس۔ڈبلیو۔(Fallon,S.W.)۔*English-Urdu Dictionary*۔لاہور:مرکزی اردو بورڈ،۱۹۷۶ء۔

قادری،حامد حسن۔''فرہنگ آصفیہ،امیر اللغات اور نوراللغات کا موازنہ''مشمولہ اردو لغت نویسی:تاریخ،مسائل اور

مباحث مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء۔ ص ۳۱۴۔۳۱۹۔
کیفر، فیرینس اور سٹر کن برگ، پیٹ وین (Kiefer,Ferenc and Sterkenburg,Piet Van)۔ "Design and Production of Monolingual Dictionaries" مشمولہ *A Practical Guide to Lexicography*۔ مرتبہ پیٹ وین سٹر کن برگ (Piet Van Sterkenburg)۔ ایمسٹرڈیم: جان بنجمن پبلشنگ کمپنی، ۲۰۰۳ء۔ ص ۳۵۰۔۳۶۵۔
گارشیا، اینا فرینکن برگ (Garcia,Ana Frankenberg)۔ "Learners' Use of Corpus Examples" مشمولہ *International Journal of Lexicography* (جون ۲۰۱۲ء)، ص ۲۷۳۔۲۹۶۔
لکھنوی، سید محمد میرزا مہذب۔ مہذب اللغات۔ جلداول۔ لکھنؤ، نامی پریس، ۱۹۷۸ء۔
لیکسیکولوجی۔ http://www.etymonline.com/search?q=lexicology۔ تاریخ ملاحظہ: ۲۶، فروری ۲۰۱۸ء۔
"مراسلات" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۲۵ (ستمبر ۱۹۶۶ء)۔ ص ۱۰۵۔۱۰۸۔
"مراسلات" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۲۶ (دسمبر ۱۹۶۶ء)۔ ص ۸۹۔۱۰۴۔
"مراسلات" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۲۷ (مارچ ۱۹۶۷ء)۔ ص ۸۸۔۹۲۔
"مراسلات" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۳۸ (جنوری ۱۹۷۱ء)۔ ص ۱۳۶۔۱۴۲۔
"مراسلات" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۳۹ (مئی ۱۹۷۱ء)۔ ص ۱۰۹۔۱۱۷۔
"مراسلات" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۴۳ (جولائی ۱۹۷۲ء)۔ ص ۹۵۔۱۰۳۔
"مراسلات" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۴۶ (جولائی ۱۹۷۳ء)۔ ص ۱۱۷۔۱۳۸۔
مصباح العثمان (مرتب)۔ اشاریۂ اردو نامہ، کراچی، اردو لغت بورڈ، ۱۹۹۷ء۔
میر، میر تقی۔ کلیات میر۔ جلد اول۔ مرتبہ ظل عباس عباسی۔ نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۸۳ء۔
مینائی، امیر۔ امیر اللغات۔ جلد اول و دوم۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۸۹ء۔
ندوی، سید رضوان علی۔ "فرہنگ تلفظ: ایک تنقیدی جائزہ" مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء۔ ص ۶۴۷۔۶۷۸۔
نقوی، خلیق۔ "اجزائے لغت پر تبصروں کا جائزہ" مشمولہ اردو نامہ کراچی۔ شمارہ ۳۶ (اپریل تا جون ۱۹۷۰ء)۔ ص ۱۲۷۔
نقوی، سید قدرت۔ "اطراف لغت" مشمولہ اردو لغت نویسی: تاریخ، مسائل اور مباحث۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۷ء۔ ص ۳۵۳۔۳۸۲۔
ایضاً۔ "مولوی عبدالحق کی لغت نگاری" مشمولہ اردو لغات: اصول اور تنقید۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۴ء۔ ص ۱۹۱۔۲۱۲۔

نیر، نورالحسن۔ نور اللغات۔ جلد اول۔ کراچی: جنرل پبلشنگ ہاؤس، ۱۹۵۷ء۔

ایضاً۔ نور اللغات۔ جلد اول و دوم۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء۔

ایضاً۔ نور اللغات۔ جلد سوم و چہارم۔ لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۴ء۔

ہارٹ مین، آر۔آر۔کے اور جیمز، گریگری (Hartmann,R.R.K. and James,Gregory)۔ *Dictionary of Lexicography*۔ لندن: روٹلیج، ۲۰۰۲ء۔

ہاشمی، مسعود۔ اردو لغت نویسی کا تنقیدی جائزہ۔ دہلی: ترقی اردو بیورو، ۱۹۹۲ء۔

ایضاً۔ اردو لغت نویسی کا پس منظر۔ نئی دہلی: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ۱۹۹۷ء۔

ہاشمی، ارشد مسعود۔ "لغت اور لغت نویسی" مشمولہ لغت نویسی اور لغات: روایت اور تجزیہ۔ مرتبہ رؤف پاریکھ۔ کراچی: فضلی سنز، ۲۰۱۵ء۔ ص ۷۔۱۷۔

ہما، عابدہ۔ "اردو ڈکشنری بورڈ، کراچی کی ادبی خدمات" مشمولہ تحقیق جام شورو، شمارہ ۱۶ (۲۰۰۸ء)، ص ۱۷۳۔۱۹۰۔

ہیلیڈے، ایم۔اے۔کے۔ (Halliday,M.A.K.)، "Lexicology" مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*۔ مرتبہ ایم۔اے۔کے۔ ہیلیڈے۔ وولف گینگ ٹیوبرٹ۔ کولن ییلپ اور اینا چرماکووا (M.A.K.Halliday,Wolfgang Teubert,Colin Yallop and Anna Cermakova)۔ نیویارک: کونٹینیم، ۲۰۰۴ء۔ ص ۱۔۲۲۔

ہینکس، پیٹرک (Hanks,Patrick)۔ *Lexicography from Earliest Times to the Present*۔ http://www.patrickhanks.com/uploads/5149363/2012d.pdf۔ تاریخ ملاحظہ: ۹ مارچ ۲۰۱۷ء۔

ایضاً۔ *Compiling a Monolingual Dictionary for Native Speakers*۔ جمہوریہ چیک: چارلس یونی ورسٹی، ۲۰۰۹ء۔

یول، ہنری اور برنل، اے۔سی۔ (Yule,Henry and Burnell,A.C.)۔ *Hobson-Jobson*۔ نئی دہلی: روپا اینڈ کو، ۲۰۰۷ء۔

ییلپ، کولن (Yallop,Colin)، "Words and Meaning" مشمولہ *Lexicology and Corpus Linguistics*۔ مرتبہ ایم۔اے۔کے۔ ہیلیڈے۔ وولف گینگ ٹیوبرٹ۔ کولن ییلپ اور اینا چرماکووا (M.A.K.Halliday,Wolfgang Teubert,Colin Yallop and Anna Cermakova)۔ نیویارک: کونٹینیم، ۲۰۰۴ء۔ ص ۲۳۔۷۱۔

ضمیمہ جات

ضمیمہ ۱

مقالے میں مستعمل انگریزی مصطلحات کے تراجم

Atticism	اٹیک پسندی
Effect	اثر
Syllables	اجزائے صوت/اجزائے کلمہ/ارکانِ تہجی
Syllabic Stress	اجزائی بل
Diphthong	ادغام الصوت/دوصوتیہ
Development Stages	ارتقائی مراحل
Usage	استعمال
Uses	استعمالات
Index	اشاریہ
Etymological	اشتقاقی
Inverted Commas	اقتباسیہ
Alphabetical	الف بائی/ابجدی
Spelling Dictionary	املائی/ہجائی لغت
Entry	اندراج
Competence Examples	اہلیت اور قابلیت کی بنیاد پر گھڑی گئیں امثال/قیاسی امثال
Competence	اہلیت/قابلیت
Oblique	آڑا خط/خط فاصل
Children's Dictionary	بچوں کی لغت
Electronic	برقی
Dialect	بولی
International Phonetic Alphabet(IPA)	بین الاقوامی صوتیاتی ابجد

Controlled Definition	پابند تعریف
Presentation	پیش کش
History	تاریخ
Historical	تاریخی
Organization	ترتیب
Translated	ترجمہ شدہ
Commented	تشریحی
Inflexion	تصریف
Ideological	تصوراتی
Pictorial	تصویری
Concordance	تطابق/توافق/ سجع
Definition	تعریف
Technical	تکنیکی
Technical Language	تکنیکی زبان
Defined	توضیحی
Three Dots	تین نقطے
Concise	جامع
Sentential Definition	جملے پر مشتمل تعریف
Neuter Gender	جنس مشترک
Common Gender	جنس مشترک
Pocket Dictionary	جیبی لغت
Apostrophe	حذفیہ
Reference	حوالہ

Citation	حوالہ
Citation Examples	حوالے پر مبنی امثال
Status	حیثیت
External	خارجی
Full Stop	ختمہ
Specialized	خصوصی
Internal	داخلی
Range	دائرۂ کار
Pedagogical	درسی
Diachronic	دوزمانی/عصریاتی
Homophone	دوصوتیہ
Respelling	دوبارہ ہجے کرنا
Desk	ڈیسک
Vocabulary	ذخیرۂ الفاظ
Bilingual	ذولسانی/دوزبانی
Colon	رابطہ
Head Word	راس/مرکزی/اصل لفظ
Circulation	رجوع
Formal	رسمی
Historical Criteria	روایتی/تاریخی طریقہ کار
Language	زبان
Learner	زبان سیکھنے والے
Stress	زور

Format	ساخت
Micro Structure	ساخت صغیر
Macro Structure	ساخت کبیر
Lexis	سرمایۂ الفاظ / مخزن الفاظ
Comma	سکتہ
Slang	سلینگ
Note of Interrogation	سوالیہ
Dash	سیدھا خط
Field	شعبہ
Target user	ہدفی صارف
Explanatory	صراحتی
Morphological	صرفی/مارفیمیائی
Phonetic Transcription	صوتیاتی ترسیم
Phonetic Transcription System	صوتیاتی ترسیم کا نظام
Size	ضخامت
Diachronic	عصریاتی
Plus	علامت تجزیہ
Equal to	علامت تسوید/کلمۂ مساوی
Lexicology	علم لغت
Academic	علمی
Academy Dictionary	علمی/اکادمی لغت
Lexicographic Practice	عملِ لغت نویسی

Practical Lexicography	عملی لغت نویسی
Large Bracket	عمودی بریکٹ
General	عمومی
Common Dictionary	عمومی لغت
Uncommented	غیر تشریحی
Non-linguistic	غیر لسانیاتی
Non Printed	غیر مطبوعہ/مخطوطاتی
Scholarly	فاضلاتی
Glossary	فرہنگ
Encyclopedia	قاموس
Encyclopedic	قاموسی
Encyclopedic Note	قاموسی نوٹ
Typology	قسمیات
Grammar	قواعدی
Small Bracket	قوسین/ہلالی بریکٹ
National Dictionary	قومی لغت
Paper Dictionary	کاغذی لغت
College Dictionary	کالج لغت
Multilingual	کثیر لسانی
Corpus	کورپس
Corpus Linguistics	کورپس لسانیات
Linguistic	لسانیاتی
Dictionary	لغت

Terminological dictionary	لغت اصطلاحات
Pronouncing Dictionary	لغت تلفظ
Lexicography	لغت نویسی
Lexical Ambiguity	لغوی ابہام
Lexical set	لغوی اکائیوں کا مجموعہ
Lexical Selection	لغوی انتخاب
Lexical Gap	لغوی خلا
Lexical System	لغوی نظام
Lexicalisation	لغویانا
Lexeme	لغویہ/لغوی اکائی
Lexicon	لفظیات/لغت
Lemma	لیما
Derived from	ماخوذیہ
Root	مادہ/اصل
Alternate	متبادلہ
Homonym	متجانس لفظ
Disputed Usage	متنازع استعمال
Illustrated	مثالی/مفسر
Phraseological	محاوراتی
Restricted	محدود
Abridge	مختصر
Thesaurus	مخزن
Contents	مشمولات

Machine Translation System	مشینی ترجمے کا نظام
Gazetteer	معجم البلدان
Reverse Order Dictionary	معکوس لغت
Standard Dictionary	معیاری لغت
Skills	مہارتیں
Topic	موضوع
Thematic	موضوعاتی
Cuneiform	میخی/تکونی
Label	نشان/لیبل
Theoretical	نظریاتی
Perspective	نقطہ نظر
Synchronic	ہم عصری
Contemporary	ہم عصری
Medium	وسیلہ/واسطہ
Semicolon	وقفہ
Synchronic	یک زمانی
Monolingual	یک لسانی
Attic	یونانی

ضمیمہ ۲

اکابرینِ اردو لغت بورڈ، کراچی

صدور

ڈاکٹر ممتاز حسن	۱۹۵۸ء۔۱۹۷۴ء
محمد ہادی حسین	۱۹۷۵ء۔۱۹۸۲ء
محمد اظفر	۱۹۸۲ء۔۱۹۸۹ء
ڈاکٹر جمیل جالبی	۱۹۹۰ء۔۱۹۹۷ء
جمیل الدین عالی	۱۹۹۹ء۔۲۰۰۱ء
ڈاکٹر فرمان فتح پوری	۲۰۰۱ء۔۲۰۰۷ء

معتمدین

عبدالحفیظ کاردار	۱۹۵۸ء۔۱۹۵۹ء
شان الحق حقی	۱۹۵۹ء۔۱۹۷۶ء
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۱۹۷۶ء۔۱۹۸۵ء
ڈاکٹر فرمان فتح پوری	۱۹۸۵ء۔۱۹۹۵ء
ڈاکٹر حنیف فوق	۱۹۹۵ء۔۱۹۹۸ء
پروفیسر سحر انصاری	۱۹۹۸ء۔۲۰۰۰ء
ڈاکٹر یونس حسنی	۲۰۰۱ء۔۲۰۰۳ء
ڈاکٹر رؤف پاریکھ	۲۰۰۳ء۔۲۰۰۷ء

مدیرانِ اول

ڈاکٹر شوکت سبزواری	۱۹۶۴ء۔۱۹۷۳ء
مولانا نسیم امروہوی	۱۹۷۳ء۔۱۹۷۹ء

مدیرانِ اعلیٰ

ڈاکٹر مولوی عبدالحق	۱۹۵۸ء۔۱۹۶۱ء
ڈاکٹر ابواللیث صدیقی	۱۹۷۶ء۔۱۹۸۵ء
ڈاکٹر فرمان فتح پوری	۱۹۸۵ء۔۱۹۹۵ء
ڈاکٹر حنیف فوق	۱۹۹۵ء۔۱۹۹۸ء
پروفیسر سحر انصاری	۱۹۹۸ء۔۲۰۰۰ء
مرزا نسیم بیگ (قائم مقام)	۲۰۰۰ء۔۲۰۰۱ء
ڈاکٹر یونس حسنی	۲۰۰۱ء۔۲۰۰۳ء
ڈاکٹر رؤف پاریکھ	۲۰۰۳ء۔۲۰۰۷ء
فرحت فاطمہ رضوی (قائم مقام)	۲۰۰۷ء۔۲۰۰۹ء
فہمیدہ ریاض	۲۰۰۹ء۔۲۰۱۱ء
رانا سرفراز طارق (قائم مقام)	۲۰۱۱ء۔۲۰۱۲ء
محمد عارف (قائم مقام)	۲۰۱۲ء۔۲۰۱۵ء
عبدالمالک غوری	۲۰۱۵ء۔۲۰۱۶ء
محمد عارف (قائم مقام)	۲۰۱۶ء۔۲۰۱۶ء
سید عقیل عباس جعفری	۲۰۱۶ء تا حال

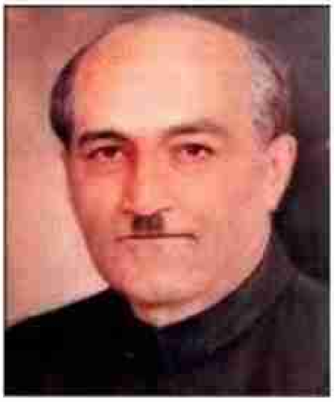

جوش ملیح آبادی (مشیر ادبی و مدیر)

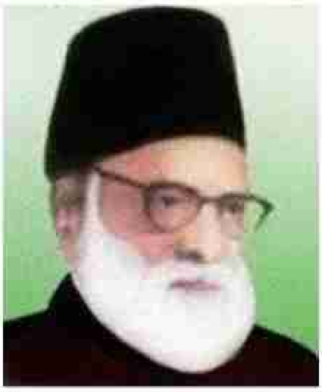

بابائے اردو مولوی عبدالحق (مدیر اعلیٰ)

ڈاکٹر ممتاز حسن (صدر)

عبد الحفیظ کاردار (معتمد)

مولانا نسیم امروہوی (مدیر اول)

محمد ہادی حسین (صدر)

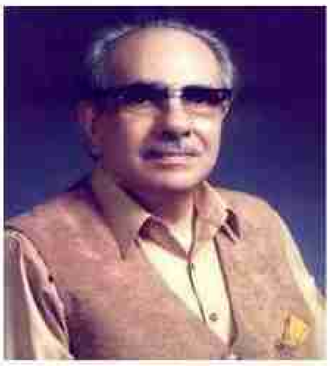

جمیل الدین عالی (صدر)

ڈاکٹر جمیل جالبی (صدر)

شان الحق حقی (معتمد)

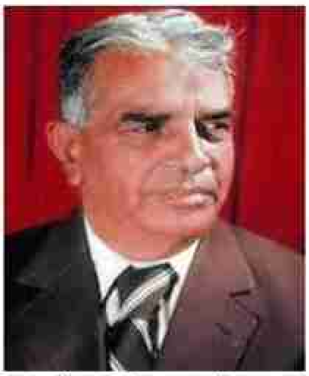

ڈاکٹر ابو اللیث صدیقی (معتمد و مدیر اعلیٰ)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری (معتمد و مدیر اعلیٰ)

پروفیسر سحر انصاری (معتمد)

ڈاکٹر یونس حسنی (معتمد و مدیر اعلیٰ)

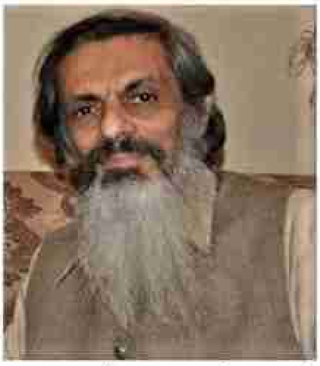

ڈاکٹر رؤف پاریکھ (معتمد و مدیر اعلیٰ)

فہمیدہ ریاض (مدیر اعلیٰ)

سید عقیل عباس جعفری (مدیر اعلیٰ)

ضمیمہ ۳

اردولغت بورڈ، کراچی اور اردو لغت (تاریخی اصول پر)

اردولغت(تاریخی اصول پر): جلد۱تا۲۲

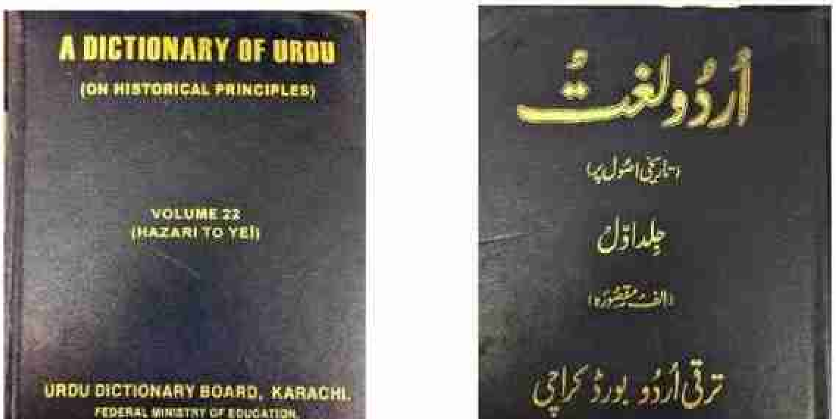

سرورق کا عکس

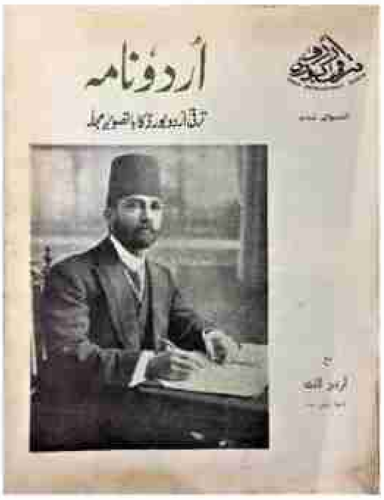

بورڈ کا سہ ماہی مجلہ اردو نامہ

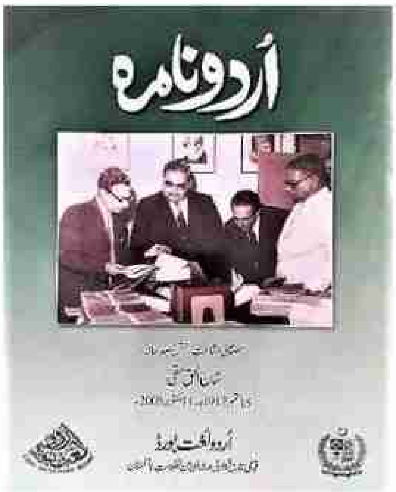

اردو نامہ کا پچپنواں شمارہ، جوشان الحق حقی کی پیدائش کے صد سالہ جشن (۲۰۱۷ء) کے موقع پر شائع ہوا

صدر پاکستان جناب ممنون حسین اردو لغت کے آن لائن ایڈیشن کا افتتاح کرتے ہوئے

آن لائن ایڈیشن کا عکس

بورڈ کی ساٹھویں سال گرہ (۱۴ جون ۲۰۱۸ء) کے موقع پر جاری کیے جانے والے یادگاری ٹکٹ

اردو لغت بورڈ، کراچی کی عمارت

جوش ملیح آبادی: یادگاری کتب خانہ

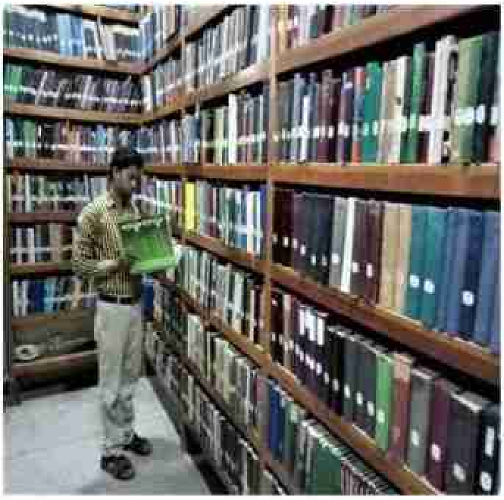

جوش ملیح آبادی: یادگاری کتب خانے کا اندرونی منظر

بابائے اردو مولوی عبدالحق: گوشہ علمی

"گوشہ علمی" کا اندرونی منظر

ضمیمہ ۴

الف۔ اردو لغت بورڈ، کراچی میں محفوظ کیے گئے کورپس

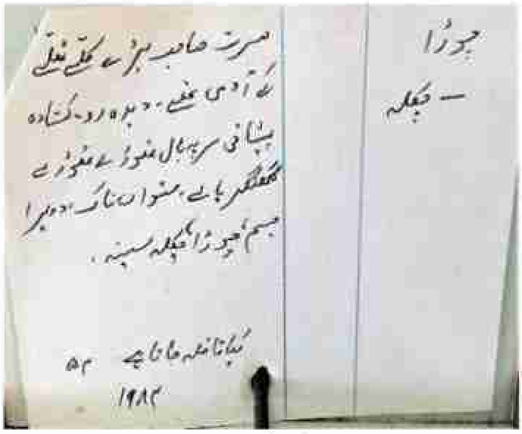

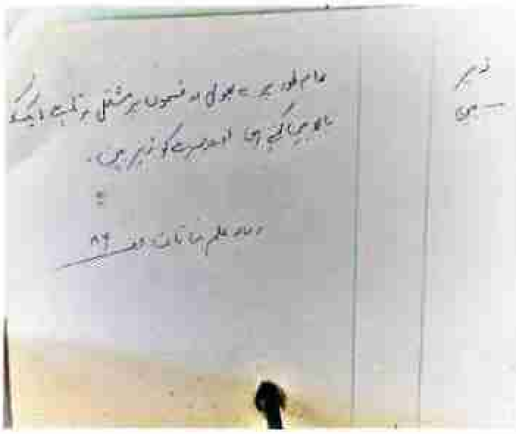

ب۔ اردو لغت کے لیے استعمال کیے جانے والے مآخذ کے مصنفین کا اشاریہ

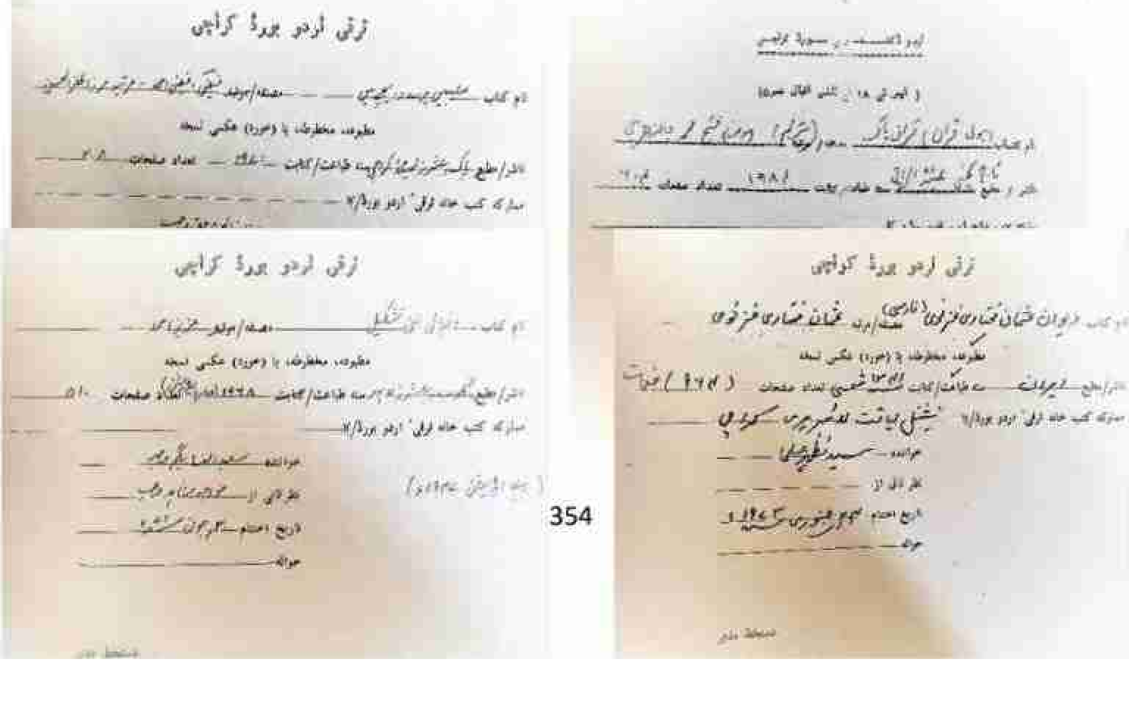

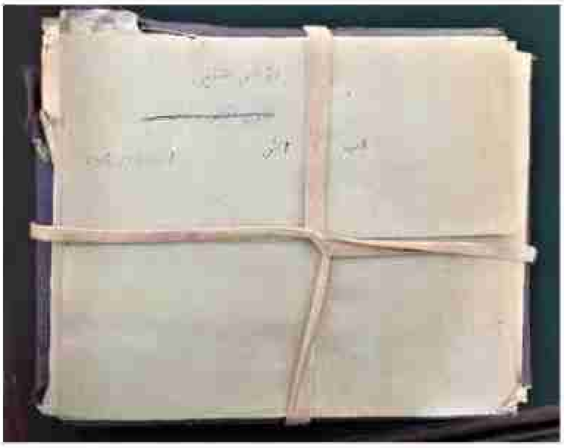

اشاریے کو محفوظ رکھنے کے لیے شان الحق حقی کا تیار کردہ طباق

ج۔ اردو لغت کے مشمولات کو مائیکرو فلم میں محفوظ کرنے کے لیے تیار کی گئی فائل کا عکس،
جس میں اندراجات کا اشتقاق ڈاکٹر شوکت سبزواری کے ہاتھ کا تحریر کردہ ہے